! اسلام علیکم
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا
تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com
https://www.zubinovelszone.in

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں
وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/Zubi.Novels.Zone.10

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WhatsApp Channel Link

Channel Join Now

باکس میں موجود ناولز یا کیٹیگری والے ناولز پڑھنے کے لئے ناول نام یا کیٹیگری نام پر کلک کریں

Famous Youtube Novels

Novel Name : Yaar E Sitamgar
Lams E Junoon By Zoya Ali Shah
Dedar E Yaar By Gumnam Larki
Shehr E Dil Novel By Kitab Chehra
Wajib E Ishq Novel By Gumnam Larki
Dastane Rooh E Basil By Saleha Iqbal
Yaar Yaaron Se Ho Na Juda Novel Season 3
Qarar E Mann Romantic Novel By Zara Hayat
Atish E Ishq An American Monster By Saleha Iqbal

Novels Categories

Web Special
Short Novels
Long Novels
Digest Novels
Romantic Novels
Facebook Novels
Ebook Novels PDF
Youtube Novels PDF

مکمل ناول

تم میری ملکیت ہو

منتہا چوہان

بڑے بڑے لال پتھروں سے بنی وہ کئی کنال پے پھیلی خبوصورت حویلی اس وقت پوری آرائش وزیبائش سے سجائی گئی تھی۔خان پور کی سب سے بڑی حویلی تھی۔جسے لعل حویلی بھی کہا جاتا تھا۔یہ حویلی اس گاؤں میں زیادہ تر چوہدریوں کی حویلی کے طنام سے جانی جاتی تھی۔جہاں انسان نہیں ظالم چوہدری بستے تھے۔جن کو اپنے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔وہ تھے تو سردار۔۔لیکن نعوز باللہ خود کو اس گاؤں کا خدا مانتے تھے۔اور وہاں رہنے والوں پے اپنے حکم چلاتے تھے۔اس کے اندر کے منظر پے دوڑائی یں تو بڑے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی ایک وسیع و عریض باغ نظر آئے گا۔

ارد گرد درختوں پودوں کا انبار لگا تھا۔ایک پل کو ایسا محسوس ہوتا۔کہ جنگل میں چلے آئے ہیں۔بڑی سی سڑک گیٹ سے شروع ہوتی گے حویلی کی جانب جاتی تھی۔اور ہر طرف گارڈ کا چاق وچوبند پہرہ دے رہے تھے۔دو سے تن میٹر کا فاصلہ طے کرتے پھر سے ایک بڑا گیٹ تھا۔جس کے پاس بھی سیکیورٹی گارڈ کا عملہ اسلحے سمیت کھڑا تھا۔تین گاڑیوں کو ایک ساتھ حویلی کی دہلیز کے اندر باآسانی جاتا دیکھا جاسکتا تھا۔جواب کار پورچ کی جانب بڑھ رہی تھیں۔گاڑی کار پورچ میں روکتے ہی ڈرائیور نے فوراً باہر نکلتے گاڑی کا بیک ڈور اوپن کیا۔بلیک قمیض شلوار اور بلیک ہی واسکٹ کے ساتھ شال لیے وہ خوبرو مرد گاڑی سے باہر نکلا۔آنکھیں گرین اور ناک ستواں جس پے مغروریت کا ایسا خول تھا۔کہ دیکھنے والے کیا آنکھ فوراً جھک جائے۔ناک کے بالکل نیچے ایک تل تھا۔جو اسکی گھنی مونچھوں میں چھپا ہوا تھا۔چہرے پے ہلکی ب ئی یرڈ کے ساتھ عنابی لب اس وقت کسی بھی قسم کی مسکراہٹ سے بہت دور تھے۔پلٹ کے ایک نظر اس حویلی کو دیکھا۔جہاں

اس نے نہ آنے کی قسم کھائی تھی۔ لیکن آج اسے آنا پڑا۔اپنی بہن کی خاطر۔۔اپنی قمیض کے کالر سے فرضی گرد جھاڑتا وہ بگردن موڑ کے پیچھے کی تھا۔ایک گاڑی میں سے چوہدری مرتسم اور چوہدری دو گاڑیوں کو دیکھ رہا اسلم دونوں ہی کروفر سے اترتے آگے بڑھے۔اندر چلیں۔۔۔؟؟چوہدری مرتسم نے اس خوبرو مرد کی طرف دیکھتے پوچھا۔جو رشتے میں ان کا بیٹا تھا۔ ان کا بڑا بیٹا۔چوہدری جہانزیب۔۔جی۔۔۔۔! اثبات میں سر ہلاتا وہ ان کے ہمقدم ہوا۔پوری حویلی کو دلہنوں کی طرح سجایا گیا تھا۔کیوں کہ آنے والا اس حویلی کا جانشیں چوہدری جہانزیب عادل آ رہا تھا۔حویلیکی ملازمائیں مختلف انواع واقسام کے کھانے کے لوازمات تیار کر رہی تھیں۔تو وہیں حویلی کی عورتیں دل میں ایک ڈر لیے بیٹھیں تھیں۔انہیں ڈر تھا۔۔کہ تاریخ خود کو ایک بار پھر سے نہ دہرائے۔وہیں پری گل کا سرخ و سپید چہرہ بری طرح پیلا پڑا ہوا تھا۔اس کی زندگی کا یصلہ ہونا تھا۔وہ پنچائی بیتیں جو ڈیرے پے لگتیں تھیں۔اور گاؤں والے کے نصیب کے فیصل ہوتے تھے۔وہیں اب جگہ

سب کی تحرم بھری نظریں پری بیٹھے والا تھا۔ حویلی کے مردان خانے میں۔
گل پے تھیں۔ جس نے ایک انتہائی قدم اٹھایا تھا۔ اب اس کو اس قدم کی
سزا سنائی جانی تھی۔ چوہدری جہانزیب حویلی پہنچ گئے ہیں۔ ملازمہ نے
آ کے اطلاع دی۔ تو بھی چوکنا ہوئی یں۔ وہیں جسمین کی بے قرار نظریں
بڑے سے دروازے پے جا ٹھہریں۔ جہاں سے آج چار سال بعد۔ چوہدری
جہانزیب عادل نے قدم اندر ۰ رکھنا تھا۔ جسمین کے دل کی دھڑکنیں تیز
ہوئی یں۔ دل کی دنیا اسی ایک شخص کے نام پے آباد تھی۔ جو بچپن سے اسکے
نام کے ساتھ منسوب تھی۔ جہانزیب عادل کو تو اس بات سے کوئی فرق
نہیں پڑتا تھا لیکن جسمین تو اس رشتے کو جی رہی تھی۔ اور دل ے جہانزیب
کو اپنا شوہر بھی مان چکی تھی۔ دروازہ کھلا۔ بہت ہی کروفر اور مردانہ چال چلتا
وہ اپنے باپ اور چچا کے ساتھ اندر آ رہا تھا۔ اوہ۔ جی آیاں نوں۔۔ میرا بچہ
آ گیا۔۔۔ چوہدرائی ن نے اپنی بانہیں وا کیں۔ جہانزیب مسکراتا اپنی دادی
اپنی ماں کے پاس آیا۔ جن کی آنکھوں میں کے گلے لگا۔ ان ے ملتا وہ

ڈھیروں آنسو تھے۔انہوں نے اس کے گال پے پیار کیا تو وہ ان کو سینے سے لگا گیا۔ماں بھول گ ئی تھی۔۔؟؟عادی۔۔؟؟انہوں نے اس کے سینے سے لگے شکوہ کیا۔ماں کو بھی کوئی بھولتا ہے۔۔ام جان۔۔؟؟اس نے غزالہ بیگم کے ماتھے پے بوسہ دیا۔باری باری سب سے ملتا اب وہ ام جان کو دیکھ رہا تھا۔ اسکی سوالیہ نظروں کا مفہوم وہ اچھی طرح سمجھ گ ئی تھیں۔انہوں نے اندر زنان خانہ کی طرف اشارہ کیا۔جہاں سب لڑکیاں پردے کے پیچھے تھیں۔ انہیں اجازت نہ تھی۔یوں حویلی کے بڑے سے ہال میں جانے کی۔جہاں اس وقت سب جہانزیب کا دل استقبال کر رہے تھے۔جہانزیب بنا کسی کی پرواہ کیے آگے بڑھا۔لیکن ایک بار دستک دے کے سب کو الرٹ کرنا نہ بھولا۔پری گل ادل بری طرح دھڑکا۔اس گھڑی کو جس کو وہ چاہتی تھی۔ اسکی زندگیمیں نہ آئے۔۔بالآخر وہ آہی گ ئی تھی۔اپنے بھائی کے سامنے وہ کس منہ سے کھڑی ہو گی۔۔؟؟کس طرح نظریں اٹھائے گی اسکی کانچ سی گرین آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں۔دونوں بھائی میں یہ آنکھیں

بہت مشابہت رکھتی تھیں۔پری۔۔۔؟؟جہنزیب نے ہمیشہ کی طرح اسے پیار سے پکارا۔تو اسکا دل اچھل کے حلق میں آیا۔جاؤ۔۔پری۔۔؟؟تمہیں تمہارے بھائی سا بلا رہے ہیں۔ جسمین نے پیار سے سے کہا تو وہ حلق تر کرتی باہر آئی۔جہاں جہان زیب اسکا انتظار کر رہا تھا۔بھائی سا۔۔۔!پری بھائی کو فیکھ اسکی طرف لپکی۔جہانزیب نے اسکے لیے بانہیں وا کیں۔کیسی ہے میری گڑیا۔۔؟؟جہانزیب نے اسی مان اور عزت سے اس سے پوچھا تو اس کا دل کٹ سا گیا۔اس کی گردن جھک سی گئی۔مطلب۔۔؟؟وہ اس سے ناراض نہیں تھا۔۔اس نے بنا کسی کو بتائے چوری چھپے کسی اور خاندان کے لڑکے سے نکاح کر لیا تھا۔اور چوہدری جہانزیب اس کا بھائی سا اس سے ناراض نہیں تھا۔۔؟؟یا۔۔وہ ساری سچائی جانتا نہیں تھا۔۔؟؟

کسویٰ۔۔۔؟؟بیٹا۔۔آجاؤ۔۔ناشتہ کرلو۔۔دیری ہورہی ہے۔۔۔پھر بنا ناشتے کے چلی جاؤ گی۔۔۔؟؟تسلیم بیگم نے اسے کوئی دسویں بار پکارا تھا۔ اور وہ کمرے سے فوراً باہر نکلی۔ڈارک براؤن آنکھیں صاف شفاف چہرہ خمدار پلکیں ستواں ناک بھرے بھرے گلابی لببنا میک اپ کے وہ نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔لمبے گولڈن بالوں کو چٹیا میں باندھے جو تسلیم بیگم ہی کیا کرتی تھی۔کیونکہ وہ اپنے لمبے بال بالکل نہیں سنبھال سکتی تھی۔اور نہ ہی ک ئی یر کر سکتی تھی۔۔۔!سفید ٹراؤزر پنک شرٹ کے ساتھ گولڈن کلر کا جارجٹ کا دوپٹہ لیے وہ ڈائی ننگ ٹیبل پے بیٹھی تھی۔

مسکراتے ہوئے ڈائی ننگ ٹیبل پے پہلے سے موجود بابا۔۔۔۔شیخ اکمل کو سلام کیا۔تو دونوں گالوں کے ڈمپل واضح ہوتے اپنی چھب دکھانے لگے۔ اکمل صاحب کو خود بھی دووں گالوں پے ڈمل پڑتے تھے۔اور ان کی خوبصورتی بھی پورے خاندان میں مشہور تھی۔کسویٰ مکمل اپنے بابا کی کاپی تھی۔اکمل صاحب جو شیخ صاحب کے نام سے جانے جاتے تھے۔کسویٰ کو

بیٹھا دیکھ وہ مسکرائے تھے۔ شیخ صاحب غصہ کے انتہائی تیز تھے۔ لیکن اپنی جان سے پیاری بیٹی کسویٰ کے لیے ان کا دل ہمیشہ نرم رہتا تھا۔ ان کی تین اولادیں تھیں۔ بڑی کسویٰ جو کہ بے انتہا خوبصورت اور زہین تھی۔ ایم بی اے مکمل کر کے ایک بہت بڑی فرم میں جاب کر رہی تھی۔ ایک اچھے عہدے پے فائز تھی۔ دوسرے نمبر پے ارم تھی۔ جو کسویٰ سے ڈیڑھ سال چھوٹی تھی۔ رنگ قدرے سانولا سا تھا۔ لیکن اسکی گہری کرسٹل آئی یز اس کے چہرہ کی خوبصورتی کو چار چاند لگاتے تھے۔ اور خم دار ہونٹوں کے قریب چھوٹا سا تل جو ایک بار دیکھتا دل ہی ہار جاتا لیکن ارم خود آج اپنی سادگی کو اپنی اس کشش کو کبھی خاطر میں نہیں لاتی

تھی۔ وہ خود کو ایک عام انسان ہی سمجھتی تھی۔ یونی میں تھی۔ لاسٹ سمسٹر تھا۔ اور آخر میں کسویٰ سے چار سال چھوٹا۔ بھائی مہد اکمل جو کالج میں سیکنڈ ائیر کا سٹوڈنٹ تھا۔ غرض یہ چھوٹی سی خوشحال فیملی تھی۔ جن کی زندگی

ایک دوسرے سے شروع ہوتیا یک دسرے پے جا کے ہی ختم ہوتی تھی۔
کسویٰ ناشتہ ٹھیک سے کرو۔ تسلیم بیگم نے اسے جوس کا گلاس آدھا چھوڑ کے
جاتے دیکھا تو پیچھے سے پکارا۔ مما۔۔۔! آج واقعی دیر ہوگ ئی۔۔۔مارننگ
ٹائم میں میٹنگ ہے آج امپورٹینٹ۔۔وہیں آفس میں کچھ کھاپی لوں گی۔
بائی باباجان کسویٰ نے باپ کے گلے لگتے ان کے ماتھے پے بوسہ دیا تھا۔اور
پھر والدہ کو اللہ حافظ کرتی اپنی گاڑی کی جانب بڑھی۔ کہ اچانک کچھ یاد آنے
پے پلٹی۔ارم بھی بھاگم بھاگ اسکے پیچھے آئی تھی۔آپی۔۔۔؟؟ مجھے چھوڑ
کے جا رہی تھیں۔۔؟؟ چھوٹا سا بیگ کندھے پے لٹکائے ہاتھ میں ایک
جب کہ چہرے پے غصہ کی ہلکی سی فائل تھامے وہ کسویٰ کے پاس پہنچی۔
جھلک تھی۔ارے۔۔پاگل۔۔۔میرا دماغ خراب ہے جو اپنی اکلوتی اور بے
انتہا پیاری بہن کو یہیں چھوڑ جاؤ ں۔۔؟ کسویٰ نے اسکی چھوٹی سی ناک دبائی
تو وہ منہ بنا گ ئی۔ان دونوں کا روٹ ایک ہی تھا۔اور کسویٰ روزانہ ہی اسے
خود اپنے ساتھ لے کے جاتی تھی۔اور پھر واپس گھر وہ اپنی قریبی دوست

الین کے ساتھ آجاتی تھی۔یونی کے گیٹ کے پاس گاڑی روکتے اس نے الن کو گیٹ کے پاس پایا۔ارم کو دیکھ کے الین کی باچھیں کھل اٹھیں تھیں۔

دونوں اسکول ٹائم کی دوستیں تھیں۔جواب یونی جانے کے بعد بھی ابھی تک قائم ہے۔الین نے ہمیشہ کی طرح کسویٰ کو دیکھ دور سے ہاتھ ہلایا۔تو جواباً کسوی نے مسکرا کے اسے دیکھتے اثبات میں سر ہلایا۔اور گاڑی موڑلی۔

آفس وقت سے وہ آج پورے پندرہ منٹ لیٹ تھی۔آفس میں انٹر ہوتے ہی کسویٰ نے سب پے ایک نظر ڈالی۔سب آج کچھ زیادہ ہی چپ لگے۔کیا اتنے پ چپ کیوں ہیں۔۔؟اپنی سیٹ پے بیٹھتے ہوا۔۔؟؟آج سب جاوید اور عفت کی جانب دیکھتے اسفسار کیا۔سر ندیم نے تمہیں جو پروجیکٹ دیا تھا۔اس کے لیے انہوں نے آج کوئی نیو اپائی نمنٹ کی ہے۔جواب تمہارے پروجیکٹ پے کام کریں گے۔۔عفت نے تو جیسے اس کے سر پے بم ہی پھوڑدیا۔ابھی وہ کچھ کہتی کہ سر کے آفس سے اسکا بلاوا آگیا۔لب بھینچے وہ اپنی سیٹ سے اٹھتی آفس کی جانب بڑھی۔جہاں مسٹر ندیم کسی بات پے

مسکرا رہے تھے۔ارے آئی یں آئی یں۔۔ مس کسویٰ! میٹ ود ہم۔۔۔۔
مسٹر جہان۔۔۔! اینڈ جہان یہیں ہیں وہ جن کا ذکر میں نے آپ سے کیا تھا۔
اس پروجیکٹ کو یہی ہینڈل کر رہی ہیں۔ایکسکیوزمی سر۔۔۔؟اسکی سریلی
آواز پے جہان ایک پل کو چونکا۔اس کی کسویٰ کی جانب پیٹھ تھی۔وہ ایک
دوسرے کو دیکھ نہیں پائے تھے۔آپ نے مجھ سے یہ پروجیکٹ لے کے ان
کو دے دیا ہے۔۔؟؟کسویٰ تو پوری کی پوری لڑائی کے لیے تیار کھڑی ہوئی
کے لہجے اور ہمت کو داد دیئے بنا نہ رہ سکا۔ایسی بات تھی۔جہان نے اس
نہیں مس کسویٰ۔۔۔! اس پروجیکٹ کو آپ اکیلے ہینڈل نہیں کر سکتیں۔
مسہر جہان کو اسپیشلی میں نے اس پروجیکٹ کے لیے بلوایا ہے۔اب سے یہ
آپ و ک اسسٹ کریں گے۔۔بلکہ آپ مل کے کام کریں۔مجھے آپ دونوں
پے بھروسہ ہے۔لیکن۔۔میں کسی پے بھی اتنی جلدی بھروسہ نہیں کر
سکتی۔۔سر۔۔۔۔! کسویٰ نے انکی بات کاٹتے پنی بات رکھی۔اس بار جہان
نے رخ موڑ کے اس لڑکی کو دیکھا جو بالکل پٹاخہ تھی۔اس کو دیکھتے جہان کو

وقت رکتا ہوا محسوس ہوا۔ایک ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی وہ ایک گال سے مسکر یا تھا۔کمال کی لڑکی تھی۔وہ دل ہی دل میں داد دے رہا تھا۔جب کہ لب بالکل خاموش تھے۔مس کسویٰ۔۔۔؟؟کیا آپ کو مجھ پے بھی بھروسہ نہیں۔۔؟سر حیرانی سے پوچھنے سے لگے۔نو۔۔سر۔۔۔!میں اپنا پروجیکٹ خود مکمل کرلوں گی۔مجھے کسی کی مدد نہیں چاہیے۔سویٰ نے بنا جھان کی جانب دیکھے اپنا فیصلہ سنایا۔اور باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے کہ۔۔۔

پروجیکٹ اگر مل کے کرنا چاہتیں ہیں۔تو موسٹ ویلکم۔۔ورنہ۔۔آپ اس پروجیکٹ سے پیچھے ہٹ جائیں۔دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں الجھائے وہ کسویٰ سے مخاطب ہوا۔تو اُنہی قدموں پے پلٹی۔اور اس ایک لمحے میں دونوں قید ہوئے۔لوایٹ فرسٹ سائیٹ۔۔دونوں پے فٹ آتی تھی.

آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں۔۔؟کسوئی کے ماتھے پے بل پڑے۔

نہیں۔۔انفارم کر رہا ہوں۔۔اسی سکون کے ساتھ جواب دیا۔کسوئی نے ایک شاکی نظر سر ندیم پے ڈالی جو الجھے سے اور پریشان لگے۔اور پھر رخ موڑے قدم باہر کی جانب بڑھا لیے۔لگتا ہے کسوئی اب یہ پروجیکٹ نہیں کرے گی۔۔۔؟؟سر ندیم نے فکر مندی سے کہا۔ڈونٹ وری یہی کرے۔۔۔گی۔۔!جہان نے فائل اٹھاتے سکون سے جواب دیا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بھائی سا مجھے معاف کر دیں۔۔۔؟؟میرا قصور صرف اتنا ہے کہ۔۔میں نے چھپ کے۔۔۔؟؟؟پری گل بول ہی نہ سکی۔۔۔جب کہ چوہدری جہانزیب اپنی جان سے زیادہ پیار بہن کو اس حالت میں دیکھتا گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔عجیب دوراہے پے لا کھڑا کیا تھا۔۔جس بہن نے اس کی انگلی پکڑ کے

چلنا سیکھا۔آج وہ کتنے دھڑلے سے یہ کہہ رہی تھی۔کہ اس کا قصور۔۔کتنا چھوٹا سا تھا۔جب کہ اس کے اس گناہ کو جسے وہ قصور کہہ رہی تھی۔انتہائی سخت سزا سنائی جانی تھی۔اور یہ فیصلہ بھی چوہدری جہانزیب نے ہی کرنا تھا۔ایک بار تاریخ خود کو دہرا رہی تھی۔سب کچھ ویسا ہی تھا۔بدلہ تھا تو بس کردار بدلے تھے۔باقی منظر تو وہی تھا۔جہانزیب گہرا سانس خارج کرتا وہاں سے باہر نکلتا چلا گیا۔

Zubi Novels Zone

آپ اس گھر کی بڑی ہیں۔۔چوہدرائی ن ہیں۔۔آپ جو کہیں گیں وہ مانا جائے گا۔میری بچی کو بچالیں۔۔میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔میری بچی کو بچالیں۔غزالہ بیگم نے روتے ہوئے چوہدرائی یں کے آگے ہاتھ جوڑے تو سخت قہر اور شعلہ بار نگاہوں سے بہو کو دیکھا۔غزالہ۔۔۔یہ مت

بھولو۔۔۔ کہیہ رسم رواج آج کے نہیں۔۔ برسوں سے چلے آرہے ہیں۔ جہنیں اسیے ہی چلتے رہنا ہے۔اسلیے کوئی بھی بدمزگی پیدا کرنے کی کوشش مت کرنا۔جو بھی فیصلہ ہو گا۔۔ مردان خانے میں جرگے میں ہو گا۔اور سب کو قبول کرنا ہو گا۔انہوں نے سخت لہک دھیمے لہجے میں وارن کیا تو وہ لب کاٹتیں سر جھکا کے وہاں سے اٹھ گئیں۔ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ دو دن لگے تھے۔جہانزیب کو اس فیصلے پہ پہنچنے کے لیے۔۔۔۔ لیکن کب تک وہ اس کو ملتوی کرتا۔۔؟جو بھی تھا اسے فیصلہ دینا تھا۔آج مردان خانے پے ٹانگ جمائے بیٹے میں جرگہ بیٹھ چکا تھا۔جہاں خاندان معززمرد ٹانگ تھے۔ایک بار ام حوا کو لوٹا دیکھنے کے لیے۔چوہدری جہانزیب نے ای نظر وہاں موجود سب لوگوں کو دیکھا۔اور اپنی بات شروع کی۔آج۔۔ ہم۔۔ یہاں یہ جرگہ۔۔۔؟؟ایک منٹ چوہدری صاحب۔۔۔۔! چوہدری فراست کی کڑک دار گونج پے بھی چونکے تھے۔کچھ بھی کہنے سے پہلے مجرم کو تو کٹھرے میں لا کھڑا کریں۔۔۔؟اپنی مونچھوں کو مغرور انداز میں تاؤ

دیا۔اور گہری نظروں سے چوہدری جہانزیب کو دیکھا۔جہانزیب سختی سے لب بھینچ گیا۔اس گاؤں کا سردار میں ہوں۔اور میں ہی سارے فیصلے کروں گا۔سمجھے آپ۔۔۔!جہانزیب تھوڑا برہم ہوا۔کیوں۔۔؟؟اگر گاؤں کی کس لڑک نے یہ حرکت کی ہوتی تو۔۔اس وقت اسے پورے ڈیرے کے سامے مجرم بنا کے کھڑا کیا جاتا۔۔لیکن۔۔جب بات چوہدریوں کے اپنے گھر کی ہو تو۔۔۔مجرم۔۔۔؟؟چوہدری فراست۔۔۔؟؟جہانزیب اونچی آواز میں للکارا۔اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔کہ سبھی اسکی نظریں اسکی جانب اٹھیں۔اسکی غصہ سے تنی رگوں کو دیکھے کسی میں اتنی جرات نہ ہوئی کہ مخالفت میں کوئی بولتا۔چوہدری فراست اس کے سوتیلے چچا جان تھے۔ چوہدری جہانزیب کے سردار بننے پے انہیں اچھی خاصی تکلیف ہوئی تھی۔ ان کا اپنا بیٹا چوہدری دلاور بھی تھا۔جسے سردار بنانے کا انکا برسوں کا خواب تھا۔لیکن پانی پانی ہو گیا۔آج وہ چوہدریوں کی عزت اچھالنے یہاں پہنچا تھا۔ لیکن سامنے چوہدری جہانزیب عادل تھا۔جو کسی کی سنتا کم۔۔۔اور سناتا

زیادہ تھا۔مجھے سکھانے کی ضرورت نہیں آپ کو۔۔۔میں اس گاؤں کا سردار ہوں۔اور ہر فیصلہ میں خود کروں گا۔میرے لیے جتنی اہم میری بہن کی عزت ہے۔۔اتنی ہی اس گاؤں کی ہر عورت کی ہے۔اور چوہدری جہانزیب عورتوں کی عزت کرنا اچھے سے جانتا ہے۔کمر پے ہاتھ باندھے چوہدری جہانزیب نے چوہدری فراست کو پہلو بدلنے پے مجبور کر دیا۔

چوہدری مرتسم نے اسکے کندھے پے ہاتھ رکھا۔جہانزیب نے انہیں دیکھا۔وہ آج ایک مجبور باپ نظر آئے۔جن کی بیٹی کی جان داؤ پے لگی تھی۔جب کوئی بھی لڑکا یا لڑکی بالغ ہو جائے تو اسے حق ہے کہ وہ اپنی مرضی کے شریکِ حیات کا انتخاب کر سکے۔لیکن۔۔اد کا مطلب یہ نہیں۔۔کہ گھر والوں سے چھپ کے اس سے نکاح کر لیا جائے۔یہاں پے چوہدری فراست کی بیٹی نے غلطی کی ہے۔پردے کے پیچھے کھڑی پری گل کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔اس کا بھائی واقعی۔۔آج چوہدریوں کے روپ میں نظر آرہا تھا۔کیا وہ اسے۔۔۔مار دینے کا حکم دے گا یا۔قید خانے میں ڈال دے گا۔۔؟؟پری کا

دل اس کے اختیار سے باہر ہوا۔ جس کے ساتھ نکاح کیا۔ وہ تو ایسے غائب تھا۔ جیسے اس دنیا میں بھی دیکھا ہی نہ ہو۔ پری گل تو نکاح کر کے آ گئی۔ لیکن۔۔۔ اس کے پاس اپنے نکاح کا کوئی ثبوت نہ تھا۔ لیکن نکاح ہوتے ہی نکاح کی خبر پورے گاؤں میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ اور وہ شخص پھر ایسا غائب ہوا۔ کہ پری گل کو بھی اپنے کیے پہ پچھتاوا ہونے لگا۔ ورنہ آج وہ یوں اکیلی کٹہرے میں نہ کھڑی ہوتی۔۔ ایک حوصلہ تھا وہ اسکا اسکی محبت تھا۔ لیکن۔۔۔؟؟ اس کی محبت نکاح میں تو بدل گئی۔ لیکن۔۔۔ پائیدار نہ ثابت ہوئی۔

اس کا فیصلہ کرنے سے پہلے۔۔ مجھے وہ شخص یہاں چاہیے۔۔ جس نے یہ نکاح کیا ہے۔۔۔ قصور عورت کا ہو یا مرد کا۔۔؟ لیکن ہمیشہ معاشرے میں صرف عورت کو سزا دی گئی ہے۔۔ اور۔۔ چوہدری جہانزیب ایسا کبھی نہیں کرے گا۔ تین دن کے اندر۔۔۔ وہ شخص یہاں ہو گا۔۔ جس نے یہ

سب کیا۔۔اور خود بتائے گا۔۔ساری سچائی۔۔کہ اس نے نکاح کا یہ ڈرامہ کیوں کیا۔ تین دن بعد اسی جگہ اس سارے معاملے کا فیصلہ سنایا جائے گا۔ چوہدری جہانزیب آج پہلی بار ایک عورت کو موت کے گھاٹ اتارنے سے بچا گیا تھا۔چوہدری فراست نے غصہ سے اٹھتے اسے دیکھا۔چوہدری جہانزیب! آپ کا جو بھی فیصلہ ہو۔ لیکن۔۔ایک بات یاد رکھنا۔۔پری گل۔۔میرے بیٹے کے نام منسوب تھی۔ کسی غیر سے نکاح کر کے۔۔اس نے ہماری عزت کو بھی پاؤں تلے روندھا ہے۔یہ بات ہم کبھی نہیں بھولیں گے۔چوہدری فراست اپنے بیٹے اور آدمیوں کے ہمراہ وہاں سے غصہ سے کہتا نکل گیا۔یہ چپ نہیں بیٹھے گا۔چوہدری مرتسم نے پاس ہی کھڑی ہوتے دھیرے سے کہا۔تو چوہدری جہنزیب نے ایک نظر باپ کو دیکھا۔مجھے اچھے اچھوں کو چپ کرانا آتا ہے۔۔۔چوہدری جہانزیب عادل وہ مرد ہے۔۔جس سے ٹکر لینے کی جرات صرف ایک مرد ہی کر سکتا ہے۔۔اور چوہدری فراست میں وہ دم خم نہیں۔۔اپنی شال کو واپس کندھے پے ٹھیک کرتے وہ

پوری شان وشوکت سے باہر نکلا تھا۔اسکی پر سنیلٹی رعب ودبدبہ ہی اتنا تھا۔ کہ سبھی اپنی جگہ پے کھڑے ہوتے نظریں جھکا گئے تھے۔گاؤں والوں کو چار سال بعد کوئی ایسا سردار ملا تھا۔جس سے ان کی امیدیں پھر سے وابسطہ ہوگئی تھیں۔چار سال سے اس گاؤں کا ہر چھوٹا بڑا فیصلہ چوہدری فراست کرتا آیا تھا۔جس نے چوہدری جہانزیب کے سردار بننےاور سرداری نہ نبھانے کی وجہ سے گاؤں چھوڑنے کا بھرپور فائدہ اٹھایا تھا۔وہ چار سال کہاں رہا۔۔کوئی نہیں جانتا تھا۔لیکن اس کا واپس آنا۔۔۔سب کو جہاں حیران کر گیا تھا۔وہیں گاؤں والوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زائشہ کے سمجھانے کا اثر تھا کہ کسویٰ نارمل ہوگئی ورنہ۔۔جتنا اسے غصہ تھا۔اس نے توریزائن دینے کا بھی سوچ لیا تھا۔میم آپ کو سر بلا رہے

ہیں۔۔پیون نے آتے اسے کہا۔ سر ندیم۔۔؟؟ ابھی تو وہ باہر نکلے ہیں
ناں۔۔؟؟ کسوی نے مصروفیت بھرا جواب دیا۔جی۔ میم۔۔آپ کو سر
جہان بلا رہے ہیں۔پیون کی بات سنتے کسویٰ کے پیٹ میں مروڑ پڑے تھے۔
لیکن ضبط کرتی وہ اٹھی۔دانت کچکچاتے وہ آفس کی جانب بڑھی۔نو۔۔
میم۔۔۔ان کا آفس اس طرف ہے۔پیون نے دوسری جانب اشارہ کیا تو
کسویٰ نے حیرانی سے دیکھا۔مطلب۔۔؟؟آتے ہی نیا آفس۔۔؟؟ایسی بھی
کیا پوسٹ مل گئی اس شخص کو۔۔؟؟ کہ الگ سے آفس ہی دے دیا۔۔؟؟
کسویٰ دھڑلے سے دروازہ کھولتی خونخوار انداز میں اندر کی جانب بڑھی۔وہ
جو فون پے کسی سے بات کرتا اپنا ماتھا مسل رہا تھا۔اس طرح اچانک دھاڑ
سے دروازہ کھول کے کسویٰ کو اندر آتا دیکھ ٹھٹکا۔میں بعد میں بات کرتا
ہوں۔جہان نے کال کٹ کی۔ مس کسویٰ کسی کے آفس میں پنے کا یہ کونسا
طریقہ ہے۔۔؟ جہان نے ناگواری سے اسے دیکھتے کہا۔آپ نے مجھے کیوں
بلایا۔؟؟ کسویٰ خود پے ضبط کرتی سخت لہجے میں پوچھتی آنکھوں میں آنکھیں

ڈالتے جہان کو بری طرح چونکا گ ئی۔ بیٹھیں۔۔۔! جہان نے اپنی طعیت کے برعکس نرمی سے کہا۔ تو کسویٰ گہرا سانس بھرتی ایک کری پے ٹک گ ئی۔ لڑکی میں کچھ تو بات ہے۔۔ خوداعتمادی۔۔۔ جرات مندی۔۔اور نڈرپن۔۔۔؟؟ جہان نے اسے گہری نظروں سے دیکھا تو کسویٰ کو سر لگی پیر بجھی۔ کوئی کام تھا آپ کو یا۔۔؟؟ میرا وقت برباد کرنے کے لیے یہاں بٹھایا ہے آپ نے۔۔؟؟ دھیمے لیکن سخت لہجے میں پوچھا۔ آپ۔۔ غصہ کیوں ہیں مجھ پے۔۔؟؟ کس وجہ سے۔۔؟؟ جہان نے اسکی ڈارک براؤن آنکھوں میں اپنی گرین آئی یز گاڑتے پوچھا تھا۔ میں ایسی ہی ہوں۔۔ کسویٰ نے منہ ٹیڑھا کر کے جاواب دیا۔ اوکے۔۔۔ یہ فائی ل میں نے دیکھ لی ہے۔۔اس کچھ جگہ پ میں نے مارک کیا ہے۔ ان کو اگین چیک کریں اور کل ہم میں سائیٹ پے جائیں گے۔ جہان نے بھی اسی قدر سنجیدگی سے جواب دیے اپنا لیب ٹاپ کھول لیا کسویٰ نے فائی ل لیتے ماتھے پے بل ڈالے۔ اور اسے کھول کے دیکھنے لگی اس نے اپنی طرف ے سارا کام مکمل کر کے فائی ل دی

تھی۔ پھر۔۔مارک کس پہ لگائے۔کسویٰ جیسے جیسے دیکھی جارہی تھی۔
ماتھ کے بلوں میں اضافہ بھی ہورہا تھا۔جو جہان کی زیرک نظروں سے چھپے
نہ رہ سکے۔کسویٰ بنا کچھ بولے اٹھی تھی۔نیکسٹ ٹائم آفس میں آنے سے
پہلے اجازت لیجیے گا۔بنا اسکی جانب دیکھے کہا کسویٰ نے پھر سے اسے گھورا۔
لیکن اس بار خاموشی سے باہر نکلتی چلی گئی۔ نجانے کیا سمجھتا ہے خود
کو۔۔آج ہی آیا ہے اور مجھ پہ آرڈر لگانے شروع کر دئیے ہیں۔باہر آتے
ہی اپنی سیٹ پہ بیٹھتے فائل کو زور سے ٹیبل پہ پٹخا۔کیا ہوا اب۔۔؟؟
چھوٹی چھوٹی زائشہ اس کے پاس آئی۔کسویٰ نے نفی میں سر ہلایا وہ ہر
بات سب کے ساتھ شئیر کرنے والوں میں سے نہیں تھی۔اپنے
مسئلے خود سالو کرتی تھی۔اس لیے اب کی بار اپنے آپ پ کنٹرول کر
ہی لیا۔اسی وقت اس کے موبائل پہ کال آنے لگی۔بڑے
ماموں۔۔۔؟؟اس وقت کال کیوں کر رہے ہیں۔۔؟؟کسویٰ نے سوچتے
ہوئے کال اٹینڈ کی۔دوسری جانب جو کچھ کہا گیا۔اس پہ کسویٰ کے چہرے

پے پریشانی کے آثار نمایاں ہوئے۔ کلائی پے بندھی گھڑی پے ٹائم دیکھا۔
او کے ماموں۔۔! آپ فکر نہ کریں۔۔ میں آفس سے سیدھا ادھر ہی آتی
ہوں۔۔ کسویٰ نے کہتے کال کاٹی۔ اور پھر علامہ اقبال کی طرح بیٹھتی گہر سوچ
میں ڈوب گئی۔ جب کہ جہان اپنے آفس کی گلاس وال سے اسے مسلسل
غیر ارادی دیکھے جا رہا تھا۔ اس لڑکی کا ہر انداز ہی اسے الگ بنا رہا تھا۔ وہ اور
لڑکیوں کی طرح نہ تھی۔۔۔ اس میں کچھ تو الگ۔۔ کچھ تو خاص بات
تھی۔۔ جو اسے سب سے منفرد بناتی تھی۔۔ جہان اسے سوچ رہا تھا۔ جس کو
آج تک کوئی خوبصورتی اٹریک نہیں کر پائی تھی۔ آج۔۔ وہ ناقابل فہم انداز
میں اس لڑکی کو سوچے جا رہا تھا۔ جس سے آج پہلی بار ملاقات ہوئی تھی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

کہاں سے آگیا یہ چوہدری جہانزیب۔۔؟؟آپ مانیں یا نہ مانیں۔۔۔

یہ۔۔۔اپنی بہن کو بچالے گا۔۔۔!چوہدری دلاور انتہائی غصہ میں تھا۔۔

اسے ابھی نہیں آنا چاہیے تھا۔چار سال سے۔۔ہم فیصلہ کرتے آئے ہیں۔۔

لیکن۔۔اس نے آتے ہی سرداری سنبھال لی۔۔۔چوہدری فراست ابھی

غصہ سے براحال تھا۔گاؤں والوں پے جو ہمارا ڈر تھا۔وہ بھی ختم ہو جائے گا

اب۔۔۔!آپ کو کچھ کرنا ہوگا۔۔باباسائیں۔۔ورنہ۔۔یہ چوہدری

جہانزیب۔۔۔؟؟

ZNZ Zubi Novels Zone

کچھ نہیں ہوگا۔۔ حکم کااکا۔۔ہمیشہ چوہدری فارست اپنے پاس رکھتا ہے۔

تین دن کا وقت دیا ہے ناں۔۔ تین بہت ہوتے ہیں۔۔اب دیکھتے جاؤ۔۔

جس حویلی نے میری بہن کو برسوں پہلے اسی بات کی سزادی تھی۔آج۔۔

اس حویلی کی بیٹی کو میں کیسے بچنے دیتا ہوں۔۔ سزا سے۔۔۔؟؟چوہدری

فراست نے اپنی گھنی مونچھوں کو تاؤ دیا۔انکی بڑی بڑی آنکھیں اپنی پلاننگ کا سوچ مسکرا رہی تھیں۔

بینا۔۔۔۔؟؟؟کسویٰ کافی دیر سے بڑے ماموں گلفراز شیخ کے گھر بیٹھی تھی۔اور وہ کتنے پریشان تھے۔کسویٰ ان کی باتیں سنتی خود بھی اب پریشان ہو گئی تھی۔وہاں سے اٹھتی وہ بینا کے کمرے کی جانب بڑھی۔اور دروازہ کھولتے اسے آواز دی۔بینا بستر پے بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔کسویٰ کو آتا دیکھ بھاگ کے اس کے گلے لگی۔اور آنسو بہنا شروع ہو گئے کسویٰ نے اسکی پیٹھ تھپکی۔بینا کوئی کمزور لڑکی نہ تھی۔دونوں کا بچپن ایک ساتھ گزرا تھا۔ اسکول میں ایک ہی کلاس میں تھیں دونوں۔اور پڑھائی میں بھی سب سے آگے۔دونوں کی دوستی پورے خاندان میں مشہور تھی۔ایک دوسرے کے بنا تو رہنا سیکھا ہی نہ تھا۔ان دونوں نے۔اور بہادر۔۔اتنی تھیں۔کہ ہر بڑی سے بڑی مشکل سے لڑ جاتی تھیں۔لیکن۔۔کسویٰ ابھی بہادر تھی۔

کمزور۔۔۔تو بینا پڑ گ ئی تھی ۔۔۔ہاں ۔۔۔اسے اس کی محبت نے کمزور بنا دیا پکارا۔تو وہ آنسو پونچھتے پیچھے ہٹی۔ تھا۔بینا۔۔۔؟؟ کسویٰ نے اسے پیار سے بیٹھو یہاں۔۔۔! اسے بستر کے ایک طرف بٹھاتی خود بھی اس کے ساتھ بیٹھ گ ئی۔بینا۔۔۔! کیوں کر رہی ہو یہ سب۔۔؟؟ جانتی ہو ناں۔۔؟؟ بڑے ماموں۔۔کتنا دکھی ہیں۔۔ تمہاری وجہ سے۔۔۔! اپنا فیصلہ بدل لو۔۔ابھی بھی وقت ہے۔کسویٰ نے نہایت پیار سے سمجھایا۔کسوی۔! میرے بس میں کچھ نہیں۔۔۔میں۔۔اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔۔میں نہیں چھوڑ سکتی زید کو۔۔۔! وہ بہت ضبط سے بولی۔جب کہ کسویٰ خود پے کر طرح ضبط کر کے بیٹھی تھی یہ وہی جانتی تھی۔بیس۔۔۔۔بیس۔۔سال بڑا ہے وہ تم۔۔۔! کسویٰ نے اسکی آنکھیں کھولنی چاہیں۔محبتوں میں عمریں نہیں دیکھی جاتیں۔آگے سے ایسا جواب آیا کہ کسویٰ اس دیوانی کو دیکھتی رہ گ ئی۔وہ۔۔۔شادی شدہ ہے۔۔۔! ایک اور وجہ بتائی اسے پیچھے ہٹنے۔وہ اسے بہت پہلے ڈائی یورس دے چکے ہیں۔نظریں جھکاتے کہا۔کسویٰ نے

وقت رہتے سوچ لو۔۔۔ یہ ایک دن گہرا سانس بھرتے سر نفی میں ہلایا۔ بینا کا نہیں۔۔ پوری زندگی کا معاملہ ہے۔ اکثر پل بھر میں کیے گئے فیصلوں پے ہم پھر ساری زندگی پچھتاتے ہیں۔ میں پچھتالوں گی کسوئ۔۔۔ لیکن۔۔ زید کو چھوڑا تو میں۔۔ مر جاؤں گی۔۔ میں نہیں رہ سکتی ان کے بنا۔۔۔! آنسو پھر سے بینا کی آنکھوں میں بہہ نکلے کسوی تو بس اسے دیکھتی رہ گئی۔ وہ ایسی تو نہ تھی۔۔ وہ کیا سے کیا بن گئی تھی۔۔۔۔؟؟ کسوی کو حقیقت میں دکھ ہوا۔ کن راہوں پے چل نکلی ہو بینا۔۔۔؟ افسوس سے کہا تو بینا سر جھٹکتے بھیگی آنکھوں سے مسکرائی۔ اس کا رنگ شہد کی مانند تو نہیں تھا۔ لیکن بہت سانولا بھی نہیں تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ نین نقش بہت پیارے تھے۔ کہ دیکھنے والے کو اپنی طرف کھینچتے تھے۔ کسوی اس کا چہرہ ہی دیکھے گئی۔ کسوی۔۔۔۔! محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔۔۔ تمہیں نہیں ناں۔۔ ہوئی۔۔ اس لیے ایسے کہہ رہی ہو۔۔ اور جس دن ہوئی ناں۔۔ اس دن۔۔ تم مجھ سے بھی زیادہ کمزور پڑ جاؤ گی۔ آنکھوں میں چیلنج لیے کہا۔ کسوی تو اسے دیکھتی

ایک پل کو حیران رہ گئی۔ میں نہیں جانتی۔۔بینا۔۔۔! آنے والے وقت میں میرے رب نے میرے نصیب میں کیا لکھا ہے۔۔۔؟؟ لیکن اتنا ضرور کہوں گی۔۔۔ مجھے اگر کبھی محبت ہو بھی گئی۔۔ جو کہ ناممکن سی بات ہے۔۔۔ پھر بھی۔۔۔ میں خود کو کبھی کمزور نہیں پڑنے دوں گی۔ اسے اپنی طاقت بناؤں گی۔ جو تم نہ کر سکی۔ وہ میں کروں گی۔ کسویٰ نے اٹھتے ہوئے پراعتمادی سے کہا۔ بینا نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا۔ میں دعا کروں گی۔۔۔ کہ تمہیں بھی کسی سے محبت ہو جائے۔۔ اور۔۔ تم بھی میرا دکھ سمجھ سکو۔۔۔! بینا کی بات پہ کسویٰ نے پلٹ کے ایک نظر اسے دیکھا۔ اور باہر نکل آئی۔ گلفراز ماموں اور جمیلہ ممانی سے ملتی وہ اب گھر کے لیے نکل رہی تھی۔ کہ اس کے سب سے چھوٹے ماموں اندر داخل ہوئے۔ انہیں دیکھ بہن بھائی یوں کسویٰ دل سے مسکرائی۔ وہ بہت زیادہ بڑے نہ تھے۔ بلکہ وہ میں سب سے چھوٹے ہونے کے ساتھ کافی عرصہ بعد اس دنیا میں آئے ئی ے تھے۔ سرفراز شیخ۔۔۔ ان کی عمر بھی کم تھی۔ اور سب سے ان کا

انداز بھی دوستانہ تھا۔ دیکھنے میں ان کی پرسنلٹی بہت شاندار تھی۔ان کی عمر چالیس کے لگ بھگ تھی۔ لیکن ابھی تک غیر شادی شدہ تھے۔ کیوں۔۔؟؟ اس کی وجہ آج تک کوئی نہیں جان پایا تھا۔ کیسی ہو۔۔بیسٹی۔۔؟؟انہوں نے پیار سے پوچھا۔ میں ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہیں۔۔؟؟کسوٰی نے ان کے ساتھ کھڑے تیمور کو بالکل نظرانداز کردیا۔اس کے دوسرے نمبر والے ماموں یاور شیخ کا بیٹا تھا۔ جو اس وقت کسوٰی کو سر سے پاؤں تک گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جسے محسوس کرتے کسوٰی کے لب بھینچے۔ میں بھی ٹھیک ہو۔۔اندر چلو۔۔ابھی ہم آئے اور تم چل دی۔انہوں نے بہت اپنائیت سے کہا۔ نہیں ماموں پھر کسی دن۔۔۔!ابھی کافی وقت ہو گیا ہے۔۔امی ابو۔۔گھر انتظار کر رہے ہوں گے۔۔۔کسوٰی نے سہولت سے انکار کیا۔اور کلائی میں بندھی گھڑی کی جانب دیکھا۔اور پھر ان سے الوداع کہتے باہر آگئی۔ تیمور اس کے پیچھے ہی لپکا۔جب کہ سرفراز اندر جا چکا تھا۔ کسوٰی۔۔!میں چھوڑ آتا ہوں تمہیں۔۔آجاؤ۔۔۔!کہتے ساتھ اپنی گاڑی کی

جانب بڑھا۔کسویٰ کے ماتھے پے ان گنت بل پڑے۔نو۔۔ تھینکس تیمور بھائی۔۔۔!میں خود چلی جاؤں گی۔سپاٹ انداز میں انکار کیا۔اور اپنی گاڑی میں بیٹھتی گاڑی اسٹارٹ کر گئی۔مڑ کے ایک نگاہ بھی اس نے تیمور پے دوبارہ نہ ڈالی۔جس پے تیمور سیخ پا ہوا۔جتنا وہ کسویٰ کو پسند کرتا اس کے نزدیک جانے کی کوشش کرتا۔۔وہ اتنا ہی اسے ریجیکٹ کر دیتی۔۔

لیکن۔۔کب تک۔۔؟؟تمہارا نصیب تو میرے ساتھ ہی جڑا ہے ناں۔۔۔! خاندان میں ایک میں ہی ہوں۔۔تمہارا جوڑ۔۔شادی تو مجھ سے ہی ہو گی تمہاری۔۔!تب۔۔گن گن کے بدلے لوں گا۔کسویٰ اکمل شیخ۔۔۔!وہ دانت پیستا سوچتا واپس اندر آ گیا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

سب ٹھیک تھاناں بیٹا۔۔؟ماموں نے کیوں بلوایا تھا؟رات کو کھانے کے
دوران اکمل شیخ نے کسویٰ سے پوچھا۔جی۔۔۔جی۔۔سب ٹھیک ہے۔
بس۔۔وہ۔۔بڑے ماموں بینا کی وجہ سے کچھ پریشان ہیں۔آہا۔۔۔!میرے
بھائی کے نصیب۔۔۔؟؟کیسی اولاد ملی ہے۔۔؟زرا خیال نہیں۔۔ایک تو وہ
ہارٹ پیشنٹ ہیں۔اوپر سے یہ ٹینشن۔۔۔۔!تسلیم بیگم نے پانی کا جگ ٹیبل
پے رکھتے دکھ سے آہ بھری تھی۔ارم نے ماں کی طرف دیکھا۔اور سر جھٹکا۔
انہیں اپنے بڑے بھائی سے کچھ جنونی عشق ہی تھا۔جو سبھی جانتے تھے۔
امی۔۔۔۔!بڑے ماموں۔۔بینا کی بات مان کیوں نہیں لیتے۔۔؟؟اچانک
سے کسویٰ کے کہنے پے وہ سبھی چونکے۔کیا مطلب ہے۔۔؟اپنے جتنے اتنے
بڑے مرد کو اپنی نازک سی بیٹی دے دیں۔۔؟؟تسلیم بیگم نے ماتھے پے بل
ڈالے کہا۔کسویٰ نے ایک نظر باپ کی جانب دیکھا۔شیخ صاحب نے اسے
اشارے سے چپ رہنے کو کہا۔امی۔۔۔!اس سے پہلے کہ۔۔۔بینا کوئی غلط
قدم اٹھائے۔بڑے ماموں کو۔۔؟اِکیسا غلط قدم۔۔؟؟کسویٰ سچ س بتاؤ۔۔

کیا کہا آج بینا نے۔۔؟؟ تسلیم بیگم زرا سخت ہوئی یں۔کچھ نہیں کہا امی۔۔۔! کسویٰ نے سیٹ کے ساتھ ٹیک لگائی۔بس۔۔مجھے نہیں لگتا کہ وہ اپنے قدم سے پیچھے ہٹے گی۔مجھے اس کے انداز سے باغی پن کی جھلک دکھائی دی ہے۔۔کسویٰ نے صاف گوئی سے کہا تو تسلیم بیگم کی آنکھوں میں آنسو بھر گ ئے۔نجانے میرے بھائی کو اور کتنے دکھ دیکھنے کو ملیں گے۔۔۔؟آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں۔۔؟ کھانا کھائی یں۔آپ۔۔۔! شیخ صاحب تھوڑا برہم ہوئے۔تو کچھ وقت کے لیے اس موضوع کو چھوڑ دیا گیا۔مہد کب واپس آرہا ہے۔۔؟ شیخ صاحب نے تسلیم بیگم کا دھیان بٹایا۔وہ کافی دنوں کے لیے اپنے دوستو کے ساتھ گھومنے پھرنے گیا تھا۔اور ابھی تک واپس نہیں لوٹا تھا۔جی آجائے گا۔۔کچھ دن تک۔۔فون آیا تھا۔تالیم بیگم نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔ارم اور کسویٰ ایک دوسرے کو اشارہ کرتے اٹھ گ ئی یں تھیں۔

۔۔۔۔۔۔۔

چوہدری جہانزیب۔۔۔؟؟اس ایک نام کی دھوم پورے گاؤں میں پھیل گئی تھی اسکا یوں اچانک سے واپس آنا۔۔کس انہونی کی نشاندہی کی طرف اشارہ کررہا تھا۔اس وقت چوہدری فراست بری طرح بگڑا ہوا تھا۔اور گاؤں کے ایک مضارعے کی سختی آئی ہوئی تھی۔چوہدری فراس نے اسکی چمڑی ادھیڑ کے رکھ دی تھی۔بتا۔۔اب آئے گا تیرا جانور۔۔چوہدری جی کی زمین پے۔۔؟؟بول۔۔؟؟کامی نے اس شخص کو مزید لاتیں مکے مارتے دھاڑتے پوچھا۔جب کہ چوہدری فراست مونچھوں کو تاؤ دیتا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ جب کہ سوچوں کا رخ صرف چوہدری جہانزیب تھا۔رک جاؤ۔۔۔! چوہدری فراست ک دماغ میں ایک دم سے جھپاکا ہوا۔آنکھیں چمکیں۔تو کامی کو روک دیا۔اٹھا کے پھینک دو اسے ڈرے سے بہت دور۔۔۔!اور فوراً میرے پاس پہنچو۔چودری فراست حکم دیتا وہاں سے نکلا۔تو کامی اسے دھنکتا

ہوالے کے گیا۔اسکی حالت قابل رحم تھی۔اسے گاڑی میں لے جاتے اپنے بہت دور پھینکا۔جب کہ بھول گیا کہ وہ چوہدری جہانزیب کی ڈیرے سے زمینیں ہیں۔اوراس بات سے ان کے لیے کتنا بڑا مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ ان کی سوچ بھی نہیں تھی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

کسوی آپی۔۔۔؟؟ارم مسلسل کسوی کو ٹیبل پے بیٹھا فائل میں سر دیئے دیکھ رہی تھی۔کافی رات ہو گئی تھی۔لیکن اس کا کام تھا کہ مکمل ہی نہیں ہو رہا تھا۔۔اورارم کو اس کے بنا نیند نہیں آتی تھی۔ہمم۔۔۔۔؟؟ مصروفیت بھرا جواب آیا۔جب ہاتھ میں پن تھا۔روشن پیشانی پے دو بل اور دماغ میں سوچیں۔سب ٹھیک ہے ناں۔۔؟لیٹے ہوئے نیندے بھاری ہوتی آنکھوں سے پوچھا۔ہاں۔۔۔کیوں۔۔ایسا کیوں پوچھ رہی ہو۔۔؟؟ایک

نظر اسے دیکھتے پھر سے فائل پہ کچھ لکھنے لگی۔آپ پہلے کبھی آفس کا کام گھر نہیں لے کے آئی ناں۔۔؟؟پہلی بار۔۔ایسا ہوا ہے۔۔تو۔۔؟؟ارم نے کہتے ہوئے کروٹ بدلی۔جب کہ کسویٰ کی آنکھوں کے پردے پہ ایک شبیہہ لہرائی۔اپنی پوری مردانہ وجاہت کے ساتھ آج وہ پورے آفس میں چھایا ہوا تھا۔وہ کہیں سے بھی۔۔۔ایک آفس ورکر نہیں لگ رہا تھا۔جس بے اختیار طرح کی اسکی پرسنلٹی تھی۔ایسا لگتا تھا۔۔بہت امیر ہے۔۔کسویٰ ہی اسے سوچنے لگی۔جب کہ ارم نے اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھتے سونے کی ناکام کوشش کی۔آپی۔۔؟؟آجاؤ۔۔ناں۔۔پلیز۔۔آپ کو پتہ ہے۔۔مجھے ایسے نیند نہیں آتی۔ارم نے منت بھرے لہجے میں کہا تو کسویٰ چونکی۔اور اسے دیکھ کے مسکرائی۔ارم۔۔چھوٹی سی بچی نہیں ہو۔۔سو جاؤ۔۔مجھے تھوڑا سا کام ہے۔وہ مکمل کر کے ہی سوؤں گی۔کسوٰنے پھر سے فائل پہ نظریں دوڑائی یں۔آپ کے بنا نہیں سونا۔۔ارم نے ضدی کی۔وہ ایسی ہی تھی۔اسے بستر پہ اکیلے نیند نہیں آتی تھی۔اس لیے ارم کی وجہ سے ان کے

روم میں ڈبل بیڈ سیٹ تھا۔ارم کو اکیلے سوتے ڈر لگتا تھا اور اسے نیند میں چلنے کی بیماری تھی۔یہ بات سوائے کسویٰ کے اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ارم کو ایک عادت ہو گئی تھی۔کسویٰ کا ہاتھ تھام کے سونے کی۔ارم سو جاؤ۔۔! میں بس آتی ہو۔۔ تمہیں صبح یونی بھی جانا ہے۔۔۔! پھر آنکھ نہیں کھلے گی۔ کسویٰ نے دھیمے سے ڈانٹا۔نہیں۔۔ صبح یونی نہیں جانا۔صبح آف ہے۔ارم نے نیند میں جاتے اطلاع دی۔اور پھر کب اسکی آنکھ لگی اسے نہیں پتہ چلا۔۔کسویٰ بھی گہرا سانس خارج کرتی فائل بند کرتی اٹھی تھی۔اسے اس فائل سے زادہ اپنی بہن کی فکر تھی۔اس کی جان بستی تھی۔ارم اور مہد میں۔۔دونوں ہی اسکے جینے کی وجہ تھے۔اٹھتے ہوئے لائٹس آف کرتی وہ ٹیبل لیمپ کو آن کرتی بستر پے آئی۔ارم کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرا۔تو اس نے نیند میں ہی اسکا ہاتھ تھام لیا۔سوت میں اس کے چہرے پے جو بے سکونی تھی۔ایک دم سے سکون میں بدلی۔کسویٰ نے نیند کی غرض سے آنکھیں موندیں۔تو مسٹر جہان آنکھوں کے سامنے آن سمائے ڈر

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کے مارے آنکھیں کھول دیں۔ یااللہ۔۔! یہ کیا۔۔؟ یہ شخص کیوں میرے حواسوں پے چھانے لگا ہے۔۔؟ کسویٰ کا دل اسی سو بیس کی رفتار سے دھڑکنے لگا۔اپنے اندر امڈتے اس نئے جذبے کو وہ پہچان نہ پائی۔ لیکن وہ اس نامحرم تھا۔اور ایک نامحرم کے بارے جذبے سے ڈر گئی تھی۔ وہ ایک میں سوچنا بھی گناہ تھا۔

کسویٰ۔۔۔! محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔۔۔ تمہیں نہیں ناں۔۔ ہوئی۔۔ اس لیے ایسے کہہ رہی ہو۔۔اور جس دن ہوئی ناں۔۔ اس دن۔۔ تم مجھ سے بھی زیادہ کمزور پڑ جاؤ گی۔ بینا کے الفاظ کی بازگشت ہوئی تھی۔ کسویٰ کا دل سوکھے پتے کی مانند لرزا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

چوہدری۔۔۔جی۔۔۔!آپ کو باہر بلا رہے ہیں۔وہ جو آئی ینے کے سامنے کھڑا اپنی قمیض کے کف لنکس لگا رہا تھا۔ملازم کے دستک دے کے کہنے پے چونکا۔ ہمممم۔آرہا ہوں۔اپنے اوپر ایک طائی رانہ نگاہ ڈالتے پرفیوم چھڑکا۔ اور باہر آیا۔تو پولیس کو دیکھ حیران رہ گیا۔ایک سوالیہ نظر باپ پے ڈالی۔اور ماتھے پے بل ڈالے اس ایس ایچ او کو دیکھا۔جو سر جھکائے کھڑا تھا۔کیا مس ئی لہ ہے۔۔؟؟اپنی سخت گیر آواز میں پوچھا۔چوہدری جی۔۔!آپ کی زمین سے ایک گاؤں والے کی لاش ملی ہے۔۔اس پے کافی تشدد کیا گیا ہے۔۔اور۔۔؟؟اور۔۔۔؟؟چوہدر جہانزیب نے ایس ایچ او کی بات کاٹی۔ وہ گھبرا گیا۔دھیرے دھیرے لیکن مضبوط چال چلتا وہ ایس ایچ او مہران کے پاس آیا۔میری زمینوں سے لاش کا ملنا۔۔اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں۔۔ کہ اسے ہمنے تشدد کر کے مارا ہے۔۔؟چوہدری جہانزیب کی سرد آواز پے طاقت کو کون نہیں جانتا تھا۔ مہران کے ہاتھ پاؤں پھولے۔چوہدریوں کی اسی لیے خود ایس ایچ او یہاں آئے تھے۔لیکن وہ بھی چوہدری جہانزہب کے

سامنے سر جھکا گئے تھے۔اس شخص کی پر سلٹی ہی اتنی رعب دار تھی۔ کہ اس کے سامنے کوئی کھڑا ہونے کی طاقت ہی نہیں رکھتا تھا۔

رمضان۔مجھے جلداز جلد پتہ کر کے دو۔۔کس نے یہ کام کیا ہے؟ چوہدری جہانزیب کو شک تو تھا۔۔لیکن وہ ثبوت چاہتا تھا۔اسلیے اسنے بنا تحقیق کے کوئی بھی قدم اٹھانے سے فی الحال گریز ہی کیا تھا۔ایس ایچ او کے جانے کے بعد چوہدری جہانزیب خود زمینوں کی جانب گامزن ہوا۔اس کے ساتھ اسکے چچا جان اور اس کے والد بھی تھے۔وہاں پہنچے تو زمین پے پولیس نے داخہ منع کا بورڈ لگا یا ہوا تھا چوہدری جہانزیب نے دور تلک نظریں دوڑائی یں۔جہاں جہاں تک نظریں جاتیں۔ساری زمینیں ان کی تھیں۔
رمضان اپنے آدمیوں کے ہمراہ اس ساری سازش کا پتہ لگوا رہا تھا۔اور چوہدری جہانزیب جانتا تھا رمضان جو بھی کام لیتا اسے مکمل کرتا تھا۔

کسویٰ آج بس اسٹاپ سے آفس آئی تھی اور اسے آتے آج تھوڑی دیری ہو گ ئی تھی۔ اکمل صاحب کی بائی ک خراب ہو گ ئی تھی۔ تو کسویٰ انہیں اپنی گاڑی کی چابی تھما آئی تھی۔ جہان کے بلاوے پے وہ اندر بڑھی۔ اور اسے فائی ل تھمائی۔ جب کہ اس نے اس کے یر سے آنے کی وجہ دریافت نہ کی۔

ہمممم۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ میں ایک بار پھر سے چیک کر لیتا ہوں۔ ٹھیک لنچ کے بعد ہم سائی یٹ پے جائی یں گے۔ مسٹر جہان نے فائی ل پے نظریں دوڑارتے سنجید گی سے کہا۔ اوکے۔ کسویٰ بھی سنجید گی سے کہتی وہاں سے اٹھی۔ مس کسویٰ۔۔۔! مسٹر جہان نے اسے پکارا تو وہ رکی۔ اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ ہیپی بر تھ ڈے۔۔۔! اچانک سے جہان کے

منہ سے سنتے کسویٰ کو حیرت ہوئی۔آپ۔۔۔۔آپ کو کیسے پتہ۔۔؟

آج۔۔؟؟کسویٰ کی بات جہان کے چہرے کو ایک خوب صورت مسکراہٹ

نے چھوا۔لیکن اگلے ہی لمحے وہ پھر سے سنجیدہ تھا۔یہاں کے سب ایمپلائی ز

کی انفارمیشن میرے پاس فائی ل میں موجود ہے۔کل ہی نظر پڑی تھی۔

سرسری انداز اپنایا۔ساتھ ہی فائی ل اٹھا کے سامنے رکھ لی۔ تھینکس۔۔۔!

سادہ لفظ۔سادہ انداز۔اور پھر خاموشی۔کسویٰ نے اس خوبرو شخص کو ایک

نظر دیکھا۔جس کا دھیان فائی ل پے تھا۔اور واں سے باہر نکل آئی۔جب

بند دروازے کی طرف آنکھیں چھوٹی کرتے کہ اسکے جاتے ہی جہان نے

دیکھا تھا۔اسکی خاموشی میں بھی ایک گہرا راز چھپا تھا۔جو صرف وہی جانتا

تھا۔

چوہدری جی۔۔۔! یہ شخص اس وقت وہاں دیکھا گیا ہے۔گاؤں کے دو لوگوں نے اسے ہماری زمینوں پے دیکھا ہے۔اور یہ۔۔۔اس علاقے کا نہیں۔۔۔! بول بے۔۔۔! کیا کر رہا تھا۔۔۔؟ وہاں۔۔؟؟ بول۔۔۔؟؟ رمضان نے اسے دو تھپڑ مزید لگائے کہ وہ تڑپ گیا۔میں۔۔می ں نے کچھ نہیں کیا۔۔سائیں۔۔مجھے معاف کر دیں۔وہ ہاتھ جوڑے معافی مانگ رہا تھا۔چوہدری جہانزیب نے اپنا کالا چشمہ اتارا اور اس کے پاس آیا۔جانتے ہیں تمنے کچھ نہیں کیا ہوگا۔۔لیکن۔۔۔جس نے۔کیا اس کا نام جاننا ہے۔۔ جتنی جلدی بتا دو گے اتنی جلدی چھوڑ دیے جاؤ گے۔چوہدری جہانزیب کی سخت لب ولہجہ پے وہ اپنے آنسو پونچھنے لگا۔مائی باپ۔۔۔! میر کوئی قصور نہیں۔۔مجھے چھوڑ دیں۔وہ شخص ہاتھ باندھے رو دیا۔تم سے جتنا کہا ہے اتنا ہی جواب دو۔۔۔؟؟ جہانزیب کو اب کی بار تھوڑا غصہ آیا لیکن وہ ضبط کر گیا۔جی۔۔۔؟؟ وہ۔۔۔؟ وہ شخص بتاتے ہوئے ہکلا رہا تھا۔میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔۔مجھے چھوڑ دیں۔۔۔؟؟ وہ پھر سے رو دیا۔ ۔۔

اب۔۔اگر تم نے سچائی نہ بتائی۔۔تو تمہارے وہ چھوٹے چھوٹے بچے تمہارے لیے ساری زندگی روئیں گے۔کرختگی اور سختی سے کہتے جہانزیب اس کا خون خشک کر گیا۔جی۔۔اس نے تھوک نگلا۔وہ۔۔جی۔۔جو۔۔۔جس پے تشدد کر کے مارا گیا ہے۔۔وہ میرا بھائی ہے۔۔۔اور۔۔غلطی سے اس کا جانور۔۔۔چوہدری فراست کی زمین پے چلا گیا۔۔تو انہوں نے۔۔۔؟؟وہ پھر سے رو دیا۔چوہدری جہنزیب نے لب بھینچے۔کیا۔۔؟؟چوہدری فراست نے تمہارے سامنے تمہارے بھائی پے تشدد کر کے مارا ہے۔۔؟؟جی۔۔۔میں وہ۔۔وہیں تھا۔۔چودری فراست کے ڈیرے پے کام کرتا ہوں۔میرا بھائی۔۔چھوٹا وہ۔۔کچھ دن پہلے ہی شہر سے آیا تھا۔وہ بیچارا تو چھٹیاں گزارنے آیا تھا۔ غلطی سے اس کا جانور ان کی زمین پے چلا گیا۔۔اور۔۔میری آنکھوں کے سامنے۔۔انہوں نے میرے بھائی کو۔۔؟؟رو دیا۔۔اتنی شدت سے رویا۔کہ چوہدری وہ اب کی بار زمین پے بیٹھتا جہانزیب کا بس نہیں چل رہا تھا۔چوپدری فراست اس کی اِکڑوں کے

سامنے ہو۔اور وہ اسے زمین میں زندہ گاڑھ دے۔ تم جاؤ۔۔ تمہاری اور اور تمہارے خاندان کی حفاظت کا زمہ۔۔ ہمارا ہے۔ لیکن۔۔ یہ بات کسی کو پتہ نہیں چلنی چاہیے۔۔ باقی۔۔ سب ہم خود سنبھال لیں گے۔ وہدری جہانزیب نے اپنا چشمہ واپس لگاتے رمضان کو اشارہ کیا۔ وہ ان کے اشارے کا مطلب اچھے سے سمجھ گیا۔ چوہدری فراست۔۔۔! یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ اس کا تو تمہیں خمیازہ بھگتنا ہی پڑے گا۔ چوہدری جہانزیب دانت کچکچاتے ہوئے جبڑے بھینچے وہاں سے اپنی گاڑی کی جانب بڑھا۔ جب کہ ایس ایچ او کو فون پہ بلوانا نہ بھولا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

غیر گنجان آباد علاقے میں کھڑے اس وقت وہ لوکیشن دیکھ رہے تھے۔ لوکیشن ان کے پروجیکٹ کے حساب سے بہت بیسٹ تھی۔ اور جن سے وہ

یہ ڈیل سائن کر رہے تھے۔انہوں نے بھی تھوڑی دیر تک پہنچ جانا تھا۔ لیکن انہیں وہاں کافی دیر گزر گئی۔میرا خیال ہے۔۔۔ہمیں واپس چلنا چاہیے۔۔کافی دیر ہو گئی ہے۔۔۔؟؟کسویٰ نے کلائی پہ بندھی گھڑی پہ وقت دیکھتے کہا۔جہان کے ماتھے پہ بھی بل پڑے تھے۔اسے بھی یوں کسی کا انتظار کرنا اچھا نہیں لگتا تھا لیکن اس وقت اس کی مجبوری تھی وہ کسویٰ کی جانب مڑا۔مس کسویٰ اپ جا کر گاڑی میں بیٹھیں۔۔جیسے ہی وہ آتے ہیں ان سے بات ہو جائے گی۔جہان نے کافی سنجیدگی سے اسے کہا۔کسویٰ نے اثبات میں سر ہلایا۔کہ اچانک سے وہاں کھڑے ہی موسم میں بدلاؤ آیا سورج کو بادلوں نے اپنی لپیٹ میں لیا اور ایک دم سے اندھی طوفان پھیلنے لگا۔دھول مٹی نے ارد گرد کا منظر دھندلا کر دیا اچانک اتنی تیز آندھی اور طوفان پہ کسویٰ کو اپنا آپ سنبھالنا مشکل لگ رہا تھا اس نے اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھے اس دھول سے بچنے کی ناکام کوشش کی۔لیکن دھول مٹی ہر طرف پھیلتی چلی جا رہی تھی۔کسویٰ نے مڑ کے جھان کی طرف دیکھا۔اس وقت

وہ دونوں ہی وہاں اکیلے تھے۔اور گاڑی کافی دور کھڑی تھی۔وہاں تک پہنچنا بھی ایک معرکہ ہی سرانجام دینے کے مترادف تھا۔اس طوفان میں کسویٰ کے قدم لڑکھڑائے تھے۔ کھجہان نے فوراً سے کسویٰ کا ہاتھ تھاما۔کسویٰ نے پلٹ کے اسے دیکھنا چاہا لیکن اس قدر تیز آندھی میں وہ خود کو بالکل نہیں سنبھال پا رہی تھی۔اس کی کنڈیشن دیکھتے جہان نے زور سے اسے اپنی طرف کھینچا۔وہ اسکے سینے سے جالگی۔جب کہ دونوں ہاتھ اسکے سینے پہ رکھے وہ اسے خود سے ٹکرانے سے بچاگ ئی۔ مسٹر جہان۔۔۔ ہمیں۔۔ یہاں سے نکلنا چاہیے۔۔۔م؟ کسویٰ اونچی آواز میں چلائی۔ہم یہاں سے ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔۔جہان نے پاس لگے ایک پلر کو تھام رکھا تھا۔جب کہ دوسرے ہاتھ سے کسویٰ وکمر سے تھام رکھا تھا۔ورنہ کوئی بعید نہیں تھا وہ دونوں ہی اڑ جاتے۔۔اس اچانک آندھی طوفان پہ وہ دونوں ہی بری طرح بوکھلاگ ئے تھے۔کسویٰ کبھی اس آندھی طوفان سے نہیں گھبرائی تیھی۔ لیکن آج وہ بہت زیادہ گھبرا رہی تھی۔ایک عجیب ساخوف دل میں سماگیا۔

جہان اس کا ڈر بھانپ گیا تھا۔ کسویٰ۔۔۔اپنی آنکھیں بند کر لیں۔اس نے کافی اونچی آواز میں کہا تھا۔ یااللہ مینا برسادے۔ جہان کو بھی اب حالات قابو سے باہر لگ رہے تھے۔اوپر آسامن کی جانب دیکھتے وہ اللہ سے دعا گو ہوا۔ کہ ایک موٹا سا بارش کا قطرہ اسکے چہرے پے آن گرا۔اور دیکھتے ہی دیکھتے بارش کے بڑے بڑے قطروں نے انہیں پل میں بھگو ڈالا۔ لیکنہوا بھی اسی طرح بہت تیز چل رہی تھی۔ فرق صرف اتنا آیا تھا۔ا ٓندی ہٹ گ ئی تھی۔ بارش نے دھول کو زمین بوس کر دیا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اور بارش میں وہ مکمل بھیگ گ ئے تھے۔ جہان نے پلر کو چھوڑا۔اور کسویٰ کو لیے گاڑی کی جانب بڑھا۔ کہ اسی لمحے ایک گاڑی وہاں پہنچی۔اس میں سے ایک آدمی باہر نکلا۔ جو کہ مسٹر وجاہت تھے۔ جنسے ان کی ڈیل تھی۔اس کے ساتھ اس کا ملازم بھی تھا۔ جو اس کے اوپر چھتری کیے ہوئے تھے۔اس کی تیز نظریں کسویٰ پے اٹھیں۔ کسویٰ جو مکمل بھیگی ہوئی تھی۔اچانک سے وجاہت کی نظریں اپنے وجود پے گڑتی محسوس کرتی رخ پھیر گ ئی۔ جہان

نے ایک نظر کسویٰ کو دیکھا اور جبڑے بھینچے اسکے سامنے دیوار بنا۔ اسکی جانب مڑا۔ اور اسے گاڑی کی فرنٹ سیٹ کی جانب بڑھایا۔ جہان نے ایک پل کے لیے بھی اس کا ہاتھ نہ چھوڑا گاڑی میں بٹھاتے وہ خود مڑتا وجاہت کی طرف بڑھا۔ آپ نے آنے میں کافی دیر کر دی۔ مسٹر وجاہت۔۔؟؟ سرد و سپاٹ انداز میں دریافت کیا۔ اس کی شخصیت کا رعب تھا۔ کہ وجاہت گڑبڑا سا گیا۔ معاف کیجیے گا۔ موسم کافی ابر آلود تھا۔ آنے میں دیر ہو گئی۔ وہ بات جاہن سے کر رہا تھا جب کہ نظریں گاڑی کی فرنٹ سیٹ پے بیٹھی کسویٰ کا طواف کر رہی تھیں۔۔ جسے جہان بخوبی نوٹ کر رہا تھا۔ کل بات ہو گی آپ سے مسٹر وجاہت۔۔۔! جہان سخت آواز میں کہتا واپس پلٹا۔ اگر میں غلط نہیں تو۔۔ مس کسویٰ ہی یہ پروجیکٹ کرنے والی تھیں ہیں ناں۔۔؟؟ وجاہت کو یوں کسویٰ سے بات کیے واپس جانا ناگوار گزرا۔ بارش ابھی بھی بہت تیزی سے برس رہی تھی۔ لیکن جہان جیسے باڈی بلڈر کو اس بارش میں کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ لیکن اس کے اندر ایک آگ سی لگ گئی تھی ان

الفاظ پے جو وہ کسویٰ کے لیے بول رہا تھا۔ان نگاہوں پے جو کسویٰ کی جانب اٹھ رہی تھیں۔ صحیح کہا۔ لیکن اس پروجیکٹ کو میں لیڈ کر رہا ہوں۔تو آپ کو جو بھی بات کرنی ہو۔مجھ سے کریں۔ لیکن۔۔یہ وقت مناسب نہیں۔۔کل آپ کے آفس میں ملاقات ہو گی۔اللہ حافظ،جہان اب کی بار سخت گیر لہجے میں کہتا واپس پلٹ کے ڈرائی یونگ سیٹ پے آیا۔جب کہ کسویٰ نے لرزتے وئے اس کی جانب دیکھا جو اتنی دیر لگا آیا تھا۔ماتھے پے بل ڈلے سامنے کھڑے وجاہت کو گھورتا گاڑی کو ریورس پے لیتا بہت ہی تیزی سے موڑ گیا۔شٹ۔۔۔!وجاہت کو سخت غصہ آیا۔وہ کسویٰ پے دل و جان سے فدا تھا۔اسے پتہ تھا۔آج کسویٰ آنے والی ہے۔علاقہ ایسا تھا کہ یہاں پے آنا تو مشکل تھا۔ لیکن یہاں سے واپسی بھی اکیلے ممکن نہیں تھی۔اور اسی بات کا آج وجاہت نے فائدہ اٹھانا تھا۔ جس وجہ سے وہ جان بوجھ کے لیٹ آیا تھا۔ لیکن۔۔کسویٰ کے ساتھ جہان کو دیکھ وہ صبر کے گھونٹ بھر کے رہ گیا۔ خیر کب۔۔تک۔۔؟؟ مجھ سے بچو گی۔۔؟؟آنا تو تمہیں میری ہی بانیوں میں

ہے۔ مکروہ ہنسی ہنستا وہ گاڑی میں بیٹھتا ڈرائی یور کو گاڑی اسٹارٹ کرنے کا بولا۔ جب کہ اسکی آنکھوں سے کسوی کا آج کا نازک سا سراپا ہی نہیں ہٹ رہا تھا۔

جہان اتنی تیز بارش کے باوجود گاڑی سپیڈ میں چلا رہا تھا۔ اسے وجاہت پے غصہ تو تھا ہی۔۔ لیکن ساتھ بیٹھی لڑکی پے زیادہ غصہ آ رہا تھا۔ جو اس وقت مکمل بھیگی ہوئی تھی۔ اور ایک دوپٹے میں وہ اپنے وجود کی رعانیوں کو چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ جہان نے دوبارہ اک بار بھی غلط نگاہ اس پے نہ ڈالی۔ وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ جب کہ آج اسے اپنی شال نہ لانے پے انتہائی افسوس ہوا تھا۔ جلد بازی میں وہ بھول گئی تھی۔ باہر بارش زور و شور سے برس رہی تھی۔ کہ اچانک گاڑی کی سپیڈ کم ہوتے ایک فم گاڑی جھٹکے سے

رکی۔جہان نے گاڑی پھر سے اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی۔ایک بار دو بار۔۔تین بار۔۔لیکن گاڑی نہ چلی۔لب بھینچے وہ گاڑی سے باہر نکلا۔اس برستی بارش میں وہ گاڑی کا بونٹ اٹھائے اندھیرے میں اس کے ساتھ زور آزمائی کر رہا تھا۔کسوٰی دل بس کرتے باہر نکلی بارش کا زور کافی حد تک ٹوٹ گیا تھا۔لیکن سرد ہواؤں کے جھونکے جسم کو چھوتے تو پورے جسم میں جھرجھری سے بھر جاتی۔کیا ہوا۔۔؟؟کسوٰی نے سینے پہ ہاتھ باندھے لرزتی کانپتی آواز میں پوچھا۔آپ۔۔؟؟آپ باہر کیوں آئی یں۔۔؟؟ جائیں گاڑی میں۔جہان نے اسکی جانب رخ کیے غصہ ضبط کرتے کہا۔لیکن۔۔۔؟؟کسوٰی نے کچھ کہنا چاہا کہ جہان کی تیز نظروں کی وجہس ے چپ ہو گ ئی اور واسپ گاڑی کی سیٹ پہ آ بیٹھی پتہ نہیں کیا سمجھتا ہے خود کو۔۔؟؟میں تو بس مدد کرنے کے لیے گ ئی تھی۔یااللہ۔۔جلدی سے گھر پہنچادے۔۔امی ابو۔۔پریشان ہوں گے۔۔۔کسوٰی نے اپنے رب سے دعا کی۔تبھی جہان واپس لوٹا۔اور گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھتا گاڑی

اسٹارٹ کی۔ صد شکر کے گاڑی اسٹارٹ ہو گ ئی۔ اپنے گھر کا ایڈریس بتائی یں۔ سپاٹ انداز میں پوچھا۔ کسوئینے اسے گھور کے دیکھا۔ لیکن بحث کے بنا ہی گھر کا ایڈریس بتا دیا۔ اس کے گھر کی طرف گاڑی موڑتے وہ ارد گرد شاپس کو دیکھ رہا تھا۔ جہاں کافی رش تھا۔ ایسے میں کسوئی کا گاڑی سے اس حالت میں اترنا۔۔ جہان کو مناسب نہ لگا۔ اس لیے اپنا کوٹ اتارتے کسوئی کی جانب بڑھایا۔ کسوئی نے حیرت سے دیکھا۔ پہن لیں۔۔ بنا اسکی جانب دیکھے کہا۔ اپنے حلیے پے نظر پڑی توط

چپ چاپ پہن لیا۔ اور جہان کے ساتھ گاڑی سے نیچے اترتی اپنے گھر کے گیٹ کی جانب بڑھی۔ تھینکس۔۔۔ مسٹر جہان۔۔! گیٹ سے اندر داخل ہونے سے پہلے مڑ کے کہا۔ آئی ندہ۔۔۔ اپنے حلیے کا خیال کر کے باہر نکلیے گا۔ جہان نے بنا کسی لگی لپٹ کے اسے کہا۔ اور وہاں سے واپس مڑ گیا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

وہ کپڑے بدلتی ابھی بستر پے نیم دراز ہوئی تھی۔ کہ ارم اسکے پاس کھانا لے آئی۔ سب کھانا کھا چکے۔۔؟؟ کسوئ نے اٹھتے ہوئے ٹرے اپنی جانب کھسکائی۔۔۔ ہمم۔۔۔ آپ آج بہت لیٹ ہو گ ئی آپی۔۔؟؟ پہلی بار ایسا ہوا ناں۔۔؟؟ ارم اسکے قریب ہی بیٹھ گ ئی۔۔ بس۔۔ آج سائیٹ پے جانا تھا۔ اور موسم نے ایک دم اپنا رخ بدلا۔۔۔ کہ سمجھ ہی نہیں لگی۔ منہ میں نوالہ توڑ کے ڈالتے وہ سرسری انداز میں بولی۔ بابا بھی پریشان ہو گ ئے تھے۔ اور امی بھی۔۔! ارم کی بات پے کسوئ مسکرائی۔ ابو کا تو کہا جا سکتا ہے۔۔ امی پریشان ہوئی ہوں۔۔ ایسا ماننا تھوڑا مشکل ہے۔ ایسا کیوں سوچتی ہیں۔۔؟؟ امی کیوں پریشان نہیں ہوتیں۔۔؟؟ وہ بھی تو ہم سے بہت پیار کرتی ہیں۔۔۔ ارم جو ماں کے زیادہ قریب تھی۔ اور ماں کی کچھ زیادہ ہی پسندیدہ بھی تھی۔ تھوڑا خفگی سے بولی۔ جی کرتی ہیں پیار۔۔ لیکن۔۔۔ اپنے بھائیوں سے تھوڑا سے کم۔۔ ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کرتے بتایا۔۔

کیونکہ بات جہاں آجائے۔۔ان کی بھائی یوں کی۔۔وہاں پھرا نہیں کچھ نظر نہیں آتا۔کھانا مکمل کرتے وہ دعا پڑھتی اٹھی تھی۔اب گیلے بالوں کو کنگھی کرنے لگی تھی۔آپی اتنا بدگماں نہ ہوں۔۔۔ارم کا دل اداس ہوا۔نہیں۔۔ بدگماں نہیں ہوں۔۔ حقیقت پسند ہوں۔اچھا۔۔ چھوڑیں یہ میں نے گفٹ لیا تھا۔آپ کی سالگرہ کا تحفہ۔۔۔!ارم نے ایک بند پیک اسکی جانب بڑھایا۔آپ نے تو بر تھ ڈے۔ منانی نہیں۔۔سوچا گفٹ لے لوں۔ارم نے مسکرا کے کہا۔کسویٰ بھی مسکرا دی۔کیا لیا ہے۔۔؟؟محبت سے پوچھا۔کھول کے دیکھیں ناں۔۔!ارم نے اشتیاق سے کہا۔تو کسویٰ نے پیکٹ کو کھولتے اس میں سے ایک ایک ڈائی ری دیکھی۔کسویٰ کی آنکھوں میں بے انتہا پسندیدگی تھی۔وہ اور لڑکیوں سے بہت مختلف تھی۔اسے نہ مک اپ سے لگاؤ تھا۔نہ جیولری سے۔۔اسے عشق تھا تو پیپرز۔۔سے ڈائی ریز سے۔۔! شاید عشق تھا۔۔۔جو سبھی جانتے تھے۔اور اسے گفٹ بھی اسی طرح کا ملتے تھے۔ تھینکس۔۔۔جان۔۔!اسکو گلے سے لگاتے کسویٰ محبت سے بولی۔

اوہ۔۔یاد آیا۔۔بابا نے گاڑی کی چابیاں دے دی تھی۔ارم دراز میں سے
چابیاں نکال لائی۔ابو کی بائی یک ٹھیک ہو گئی۔۔؟؟چابیاں ایک طرف
رکھتے وہ واپس بستر کی جانب بڑھی۔جی۔۔۔ہو گئی ہے۔اچانک سے کچھ
یاد آنے پہ کسویٰ اٹھتی چئیر پہ رکھا جہان کا کوٹ اٹھاتی اسے جھاڑنے
لگی۔آپی۔۔؟؟ویسے۔۔کوئی بہت ہی امیر لگتا ہے۔۔یہ شخص۔۔؟؟لیکن
شیرف بھی ہے۔۔ہے ناں۔۔۔؟ارم نے ستائشی نظروں سے اس کوٹ
کو دیکھتے کہا۔ہمم۔۔۔شریف تو ہیں۔۔۔کسویٰ کے لہجے میں پہلی بار کسی غیر
مرد کے لیے پسندیدگی کی جھلک نظر آئی تھی۔ارم کا چونکنا تو بنتا ہی تھا۔
انہوں نے آپ کو امپریس کیا۔۔؟؟ارم کا اشتیاق بڑھتا جا رہا تھا۔
نہیں۔۔۔اسی بات نہیں۔۔وہ کسی کو امپریس نہیں کرتے۔۔لیکن۔۔وتیھے
ناں۔۔کسی میں کوئی خاص بات۔۔جو اسے باقوں سے جدا کرتی ہے۔
آج۔۔کافی وقت اس شخص کے ساتھ میں اکیلی تھی۔ارم۔۔!اور وہ جگہ
بھی ایسی تھی۔۔کہ۔۔واں اکیلے جانا بھی۔۔مناسب نہ تھا۔۔کسویٰ اسے

آج کی ڈیٹیلز دینے لگی۔دونوں بہنوں کی عادت تھی ایک دوسرے سے
سارے دن کی روداد شئیر کرتی تھیں۔اس کا مطلب ہے۔۔یہ بندہ تو
واقعی۔شریف ہے۔۔اور تھوڑا سا سڑو۔۔بھی۔۔۔!ارم مسکرائی۔سڑو
کیسے۔۔؟کسویٰ نے کوٹ کو ہینگ کرتے ہوئے پوچھا۔یار۔۔آپی۔۔کیا وہ
دکھنے میں ہنڈسم ہے کیا۔۔؟؟ارم نے اپنی ہی بات پوچھی۔یہ کیا بکواس
ہے۔؟؟یہ۔۔ہینڈسم والی بات کہاں سے آگئی بیچ میں۔۔؟؟کسویٰ کے
ماتھے پے بل پڑے۔ویسے ہی۔۔۔جنرل انفار میشن۔۔۔!ارم نے کان
کھجایا۔تمجنرل انفارمیشن چھوڑو۔۔اور بستر جھاڑو۔۔میں۔۔ابوامی سے مل
کے آتی ہوں۔۔کسویٰ کہتی باہر نکلی۔اور اکمل صاحبکے کمرے کی جانب
بڑھی۔ابھی دروازہ زرا کا زرا کھولا تھا۔کہ ادر سے آتی آوازوں پے وہ
ٹھٹھکی۔اب کیا کیا جائے۔؟؟تسلیم بیگم کی پر شب کن آواز ابھری۔میں
ابھی کسویٰ کی شادی کرے کے حق میں بالکل نہیں۔۔ابھی وہ تیار نہیں
ہو گی۔اپنا نام سنتی وہ۔۔بری طرح چونکی تھی۔پھر بھائی کو کیا جواب

دوں۔۔؟؟وہ توآس لگا کے بیٹھے ہیں۔ تسلیم بیگم کی آواز میں کچھ ایسا تھا کہ کسویٰ کے اندر کچھ ٹوٹا۔ توامید انہوں نے لگائی ہے۔۔ ہم نے نہیں دلوائی۔ میں اپنی بیٹی سے پہلے بات کروں گا۔ اگر وہ راضی ہو گی۔ تو ہی بات آگے بڑھے گی۔ کیونکہ میں ان میں سے نہیں۔ جو اپنے بچوں پے زبردستی اپنا فیصلہ تھوپیں۔ اکیل صاحب نے کھردرے انداز میں کہتے بات ختم کردی۔ شیخ صاحب۔۔۔؟؟ تیمور میں کیا برائی ہے۔۔؟؟ چھوٹا سا اعتراض کرنا چاہا۔ بات برائی کی نہیں۔۔ میں اپنی بیٹی سے پوچھے بنا کوئی فیصلہ نہیں لوں گا۔ اسے اسق ابل بنادیا ہے۔ کہ وہ اپنا اچھا برا سوچ سکے۔ سمجھدار بیٹی ہے وہ میری۔ پانی پلائیں مجھے۔ شیخ صاحب نے رخ پھیرتے سنجیدہ انداز میں کہا۔ جب کہ تسلیم بیگم کو ان کی بات سے سخت اعتراض ہوا تھا۔ لیکن انکے سامنے بولنے کی جرات نہ تھی۔ کسویٰ خاموشی سے واپس پلٹ آئی۔ امی۔۔۔؟؟ اپنے بھائی یوں کی محبت میں اپنی اولاد کو کیوں بھول رہی ہیں۔۔؟؟ آپی۔۔؟؟ آج سونا نہیں۔۔؟ ارم نے اسے سوچوں میں گم یکھا تو اس کے

پاس چلی آئی۔ہاں۔۔ ہم۔۔۔۔! لائیٹ آف کرتے وہ سونے کے لیے لیٹیں۔امی۔۔۔؟آپ کو یہ رشت طے کرنے کا دل ہے۔ لیکن۔۔ تیمور نیچر کا کیسا ہے یہ آپ نہیں جانتیں کیا۔۔؟دل ہی دل میں وہ ماں سے شکوہ کناں تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ZNZ Zubi Novels Zone

اپنی حد کراس نہ کرو۔۔ چوہدری فراست۔۔ ورنہ۔۔ مجھے سامنے والے کی حد کو ٹھکانے لگانا آتا ہے۔چوہدریجہانزیب کی بات پے چوہدری فراست اپنی جگہ سے غصہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تم سردار ہو۔۔ت اس کا مطلب یہ نہیں۔۔ کہ م جو کہوگے وہی سچ ہوگا۔۔؟؟ یہ سازش ہے تمہاری ہمارے خلاف۔۔ تم چاہتے ہی نہیں۔۔ کہ ہم۔۔ تمہارے سامنے کھڑے ہوں۔ اور۔۔ایسا کر کے تم اپنی بہن کو بچانا چاہتے ہو۔۔ خبردار جو ایک اور بار بھی

اپنی زبان سے میری بہن کا نام لیا۔ گدی سے زبان کھینچ لوں گا۔۔ چوہدری جہانزیب کا غضب ناک انداز دیکھتا وہاں موجود ہر کوئی ہی لرز اتھا۔ چلانے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی۔۔ یہی سچ ہے۔ تمہاری بہن کسی سے نکاح کا ڈرامہ رچا کے منہ کالا کر چکی ہے۔ اب اس گناہ گار بہن کو۔۔؟؟ ابھی چوہدریفراست کی بات پوری نہیں ہوئی تھی۔ کہ چوہدری جہانزیب نے اس پے ہاتھ اٹھایا۔ اس کے منہ پے ایک گھونسا لگا تھا۔ اس کے چودہ طبق روشن ہو گ ئے تھے۔ دونوں اطراف سے ایک دوسرے کے آدمیوں آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے پے بندوقیں تانیں۔ رک جاؤ۔۔ بس کردو۔۔۔! چودری پروز صاحب کی آواز پے وہ سب رکے تھے۔ وہ اس گاؤں کے سب سے بزرگ ہستی تھے۔ اور ان کا احترام پورا گاؤں کرتا تھا۔ ہم یہاں مس ئی لہ سلجھانے بیٹھے ہیں۔ الجھانے نہیں۔ اسے سمجھائیں۔۔ مجھ پے ہاتھ کیسے اٹھایا اس نے۔۔؟ چوہدری فراست غصہ سے پاگل ہو رہا تھا۔ ایس ایچاو تو بس۔۔ خاموش تماشائی بنا کھڑا تھا۔ چوہدری فراست۔۔۔

تم۔۔خود کی زبان پے قابو رکھو۔کسی کی بہن بیٹی پے انگلی اٹھاؤ گے۔۔تو اگلا چپ نہیں بیٹھے گا۔انہوں نے اسے کھری کھری سنائی یں۔کہ وہ دوبارہ بول ہی نہ سکے۔آرام سے بیٹھو سارے۔۔۔!اور اس بیچارے کا جو اب دنیا میں نہیں رہا اس کا مدعا حل کرو۔۔۔چوپدری پرویز نے ان کا دھیان اصل مدے کی طرف کیا۔سارے ثبوت اسکے خلاف ہیں۔اسے یا تو پولیس کے حوالے کریں۔یا۔۔میرے۔۔۔!چوہدری جاہنزیب نے مٹیاں بھینچتے چوہدری فراست کو گھورتے ہوئے کہا۔جذبات میں فیصلے نہیں ہوتے۔ٹھنڈر کھ۔ ایس ایچ او۔۔؟چوہدری روز نے مہران کو پکارا۔جی۔۔۔جی سرکار سائی یں۔۔۔؟؟وہ ان کی طرف متوجہ ہوا۔تمہاری انکوائی ری کیا کہتی ہے۔۔؟؟سرکار سائی یں۔۔یہ سچ ہے وہ آدمی۔۔جو مرا اسکی لاش چوہدری جہانزیب کی زمینوں سے ملی۔لیکن۔۔اس سے ان پے ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا۔۔۔جب کہ ثبوت چوہدری فراست کے خلاف ہیں۔اس مرنے والے کا سگھا بھائی خود بیان لکھوا چکا ہے۔اب۔۔چوہدری فراست کو ہمیں اریسٹ

کرنا ہوگا۔ ایس ایچاو نے سارا معاملہ ان کے گوش گزار سنایا۔ ہ۔ مم۔۔۔۔!
وہ شخص بھی جھوٹا ہے اور اس کا بیان بھی۔۔ یہ اس کے خریدے گ ئے
ہیں۔۔ پیسے کے زور پے اور سرداری کے زور پے یہ مجھے ڈاچ دہنا چاہتا ہے۔
اب اور کوئی صوت نظر نہیں آئی تو یہ کام کر رہا ہے۔ چوہدر فراست غصہ
چوہدری پر وز ماحول کو ایک بار پھر گرم ہوتا دیکھ ایس ایچ او سے بولتا اٹھا تھا۔
کی جانب مڑے۔ آپ انہیں گرفتار کرتے اپنی کاروائی مکمل کریں فوراً سے
کہا۔ جس کا اثر بھی فوراً ہوا۔ چھوڑو مجھے۔۔! میں جان لے لوں گا
تمہاری۔۔۔ اگر مجھے ہاتھ بھی لگایا تو۔۔؟؟ چوہدری فراست غصہ سے پاگل
ہو رہا تھا۔ چوہدری صاحب۔۔ برائے مہربانی کو اپریٹ کریں۔ ورنہ مجھے
ہتھکڑیاں پہنانی پڑیں گیں مہران کی بات پے چوہدری کا غصہ سے برا حال
تھا۔ پولیس اہلکار اسے دونوں طرف سے پکڑ اچکے تھے۔ اپنے آدمیوں کو کچھ
بھی کرنے سے باز رکھا۔ اور خود چوہدری جہانزیب کے قریب آیا۔ تم نے
یہ اچھا نہیں کیا۔۔ اس کا خمیازہ تم کو بھگتنا پڑے گا۔ تم نے تو اپنی چال چل

دی۔۔اب باری میری ہے۔۔اب میرے وار کا انتظار کرو۔۔۔چوہدری فراست۔۔۔!کسی بھول میں نہ رہنا۔۔وہ اور چوہدری ہو گا۔۔جس نے چوڑیاں پہن رکھی ہوں گی۔اس چوہدری کو تم ہمیشہ اپنے سامنے کھڑا پاؤ گے۔۔۔۔چوہدری جہانزیب کی بات پے وہ اسے سیخ پا ہو کے دیکھتا وہاں سے نکل گیا۔اس کے جاتے ہی مرتسم نے بیٹے کو گلے سے لگا یا۔میرا بیٹا میرا فخر ہے۔۔چوہدریوں کا غرور و مان ہے۔اللہ تمہیں ہمیشہ کامیاب کرے آمین۔انہوں نے اسے دل سے سدا دی۔لیکن وہ مسکرا بھی نہ سکا۔

وجہ۔۔پری گل تھی۔جس کا طعنہ ایک بار پھر اسے آج سننے کو ملا تھا۔اس بار وہ واقعی میں پری گل سے باز پرس کرنے والا تھا۔

آپ کیسے اکیلے جا سکتے ہیں۔۔ مسٹر وجاہت سے ڈیل سائن کرنے۔۔؟؟
وہ دندناتی ہوئی جہان کے کیبن میں داخل ہوئی۔ جہان اسے دیکھتا رہ گیا۔
کل بانسبت آج وہ بہت بہتر حلیے میں دیکھ ٹھٹھکا۔ ضرور۔۔ لیکن اس کے
لبوں سے ادا ہونے والے لفظوں پے غور کرتا اس کے ماتھے پے ان گنت
بلوں کا جال بن گیا۔ آپ سے پہلے بھی کہا تھا تمیز کے دائرے میں رہ کے
بات کیا کریں۔ اور بنا ناک کے آفس میں مت آیا کریں۔ جہان کافی سنجیدگی
اور تھوڑا سختی سے بولا۔ آپ مجھے مینرز مت سکھائیں۔ جو پوچھا اس کا
جواب دیں۔ بنا کسی مک اپ کے پاک اور پاکیزہ چہرہ۔۔ جہان کی ہارٹ بیٹ
کو مس کر گیا۔ لیکن اگلے ہی لمحے وہ خود پے قابو پا گیا۔ اپنی جگہ سے ایک جھٹکے
سے اٹھا اور کسوٰی کی جانب پیش قدمی کی۔ آپ کو وجاہت سکندر سے نہ ملنے
کا اتنا افسوس کیوں ہو رہا ہے۔ اسکی آنکھوں میں جھانکتے وہ سختی سے پوچھ
بیٹھا۔ کسوٰی نے حیرانی سے اسکی پیش قدمی دیکھی اور دو قدم پیچھے ہٹی۔
کلکلک کیسی۔۔ بات۔۔۔؟؟؟ وہ زندگی میں پہلی بار ہکلائی تھی۔ کیسی

بات۔۔؟؟ مجھے تو جہاں تک معلوم ہے۔ عورت اپنے اوپر اٹھنے والی ہر نگاہ کو جان جاتی ہے۔۔ کہ وہ کس طرح کی ہے۔ لیکن افسوس۔۔۔ آپ ان میں سے نہیں۔۔ جہان کا طنز وہ بمشکل ہی ہضم کر پائی۔ آپ میری انسلٹ کر رہے ہیں۔۔۔؟؟ سخت لہجے میں کہتی وہ اپنی جگہ تھمی تھی۔ بالکل۔۔۔ بھی نہیں۔۔ مجھے کوئی شوق نہیں۔۔ لڑکیوں کے منہ لگنے کا۔ اور رہی بات پوجیکٹ کی۔۔۔ تو وہ سائن ہو چکا ہے۔ مزید اس پے بحث کے لیے میرے پاس فضول وقت نہیں جو برباد کروں۔ بی پریکٹیکل۔۔۔! اس فائل کو لے کے جائیں۔ اور ڈیزائن فائنل کریں۔ اپنی چئیر پے بیٹھتے ایک فائل ٹیبل پے پٹخی تھی۔ کسویٰ نے ایک نظر جہان کو دیکھا اسکی گرین آنکھوں کو دیکھتی اسے جنگلی بلے کا خطاب دے چکی تھی۔ آگے بڑھ کے جانب بڑھی۔ اگر۔۔ مناسب فائل کو ٹیبل سے کھینچ کے اٹھایا۔ اور باہر کی لگے تو میرا کوٹ واپس کر دیجیے گا۔۔ اب کی بار لہجہ سنجیدہ لیکن گرین آنکھوں میں شرارت تھی۔ کسویٰ نے پلٹ کے اسے ایک گھوری سے نوازا۔

جب کہ وہ اب لیپ ٹاپ پے نظریں جمائے اسے مکمل نظرانداز کر گیا تھا۔ وہ پاؤں پٹختی باہر آئی۔ اپنی سیٹ پے بیٹھتے اسے جتنی شریف گالیاں آتی تھیں۔ ان سے سے جہان کو نوازا تھا۔ وہ اسکا کوٹ لائی تھی بہت اچھے سے پیک کر کے۔۔ اب اسکا جی چاہ رہا تھا۔ کہ اسکا بیڑہ غرق کر کے جہان کے حوالے کرے۔ اسے مسٹر ندیم پے بھی بے انتہا غصہ آرہا تھا۔ جو اس جلاد کو اس پے مسلط کر گ ئے تھے۔ اور خود نجانے کہاں چلے گ ئے تھے۔ حالانکہ ان کے اپنے بیٹے بھی تھے۔ جو مبہت مشہور بزنس مین تھے۔ لیکن انتہا کا ضدی اور ہٹ دھرم سفاک بے رحم انسان تھا۔ وہ۔ کسویٰ کی دو سے تین ملاقاتیں ہوئی یں تھیں۔ جو زیادا اچھی تو نہ تھیں۔۔ لیکن بری بھی نہ تھیں۔ ان سب باتوں کے باوجود۔۔ مسٹر ندیم کی اپنے بیٹے سے آج تک نہیں بنی تھی۔ ورنہ۔۔ آج جہان کیجگہ شاید وہ ہوتا۔۔۔؟؟ کسویٰ بسسوچتی چلی جارہی تھی فائ ل کھولی تو اس فائ ل میں سے ایک گفٹ ریپ ہوا دکھائی دیا۔ کسویٰ کے ماتھے پے بل نمودار ہوا۔ جسے جہان نے اندر بیٹھے

گلاس وال سے ہی دیکھ لیا تھا۔ کسویٰ نے اسے کھولا۔ اس میں سے ایک بہت ہی امپورٹڈ پن اس کے ہاتھ میں آیا وہ بہت خوبصورت اور نفاست سے تیار کردہ دلکش پن تھا۔ جسے دیکھ کسویٰ کے ماتھے کے بل خود بخود غائب ہوئے۔ واؤ۔۔۔۔؟؟ اس کے لبوں سے ادا ہونے والے لفظوں پے دور بیٹھے جہان نے اندازہ لگا لیا تھا۔ کہ صنفِ مقابل کو اسکا دیا گفٹ پسند آیا تھا۔

کیا۔۔؟ یہ مسٹر جہان نے دیا ہے۔۔؟ اِخود سے سوال کرتی وہ گڑبڑائی تھی۔ لیکن۔۔ کیوں۔۔؟ وہ الجھی۔ میں یہ گفٹ نہیں رکھ سکتی۔۔۔ کچھ سوچتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ اب اکا رخ جہان کے آفس کی جانب تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ہائے۔۔۔۔! کیسے ہو۔۔؟؟ ارم مبشر کے پاس جاتی اس سے مسکرا کے بولی۔ زندہ ہوں۔ آگے سے سڑا ہوا جواب آیا۔ اچھا۔۔۔؟؟ مجھے لگا۔۔ اللہ کو

یارے ہو گ ئے ہو۔۔۔؟؟ارم نے پھر مزاق اڑایا۔تم تو یہی چاہتی ہو۔۔۔ ناں۔۔تاکہ تمہاری جان مجھ سے چھوٹ جائے۔۔ مبشر آج بہت دکھی تھا۔ کیا بات ہے مبشر کیوں۔۔؟تپے ہوئے ہو۔۔؟ارم نے زچ آتے کہا۔کچھ نہیں۔۔تم جاؤ۔۔۔!مبشر اسے اگنور کرتا آگے بڑھ گیا۔جب کہ ارم افسوس سے سر نفی میں ہلاتی مڑی۔کہ سامنے ہی۔۔؟؟ا

مبشر آج بہت دکھی تھا۔کیا بات ہے مبشر کیوں۔۔؟تپے ہوئے ہو۔۔؟ارم نے زچ آتے کہا۔کچھ نہیں۔۔تم جاؤ۔۔۔!مبشر اسے اگنور کرتا آگے بڑھ گیا۔جب کہ ارم افسوس سے سر نفی میں ہلاتی مڑی۔کہ سامنے ہی۔۔بریرہ کھڑی تھی۔جس کے چہرے پے بھی بارہ بجے تھے۔کیاہوا۔۔؟؟اب تم کیوں منہ سجا کے کھڑی ہو۔۔؟؟ارم کو اس کا انداز آج کچھ الگ سا لگا۔ ارم۔۔۔؟؟تم ہو کیا چیز۔۔؟؟ سمجھتی کیا ہو خود کو۔۔؟؟بریرہ پھٹ ہی پڑی۔ارم نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔کیا ہوا کیا کہنا چاہ رہی ہو تم۔۔۔؟؟

اتنی انجان بننے کی ضرورت نہیں۔۔ تم ایک انتہائی گھٹیا لڑکی ہو۔۔۔ بریرہ کی بات پے اب ارم کو سخت غصہ آیا۔ زبان سنبھال کے بات کرو بریرہ۔۔۔ تم میری دوست ہو۔۔ اس لیے ابی تک لحاظ کر رہی ہوں۔۔۔ ورنہ۔۔۔؟؟ ورنہ کیا۔۔۔؟ بریرہ نے ارم کی بات کاٹی۔ ارم افسوس سے سر پوری نفی میں ہلاتی رہ گ ئی۔ اور پلٹی۔ جا کہاں رہی ہو۔۔؟ میری بات اھی نہیں ہوئی۔ بریرہ نے اسکی بازو پکڑ کے اپنی جانب مروڑا۔ کہ وہ اس کی حرکت پے گنگ ہی رہ گ ئی۔ یہ اس کی دوست تو نہ تھی۔۔۔؟؟ یہ تو کوئی اور ہی لڑکی تھی۔ کیا مل گیا تمہیں یہ سب کر کے۔۔؟؟ ایک طرف تم نے کہا۔ تمہیں مبشر میں کوئی انٹریسٹ نہیں۔۔ اور وہیں۔ دوسری طرف تم اس ک ساتھ محبت ک پینگیں چڑھا رہی ہو۔۔۔؟؟؟ بریرہ کے الفاظ پے ارم کا دماغ سن پڑا۔ وہ کیا بولے جا رہی تھی۔۔؟؟ اور کیوں۔۔؟؟ کیا ہو گیا ہے۔۔۔؟؟ بریرہ۔۔۔؟؟ کیسی باتیں کر رہی ہو۔۔۔؟؟ میں کب مبشر میں انٹرسٹڈ ہوئی۔۔؟؟ ب کہا میں نے ایسا۔۔؟؟ ارم کا لہجہ بھیگا۔ اچھا۔۔ پھر

کس میں ہوانٹرسٹڈ۔۔؟؟بلال میں۔۔یاشہاب میں۔۔؟؟بریرہ پے درپے لفظوں کے تیر چلارہی تھی۔ارم اس کے لب ولہجے پے تڑپ کے رہ گئی۔بریرہ۔۔۔حد میں رہواپنی۔۔۔کیابکواس کیے جارہی ہو۔؟؟ بکواس۔۔؟؟ہرلڑکاہی تمہارے گن گارہاہے۔آخرہوکیاتم۔۔؟؟ہے ہی ہے تم میں۔۔۔؟؟نہ شکل نہ صورت۔۔۔!بریرہ کاسفیدرنگ تھا۔ کیا لیکن اس کے نین نقش میں وہ کشش نہ تھی۔جوارم کے گندمی رنگ میں تھی۔وہ بےانتہاخوبصورت نین نقش رکھتی تھی۔اسکی آنکھیں زہانت سے بھری تھیں۔اسکی بڑی بڑی آنکھیں اسے بہت پرکشش بناتی تھیں۔کہ سامنے والاخودبخودکینچاچلاآتاتھا۔لیکن اس سب میں ارم کاکوئی قصور نہیں تھا۔وہ انتہائی معصوم تھی۔سب کواپنے جیسااچھا سمجھتی تھی۔یہ نہیں جانتی تھی۔کہ سامنے والے کے دل ودماغ میں کیاچل رہاہے۔۔؟؟اوروہ اسکے ساتھ کتناسنسئیرہے۔۔؟اس وقت بھی بریرہ اس پے تپی تھی۔اور وجہ۔۔۔صرف مبشرتھا۔وہ مبشرکوپسندکرتی تھی۔اورکل ہی اس نے ارم

سے مبشر کے حوالے سے بات کی تھی۔ جس پے ارم نے اس کے لیے خوشی کا اظہار کیا۔ لیکن جب آج مبشر کے سامنے بریرہ نے اپنی محبت کا اظہار کیا تو ارم ایک دورے میں وہ اسے ٹھکرا گیا۔اور وجہ۔۔۔؟؟یہی بتائی کہ وہ اور انٹرسٹڈ ہیں۔ ہذا وہ اس سے دور رہے۔۔۔ بریرہ کے ل میں نفرت کی چنگاری جلی تھی۔اب وہ اس میں ارم کو بھسم کر دینا چاہتی تھی۔ بلال اس کا کزن تھا۔ اور باتوں باتوں میں اس نے یہ اظہار کیا تھا۔ کہ اسے ارم اچھی لگتی ہے۔اور شہاب۔۔۔؟؟ وہ تو ہر وقت اسی کی سائیڈ لیتا اور بہت میٹھی نگاہوں سے اسے دیکھتا تھا۔آج بریرہ نے کسی بات کا لحاظ نہ کیا۔اور ارم کو بے نقط سنا ڈالیں۔ مجھے افسوس رہے گا زندگی بھر بریرہ۔۔۔ کہ میں نے تم سے کبھی دوستی کی تھی۔ارم نے آنسو پونچھتے اپنی کلائی چھڑائی۔اور مجھے۔۔ گھن آرہی ہے۔کہ تم جیسی کریکٹر لیس لڑکی میری دوست تھی۔ جس کے ایک ہی وقت میں تین تین بوائے فرینڈز ہیں۔ بریرہ۔۔۔؟ارم کا ہاتھ اٹھا تھا لیکنوہ بروقت خود کو روک گئی۔اور دکھ بھری نظروں سے اسے دیکھتی

وہاں سے گیٹ کی جانب بھاگی تھی۔ایک پل کو بریرہ کو گلٹی سا محسوس ہوا۔ وہ ارم کا دل دکھا گئی ہے۔۔لیکن اگلے ہی پل مبشر کی باتیں یاد کرتی وہ نفرت سے سر جھٹک گئی۔

چوہدری جہانزیب کا غصہ سے مارے برا حال تھا۔اس وقت وہ اپنے کمرے میں تھا۔اور رہ رہ کے اسے چوہدری فراست کی باتیں اپنے تن بدن میں تیر کی طرح پیوست ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔بہت کوشش کے باوجود بھی وہ خود پے قابو نہیں کر پایا تھا۔جب سے آیا تھا۔اپنے کمرے میں بند تھا جب کہ باہر سبھی اسکے یوں کمرے میں بند ہونا محسوس کرتے بالکل چپ تھے۔جیسے یہ طوفان سے پہلے کی خاموشی ہو۔چوہدری مرتسم نے چوہدرائن کو سب بتا دیا تھا۔جس پے انہیں پری گل پے پھر سے غصہ آیا تھا۔ایک اس کی کم عقلی

کی وجہ سے انہیں آسب کے سامنے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ان کے ہونہار پوتے چودری جہانزیب کو سب کے سوالوں کا جواب دہ ہونا پڑ رہا تھا۔ لیکن وہ چاہ کے بھی کچھ نہیں کر سکتیں تھیں۔ اگر پری گل کو زرا سی بھی کھروچ آتی تو چوہدری جہانزیب نے پورا آسمان سر پے اٹھا لینا تھا۔ وہ پری گل سے محبت کرتا تھا۔ اس کے لیے اسکی بہن ہی اس کے لیے سب کچھ تھی۔ وہ اسکے لیے جان لے بھی سکتا تھا اور جان دے بھی سکتا تھا۔ اسی ایک بات نے ان کے ہاتھ پیر باندھ دیئے تھے۔ ورنہ وہ خود اسے ایسی سزا دیتیں۔ کہ پری گل کی روح کانپ جاتی۔

چوہدرائی ن جی۔۔۔! چوہدری جہانزیب پری گل بی بی کو اپنے کمرے میں بلا رہے ہیں۔ مالزمہ کی بات پے سبھی ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے لگے۔ جب کہ پری گل جو کبسے چھپی بیٹھی تھی۔ ڈرتے ہوئے اہر نکلی۔ اومرے مرے قدموں سے چوہدری جہانزیب کے کمرے کی جانب بڑھی۔ دروازہ کا ناب

گھمایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ ہمت کرتی اندر داخل ہوئی۔ سامنے ہی

چچھا نزیب صوفے پے بیٹھا دونوں ہاتھوں کی انگیوں کو ایک دوسرے میں

الجھائے گہری وچ میں ڈوبا محسوس ہوا۔ بھائی سا۔۔۔؟؟ وہ دھیرے سے

بولی تو چوہدری جہانزیب نے اسکی جانب نگاہ کی۔ کیا کچھ نہ تھا ان گرین

آنکھوں میں۔۔ پری گل کی آنکھیں نم ہوئی یں۔ اور بے اختیار جھک

گ ئی یں۔ یہاں آؤ۔۔۔۔! دھیرے سے پکارا تو وہ جو دروازے میں ہی

کھڑی تھی۔ اب جہانزیب کے بلانے پے من من قدم بھاری محسوس ہو

رہے تھے۔ لیکن تھوک نگلتی حلق تر کرتی وہ آگے بڑھی۔ ٹیبل کے پاس

کہاں ہے۔۔؟؟ یہ اب تک پہلا سوال تھا۔ جاتی وہ رک گ ئی۔ نکاح نامہ

جو پری گل سے جہانزیب نے پوچھا۔ اور اسی بات کا پری گل کو ڈر تھا۔ اس

نے گھبرا کے بھائی کو دیکھا۔ وہ۔۔۔ بھائی سا۔۔۔؟؟ میرے پاس۔۔۔

نہیں۔۔۔! سر جھکائے جواب دیا۔ اس شخص کا نام۔۔؟؟ اگلا سوال سخت لہجے

میں پوچھا گیا۔ جی۔۔۔ بر۔۔۔ برہان۔۔۔! نکاح کب ہوا۔۔؟؟ پے درپے

سوال پوچھتے آج وہ واقی سردار جہانزیب چوہدری لگ رہا تھا۔جی۔۔۔ تین ماہ پہلے۔۔؟؟ کہاں۔۔؟؟ شہر میں۔۔۔ گاؤں سے باہر۔۔۔! اب کی بار بھی سر جھکائے جواب آیا۔وہ شخص کہاں ہے۔۔؟ اس سوال پے پری گل نے اپنی آنکھیں سختی سے میچ لیں۔کچھ پوچھا ہے پری گل۔۔۔؟؟ وہ شخص کہاں ہے۔۔؟ چوہدری جہانزیب اپنی جگ سے غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔پری گل گھبرا کے دو قدم پیچھے ہٹی۔ بھبھبھبھبھاۓ سا۔۔۔۔۔ایک ماہ۔۔۔پہلے۔۔ اس سے رابطہ۔۔۔ٹوٹ گیا تھا۔۔۔! نہیں جانتی۔۔۔وہ روتے ہوئے بولی۔

اپنا اشتعال کو کنٹرول کرنا چوہدری جہانزیب نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے چاہا۔اس کا ایڈریس۔۔۔؟؟ کڑے تیور سے پوچھا۔پری گل اب با قاعدہ رونے لگی تھی۔ نہیں۔۔جانتی بھائی سا۔۔۔! نفی میں سر ہلاتی وہ بس روئے جا رہی تھی۔تم جانتی ہو۔۔۔ کیا بولا جارہ ہے میری بہن کے بارے میں۔۔؟؟ وہ اسکے قریب آتا اسے ڈرا رہا تھا۔۔چوہدری جہانزیب کی بہن اپنا منہ کالا کر کے آئی ہے۔اب چوہدری جہانزیب اسکا گناہ چھپانے کے لیے

اپنی سرداری کا سہارا لے رہا ہے۔۔۔چوہدری جہانزیب کے الفاظ نے پری گل کے اندر کی دنیا ہی ہلا کے رکھ دی۔جہانزیب کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔بھائی سا۔۔۔۔ جھوووٹ ہے۔۔۔۔اس نے ہچکی لی۔جانتا ہوں۔میری بہن۔۔ایسا کچھ نہیں کر سکتی۔۔۔لیکن۔۔۔؟؟کیسے ثابت کروں گا۔۔؟کیسے بتاؤں گا سب کو۔۔؟بولو جواب دو۔۔پری۔۔؟کیوں ایسا کیا۔۔؟میں نے تو ہمیشہ اپنی جان سے بڑھ کے تمہیں چاہا۔اور تم۔۔۔نے جہانزیب کے ہاتھ تھامے۔۔۔میرا سر۔۔؟؟بھائی سا۔۔؟پری گل نے جب کہ ایک پل کو بھی اسکی آنکھوں سے آنسو نہیں تھمے تھے۔مجھے جان سے مار ڈالیں۔۔میں گناہ گار ہوں مجھ سے۔۔گناہ ہو گیا۔۔۔میں۔۔۔نے محبت جیسی گمراہی میں پڑ کے سب خاندان والوں کے سر جھکا دیے۔سر جھکائے وہ بس روئے جا رہی تھی۔وہ شخص جس نے مجھ سے وعدے کیے۔۔قسمیں کھائی یں ہمیشہ کے لیے ساتھ نبھانے۔۔۔؟؟وہ۔۔۔وہ۔سب۔۔جھوٹ تھا۔۔مکر تھا۔۔فریب تھا۔۔میں۔۔اس فریب کا شکار ہو گ ئی۔۔مجھے

اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ کے مار ڈالیں۔مجھے جینے کا کوئی حق نہیں۔۔

روتے ہوئے وہ جیسے سب کچھ ہارتی جا رہی تھی۔اس کے آنسو چوہدری جہانزیب کے دل پے گرے تھے۔جہانزیب نے اسے سینے لگایا۔اور اسکے آنسو پونچھے۔اسکی تصویر ہے۔۔۔؟؟؟اس ایک سوال پے ری گل کی روئی آنکھیں اوپر کو اٹھیں۔جی۔۔۔۔!میرے۔۔۔موبائل میں۔۔۔؟؟

چوہدری جہانزیب کو اس ایک سوال نے جتنی خوشی دی تھی۔یہ صرف وہی جانتا تھا۔پری گل اپنا موبائل لے آئی۔اور موبائل کی گیلری کھولے اس میں سکرول کرتے وہ برہان کی تصویر ڈھونڈنے لگی۔کہ ایک تصویر پے اسکا ہاتھ رکا۔اور اس تصویر کو دیکھتی آنو پونچھتی وہ جہنزیب کے سامنے کر گئی۔تصویر کو دیکھتا چوہدری جہانزیب ایک پل کو سناٹے میں آگیا۔اسے اپنی آکھوں پے یقین نہ آیا۔موبائل پری گل سے لیتا وہ تصویر کو دیکھتا اس گمان میں تھا۔کہ شاید اسکی آنکھیں جو دیکھ رہی ہیں۔وہ غلط ہے۔۔۔؟؟

لیکن۔۔۔یہ اسکا گماں نہیں حقیقت تھی۔وہ ایک نظر پری گل کو دیکھتا وہاں

سے باہر نکلتا چلا گیا اب چوہدری جہانزیب آگے کیا کرنے والا تھا۔ سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا تھا۔

ارم روتے ہوئے یونی سے باہر نکل آئی تھی۔ ویسے بھی اب اس کا ارادہ وہاں مزید رکنے کا تھا بھی نہیں۔ بنا سوچے سمجھے وہ بس سڑک پے چلی جارہی تھی۔ آنسو پونچھتی تو مزید آنے لگتے آج اسکی سب سے قریبی دوست نے اس کی کردار کشی تھی۔ جسے وہ اپنی بہنوں کی طرح چاہتی تھی۔ لیکن آج ارم کو پتہ چلا تھا۔ بہن بہن ہی ہوتی ہے۔ اور اس وقت اسے شدت سے کسویٰ کی یاد آرہی تھی۔ وہ اس کے گلے سے لگ کے رونا چاہتی تھی۔ خوب آنسو بہانا چاہتی تھی۔ وہ کسویٰ کی طرح نہیں تھی۔ اسے اپنے حق کے لیے لڑنا نہیں آتا تھا۔ وہ ایک ڈرپوک اور سہمی لڑکی تھی۔ بالکل کسویٰ کے الٹ۔ گہرا سانس

خارج کرتی وہ ایک جگہ پے درخت کے نیچے جا بیٹھی اور سڑک پے رواں دواں ٹریفک کو دیکھنے لگی۔ ساری دنیا مصروف تھی اپنی زندگی میں۔۔

افرا تفری کا سماں تھا۔ کوئی کسی کی جانب متوجہ ہی نہ تھا۔ بلکہ کسی کے پاس اتنا وقت ہی کہاں تھا۔ کہ وہ کسی کو دیکھے یا کسی کے بارے میں کچھ سوچے۔۔۔!

اپنے گالوں سے آنسو پونچھتے وہ سر جھکا گئی۔ کہ اسی لمحے سامنے زور دور آواز آئی اس نے سر اٹھایا۔ تو دنگ ہی رہ گئی۔ ایک گاڑی کا ٹرک سے تصادم ہوا تھا۔ اور ہر طرف دھواں اور شعلے لپکے تھے۔ ارم ڈر کے کھڑی ہوئی۔ سمجھتے ہی فیکتے ان شعلوں نے پوری سڑک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

ایک شوت بلند ہوا تھا۔ سبھی اپنی اپنی جان بچاتے واں سے بھاگنے لگے تھے۔ لیکن ارم کے قدم نہ اٹھ سکے۔ کچھ ہی دیر میں دھواں ہٹ گیا۔ اور وہاں کا خوف ناک منظر دیکھتی ارم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ یا اللہ۔۔۔؟؟؟

ارم کا دل دہل گیا۔ وہ کمزور دل لڑکی یہ سب نہ دیکھ سکی۔ اور رخ پلٹا۔ کہ اسے کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ تو وہ انہی قدموں سے مڑتی اس

جانب دیکھنے لگی۔شاید گاڑی میں وجود شخص زندہ تھا۔۔۔؟؟ارم۔۔میں نجانے کہاں سے اتنی طاقت آن سمائی کہ وہ بھاگتی ہوئی گاڑی کے پاس پہنچی۔ کی حالت دیکھ ارم کا دل بیٹھنے لگا تھا۔لیکن اس نے ہمت کرتے اس اس گاڑی گاڑی کے ریب جاتے اندر جھانکا۔وہ کوئی بزرگ آدمی تھا۔جو اس وقت گاڑی میں بری طرح پھنسا ہوا تھا۔اس نے ارم کو مدد طلب نظروں سے دیکھا۔ارم نے ارر گرد دیکھا۔تاکہ کسی کو مدد کے لیے پکار سکے۔لیکن کوئی بھی متوجہ نہ تھا۔اور کسی میں انی ہمت نہ پڑ رہی تھی کہ جلی ہوئی گاڑی کے قریب جاتے۔بس ارم کمزور دل ہی وہاں کھڑی اپنے نرم دل کے ہاتھوں مجبور ہوتی اس شخص کی مدد کو پہنچی تھی۔ہیلپ۔۔۔۔؟؟ہیلپ۔۔۔؟؟وہ چلائی تھی۔کہ کچھ لوگ اسکی طرف متوجہ ہوئے اس نے اس زخمی شخص کی طرف اشارہ کیا تو وہ لوگ دور سے ہی دیکھتے افسوس سے سر ہلانے لگے جب کہ ان میں سے کچھ نے تو موبائی نکال کے ویڈیو بنانا شروع کر دی۔ارم کا جی چاہا ان سب کے منہ پے ڈھیر سارے طمانچے مارے جو ایک انسان کو موت

رہے تھے۔ لیکن۔۔ کے منہ میں جاتا دیکھ اسکی مدد کرنے کی بجائے ویڈیو بنا
اس کا کانفیڈینس۔۔۔؟؟ وہ ان کو کچھ بی کہے بنا اس شخ ک جانب بڑھی۔
گاڑی کا دروازہ ھولتی وہ اپنا ہاتھ زخمی کر چکی تھی۔ لیکن پھ بی ہمت نہ ہاری۔
شاید دور کھڑے دو لوگوں کو شرم آگ ئی۔ان کا ضمیر بی بھی زندہ تھا۔وہ
آگے بڑھے اور ارم کی مدد کرتے اس شخص کو گاڑی سے باہر نکالا۔پلیز۔۔۔
انہیں ہاسپٹل لے چلیں۔۔ان کی سانسیں چل ہی ہیں۔۔۔۔ارم نے ان کی
طرف منت بھے لہجے میں کہا۔ لیکن کوئی بھی آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔پلیز۔۔
مدد کریں۔۔یہ بچ جائیں گے۔۔۔! ارم ان سب کو پتھرائی نظروں سے
دیکھ رہی تھی۔ پولیس اور ون ون ٹو کی گاڑیاں وہاں پہنچ چکی تھیں۔ایمبولینس
کے پہنچتے ہی اس شخص کو اسٹریچر پے ڈالے ایمبولیسن کی جانب لے جایا
گیا۔ارم بھی چہ کے اسشخص کو اکیلا نہیں چھوڑ سکی۔اور ایمبولینس میں بیٹھتی
وہ بھی ساتھ ہی چلی گ ئی۔ نجانے کونسی ایسی کشش تھی۔ جسے ارم نے کھینچا
تھا۔اور وہ کھینچی چلی گ ئی تھی۔۔۔۔؟؟؟

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مس کسویٰ۔۔۔! کیا بات ہے آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں۔۔؟ جہان نے کسویٰ کو بس اسٹینڈ پے کھڑے فیکھا تو گاذی روک گیا۔ وہ آج آفس بھی بس پے آئی تھی۔ اور وپاس بھی بس پے تھی۔ اشیخ صاحب کی بائی یک کا مس ئی لہ حل نہیں ہوا تھا۔ یہ بات کسویٰ ک صبح ہی پتہ چلی تھی۔ وہ پھر سے چابیاں انہیں دے آئی تھی۔ اب واپسی پے وہ بس کا انتظار کر رہی تھی۔ کہ جہان کی گاڑی کو پاس رکتا دیکھ ٹھٹھکی تھی۔ ظاہری بات ہے بس اسٹینڈ پے کھڑے بس کا ویٹ کہی کیا جاتا ہے۔۔۔ طزیہ انداز اپناتے جواب دیتی وہ رک گ ئی۔ اس کے کڑوے لہجے پے جہان صبر کے کڑوے گھونٹ پیتا دانت کچکچاتا رہ گیا۔ آئی یں میں ڈراپ کر دوں گا۔ اسکی پیشکش پے کسویٰ جی جان

سے بھڑکی۔کوئی ضرورت نہیں۔میں چلی جاؤں گی بس سے۔۔۔!

نروٹھے انداز سے کہا۔

آئی یں میں ڈراپ کردوں گا۔جہان کی پیشکش پے کسویٰ جی جان سے بھڑکی۔کوئی ضرورت نہیں۔میں چلی جاؤں گی بس سے۔۔۔!نروٹھے انداز سے کہتے اس نے رخ موڑا۔مس کسویٰ۔۔۔!پلیز کم۔۔۔۔!جہان کو اسے یوں اکیلے چھوڑ کے جانا مناسب نہ لگا۔آج وہ کل والے حلیے سے بالکل ہٹ کے لگ رہی تھی۔اسکی شال اس نے اپنے کندھوں پے ڈالی س وقت وہ بہت سوبر سی چھوئی موئی سی گڑیا لگ رہی تھی۔دھوپ ک تمازت سے کسویٰ کا سنہری چہرہ مزید دمک رہا تھا۔اس کی ڈارک براؤن آنکھیں بھی اس وقت چمک رہی تھیں۔جب کہ صبیح پیشانی پے پسینے کہ ننھے ننھے قطرے نمودار ہورہے تھے۔جہان نے یکبارگی اپنی نظریں اس کے چہرے سے ہٹائیں۔وہ اسے ایک جادو گرنی سی لگی تھی۔جو اسکے دل ودماغ پے حاوی ہو

رہی تھی۔اور وہ ایسا ہر گز نہیں چاہتا تھا۔کسویٰ کو آج اس پے تھوڑا غصہ تھا۔
اس لیے اس کی گاڑ میں نہیں بیٹھ رہی تھی لیکن جہان کے مسلسل وہاں گاڑی
کھڑی رکھنے پے اب لوگوں کی نظریں ان پے اٹھ رہی تھیں۔کسویٰ لب
بھینچے گاڑی کی فرنٹ سیٹ پے احسان کرنے والے انداز میں بیٹھی تھی اس
کے بیٹھتے ہی جہان نے گاڑی کو آگے بڑھا دیا۔جب کہ دونوں ہی خاموش
رہے۔کسویٰ سکی جاب چور آنکھوں سے دیکھتی اس کی گاڑی کو جانچنے لگی۔
اچھی خاصی مہنگی گاڑی تھی۔اس کا موبائل۔۔۔اسکی کلائی پے پہنی
گھڑی۔۔۔سب ہی بیش قیمتی تھی۔اچانک کسٰی ی نظر گھڑی سے اسکے ہاتھ
پے جاٹھہریں۔اسکے ہاتھ بہت خوبصورت تھے۔اس کے ہاتھ پے ابھری نیلی
رگیں اکسویٰ کی ایک ہارٹ بیٹ مس کر گ ئے۔اسٹرینگ پے رکھے ہوئے
اس کے ہاتھ۔۔۔کسویٰ کو بہت بھائے تھے۔اسکی جانچتی نظروں کا ارتکاز
محسوس کرتے جہان نے ایک نظر اسے دیکھا تو وہ سٹپٹا کے رخ موڑ گ ئی۔
باہر دیکھتی اب وہ خود کو کمپوز کرتی جہان کو مسکرانے پے مجبور کر گ ئی۔

مزید جائی زہ لے سکتیں ہیں۔۔کوئی ایشو نہیں۔۔۔! جہان نے سنجیدہ کہاجب کہ آنکھوں میں شرارت واضح تھی۔میں کیوں آپ کا انداز میں جائی زہ لینے لگی۔۔؟؟ کسویٰ نے ناک منہ چڑھاکے کہاویسے ایک بات مجھے ۔جہان نے اسکی بات کاٹتے lac سجھ نہیں آئی۔۔اتنی مہنگی گاڑی۔۔ ففٹی گاڑی کی قیمت بتائی۔کسویٰ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی یں۔یہ۔۔۔ موبائل۔۔۔؟؟ تین لکھ کا۔۔۔اس کے بولنے پے جہان نے پھر سے قیمت بتائی۔۔اور یہ گھڑی۔۔؟ یہ بھی کوئی لاکھوں میں ہی ہوگی۔۔؟کسویٰ نے منہ بناکے کہاجہان نے ایک نظر اس حسینہ کودیکھا۔چار لاکھ کی برینڈڈ۔۔۔گھڑی ہے۔لہجہ باکل سادہ تھا۔چار لاکھ۔۔؟؟آنکھیں پھیلا کے اسے دیکھاساتھ ہی اسکای کلائی ہاتھ میں تھامے وہ گھڑی کو جانچنے لگی۔اسکے ہاتھ کا نرم لمس پاتے جہانکادل الگ لے پے دھڑکا۔پھراپنی کلائی پے بندھی گھڑی کو دیکھا۔حیرت ہے۔۔چار لاکھ کی یہ گھڑی اور۔۔میری پہنی اس عام کے سی گھڑی۔۔ سیم وقت ہی بتارہی ہیں۔اپنی نازک سی کلائی جہان

سامنے کی۔اسکی بات پے جہان کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔آپ کا گھر آگیا مس کسویٰ۔۔۔! جہان نے گاڑی روکتے کہا۔کسویٰ نے اپنا بیگ سنبھالا۔ اور فائی ل بھی اٹھائی۔گاڑی کا دروازہ کھولا۔بہت بے مروت ہیں آپ۔۔۔!اندتو آپ نے بلانا نہیں۔۔ تھیک یو بول دیں۔۔۔جہان نے گاڑی کی سیٹ کے ساتھ ہیک لگاتے پر سکون انداز میں کہتے کسویٰ کو چھیڑا۔ تھینکس۔۔۔ مسٹر جہان۔۔۔!آج آپ نے میری بہت مدد کی۔۔اگر آپ نہ آتے تو۔میں گھر کیسے آتی۔۔؟میں تو سارا دن وہیں بس اسٹاپ پے کھڑی رہ جاتی۔۔۔۔کسویٰ نے مصنوعی پریشانی سے کہا۔جہان تو اسکا یہ پیارا انداز دیکھتا دوجان سے فدا ہوا تھا۔ مسکراہٹ اس کے چہرے پے پھر سے آن سمائی۔ تھینکس اگین۔۔۔۔!اب کی بار پتھر مارنے والے انداز میں کہتی وہ نیچے اتری۔اور زور سے گاڑی کا دروازہ بند کرتی اپنے گھر کے گیٹ کی جانب بڑھ گ ئی۔جہان نے سر جھٹکتے گاڑی آگے بڑھادی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ مسلسل سر جھائے بیٹھی۔رو رہی تھی۔کہ تبھی ہاسپٹل کے کاریڈور میں بھاری بوٹوں کی دھمک سنائی دی۔ایک شخص سوٹڈ بوٹڈ وہاں آتا دکھائی دیا اسکے خوبصورت چہرے پہ نقوش بگڑے ہوئے تھے۔ارم کا دل ایک پل کو سپیڈ پکڑ گیا۔اس نے اپنے کوٹ کے آگے کے دو بٹن کھولتے وہاں موجود ڈاکٹر سے انفارمیشن لیں۔ڈاکٹر اسے تمام انفارمیشن بتاتا۔۔ ایک اشارہ ارم کی جانب کر گیا۔ارم گھبرا کے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔اس شخص کے ساتھ اسلحے سمیت گارڈز بھی موجود تھے۔اس شخص کے ماتھے پہ دو بل پڑے تھے۔ایک سرسری نظر اس نے ارم پہ ڈالی۔ارم کو اس کی ایک نظر سے ہی خوف سا محسوس ہوا۔اس وقت وہ خود وہاں زخمی بیٹھی تھی۔اس کا ہاتھ اور بازو۔۔شدید زخمی حالت میں تھی۔لیکن۔۔کسی نے بھی اسکی طرف توجہ نہ دی اور ٹریٹمنٹ بھی نہیں کی تھی۔گلفام۔۔۔؟؟وہ

شخص اپنے پیچھے کھڑے اپنے باڑی گارڈ کو پکارتا زرا کی زرا گردن ٹیڑھی کرتا دیکھنے لگا۔مجھے آدھے گھنٹے کے اندر ساری رپورٹ چاہیے۔۔اس ایکسیڈینٹ کے پیچھے کون ہے۔۔مجھے جاننا ہے۔۔ہر حال میں۔۔اور فرمان۔۔۔تم۔۔ فوراً۔۔ہاسپٹل کو خالی کرواؤ۔۔! وہ سرد لہجے میں حکم صادر کرتا واپس ڈاکٹر کی جانب مڑا۔۔۔میرے انکل کو کچھ بھی ہوا۔۔۔۔میں اس ہاسپٹل کو آگ لگادوں گا۔پراسرار انداز میں کہتا وہ ڈاکٹر کو بھی ڈرا گیا تھا۔ایم کے۔۔ایم کے کو کون نہیں جانتا تھا۔۔؟؟اس کی دہشت ہی اتنی تھی کہ سبھی اس کے آگے کانپتے تھے۔اب اس شخص ایم کے کا رخ ارم کی جانب تھا ارم کا ایک سانس آرہا تھا۔ایک جارہا تھا۔اس نے گھبرا کے ادھر ادھر دیکھا۔شاید راہِ فرار مل جائے۔۔لیکن۔۔۔وہ کیوں بھاگے۔۔؟اُس نے کیا گناہ کیا۔۔؟اچانک سے ارم سوچتے تھوڑی پراعتماد ہوئی۔اور نظر اٹھا کے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔جو اسی کی جانب گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔سر سے پاؤں تک اسے دیکھتا وہ ایک بار ارم کے اعتماد کو بری طرح ڈگمگا گیا۔گندمی رنگت کی وہ

لڑکی انتہائی سادہ لباس میں اس وقت بنا میک اپ کے تھوڑے بکھرے حلیے میں اس کے سامنے تھی۔ لیکن۔۔۔ سکی بڑی بڑی پر ششش آنکھیں ایک بار سامنے والے کو مسمرائی زکر دیتی تھیں۔ بلا کی کشش تھی اسکی آنکھوں میں۔ اچانک سے ایم کے کی نظر اسکے زخمی ہاتھ پے پڑی۔ جس میں سے خون رسا ہوا تھا۔ اس کے ماتھے پے بالوں کا جال بنا۔ ڈاکٹر۔۔۔؟؟ وہ وہیں سے چلایا۔ ایک لیڈی ڈاکٹر بھاگی ہوئی وہاں پہنچی۔ ان کے ہاتھ کو کیوں نہیں چیک کیا گیا۔۔؟ اس نے سخت گیر لہجے میں پوچھا۔ تو ڈاکٹر نے گھبرا کے گھ اپنا چشمہ درست کیا اور ارم کا ہاتھ دیکھتی اسے لیے اندر کیبن کی جانب بڑھی۔ خان۔۔۔ سائیں۔۔۔ یہ وہی لڑکی ہے۔ جو وہاج خان کو یہاں لے کے آئی ہے۔ ایم کے کے پاس کھڑے ہوتے اس کے کان میں سرگوشی کرنے والا دار ملازم فیروز کوئی اور نہیں۔ اس کا سب سے پرانا نمک حلال۔۔ اور راز تھا۔ اس لڑکی کی ٹریٹمنٹ ہو جائے تو اسے اس کے گھر بحفاظت پہنچا دو۔۔۔ ایم کے نے سگریٹ نکال کے کش لیتے دھوئیں کے مرغولے ہوا میں چھوڑ

دی ئی ے۔ جب کہ اسکی سیاہ آنکھیں آئی سی یو کیجانب تھیں جہاں اس وقت وہ ہستی تھی۔ جو اسکی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ اس کے باپ ندیم خان سے بھی زیادہ۔۔ اس کے چچا وہاج خان اس کی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتے تھے۔ اس کے دشمن ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ اور انہی میں سے بہت سے اسکی جان کی دشمن کے ساتھ ساتھ اس کے چچا جان کی جان کے دشمن بھی بنے ہوئے تھے۔ کیوں کہ سب جانتے تھے۔ کہ ندیم خان اپنے بیٹے سے بد گمں ہے اور اس سے قطع تعلق بھی۔ لیکن وہاج کے اندر اسکی روح تھی۔ جس نے بھی وار کیا تھا اس کی روح ہی کھینچ لی تھی۔ خان سائیں۔۔! گلفام اسکے پاس آن پہنچا تھا۔ اور اسے وہ ساری فوٹیج دکھائی جس یں وہاج کی گاڑی کو ایک ٹرک نے بری طرح اڑایا۔ ایم کے نے سختی سے لب بھینچے۔ اسی لمحے ایک شخص ٹرک سے نکلتا بھاگتا ہوا دکھائی دیا لیکن اسکی کیمرے کی طرف پیٹھ تھی۔ چہرہ نہ دیکھ پائے۔ اسی لمحے اسی جانب سے وہی لڑکی آتی دکھائی دی۔ جس نے اس کے انکل کی جان بچائی تھی۔ یہ بات

ایم کے کے دماغ میں بری طرح کلک ہوئی۔اس نے پلٹ کے دیکھا۔جہاں سے وہ لڑکی اب اپنے ہاتھ اور بازو پے بینڈ تج کرواکے باہر کی جانب بڑھ رہی تھی۔ایم کے کا ایک باڈی گارڈ فیروزا سکے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔رکو۔۔ لڑکی۔۔۔!ایم کے کی سخت گیر آواز پے ارم کے قدم تھمے تھے۔اور دل پھر سے دھڑکا تھا۔اس نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔جب وہ یہاں سے جارہی تھی۔اب دوبارہ سے اس شخص کے پکارنے پے اس کا دل پسلیاں توڑ باہر آنے لگا وہ اپنے بھاری قدم اٹھاتا اسکی جانب بڑھا اور وہ تمام فوٹیج اسے دکھائی۔ارم کو سمجھ نہ آیا۔وہ کیوں اسے یہ سب دکھا رہا ہے۔۔۔؟؟سوالیہ خوبرو لیکن غصیلے شخص کو دیکھا۔یہ شخص نیلی شرٹ نظروں سے اس والا۔۔۔تمہاری طرف بھاگا۔۔یقیناً تم نے اسکا چہرہ دیکھا ہوگا۔۔؟کون تھا وہ۔۔؟ایم کے کے سرد رویے پے ارم کا سانس رکا تھا اس نے اس کی کالی آنکھوں میں دیکھا۔جہاں ایک وحشت سی چھائی تھی۔۔۔ایک الاؤ تھا جو سامنے والے کو بھسم کردینے کی طاقت رکھتا تھا۔۔ مجھے۔۔نہیں۔

پتہ۔۔۔؟؟ارم نے گھبرائے ہوئے ناسمجھی سے کہا۔لڑکی بنو مت۔۔۔! وہ شخص تمارے سامنے سے گزرا ہے اور تم نہیں جانتی۔۔؟؟تم نے دیکھا نہیں اسے۔۔؟؟ایم کے کے لہجے میں بے یقینی تھی۔میں۔۔سچ کہہ رہی ہوں۔ مجھے نہیں پتہ۔۔۔۔۔!ارم کا لہجہ روندھ گیا۔ایم کے اس کو فیھتا لب بھینچ گیا۔کہیں۔۔تم بھی اس سب میں شامل تو نہیں۔۔؟؟ایمکے کا دماغ ایسا ہی تھا۔وہ ہر ایک کو شک کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ایکسکیوزمی۔۔۔۔!ارم کی گال پے ایک آنسو لڑکھڑاتا ہوا نیچے گرا۔میں نے انکی مدد کی۔۔ان کو بچایا۔۔۔ کتنی مشکل سے انہیں یہاں ہاسپٹل لائی۔۔۔صرف انسانیت کے ناتے۔۔۔اور۔۔آپ۔مجھ پے ہی الزام لگا رہے ہیں۔۔؟اب کی بار ارم بنا ڈرے بولی تھی بچانے والے ہی اکثر۔۔۔مارنے والوں میں سے ہوتے ہیں۔ ایم کے کی گہری بات ارم کے س کے اوپر سے ہی گزر گ ئی اسی وقت اسکے بیگ میں پڑا موبائ ل بجا تو وہ دونوں ہی چونکے۔

۔۔۔۔

کیا بات ہے کیوں پرہشان ہو رہی ہیں۔۔؟آجائے گی ارم۔۔! کسوٰی نے فریش ہو کے باہر آتے کہا جبکہ تسلیم بیگم انتہائی پریشان تھیں۔اس ن پہلے کبھی یوں دیر نہیں کی۔بیٹا۔۔پتہ کرو۔۔کال کرواسے کہاں ہے وہ۔۔؟ پریشانی حد سے بڑھ رہی تھی۔کسعیٰ نے ایک نظر ان کے پریشان حاچرے کی جانب دیکھا۔جو اس کے لیے یوں کبھی ریشان نہیں ہوا تھا۔جتنا وہ ارم کے لیے فکر مند ہوتی تھیں۔کسویٰ کے لیے ایسا فکر مند کبھی کسویٰ نے انہیں اپنے لیے نہیں دیکھا تھا۔ایسے کیا دیکھ رہی ہو کال کرو۔۔اسے۔۔۔! تمہارے بابا بھی آنے والے ہوں گے۔۔انہیں پت چلا تو وہ بھی پریشان ہو جائی یں گے۔۔۔کل میں بھی تو بارش میں بھگتی آئی۔شام ہونے کو آگ ئی تھی۔۔۔لیکن۔۔میرے لیے۔۔۔آپ کے چہرے پے یہ پرہشانی کیوں نہ دکھائی دی۔۔۔؟؟تسلیم بیگم کی فکر مند آواز سنائی دی۔تو وہ اپنی

جا رہی سوچوں سے باہر نکلی۔اور موبائل پے ارم کو کال ملانے لگی۔ بیل تھی۔ لیکن رسیو نہیں ہو رہی تھی۔

بنا کسی بھی سیکیورٹی کی پرواہ کیے چوہدری جہانزیب اس وقت برہان راجپوت کے محل کے اندر داخل ہو چکا تھا۔کسی نے اسے رولنے کی جرات نہیں کی تھی۔ وہ چوہدری جہانزیب عادل تھا۔اسکی ہشت اور رعب دار پرسنلٹی سے ہر کوئی ہی مرعوب ہو جاتا تھا۔اور یہاں تو بات برہان راجپوت کے دوست کی تھی۔ہاں چوہدری جہانزیب برہان راجپوت کا دوست ہوا کرتا تھا۔لیکنی دوستی دشمنی میں کب بدلی یہ بھی ماضی کا ایک حصہ تھی۔ لیکن آج پورے چار سال بعد وہ واپس اس محل میں آیا تھا۔جہاں اس نے نہ آنے کی قسم کھا رکھی تھی۔۔آج وہ قسم بھی ٹوٹ گ ئی۔جب بات بہن پے

آئی۔ برہان راجپوت۔اس کے محل میں گھس کے زوردار آواز میں پکارنے والا۔چوہدری جہانزیب ہی ہو سکتا تھا۔ برہان اس آواز کو سننے کے لیے کتنا انتظار کر چکا تھا آج ہی تو وقت آیا تھا۔دونوں آمنے سامنے جگری دوست دشمن بنے کھڑے تھے۔

آج پورے چار سال بعد وہ واپس اس محل میں آیا تھا۔جہاں اس نے نہ آنے کی قسم کھا رکھی تھی۔۔آج وہ قسم بھی ٹوٹ گئی۔جب بات بہن پے آئی۔ برہان راجپوت۔اس کے محل میں گھس کے زوردار آواز میں پکارنے والا۔چوہدری جہانزیب ہی ہو سکتا تھا۔ برہان اس آواز کو سننے کے لیے کتنا انتظار کر چکا تھا.اپنے کمرے سے وہ نکلتا نیچے لاؤنج کی جانب بہت ہی کروفر سے بڑھا۔چال میں وہی آن بان شان تھی۔جو کبھی اسکا خاصا ہوا کرتی تھی۔ اب تو سامنے وہ ہی ہستی تھی۔۔۔جس کے سامنے ہی تو آج وہ اپنا زعم

دکھاتا۔۔اسے بتاتا بازی کیسے الٹتے ہیں۔ برہان راجپوت سرخ وسپید رنگت والا وہ خوبرو نوجوان مرد دونوں بازو کمر پے باندھے اس وقت سب سے اوپر والی سیڑھی پے کھڑا اپنے سامنے تڑپتے چوہدری جہانزیب کو تکبر کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔۔آج ہی تو وقت آیا تھا۔دونوں آمنے سامنے جگری دوست نصیب۔۔۔جی آیاں نوں۔۔ دشمن بنے کھڑے تھے۔زہے نصیب زہے آج تو راجپوتوں کی حویلی میں بڑے بڑے چوہدری جی آئے ہیں۔۔ایک ایک سیڑھی پر سج سج کے قدم رکھتے وہ اونچی آواز میں چوہدری جہاں زیب کو اپنے انداز میں ویلکم کر رہا تھا جبکہ چوہدری جہانزیب کی کٹیلی نگاہ اس کے وجود کے آر پار ہو رہی تھی جسے برہان راجپوت اچھے سے سمجھ رہا تھا۔آمنے سامنے کھڑے اس وقت وہ دونوں ایک دوسرے کو یک ٹک دیکھے جا رہے تھے۔ایک کی انکھوں میں غصہ نفرت اور انتقام کی آگ تھی تو دوسرے کی آنکھوں میں غرور تکبر اور سامنے والے کو بھسم کر دینے کا پختہ ارادہ تھا چوہدری جہانزیب عادل آج چار سال بعد اپنی قسم توڑتے ہوئے راجپوتوں

کے محل کوائے ہیں۔نصیب ہمارے جاگ اٹھے۔وہ آئے ہمارے محل میں خدا کی قدرت۔۔۔

کبھی ان کو کبھی اپنے محل کو دیکھتے ہیں۔برہان راجپوت اپنے شاعرانہ انداز میں چوہدری جہانزیب کو جلانا نہیں بھولا تھا۔برہان راجپوت جو کھیل تم نے میرے ساتھ کھیلا سو کھیلا میں نے اسے فراموش کر دیا۔۔۔لیکن اب تم نے جو کھیل میری بہن کے ساتھ کھیلا ہے میں اسے کبھی فراموش نہیں کروں گا۔اور اس بھول میں تو تم مت رہنا میں تمہیں کبھی اس کے لیے معاف کروں گا۔چوہدری جہان زیب نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا۔

اچھا۔۔۔۔۔۔؟چوہری جہانزیب! آپ کو کس نے کہا کہ میں آپ سے معافی مانگوں گا؟برہان راجپوت مصنوعی انداز سے ماتھے پہ بل ڈالے بولا۔ جبکہ اس کی انکھوں کا غرور چوہدری جہان زیب سے چھپا ہوا نہیں تھا۔تم نے میری بہن سے نکاح کیا اور اس کے بعد تم چھپ کر۔۔۔۔؟؟؟آں۔۔۔

ہاں۔۔۔۔چوہدری جہان زیب کی بات کاٹتا برہان راجپوت پر انگلی کے اشارے سے نفی کرے لگا۔۔ برہان راجپوت چھپ کے نہیں بیٹھا۔ چوپدری جہانزیب۔۔۔اگر ایسا ہوتا تو پیچھے کلو چھوڑ کے نہ آتا۔ لیکن۔۔ تمہاری ہی سستی۔۔۔۔تم۔۔ مجھ تک بہت دیر سے پہنچے۔اب کی بار سینے پے ہاتھ باندھے وہ چوہدری جہانزیب کو مزید غصہ دلا رہا تھا۔اس سب کھیل کا مقصد۔۔۔؟؟کیوں کھیل کھیلا نکاح کا۔۔؟؟میری بہن کے ساتھ۔۔؟؟جہانزیب بمشکل اپنے غصہ کو قابو کرتا اسکے دوبدو ہوا۔ایک پل کو برہان اسے چپ چاپ طنزیہ انداز میں مسکراتا دیکھتا رہا اگلے ہی پل سر نفی میں ہلاتا۔وہ جہانزیب کی یداشت پے افسوس کرنے لگا۔چار سال۔۔۔؟ بھول گ ئے۔۔کیا ہوا تھا چار سال پہلے۔۔؟؟تم بھول سکتے ہو۔۔چوہدری جہانزیب۔۔۔۔لیکن برہان راجپوت نہیں بھول سکتا۔اب کی بار جس غصہ سے برہان بولا۔چوہدری جہانزیب کی آنکھوں کے سامنے وہ لمحے گھومنے لگے۔کچھ یاد آیا۔۔؟؟وہ درد وہ تکلیف۔۔؟؟جو مجھے چار اال پہلے تم دے کر

گ ئے تھے۔آج وہ سود سمیت واپس لوٹانے کا وقت آگیا ہے۔جہانزیب اسکے اندر بدلے کی آگ کو باآسانی محسوس کر سکتا تھا۔تمہیں مجھ سے مس ئی لہ تھا۔تو مجھ سے بدلہ لیتے میری بہن کا کیا قصور تھا۔۔؟جہانزیب دانت کچکچا کے بولا۔ابھی صرف نکاح ہوا ہے تو چوہدری جہانزیب کا یہ حال ہے۔۔؟جب ونی کر کے رخصتی کروا کے لاؤں گا۔تب کیا ہو گا۔۔؟؟

برہان کے ارادے جانتے جہانزیب کے ماتھے پہ بل پڑے۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

کہاں ہو تم۔۔؟۔ابھی تک گھر کیوں نہیں آئی۔۔؟امی پریشان ہو رہی ہیں۔۔!کسوٰی نے ارم کے کال اٹھاتے ہی سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔

جی۔۔۔جی آپی۔۔۔!بس۔۔آرہی ہوں۔۔تھوڑی دیر تک۔ارم نے ایک نظر سامنے جلاد بنے کھڑے اس شخص کی جانب دیکھا جو اسے بہت گہری

نظروں سے جانچ رہا تھا۔ مسٹر ایم کے۔۔۔! ارم نے کال کٹ کی۔ اسی لمحے ڈاکٹر وہاں آن موجود ہوا۔ ایم کے اسکی جانب مڑا۔ کانگریجولیشنز۔۔۔ مسٹر وہاج از آؤٹ آف ڈینجر ناؤ۔۔ڈاکٹر نے مسکرا کے اسے خوشخبری سنائی۔ ایم کے نے سکون کا گہرا سانس خارج کیا۔ مجھے ان سے ملنا ہے۔ اگلا مدعا بیان ہوا۔ آپ تھوڑی دیر ویٹ کر لیں۔ روم میں شفٹ کرتے ہی آپ کو ملوا دیا جائے گا۔ لیکن ابھی وہ بے ہوش ہیں۔ انہیں ہوش میں آنے میں کچھ وقت لگے گا۔ اینڈ یو۔۔ بریو گرل۔۔۔! ڈاکٹر نے سراہنے والے انداز میں ارم کی جانب دیکھا۔ یہ سب آپ کی ہمت کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر آپ وقت پے انہیں ہاسپٹل نہ لاتیں۔ تو ہمارے لیے انہیں بچانا بہت مشکل ہو جاتا۔ لیکن خوشی ہوئی آپ سے مل کے۔۔ اور یہ جان کہ۔۔۔ اس دور میں اب بھی انسانیت زندہ ہے۔ ڈاکٹر کی بات پے ایم کے نے ایک بار پھر پلٹ کے اس سنہری رنگت والی لڑکی کو دیکھا جس کی بڑی بڑی آنکھیں اب پہلے سے بھی زیادہ روشن ہو گئی تھیں۔

ـــــــــــــــــــــــ

چوہدرین جی نے بلایا ہے آپ کو۔پری گل کو ملازمہ نے سر جھکائے کہا تو وہ گھبرا گ ئی۔اتنے دنوں سے سب نے اس کے ساتھ بول چال بند کر رکھی تھی وہ چوہدرائ ن کی لاڈلی پوتی تھی۔ لیکن انہوں نے بھی اس سے کلام کرنا چھوڑ دیا تھا۔یہاں تک کہ اسے کمرے میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔اب اچانک سے بلاوا آیا تو وہ حیران رہ گ ئی۔ہمت کرتی اٹھی۔اور چوہدرائ ن کے کمرے کا رخ کیا۔آپ نے بلایا۔۔؟پری گل سر جھکائے بولی۔۔ہمم۔۔۔ دل تو نہیں چاہ رہا تھا۔تم سے کلام کرنے کا بھی۔۔ لیکن۔۔۔ضروری بات کرنی ہے اس لیے بلایا ہے۔چوہدرائ ن کی بات پے پری گل کی آنکھوں کے گوشے نم ہوئے۔تمہاری ایک اس ایک بھول اور۔۔نا سمجھی نے ہمارا سر سب کے سامنے جھکا دیا۔ان کے لہجے میں دکھ تھا۔پری گل نے اپنے آنسو

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

صاف کیے۔ہمارے پوتے جہاں زیب کو کتنی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔جانتی ہو تم۔۔؟؟اب کی بار چوہدرین کا لہجہ انتہائی غصیلہ تھا پری گل نے نظریں اٹھاتے انہیں کرب سے دیکھا اب کل فیصلہ ہے۔۔تمہاری قسمت کا اور چوہدریوں کی عزت کا۔۔بہتر ہو گا۔۔اس سے پہلے تم خود کو خود سزا دے کے یہ قصہ یہیں ختم کر دو۔۔اور اپنے بھائی کو سب کے آگے شرمندہ ہونے سے بچا لو۔۔ان کی بے حسی پے پری گل خاموش آنسوؤں سے انہیں دیکھنے گی۔اپنی سگھی دادی اسے کہہ رہی تھیں۔کہ وہ سب ختم کر دے۔۔۔مطلب خود۔۔۔؟؟کو ختم کر دے۔ان کا دل اتنا پتھر دل ہو جائے گا۔پری گل کو اس بات کا اندازہ نہ تھا۔اب جاؤ یہاں سے اور سوچ لو۔۔آج رات کا وقت ہے۔فیصلہ کر لو۔۔۔اپنی جان زیادہ پیاری ہے یا۔۔ بھائی اور خاندان کی عزت۔۔؟؟؟چوہدرائی ن نے سفاکیت کی انتہا کر دی تھی۔پری گل انہی قدموں سے واپس مڑتی باہر بھاگی تھی۔جب کہ چوہدرائی ن نے اپنی آنکھیں موندتے سر بیڈ کراؤن سے لگا لیا۔جانتی ہوں

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

پری گل۔۔۔! یہ فیصلہ آسان نہیں تھا لیکن اس فیصلے سے ہماری خاندان کی عزت بچ جائے گی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اچھا اور تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں اپنی معصوم بہن کو تمہارے ان اوچے ہتھکنڈوں میں آنے دوں گا۔۔؟؟ تم نے میری بہن کے ساتھ جو کیا اس کے لیے اب تم انجام کے لیے تیار رہو۔ کیونکہ کل جرگہ بیٹھے گا اور اس جرگے میں۔۔۔ میں سردار چوہدری جہانزیب فیصلہ کروں گا۔ اور تم وہاں پر موجود ہوگے۔ ورنہ۔۔۔ تمہاری موجودگی مجھے کیسے کرنی ہے۔ مجھے اچھی طرح پتہ ہے۔ ارے ارے ارے رے سردار چوہدری جہان زیب اتنا بھی کیا کہ آپ کو یہ لگتا ہے کہ میں وہاں نہیں اؤں گا ایسا مت سوچنا میں وہاں ضرور اؤں گا اور تمہاری بہن کو سب کے سامنے وہ نہیں کر کے لے

کے جاؤں گا روک سکو تو روک لینا اب کی بار قران راجپوت نے جہانزیب کو چیلنجنگ انداز میں کہا۔اور میں بھی تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے میں اپنی بہن کے ساتھ قطعی زیادتی نہیں ہونے دوں گا۔آج برسوں بعد دونوں دوست ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے دونوں ہی اپنی جگہ پہ خود کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ڈٹے ہوئے تھے۔اب دیکھنا تھا کہ وقت کس کا ساتھ دیتا ہے برہان راجپوت کا یا چوہدری جہاں زیب کا۔

مس کسویٰ آپ کی آج مسٹر وہاج کے ساتھ میٹنگ ہے۔آپ کو جانا ہو گا۔ میٹنگ ٹائم شام ایک بجے کا ہے۔کومل نے اسے اطلاع دی تھی۔کسویٰ تھوڑی تھوڑی پریشان ہو گئی کیونکہ مسٹر ندیم تو آفس میں انا ہی چھوڑ چکے تھے

سب کچھ وہ مسٹر جہان کے انڈر میں دے چکے تھے اور آج مسٹر جہاں بھی آفس نہیں آئے تھے ایسے میں وہ اپنا فائل ورک کمپلیٹ کر رہی تھی کہ کومل نے آکر اس کو اطلاع دی کہ آج اسے مسٹر وہاج کے ساتھ میٹنگ کے لیے جانا ہے کومل کو تو اس نے کچھ نہیں کہا لیکن وہ خود گہری سوچ میں پڑ گئی۔ کہ جائے یا نہ۔۔۔؟؟ اسے شروع سے ہی اس شخص سے نیگٹو وائبس آتی تھیں اس کا دیکھنے کا انداز اس کو سخت برا لگتا تھا اور اس دن بھی وہ کیسے سر سے لے کر پاؤں تک غلیظ نظروں سے دیکھ رہا تھا کسویٰ کو اس دن کی باتیں اس کا دیکھنے کا انداز یاد آیا تو اس نے بے اختیار جھرجھری لی لیکن وہ ایک کمزور لڑکی نہیں تھی کہ سامنے والے سے ڈر جائے وہ اپنا دفاع کرنا بہت اچھے سے جانتی تھی اس لیے بنا ڈرے اس نے ایک بجے مسٹر وہاج کے ساتھ میٹنگ اٹینڈ کرنا کا فیصلہ کیا۔ اس بات سے انجان کے مسٹر وہاج نے اس کے لیے کیا سوچ رکھا ہے وہ جیسا مکار اور شاطر انسان کبھی بھی کسویٰ کو اکیلا پا کر اسے

بخشنے والا نہیں۔۔۔وہ ضرور اپنا مکروہ ارادہ آج پورا کرنے کا سوچ کر بیٹھا تھا اور پوری پلاننگ کے ساتھ وہ کسویٰ کا انتظار کر رہا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دادو صحیح کہتی ہیں مجھے جینے کا کوئی حق نہیں۔ برہان یہ آپ نے میرے ساتھ کیا کیا۔۔۔؟؟آپ نے مجھے نکاح میں لے لیا اور خود آپ نا جانے کہاں چلے گئے ہیں۔۔۔؟؟ کس کس کو کیا کیا جواب دوں میں ؟؟خود اپنی نظروں میں گر گئی ہوں۔۔۔آج میرے خاندان پے سوال اٹھ رہے ہیں میرے کردار پہ سوال اٹھ رہے ہیں میں نے کوئی گناہ نہیں کیا میں نے نکاح کیا ہے ہاں چپ کر کیا یہ میری بہت بڑی غلطی ہے اور اس غلطی کے لیے میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گی اور شاید اگر اس غلطی کے لیے مجھے خود کو ختم بھی کرنا پڑے تو اب میں کر دوں گی لیکن برہان یاد رکھیے گا میں اپ کو زندگی بھر

معاف نہیں کروں گی۔آپ جہاں بھی ہوں آپ ہمیشہ تڑپیں گے سسکیں گے لیکن آپ کو پری گل کبھی نہیں ملے گی پری گل چوہدراین کے کمرے سے انے کے بعد اپنے کمرے میں بیٹھی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور کو دل سے راہ تھی کہ اسی خیالوں میں ہی برہان سے ہم کلام تھی۔یا شاید دل وقت ایک ملازمہ نے اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔پری گل نے اپنے آنسو پونچھے اور اسے اندر انے کی اجازت دی وہ ملازمہ تھوڑا گھبرائی ہوئی تھی اور ڈرتے جھجکتے اس نے اب ایک موبائل پری گل کی جانب بڑھایا اور اس کو اشارہ کیا کہ اس کو کان کے ساتھ لگائیں اور خود کمرے سے باہر نکل گئی پری گل نے حیرانی سے اس کا آنا اس کو موبائل دینا اس کا واپس جانا نوٹ کیا۔پھر اس نے موبائل کو اپنے کان کے ساتھ لگایا ہیلو۔۔۔۔۔۔۔۔!ہیلو پری گل کیسی ہو؟مقابل کی بھاری مردانہ آواز سنتی پری گل کا دل سینے میں بری طرح دھڑکا۔ایک پل کے لیے اس کے ہاتھ پیر ساکت رہ گئے اسے یقین نہیں آیا اپنی سماعتوں پے کہ اس نے وہی آواز سنی ہے یا اسے گمان ہوا ہے۔۔۔؟؟

کیا ہوا؟پری گل تم خاموش کیوں ہو؟آواز ایک دفعہ پھر آئی ی۔پری گل نے اپنے لب وا کیے کہ وہ بات کر سکے۔لیکن اس کی اواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔پری گل اخر کار تمہارا بھائی مجھ تک پہنچ ہی گیا لیکن ایک بات یاد رکھنا کل جرگے میں تم نے اگر میرا ساتھ نہ دیا تو بھول جانا کہ تم کسی برہان کو جانتی بھی تھی۔برہان کے سخت گیر لہجے پہ ایک پل کو پری گل چونکی یہ وہ برہان نہیں تھا جسے پر گل نے نکاح کیا تھا اس کا لب ولہجہ تو بالکل ہی بدلا ہوا تھا۔

اور اب میری بات غور سے سنو کل تم نے جرگے

میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!!برہان اپنی تمام بات پری گل کے گوش گزار کر کال کاٹ گیا تھا۔اس نے پری گل کو نہیں سنا تھا بس اپنی کہہ کے اپنا حکم سنا کے وہ مطمئین ہو چکا تھا۔اور پری گل ہونقوں کی طرح موبائل کو دیکھتی لب سیے کھڑی ہوئی تھی۔آنسو ایک بار پھر گالوں سے بہہ کر نیچے گرتے

چلے جا رہے تھے تھوڑی دیر بعد وہی ملازمہ اندر آئی اور پری گل کے ہاتھ سے موبائل لیا۔بی بی جی۔۔۔!کسی کو بتانا مت کہ میں نے آپ کی بات کروائی ہے ورنہ مجھے کوئی چھوڑے گا نہیں۔وہ گھبرائے ہوئے کہتی خاموشی سے باہر نکل گئی۔جبکہ پری گل وہیں بیٹھی اپنی قسمت کو رونے لگی۔ایک طرف بھائی کی عزت خاندان کی عزت دوسری طرف شوہر وہ جس نے نکاح میں تو لیا لیکن قبول نہیں کیا۔اور اب جرگے میں وہ اس کو ایسی بات کہنے کو بول رہا تھا پری گل نے جس سے اس کے خاندان کی عزت مزید مٹی میں مل جاتی۔ اپنے آنسو پونچھے اور ایک عزم کے ساتھ اٹھی۔وہ اب مزید اپنی ذات کو تماشا بننے نہیں دے گی اپنے خاندان کی خاطر اپنی جان قربان کرے گی آخر کار ایک فیصلے پہ پہنچتے ہوئے اس نے اپنے قدم کمرے سے باہر رکھے۔

ارم جب سے اس شخص ایم کے سے ملی تھی۔ بے اختیار ہی اسے ہی سوچے چلی جا رہی تھی۔ اور دو تین سے وہ یونیورسٹی بھی نہیں گئی اس کے ہاتھوں اور بازوں پہ جو زخم تھے اس کو بھرنے میں ابھی وقت لگنا تھا تسلیم بیگم نے جب اس کے زخم دیکھے تو وہ بہت روئیں لیکن انہوں نے اپنی بیٹی کی ہمت کی داد دی کہ اس نے ایک مرتے ہوئے انسان کی جان بچائی تھی شیخ صاحب بھی اپنی بیٹی کی اس بہادری سے بہت خوش تھے انہوں نے ہمیشہ کسوہ کو بہادر اور نڈر انداز میں دیکھا تھا اور پہلی بار ارم نے بھی اپنی بہن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمت اور بہادری دکھائی تھی۔ شیخ صاحب ان والدین میں سے نہیں تھے جو اپنی بچیوں کے اوپر بے جا روک ٹوک لگاتے۔ انہوں نے اپنی دونوں بچیوں کو مضبوط بہادر اور نڈر بنایا تھا تاکہ وہ وقت پڑنے پر حالات وواقعات کا مقابلہ کر سکیں۔ ارم کے اندر تھوڑی سی خود اعتمادی کی کمی تھی وہ تھوڑی سی واقعہ ہوئی تھی چھوٹی سی بات کو اپنے دماغ پر حاوی کر لیتی تھی جبکہ ڈرپوک کسویٰ بڑی سی بڑی مشکل کو چٹکیوں میں حل کرنے کی طاقت رکھتی تھی اور

آج پہلی بار ارم نے اپنی نازک جان سے بڑھ کر کام کیا تھا تو گھر والے واقعی اس کے اس عمل سے بہت خوش تھے۔ سب نے اس کی ہمت بڑھائی تھی۔

لیکن یک وہ پیاری سوچ والی معصوم لڑکی اس جلاد صفت انسان کو سوچے جا رہی تھی۔ جس کے بارے میں وہ کچھ بھی نہیں جانتی تھی یہاں تک کہ اس کا اصل نام بھی نہیں جانتی تھی سوا اتنا کہ وہ ایک ایم کے تھا لیکن پھر بھی اس کی انکھیں اس کا چہرہ اس کا چلنے کا انداز اس کے بات کرنے کا انداز۔۔۔ارم کو کچھ بھی نہیں بھول رہا تھا۔ کچھ تو اس میں ایسی خاص بات تھی کہ ارم اس کو یوں بے اختیار سوچے جا رہی تھی اور اس بات کا علم ارم کو بھی نہیں تھا کہ وہ کیوں ایسا کر رہی ہے۔۔۔؟؟ ایم کے۔۔۔ زیر لب دہراتی اس کے چہرے پہ ایک معصوم سی مسکان تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

قصواپورے ٹائم پر مسٹر وہاج کے افس کے باہر کھڑی تھی گھڑی پہ ٹائم دیکھتی ہوئی وہ اپنا بیگ اور موبائل سنبھالتی دروازے پہ ناک کر کے اندر داخل ہوئی۔ سامنے ہی مسٹر وہاج اس کا انتظار کرتے ہوئے پائے گئے۔

السلام علیکم مسٹر وہاج۔۔۔! کسویٰ نے پر اعتماد انداز میں انہیں سلام کیا۔ مسٹر وہاج نے ایک گہری نظر کسویٰ کے دلکش سراپے پہ ڈالی وہ مکمل طور پر خود کو ڈھانپے ہوئے تھی۔ اس کی خوبصورت شال نے اس کے جسم کو مکمل طور پر ڈھانپ رکھا تھا۔ اس دن جو رعنائی اور دلکشی وہ دیکھ چکا تھا۔ آج وہ بالکل نظر نہیں آئی۔ جو کہ وہاج سکندر کو سخت ناگوار گزری۔۔۔۔

اور۔۔۔۔۔۔؟؟

مسٹر وہاج نے ایک گہری نظر کسویٰ کے دلکش سراپے پہ ڈالی وہ مکمل طور پر خود کو ڈھانپے ہوئے تھی۔ اس کی خوبصورت شال نے اس کے جسم کو مکمل

طور پر ڈھانپ رکھا تھا۔اس دن جو رعنائی اور دلکشی وہ دیکھ چکا تھا۔آج وہ بالکل نظر نہیں آئی۔جو کہ وہاج سکندر کو سخت ناگوار گزری۔۔۔۔۔

اور۔۔۔۔۔۔وہ اٹھ کر کسویٰ کے قریب آیا زہے نظیر زہے نصیب۔شکر ہے آپ کا دیدار تو ہوا۔وہاج سکندر نے والہانہ انداز میں کسویٰ کا استقبال کیا کسویٰ نے ایک چبھتی نظر اس شخص پہ ڈالی اور دو قدم غیر ارادی طور پر پیچھے ہوئی۔

آپ کو اس پروجیکٹ پہ کچھ ڈسکس کرنا تھا میرا خیال ہے۔

اور۔۔۔۔۔۔۔؟؟؟ارے ڈسکس بھی ہو جائے گا اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ آئیں بیٹھیں تو سہی کوئی خدمت کا تو موقع دیں۔وہاج سکندر نے بہت میٹھے انداز میں بات کرتے ہوئے چیئر کی طرف اشارہ کیا۔کسویٰ نہ چاہتے ہوئے بھی آگے بڑھ کر ایک چیئر پہ بیٹھی۔مسٹر وہاج سکندر! مجھے دیر ہو رہی ہے جو بھی بات کرنی ہے جلدی کیجیے۔کسویٰ نے بنا کسی تمہید کے بات شروع کی۔وہ جلد از جلد وہاں سے نکلنا چاہتی تھی۔اسے اس شخص کی نظروں سے بہت الجھن ہو رہی تھی اور وہ یہاں آکر اب حقیقت میں پچھتا رہی تھی۔اچھا

ایسا کرتے ہیں۔پہلے یہ بتائیں۔۔۔کیا لیں گیں۔۔؟چائے کافی یا ٹھنڈا؟اب مسٹر وہاج آداب میز بانی نبھانے لگے اور پھر کسویٰ کا جواب سنے بغیر ہی انہوں نے انٹر کام پر دو جوس لانے کے لیے بول دیا۔اچھا اور سنائیں کیا کیا ہو بیز ہیں آپ کی ؟مسٹر وہاج نے بات کا آغاز کیا۔اس وقت دونوں آمنے سامنے بیٹھے ایک دوسرے سے محو گفتگو تھے۔ایکسکیوزمی۔۔۔میں یہاں اپنی ہو بیز بتانے نہیں ائی۔ہم پروجیکٹ ڈسکس کرنے لگے ہیں اور میرا خیال ہے یہ پروجیکٹ مسٹر جہان کے بغیر تو ہم کر نہیں سکتے۔۔۔تو نیکسٹ ٹائم میں ان کے ساتھ آؤں گی پھر اپ سے اس پروجیکٹ پہ بات کروں گی کسویٰ کہتے ہوئے اپنا بیگ اپنے کندھے پہ لٹکاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ارے ایسے کیسے جا رہی ہیں مس کسویٰ۔۔۔آج تو سپیشل میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔اور آپ مسٹر جہان کا نام لے کر کیوں ماحول کو ناخوشگوار بنا رہی ہیں۔ وہاج سکندر نے ماتھے پہ بل ڈالے ہوئے کہا۔کسویٰ کا یوں جہان کا نام لینا وہاج سکندر کو بہت سخت ناگوار گزرا تھا۔مجھے دیر ہو رہی ہے مسٹر وہاج

سکندر! مجھے اب چلنا چاہیے آپ سے دوبارہ ملاقات ہوگی اللہ حافظ۔ کسویٰ اس کی بات پہ بنا توجہ دیتی دروازے کی جانب بڑھی۔ رکیں مس کسویٰ اپ کی بار لہجے میں سختی تھی۔ کسویٰ نے اپنے بڑھتے قدم روکے اور پیچھے پلٹ کر ناگوار نظروں سے وہاج سکندر کو دیکھا۔ جو اپنے مضبوط قدم اٹھاتا کسویٰ کے قریب آیا آپ کو کیا لگتا ہے میں اپ کو ایسے جانے دوں گا۔۔۔۔؟؟ آپ کو بغیر مسٹر جہان کے یہاں بلانے کا مقصد سمجھ نہیں آیا جو آپ اسی طرح منہ اٹھا کے واپس جارہی ہیں۔۔۔۔۔؟؟ کیا مطلب ہے آپ کا کیا کہنا چاہ رہے ہیں آپ؟ کسویٰ نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا جبکہ اس کی چھٹی اسے کچھ غلط ہونے کا اشارہ دے رہی تھی مسٹر وہاج نے اگے بڑھ کر آفس کا دروازہ لاک کیا کسویٰ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئ تم یہاں سے کہیں نہیں جاؤ گے جب تک میں اپنی بات مکمل نہیں کرلیتا۔ آپ سے تم کا تک کا سفر منٹوں میں طے کیا اور ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔

اپنی حد میں رہیں مسٹر وہاج۔۔۔! اگر میرے ساتھ کوئی بھی بد تمیزی کرنے کی کوشش کی۔ تو منہ توڑ دوں گی آپ کا۔ شدتِ غصہ سے کسویٰ کا چہرہ لال سرخ پڑ گیا تھا۔ اچھا۔۔۔؟؟ کیا کر لو گی تم۔۔؟؟ اس بند کمرے میں۔۔ تمہارے اور میرے علاوہ کوئی نہیں۔۔ تو چلا چلا کے اپنا گلہ پھاڑنے سے بہتر ہے۔ چپ چاپ خود کو میرے حوالے کر دو۔ تھوڑا ایک ساتھ ٹائم سپینڈ کریں گے۔ تو پروجیکٹ کے لیے بہت اچھا ہو گا۔ وہاج دروازہ لاک کرتا اب ایک ایک قدم کسویٰ کی جانب بڑھا رہا تھا اس کا انداز اس کا لہجہ بتا رہا تھا۔ کہ آج اس کے ارادے نیک نہیں۔ جب کہ کسویٰ کو یہاں اکیلے آنے پے آج بہت سخت افسوس ہوا۔ شدت سے مسٹر جہان یاد آئے۔ جن کے ہوتے اس نے خود کو محفوظ سمجھا تھا۔۔ آج جب ایک لٹیرا سامنے آیا تو یہ احساس شدت سے جاگا۔ کہ مسٹر جہان محافظوں میں سے تھے۔ جنہوں نے ایک بار اس پے غلط نگاہ نہیں ڈالی۔ مسٹر وہاج نے کسویٰ کی کلائی کو پکڑتے اپنی طرف کھینچنا چاہا کہ اسی لمحے کسویٰ نے پیچھے ہوتے کھینچ کے ایک تھپڑ اس

کے گال پے لگایا۔بے یقینی سے آنکھیں پھاڑے وہ کسویٰ کو دیکھنے لگا۔جس کی آنکھوں میں شدید غصہ اور نفرت ہلکورے لے رہا تھا۔تیری اتنی ہمت۔۔۔؟؟تو وہاج سکندر پے ہاتھ اٹھائے۔۔۔؟؟اب دیکھ۔کیسے تجھے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔۔۔بلکہ۔۔۔ابھی تیری عزت کا تماشا سرِعام لگاؤں گا۔۔کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟؟

ابھی مسٹر وہاج کے الفاظ منہ میں ہی تھے کہ دروازہ زور زور سے بجنے لگا دونوں بری طرح چونکے کسویٰ فوراً سے دروازے کی جانب بڑھی کہ مسٹر وہاج نے اس کی بازو پکڑ کر اسے پیچھے کی طرف دھکا دیا وہ توازن برقرار نہ رکھ سکی اور ٹیبل کے ساتھ ٹکراتی ہوئی بری طرح زمین بوس ہوئی اس کے منہ سے ایک دل خراش چیخ برامد ہوئی۔دروازہ پے جو بھی تھا۔چینخ سنتا اب اور زور سے دروازہ بجانے لگا۔مسٹر وہاج کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا لیکن وہ پھر بھی اپنے اپ پہ قابو رکھتا اگے بڑھ کر دروازہ کھول گیا سامنے ہی مسٹر

جہان کو کھڑے دیکھا تو وہاج سکندر کو بری عمارت اپنے سر پر گرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ ہاتھ پیر پھول گ ئے یہ کہاں سے آ گیا۔ دل میں سوچتے ہوئے وہ دروازے کے اگے ہی ایستادہ رہا تاکہ مسٹر جہان کی نظر کسوئ پر نہ پڑے لیکن مسٹر جہان کی زیرک نظروں سے کسوئ چھپ ہی نہ سکی مسٹر جہان نے زور سے ایک دھکا دیا تو مسٹر وہاج پیچھے کی طرف لڑھکتا ہوا ج گرا۔ جہان اندر کی طرف بڑھا اور کسُو کو نیچے زمین پہ گرا ہوا دیکھا جو کہ اپنا پاؤں لے کر بیٹھی ہوئی تھی۔ چہرہ پے تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔ آنسو کو روکنے کی وجہ سے اس کا چہرہ بہت زیادہ لال ہو چکا تھا جہان نے واپس ایک قہر کی نظر مسٹر وہاج پہ ڈالی۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی کسوئ کو ہاتھ لگانے کی جہان نے غصیلے انداز میں وہاج سے پوچھا۔ مسٹر جہان آپ جیسا سمجھ رہے ہیں ویسا کچھ نہیں آپ چاہیں تو مس کسوئ سے پوچھ سکتے ہیں وہاج نے اپنی پوزیشن کلیر کرنا چاہی۔ لیکن جہان نے اس کی ایک نہ سنی اور بے دردپے اس کے چہرے پہ مکوں کی بارش کر دی وہاج نے خود کا بچاؤ کیا۔ لیکن وہ

جہان کے اگے زیادہ دیر ٹک نہیں پایا اور بے ہوش ہو تا زمین پہ گرا پورا افس اس وقت خالی تھا۔ صرف چند ایک لوگ ہی وہاں موجود تھے جنھوں نے یہ منظر اپنی انکھوں سے دیکھا تھا۔ سیکیورٹی گارڈ اندر آئے انہوں نے مسٹر جہان کو پکڑنے کی کوشش کی تو مسٹر جہان نے ان کو بھی ایک ایک رکھ کے دی۔ تمہارا باس ایک لڑکی کو کمرے میں بلا کر اس کے ساتھ غلط حرکت کرنے کی کوشش کر رہا ہے تم اور اس کو بچانے آئے ہو۔۔۔؟؟ تم لوگ۔۔۔۔؟ انسانیت ہے۔۔۔۔ تم لوگوں کے اندر یا نہیں؟ جہان نے ان کو کھری کھری سنائیں۔ تو وہ بھی چپ ہوتے پیچھے ہٹ گئے۔ کیونکہ مسٹر جہان کون تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔ لیکن اس شخص کی پرسنلٹی ایسی تھی کہ ہر کوئی ہی اس سے دب رہا تھا جہان نے ان کو خاموش پایا تو کسویٰ کی جانب بڑھا جواب لڑ کھڑا کر بمشکل چیئر کا سہارا لیتی ہوئی کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا تو جی چاہا ایک کھینچ کے تھپڑ کسویٰ کے بھی چہرے پہ لگائے لیکن بمشکل وہ خود پہ ضبط کر گیا اور اگے بڑھ کر کسویٰ کی جانب دیکھا۔ چلیں۔۔۔۔۔! یہاں

سے۔۔۔۔ مسٹر جہان نے غصے سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ کسویٰ
نے گالوں پہ آئے ہوئے آنسو کو ہاتھ کی پشت سے صاف کیا اور لڑکھڑاتے
ہوئے اگے بڑھی لیکن پھر سے لڑکھڑا کر گرنے ہی لگی تھی کہ جہاں کی بازو
کو فوراً سے تھاما اور خود کو گرنے سے بچایا۔ مسٹر جہان نے گردن موڑ کر اس
کی جانب دیکھا وہ جو درد برداشت کرتے ہوئے بت ہی مشکل سے چلنے کی
کوشش کر رہی تھی یوں لڑکرا کر گرنے سے پھر سے اپنا کانفیڈنس کھونے
لگی۔ مسٹر جہان نے آگے بڑھ کر اسے اپنی بانہوں میں بھرا۔ کسویٰ اپنا پاؤں
کا درد بھولتی اسے دیکھتی رہ گئی۔ وہ کیسا شخص تھا اسے سمجھ نہ آیا اس نے بنا
کسی کی پرواہ کیے اسے اپنی بانہوں میں اٹھالیا اور پھر وہاں سے بنا کسی کی جانب
دیکھے وہ نکلتا چلا گیا کسویٰ نے شرمندہ سا ہوتے ہوئے اپنا سر جھکاتے ہوئے
اسی کے سینے میں اپنا چہرہ چھپایا۔ باہر لاتے کسویٰ کو گاڑی میں فرینڈ سیٹ پہ
بٹھاتے ہی وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پہ آیا۔ اس وقت وہ انتہا کا غصے میں تھا وہ چاہ
بھی کسویٰ کو کچھ نہیں کہہ پا رہا تھا جبکہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کے

یہاں اکیلے آنے پہ اس کو اچھی خاصی سنائے وہ تو اچانک اسے آفس سے پتہ چلا کہ کسویٰ گھر جانے کی بجائے مسٹر وہاج سکندر کے آفس میں میٹنگ کے لیے گئی ہے تو وہ سارے کام چھوڑ کر اس کے لیے یہاں آیا اور وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اگر وہ وقت پر نہ پہنچتا تو۔۔۔۔۔۔؟؟ یہ لڑکی اپنے لیے کبھی نہیں سوچتی بلکہ یہ لڑکی کچھ بھی سوچ سمجھ کے نہیں کرتی۔۔۔جہان گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بس یہی سوچ رہا تھا۔غصے میں اس کا بس نہیں کر رہا تھا کہ وہ کسویٰ کو دیکھے بھی۔۔۔اور اس کا غصہ دیکھتے ہوئے کسوُ کچھ بولی بھی نہیں یہاں تک کہ اپنے درد کے لیے بھی اس نے مسٹر جہان سے کچھ نہیں کہا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پری گل۔۔۔کیا کر رہی ہو یہ ؟؟تم۔۔؟؟چھوڑو یہ سب۔غزالہ بیگم نے پری گل کو کچن میں چولہے کے پاس دیکھا تو اندر چلی آئی یں۔پری گل کے

ہاتھ میں چھری تھی جو اپنی کلائی کی نس کاٹنے والی تھی اچانک سے غزالہ بیگم نے آکے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے وہ چھری لی اور اسے وہاں سے باہر نکالنے کی کوشش کی جو بہت روئے جا رہی تھی چھوڑ دیں مجھے ماں سائیں جینا نہیں چاہتی سب کی ریشانی کی وجہ میں ہوں مجھے مر جانا چاہیے۔۔۔خدا کے لیے مجھے مار دیں ماں سا۔۔۔۔مجھے مار دیں۔۔۔پری گل روتے ہوئے اپنی ماں کے اگے ہاتھ جوڑے موت کی بھیک مانگ رہی تھی غزالہ بیگم کی انکھوں میں آنسو رواں تھے انہوں نے چھری ایک طرف پھینکتے ہوئے پری گل کو اپنے سینے سے لگایا پری گل روتے ہوئے بکھرتی جا رہی تھی کہ غزالہ بیگم کے لیے اس کو سنبھالنا ناممکن سا ہو رہا تھا بس کر دو پری خدا کا واسطہ ہے مشکلیں مت کھڑی کرو یہ سب کرو گی تو کیا ہو گا بس کر دو ہمارے لیے اور کسی کو فرق نہیں پڑے گا لیکن تمہاری ماں مر جائیں گی مت کرو ایسا۔۔۔۔

غزالہ بیگم نے اس کو اپنے سینے میں بھینچا تو پری گل پہ ماں کی باتوں کا اثر ہوا کہ وہ بھی ماں کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ماں سائیں میں نے

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کچھ غلط نہیں کیا میں قصوروار ہوں لیکن میں گنہگار نہیں ہوں۔۔ میں نے اپنے آپ کی حفاظت کی ہے۔ میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا میں.... نے محبت کی میں نے نکاح کیا۔۔ یہ میرا گناہ ہے تو مجھے آپ ختم کر دیں۔۔۔ لیکن میرے پہ بد چلنی کا الزام نہ لگائیں۔ میں نے کچھ۔۔۔۔ کچھ۔۔۔۔ کچ۔۔۔ھ۔۔۔۔۔؟؟ وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے غزالہ بیگم کی بانہوں میں ہی جھول گ ئی۔ غزالہ بیگم کے اسے یوں بے ہوش ہوتا دیکھ ہاتھ پیر پھول گئے۔ سعدیہ۔۔۔۔ کوئی ہے؟ انہوں نے اپنی دیورانی کو آواز دی۔ ان سے پر ی گل کا وجود سنبھالا نہیں جا رہا تھا۔ نیلو۔۔۔ بسمہ۔۔۔۔ کوئی تو ہے؟؟ اندر اؤ۔۔۔ انہوں نے ملازماؤں کو اوازدی تو ملازم بھاگتی ہوئی اندر آئی۔ پر ی گل کو بے ہوش دیکھا تو وہ بھی پریشان ہوئی ی۔ اٹھاؤ میر ی بچی کو اٹھاؤ۔۔۔ دیکھو۔۔۔ اس کو کیا ہوا ہے؟ پر ی میر ی جان آنکھیں کھولو۔۔ میرے بچے۔۔۔ آنکھیں کھولو؟ تمہار ی ماں ابھی زندہ ہے تمہیں کچھ نہیں ہونے دے گی۔ ادھر دیکھو میر ی طرف۔۔۔۔؟؟ غزالہ بیگم نے اس کا سر اپنی گود

میں رکھا اور وہ روتے ہوئے اسے اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی ایک ملازمہ گلاس میں پانی لے ائی اور پری گل کے منہ پہ پانی کے چھینٹے مارنے لگی لیکن پری گل نے انکھیں نہ کھولیں۔

ارم کا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچا ہوا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس وقت وہ شخص اس کے سامنے آئے اور وہ اسے سبق سکھا دے کتنی دیر ہو گئی تھی اس کو یہاں اکیلے بیٹھے ہوئے لیکن مجال تھا کہ کوئی بھی اس کمرے میں آیا ہو۔۔۔اور لانے والے بھی اسے شاید بھول گئے تھے۔ بار بار گھڑی پہ ٹائم دیکھتی وہ اس شخص ایم کے کا آنے کا انتظار کر رہی تھی اور پھر کچھ ہی دیر میں ایم کے کی اس کمرے میں انٹری ہوئی۔ جہاں پہ ارم کو رکھا گیا تھا اس کے اندر اتے ہی ارم اپنی جگہ پہ بے اختیار کھڑی ہوئی وہ جو سوچ رہی تھی کہ اس ایم

کے کو اچھا خاصا سبق سکھائے گی اس کے سامنے آتے ہی ارم خاموشی سے اسے دیکھتی سب کچھ بھول گئی سب کچھ فراموش کر گئی۔ ایم کے بالکل اس کے سامنے آن کھڑا ہوا اس وقت دونوں ایک دوسرے کی انکھوں میں انکھیں ڈالے کھڑے ہوئے تھے ارم کا دل اپنی سپیڈ پکڑ چکا تھا جبکہ ایم کے کو میں اپنے انکل کے قاتل کا پتہ لگ سکتا تھا اور وہ اسے اسی نظر اس کے روپ سے دیکھ رہا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے آج ارم کو یونیورسٹی سے جاتے ہی اپنے ادمی بھیج کے اٹھوالیا تھا اور اب وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔

یہ کیا طریقہ ہے۔۔؟ آپ کے آدمی۔۔۔ ہیں یا افلاطون۔۔؟ پلک جھپکتے مجھے یہاں اٹھالائے ہیں۔۔۔؟؟ ارم کو بے انتہا غصہ تھا۔ آج وہ اتنے دنوں بعد یونی آئی تھی۔ اور راستے میں ہی ایم کے آدمی اسے اپنے ساتھ لے گئے۔۔ آپ کے منہ میں زبان نہیں۔۔؟؟ ارم کو اسکی خاموشی کھلی۔ جو اب تک بنا ایک لفظ بولے مسلسل اسے سر سے پاؤں تک دیکھے جا رہا تھا۔

ارم کو اس کی کالی آنکھوں سے خوف محسوس ہوا۔ لیکن پھر بھی ہمت کرتے سوال پے سوال پوچھے جا رہی تھی۔ اس نے کسی شخص کو اشارہ کیا تو وہ سامنے آیا۔ یہ پینٹر ہے۔۔ تم اسے۔۔ اُس شخص کا حلیہ بتاؤ گی۔۔ جس نے میرے انکل کو موت کے منہ میں پہنچا دیا۔۔۔ ایم کے کا لہجہ سخت ہوا۔ ارم نے ماتھے پے ہاتھ مارا۔ اس سب سے کیا ہو گا۔۔۔؟؟ یہ نہیں کہ۔۔۔ شکر کریں۔ کہ۔۔ اللہ نے آپ کے انکل کی جان بچائی۔ سجدے میں گر کے اللہ کا شکر ادا جو اللہ کو سخت کریں۔ لیکن نہ جی۔۔ پھر سے وہی غرور وہی تکبر۔۔۔؟؟ ناپسند ہے۔۔ آپ۔۔۔؟؟ اپنی بکواس بند کرو۔۔۔ ایم کے غصہ سے اپنی جگہ سے دو قدم اسکے قریب ہوا۔ تو ارم کی زبان کو فوراً سے بریک لگا۔ اگر صحیح سلامت گھر واپس جانا چاہتی ہو۔۔ تو چپ چاپ انہیں اسکیچ بنواؤ۔۔۔؟؟؟ سمجھی تم۔۔۔! ارم نے جھٹ سے سر اثبات میں ہلایا۔ اور ہاں۔۔۔؟؟ وہ جو چلنے لگی تھی اس کی بات پے رکی۔ آئندہ لیکچر مت دینا۔۔۔ کیونکہ مجھے۔۔

فضول میں بولنے والے اور لیکچر دینے والے زہر لگتے ہیں۔اس کے چہرے پے ناگواری صاف جھلک رہی تھی ارم نے چپ رہنے میں ہی عافیت جانی۔

یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔۔۔؟؟پری گل۔۔۔؟؟ماں۔۔؟؟ہاسپٹل لے جانے کی بجائے گھر میں قریبی ہیلتھ روکر کو بلوایا۔اور پری گل کا چیک اپ کروایااور جو اس نے اطلاع دی۔اسے سن سب پے پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

کیا بات ہے۔۔۔؟؟کیا اسکیچ بنوایا ہے ارم تم نے۔۔۔!اس پینٹر کو حلیہ سمجھا کے اب وہ شکر کرتی بنا اسکیچ دیکھے دل ہی دل میں خود کو داد دے رہی تھی۔

میم۔۔۔لک۔۔۔۔!اس پینٹر نے اسکیچ اس کے سامنے کیا تو ارم کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔۔اپنے سر پے زور کا ہاتھ مارا۔جب کہ پینٹر مسکرا رہا

تھا۔آپ کی میموری کمال کی ہے میم۔۔۔! وہ تعریف کیے بنا نہ رہ سکا۔ان کی باتیں سنتا کافی کا مگ ایک طرف رکھتا۔ان کی جانب بڑھا تھا۔بن گیا اسکیچ۔۔۔؟؟ بھاری مردانہ پواز سنتی ارم گھبرا کے اسکی جانب مڑی جو اس کے بالکل سرپے ہی کھڑا تھا۔ارم فوراً سے اس اسکیچ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔کہ اسکیچ چھپ سا گیا۔پینٹر بھی بالکل سنجیدہ ہو گیا۔ایم کے کے سامنے تو ویسے بھی کسی کی نظریں نہ اٹھتی تھیں تھیں۔وہ۔۔۔وہ نہیں۔۔ ابھی۔۔۔نہیں بنا۔۔۔! ارم گھبراہٹ کے مارے ماتھے سے پسینہ صاف ایک نظر ارم کو دیکھا اور پھر اسے کرتے نظریں چراتے بولی۔ایم کے نے پیچھے کھڑے پینٹر کے ہاتھ سے اسکیچ لینا چاہا۔کہ ارم نے اسکے ہاتھ پے ہاتھ رکھا پلیز۔۔ابھی نہیں مکمل ہوا۔یہ بے اختیاری میں ہی ہوا تھا۔ایم کے نے گہری اور ناگوار نظروں سے ارم اور پھر سے اسکے ہاتھ۔کیجانب دیکھا۔ارم نے جھٹ سے اپنا نازک ہاتھ اسکے مردانہ مضبوط ہاتھ سے پیچھے ہٹا لیا۔اس وقت گھبراہٹ کے مارے ارم کا برا حال تھا۔اسکیچ ایم کے کے ہاتھ میں آچکا تھا۔

جسے دیکھ وہ یکدم شاک میں چلا گیا۔ارم نے رخ پھیرتے اپنا حلق تر کیا۔ارم گ ئی تو کام سے۔۔۔۔! دھڑکتے دل سے وہ ایم کے کے ری ایکشن کا سوچ کے ہلکان ہو رہی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آپ سے اس بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔ مس کسویٰ۔۔۔؟؟اسکے گھر کے باہر گاڑی روکتا وہ اب کی بار غصہ سے بولا۔بے اختیار کسویٰ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔وہ کمزور لڑکی ہر گز نہ تھی۔ لیکن ان دنوں وہ بہت حساس ہو رہی تھی۔اسی وجہ سے مسٹر جہان کی بات پے وہ خاموش ہی رہی۔وہ اسے ہاسپٹل سے بینڈیج کروا کے گھر لایا تھا۔ تھینکس۔۔۔۔ مسٹر جہان۔۔۔! وہ پھر بھی اس کا شکریہ ادا کرتی گاڑی کا دروازہ کھولتی نیچے اتری تھی۔درد ابھی بھی برقرار تھا۔لیکن وہ ہمت کرتی گھر کا گیٹ عبور کر گ ئی۔بے اختیار نظر

اپنے سے ھوڑا دور کھڑے ایک شخص پے جا ٹھہری۔جو مسٹر جہان کو کھا جان والی نظروں سے گھور رہا تھا۔مسٹر جہان نے اسے نظرانداز کیا اور گاڑی اسٹارٹ کرتے روڈ پے ڈالی۔جب کہ وہاج سکندر کا وہ اب بھی اچھے سے بندوبست کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

ـــــــــــــــــــــــ

یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔۔۔؟؟پری گل۔۔۔؟؟ماں۔۔؟؟ہاسپٹل لے جانے کی بجائے گھر میں قریبی ہیلتھ ورکر کو بلوایا۔اور پری گل کا چیک اپ کروایا اور جو اس نے اطلاع دی۔اسے سن سب پے پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

کمرے کے باہر کھڑے چوہدری جہانزیب نے بھی پورے ہوش و حواس میں یہ الفاظ سنے تھے۔اور کرب سے آنکھیں میچ لی تھیں۔پری۔۔۔؟؟

کیوں۔۔؟؟؟کیوں۔۔؟؟کیاایسا۔۔؟؟کیوں ہماری عزت کا خیال نہ کیا۔۔۔؟؟دل ہی دل میں وہ بہن سے مخاطب تھا۔اب تک وہ سب سے لڑ رہا تھا۔اکیلے ہی سب پے بھاری پڑ رہا تھا۔لیکن اس ایک بات نے اسے توڑ کے رکھ دیا تھا۔وہ اندر ہی اندر بکھرنے لگا تھا۔چوہدری۔۔۔جی۔۔؟؟اپنے عقب سے جسین کی آواز سنتا وہ چونکا۔اور خود پے کنڑول کرتا سنجیدہ انداز میں اسے دیکھا۔ جسمین نے اپنی آنکھوں یں آئے آنسو صاف کیے۔اور محبت بھری نظر چوہدری جہانزیب پے ڈالی۔پری گل کا ساتھ مت چھوڑیے گا۔۔۔وہ آپ کے سہارے ہی جی رہی ہے۔اس کا سہارا مت چھینیے گا۔

جسین کی بات پے چوہدری جہانزیب نے اسے قہر کی نظر سے دیکھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔جب کہ جسمین نے اپنی آنکھوں کے نم گوشے صاف کیے۔اور دھیما سا مسکائی۔اسکی یہ مسکراہٹ بہت پر اسرار تھی۔

ــــــــــــــــــــــ

مسلسل ادھر سے ادھر چکر کاٹتا وہ فون پے کسی خاص کال کا انتظار کر رہا تھا۔

جیسے ہی بیل بجی۔اس نے بے چینی سے کال رسیو کی۔آپ کا کام ہو گیا۔

جس خبر کو وہ سننا چاہتا تھا وہی خبر اسے سننے کو ملی تھی۔وہ ٹھیک ہے

ناں۔۔؟؟دل کے نہاں کونے میں اس لڑکی کی محبت نے اپنا اثر دکھاہی دیا

تھا۔وہ سب بدلے کے لیے کر رہا تھا۔اور اپنے انتقام میں وہ اس معصوم

لڑکی کے دل سے بھی کھیل گیا تھا۔یہ تک نہیں جانتا تھا کہ آنے والے وقت

میں وہ معصوم لڑکی اسے ناکوں چنے چبوانے والی تھی۔

جی سرکار۔۔۔!اگلا جواب سنتا وہ مطمئن ہوا تھا۔اور کال کاٹ گیا تھا۔

چہرے پے فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔اب آئے گا مزہ چوہدری جہانزیب۔۔۔

دیکھتا ہوں۔۔کیسے بھی پنچائیت میں تم۔۔اپنی عزت کو بچاتے

ہو۔۔؟؟؟ایک سرور ایک فخر اور ایک نفرت تھی برہان راجپوت کی آنکھوں میں۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

واٹ دا ہیل از دس۔۔۔؟اسکیچ دیکھ ایم کے کا پارہ ساتویں آسمان پے جا پہنچا۔غصہ سے پینٹر کو دیکھا سر میرا قصور نہیں۔۔۔یہ انہوں نے ہی بنوایا ہے۔وہ پینٹر اپنی جان بچاتا فوراً بولا۔ایم کے نے اسے وہاں سے نجانے کا اشارہ کیا۔اور اس لڑکی کی جانب دیکھا۔جو ابھی بھی رخ موڑے کھڑی تھی۔کمرے میں اب ان دونوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ایمکے نے اسکے سامنے جاتے اسیچ اس کی آنکھوں کے آگے لہرایا۔یہ۔۔۔؟؟کیا ہے۔۔؟؟مس شیخ۔۔؟؟ایک ایک لفظ چبا کے پوچھتا وہ ارم کا سانس خشک کر رہا تھا۔لیکن اس کے مس شیخ کہنے پے وہ بری طرح چونکتے ہوئے اپنی بھاری پلکیں اٹھائے

سامنے کھڑے خوبرو مرد کو دیکھنے لگی۔ایم کے۔۔۔اس ایک نظر میں اپنا آپ سب کچھ بھولتا محسوس کرنے لگا۔آپ۔۔؟؟آپ۔۔۔مجھے جانتے ہیں۔۔؟؟حیرت سے اپنی طرف اشارہ کرتے پوچھا۔ایم کے نے نظریں ہوخود کو۔؟؟جانتی پھیرتے غصہ سے اس اسکیچ کی جانب دیکھا۔تم سمجھتی کیا نہیں۔۔کس سے پنگا لے رہی ہو۔۔؟؟ایم کے غصہ سے پھنکارا۔جانتی ہوں۔۔آپ کوئی گینگسٹر ہوں گے۔۔جتنا پروٹوکول آپ کو ملا ہوا ہے۔۔ یہی ہو سکتا ہے۔ارم نے بھی دوبدو جواب دیا۔اس جواب پے ایم کے سلگ ہی اٹھا۔اپنی زبان کو قابو میں رکھو لڑکی۔۔۔ورنہ۔۔۔؟ایم کے کا بس نہیں چل رہا تھا۔کہ سامنے کھڑی اس چھٹانک بھر کی لڑکی کو اچھا سا سبق سکھائے دوبارہ وہ اسکے سامنے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے نہ کھڑی ہو۔مجھے۔۔۔۔ نہیں۔۔پتہ۔۔کون شخص تھا وہ۔۔۔؟؟میں کیسے بنوادوں اسکا اسکیچ۔۔؟؟ جب۔۔چہرہ ہی نہیں دیکھا۔ارم منمناتے ہوئے بولی۔اس لمحے اسے سامنے کھڑے شخص کی کالی خونخوار آنکھوں سے سچ میں خوف محسوس ہوا تھا۔مجھے

گھر جانا ہے۔ارم کا لہجہ روندھ گیا۔اسی لمحے اس کے ایک ملازم نے اسے کسی کے آنے کی اطلاع دی۔اور یہ بھی کہ وہ ایمکے سے ملنا چاہتی ہیں ابھی اسی بھیج دو۔ایم کے گہرا سانس بھرتا بہت زیادہ سنجیدہ ہو وقت۔ٹھیک ہے اندر گیا۔ارم بس اسے دیکھتی رہ گ ئی۔وہ پوچھ نہ سکی کہ وہ جائے یا رکے۔۔۔؟؟ تبھی ایک لیڈی بلیک ڈریس میں ہیل کی ٹک ٹک کے ساتھ اندر داخل ہوئی یں۔وہ بہت خوبصورت تھیں۔سرخ و سپید رنگت والی۔ جن کا چہرہ کافی حد تک ایم کے سے ملتا جلتا تھا۔لیکن ان کے چہرے پے غضب ناک سنجیدگی اور کر ختگی چھائی تھی۔وہ سیدھا ایم کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔اجب کہ ایم کے سپاٹ چہرہ لیے پینٹ کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالے مطمین کھڑا تھا۔کس مٹی کے بنے ہو تم۔۔؟زرا خیال نہیں مما بابا کا۔۔؟؟ کوئی احساس نہیں۔۔؟اتنا پتھر دل کوئی کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔؟؟وہ لیڈی غصہ سے بولیں تھیں۔جو شاید ایم کے سے چار پانچ سال بڑی تھیں۔لیکن دیکھنے میں چھوٹی ہی لگ رہی تھیں۔ایم کے نے ناک سے مکھی اڑائی۔میں تم

سے بات کر رہی ہوں۔۔خان۔۔۔۔!اب کی بار وہ غصہ سے بولیں۔سن رہا بولیں بہرہ نہیں ہوں۔کان کھجاتا وہ ماتھے پے دوبل ہوں۔آہستہ آواز میں ڈالے بولا تھا۔وو تو بس حیرانی سے ان کی گفتگو سن رہی تھی۔تو جواب کیوں نہیں دیتے۔۔۔؟؟کیا سننا چاہتی ہیں۔۔؟اسی کے انداز میں ایم کے نے بات کی۔گھر کب جاؤ گے۔۔؟اب کی باز دانت چاہتے ہوئے پوچھا جب موڈ ہوا تو چلا جاؤں گا۔آپ کو ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے۔کہتے ساتھ ہی ارن کی جانب ایک نگاہ کی جو وہاں کھڑی مزے سے ان کی باتیں سن رہی تھی ایم کے کو یک دم اس کے اوپر غصہ آیا۔تم یہاں ابھی تک کھڑی کیا کر رہی ہو؟ جاؤ یہاں سے۔۔۔۔!ایم کے نے اپنا غصہ اس بیچاری معصوم پہ اتارا۔تو بری طرح ہڑ بڑھا گئی اور ایک نظر ان دونوں کو دیکھتی باہر کی جانب قدم بڑھائے۔رکو۔۔۔!اس لیڈی نے پلٹ کر ارم کو پکارا تو ارم انہی قدموں پہ رکی۔ایم کے نے منہ بناتے ہوئے رخ موڑا۔وہ نہیں چاہتا تھا۔ارم ان کی نظر میں آئے۔کون ہو تم اور کیا کر رہی تھی؟ارم کو اس لیڈی نے مشکوک

نظروں سے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ارم نے ایک نظر گھبرا کر ایم کے کی
جانب دیکھا اور پھر اس لیڈی کی طرف۔وہ۔۔۔میں۔۔۔میں۔۔۔۔؟؟
ارم کچھ بول ہی نہ پائی۔خان۔۔۔۔ن؟کون ہے یہ لڑکی۔۔؟؟اب کی بار
اس لیڈی نے ماتھے پہ بل ڈالے ہوئے ایم کے کی طرف دیکھتے ہوئے
دریافت کیا۔آپ کو اس سے کوئی کنسرن نہیں ہونا چاہیے یہ یہاں کون آتا
ہے کون جاتا ہے۔۔۔۔سو معاملات ہیں میرے۔۔۔جنھیں میں ڈیل کرتا
ہوں تو بہتر ہو گا آپ ان معاملات میں نہ پڑیں۔آپ کی بات میں نے سن لی
ہے۔جب مجھے وقت ملا تو میں گھر آ جاؤں گا اب پپ جائیں یہاں سے۔ایم
کے نے درشتگی کے ساتھ بولتے ہوئے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔لیکن
جاتے جاتے دروازے کے پاس رکا۔اور تم ایک نظر رک کے ارم کی طرف
دیکھا۔ابھی تو گر جانے کے لیے مری جا رہی تھی۔اب جب کہہ رہا ہوں۔۔
جاؤ۔۔تو یہاں کھڑی ہو کر تماشا دیکھ رہی ہو۔؟انتہائی غصہ سے وہ طنز کر
گیا۔وہ جو اس کی پکار پے ایک لمحے کو سہمی تھی اگلے پل ماتھے پے بل ڈالے

اسے گھورا۔مجھے کوئی شوق نہیں۔یہاں رکنے کا۔۔۔آپ ہی کے آدمی
زبردستی لے کے آئے مجھے یہاں۔۔!جارہی ہوں۔۔اور ہاں۔۔جاتے
جاتے ارم مڑی تھی۔آئندہ مجھ سے دور رہیے گا۔اور اپنے آدمیوں سے
بھی کہہ دیں۔میرا پیچھا کرنا بند کردیں۔ورنہ پولیس کمپلین کردوں گی۔ارم
بہت بہادری سے بولتی فوراً وہاں سے نکلی۔اس نے ایم کے کا جوب سنانا
ضروری نہ سمجھا۔اسکا کیا جواب ہوناتھا۔وہ جانتی تھی اسلیے فوراً بھاگنے کی۔
ایم کے پیچ وتاب کھاتا رہ گیا۔تمہیں تو میں چھوڑوں گا نہیں۔۔۔مٹھیاں
بھینچتے وہ سامنے کھڑی ہستی کو مسکراتا دیکھ مزید آگ بگولا ہوا۔آپ کو کچھ
اور کہنا ہے۔۔؟؟عندلیب دھیرے سے چلتی اسکے پاس آئی۔پاگل۔۔۔؟
کس بات کی سزا دے رہے ہو۔۔؟خود کو۔۔۔؟؟مما بابا کو۔۔؟کتنا ترس
دیکھنے کے لیے۔۔۔عندلیب دکھ اور یاسیت سے بولی۔یہ رہیں ہیں وہ تمہیں
تڑپ از نگی بھر ہمارا مقدر رہے گی۔ایم کے نے رخ بدلا اسکی آنکھوں میں
سرخی جھلکی تھی۔جو اسکی تکلیف کا صاف پتہ دے رہی تھی۔یو نو۔۔مصطفیٰ

خان۔۔! میں ہر بار۔۔یہ سوچ کے آتی ہوں۔شاید۔اللہ نے تمہارا پتھر دل موم کر دیا ہو۔۔۔ لیکن۔۔ہر بار۔۔مجھے تم پہلے سے بی زیادہ بے حس ور پتھر دل انسان لگتے ہو۔جب اتنی اچھی طرح مجھے جانتی ہیں۔تو۔۔کیوں رپھوڑن آجاتی ہیں۔۔؟وہ بھی تڑخ کے بولا۔اپنے ماں باپ کے آنسو۔۔۔؟؟دیکھ رہا نہیں جاتا۔۔۔عندیب کا لہجہ روندھ گیا۔لیکن جلد ہی خود پے قابو پالیا۔لیکن تم بھی پکے ڈھیٹ انسان ہو۔۔۔!دنات کچکچاتے کہا۔آج تک اپنی لائی ف میں تم جیسا ڈھیٹ انسان نہیں دیکھا میں نے۔۔۔۔۔!کیوں۔۔؟؟مجتبیٰ بھائی کا دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔۔؟وہ جو ہاہت جا رہی تھی۔اس کے جواب پے وہ غصہ سے پلٹی۔مجتبیٰ کے بارے میں کچھ نہیں کہنا۔۔۔ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔وہ تو وسے بھی نہیں ہے۔۔۔ایم کے کو ہمیشہ سے عندلیب کو ستاتے مزہ آتا تھا۔وہ سگی اکلوتی بہن تھی جو اس سے پانچ سال بڑی تھی۔ لیکن دونوں کی باؤنڈنگ ایسی تھی کہ کسی کو محسوس ہی نہ ہوتا کہ وہ کوئی الگ الگ یا سوتیلے ہیں۔۔۔جی ہاں۔۔دونوں سوتیلے بہن بھائی تھے۔لیکن

جان چھڑتے تھے ایک دوسرے پے۔وقت کی ستم ظریفی۔۔اور یہ راز کھل گیا۔کہ مصطفیٰ خان ندیم خان کا سگھا بیٹا نہیں۔۔۔اس کے بعد سے وہ وہاں سے ایسا نکلا کے پلٹ کے واپس نہ گیا۔اور یہاں اپنے انکل کے گھر رہنے لگا۔چلیں۔۔۔؟ن یا مزید عزت کروانی ہے؟اچانک سے مجتبیٰ کی آواز سنتا ایم کے چونکا۔

Zubi Novels Zone

بابا امی کدھر ہیں۔۔؟؟نظر نہیں آرہیں۔۔؟مجھے لگا روم میں ہوں گیں۔ لیکن وہ تو کہیں نہیں ہیں۔۔کسوہ کی پریشان کن آواز پہ شیخ صاحب چونکے۔ ہاں بیٹا۔۔!وہ تمہارے ماموں کی طرف گئی ہیں۔۔بینا۔۔۔نے بہت برا کیا۔۔۔بھاگنے کی کوشش کی۔۔تمہارے ماموں بہت اپ سیٹ ہیں۔۔۔بینا نے دھمکی دی ہے۔اگر اس کی بات نہ مانی گئی۔۔تو وہ یا تو بھاگ جائے

گی۔۔۔یا زہر کھالے گی۔۔کسویٰ کو سن کے بہت افسوس ہوا۔میں نے پہلے کہا تھا۔ماموں کو اسکی بات مان لینی چاہیے۔۔۔عزت کے ساتھ رخصت کر دیں۔ہمم۔۔۔۔۔۔شاید اب یہ ہی فیصلہ ہو۔۔۔بیٹ۔۔کسویٰ ایک بات کہنی تھی بیٹا۔۔کوئی شخص چھوڑنے آرہا ہے آپ کو دو دن سے۔۔؟ان کا سوال اچانک ہوا تھا۔کسویٰ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا۔

۔۔۔۔۔۔۔

ZNZ Zubi Novels Zone

بولو سردار۔۔۔چوہدری۔جہانزیب۔۔!کہاں ہے وہ شخص۔۔؟ؕ جس نے تمہاری بہن سے نکاح کیا۔۔۔؟؟چوہدری فراست جرگے میں اونچی آواز میں للکارا تھا۔چوہدری جہانزیب نے لب بھینچے۔کل تک اس کا ارادہ اور تھا۔ لیکن جب سے اسے پری گل کے ماں بننے کی خبر ملی تھی۔اب اسکے ہاتھ میں کچھ نہ بچا تھا کہ وہ پری گل اپنی بہن کو خود سنگسار کر دے۔پری گل پر دے

ک اوٹ میں روتی گھر سے منسلک مردان خانے کی تمام کاردوائی دیکھے جا رہی تھی۔ حویلی کی باقی عورتیں بھی وہاں موجود تھی۔ غزالہ بیگم کل تک بیٹی کا سایہ بن ہوئی تھی۔ آج اسکی شکل تک دیکھنے کو روادار نہ تھیں۔ ٹھیک ہے۔۔ جس طرح باقی گاؤں والوں کے فیصلہ ہوتے ہیں۔ انصاف پے مبنی۔۔ آج۔۔ چوہدریوں کی اپنی بیٹی کا بھی فیصلہ وہی ہو گا۔ اور میرا فیصلہ یہ ہے۔ کہ۔۔۔۔

ZNZ Zubi Novels Zone

ٹھیک ہے۔۔ جس طرح باقی گاؤں والوں کے فیصلہ ہوتے ہیں۔ انصاف پے مبنی۔۔ آج۔۔ چوہدریوں کی اپنی بیٹی کا بھی فیصلہ وہی ہو گا۔ اور میرا فیصلہ یہ ہے۔ کہ۔۔۔۔

رک جائیں چوہدری جہانزیب۔۔۔۔! اچانک سے مردان خانے میں برہان راجپوت کی آمد پے سبھی کی نظریں اس جانب اٹھیں۔پری گل تو برہان کو اپنی بھرپور مردانہ وجاہت کے ساتھ وہاں دیکھ سانس روکے کھڑی رہ گئی۔ چوہدری فراست نے دانت پے دانت رکھے کچکچائے۔ برہان راجپوت کا اچانک وہاں آنا چوہدری فراست کے لیے ایک خوش آئند بات ہر گز نہ تھی۔ سبھی جانتے تھے ایک وقت تھا جب برہان راجپوت چوہری جاہنزیب کا بہت ہی قریبی دوست اور ہم راز رہ چکا تھا۔ لیکن کچھ سالوں نے ان کی دوستی کو گرہن لگا دیا اور وہ گرہن لگانے والے بھی ان کے اپنے تھے۔اور وہ دونوں دوست ایک سازش کا شکار ہوئے ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تھے۔ کون ہو تم۔۔۔اور کیوں آئے ہو یہاں؟ چوہدری فراست نے غصے سے پوچھا۔حالانکہ سبھی جانتے تھے کہ برہان راجپوت کون ہے اور اس سوال کی کوئی گنجائش نہیں بنتی تھی۔ چوہدری فراست! میں تمہیں تمہارے کسی سوال کا جواب دہ نہیں ہوں۔اس لیے تم ایک طرف ہو

جاؤمیں یہاں کے سردار چوہدری جہانزیب سے بات کرنے آیاہوں۔ برہان راجپوت نے جس انداز سے چوہدری فراست سے کہا۔چوہدری فراست اوراس کے آدمی یہاں تک کہ ان کا بیٹا دلاور بھی غصے سے پیچ وتاب کھاتے رہ گئے۔اب چوہدری جاہنزیب اور برہان راجپوت آمنے سامنے کھڑے تھے۔کیا کہنا چاہتے ہو تم؟چوہدری جہانزیب نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا جبکہ اس وقت اس کا دل یہی چاہ رہا تھا کہ وہ برہان راجپوت کو جان سے مار ڈالے جس نے اس سے دشمنی نبھانے کی خاطر اس کی بہن کو استعمال کیا بلکہ ایک ایسے مقام پہ لاکر کھڑا کردیا جہاں پے وہ اپنی بہن کو صرف سزا دینے کا فیصلہ ہی سنا سکتا تھا۔چوہدری جہانزیب پری گل بنت مرتسم چوہدری میری منکوحہ ہے۔میں نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہے اور میں اسے یہاں سے لے جانے آیا ہوں۔برہان راجپوت کے الفاظ نے وہاں موجود سب کے اوپر بم پھوڑا۔جب کہ چوہدر جہنزیب ممین کھڑا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔اور چوہدری فراست کا بس نہیں چلا کہ وہ

برہان راجپوت کی گردن تن سے جدا کر دے تمہاری جرات کیسے ہوئی
میری منگ کے بارے میں یہ سب کچھ بولنے کی؟ چوہدری دلاور آگے بڑھ
کے برہان راجپوت کے گریبان تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن برہان
راجپوت کے گارڈ نے اسے ایک زوردار جھٹکا دیا کہ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑایا
اپنے ہوش وحواس میں رہو چوہدری دلاور تمہاری منگ تو اب وہ رہی نہیں
اب تو وہ میری بیوی ہے میرے نکاح میں ہے تم تو کیا دنیا کی کوئی طاقت بھی
اسے مجھ سے الگ نہیں کر سکتی۔۔۔۔ جھوٹ بول رہے ہو تم کوئی نکاح نہیں
ہوا۔۔۔ تم صرف اور صرف ایک ڈرامہ کرنے یہاں پہ آئے ہو چار سال
پہلے تم نے ایک ڈرامہ کیا تھا اور اب بھی۔۔۔۔ تم۔۔۔۔ آج ایک ڈرامہ ہی
کرنے آئے ہو۔ جب کہ چوہدری فراست نے اسے باتوں میں الجھایا تو برہان
راجپوت کے چہرے پہ ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی. کیا کہنا چاہتے ہیں
آپ۔۔؟؟ کھل کے کہیں مزہ نہیں آرہا۔۔۔؟؟ برہان نے کان کھجاتے
مصنوعی حیرانی سے کہا۔ معاف کیجیے گا چوہدری صاحب کوئی بھی فیصلہ

کرنے سے پہلے ایک بار میری بات سن لیں۔اچانک سے اک شخص وہاں سر جھکائے پہنچا۔تو سبھی کی نظریں اس جانب اٹھیں۔وہ کون تھا۔۔؟؟

مسٹر جہان۔۔۔! وہ اسکے آفس میں آتی اسے پکارا اٹھی۔جہان نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔آج وہ پنک فراک میں سادہ لوح سی جہان کے فل کو بھا گئی۔جی جان۔۔۔! دل ہی دل میں جواب دیا۔جو بے اختیاری تھا۔اور جہان خود نہیں جانتا تھا۔کہ یہ لڑکی کیوں اسکے لیے اہم ہوتی جا رہی ہے۔۔؟؟یس۔۔۔؟؟ سنجیدگی سے فائل پے دوبارہ نظریں مرکوز کیں۔ مجھے لیو چاہیے۔۔کسویٰ کی بات پے جہان کے ماتھے پے بل پڑے۔ کیوں۔۔؟؟شادی ہے۔۔۔! مختصر آ کہا۔جہان کا دل ڈوب کے ابھرا۔ایک پل کو پورا جسم کانپا تھا۔کیا وہ۔۔۔؟انگیجڈ ہے؟یہ ایک ایسا سوال تھا جس ن

جہان کے فل کی دنیا کو ہلا کے رکھ دیا۔ کانگریٹس مس کسویٰ۔ بمشکل دل ی حات کو نظرانداز کرتا وہ بولا۔ تھینکس۔۔۔! کسویٰ ان نا سمجھی سے کہا۔ مجھے صرف دو دن کی ہی چھٹی چاہیے۔ بس۔۔۔! آج مہندی ہے۔ کل بارات اور پرسوں ریسپشن۔۔۔! آپ نے سٹاف میں سے نہیں کسی کو انوائٹ کیا؟ سرسری لہجہ تھا۔ کیوں۔۔۔؟؟ کیا کرنا چاہیے؟ کسویٰ نے حیرانی سے پوچھا۔ نہیں۔۔ جیسے آپ کی مرضی۔ جہان واپس اپنے کام میں بزی ہو گیا۔ کسوہٰ نے حیرانی سے اس شخص کو دیکھا۔ کچھ اور بھی کہنا ہے۔۔۔؟؟ کسویٰ کو وہیں جماد یکھ وہ بلآخر غصہ سے بولا۔ آپ آنا چاہیں۔۔ تو آ سکتے ہیں۔ کسویٰ کو لگا اسے انوائیٹ کر ہی دوں۔ نو تھینکنس۔۔۔ آپ جا سکتی ہیں۔ غصہ سے نظریں لیپ ٹاپ پے گاڑھیں۔ تو کسویٰ نے ایک سخت گھوری سے اسے نوازا۔ اینگری ینگ مین۔۔۔ ایڈیٹ۔۔۔! پاؤں پٹختی وہ وہاں سے باہر نکل گ ئی۔ جب کہ جہان کا دل اب کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا۔ اپنی کیفیت وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ جہان۔۔۔! بی پریکٹیکل۔۔ جس مقصد

کے لیے یہاں آئے ہو۔۔اس پے کانسنٹریٹ کرو۔۔۔!خود کو باور کروایا۔
لیکن پھر بھی اسکا دماغ کام نہ کر سکا۔لیپ ٹاپ بند کرتا وہ چئیر کے ساتھ
ٹیک لگاتے آنکھیں موند گیا۔

سن بے خبرا

دل بے صبرا

ہائے کیڑے کیڑے خواب سجا بیٹھا

آساں رو کیا وی نئی

کج سوچیا وی نہی۔۔۔

Zubi Novels Zone

کتھے جاواں گے جے دل تو دکھا بیٹھا۔۔۔

بس اے ہو غلطی ہو گ ئی

تھوڑی جی جلدی ہو گ ئی۔

جو حالت دل دی ہو گ ئی ہائے میں کی کراں۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مصطفی خان ندیم خان کا سگھا بیٹا نہیں۔۔۔اس کے بعد سے وہ وہاں سے ایسا نکلا کے پلٹ کے واپس نہ گیا۔اور یہاں اپنے انکل کے گھر رہنے لگا۔

چلیں۔۔۔؟ یا مزید عزت کروانی ہے؟ اچانک سے مجتبیٰ کی آواز سنتا ایم کے چونکا۔ اوہ۔۔۔۔ڈی ای پ صاحب بھی آئے ہیں۔۔؟؟ ایم کے نے میٹھا طنز کیا۔ تو مجتبیٰ نے پہلو بدلا۔ میرا شیر کہاں ہے؟ اگلا سوال داغا۔ میں یہاں ہوں۔۔پرنس چارمنگ۔ اچانک سے زوہان کی آواز پے وہ تینوں مڑے تھے۔ مجتبیٰ اسے گاڑی میں چھوڑ کے آئے تھے۔ لیکن ام کے کے بنگلے میں آئے اور وہ اندر آکے اپنے ماموں سے نہ ملے ممکن ہی نہ تھا۔ ایمکے نے آگے بڑھ کے چھ سال کے زوہان کو گود میں بھرا۔ جس کے لیے وہ بالکل پہلے والا ایم کے بن جاتا تھا میرا چیمپ کیسا ہے۔۔؟؟ اسکے گالوں کو پیار سے چھوتے وہ محبت بھرے لہجے میں بولا۔ بہت مس کرتا ہوں۔۔آپ کو پرنس تو مما لے کے نہیں چارمنگ۔۔۔ آپ نانو کے گھر واپس آجائیں۔۔یہاں آتیں روز۔۔۔کہ آپ سے ملوں۔۔ میرا دل نہیں لگتا آپ کے بغیر۔ وہ بچہ دل کی کیفیت بیان کرتا ایم کے کو سیریس کر گیا۔ چاکلا آس کھاؤ گے؟ میں نے تمہارے لیے ای بہت بڑا سرپرائز رکھا ہے۔۔ دیکھنا چاہو گے۔۔؟؟

ایم کے نے اسے باتوں میں الجھایا تو اس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ اسے لیے اندر کچن بڑھ گیا۔ جب کہ مجتبی اور عندلیب کو نہ بھی نہ لگا یا۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گ ئے۔

بیٹا۔۔ کسوٰی ایک بات کہنی تھی۔۔ آپ سے۔۔۔ شیخ صاحب تھوڑا سوچتے ہوئے بولے۔ جی ابو۔۔؟ بیٹا۔۔۔ کوئی شخص چھوڑنے آرہا ہے آپ کو دو دن سے۔۔؟ ان کا سوال اچانک ہوا تھا۔ کسوٰی کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا۔ جی۔۔۔ بابا۔۔ وہ۔۔؟؟ مسٹر جہان ہیں۔۔ میرے آفس کولیگ۔ دھیرے سے کہتے سر جھکا یا۔ جو شیخ صاحب کو اچھا نہ لگا۔ بیٹا۔۔۔! میری کسوٰی میرا غرور ہے۔ اور میں جانتا ہوں۔۔ آپ ایسا کوئی کام نہیں کریں گیں۔ جس سے آپ کا والد کا سر جھکے۔ انہوں نے دست شفقت اسکے سر پے رکھا۔ جس

پے مختصراً کسویٰ نے مسٹر جہان کے ساتھ آنے کی وجہ بتادی۔ ہمممم۔۔۔۔ بیٹا اپنا خیال رکھا کریں۔ یہ دور ایسا نہیں۔۔ کہ کسی پے بھی اعتبار کیا جاسکے۔ آپ کی باتوں سے وہ ایک اچھا انسان لگ رہا ہے۔ لیکن۔۔ دنیا والے صرف باتیں بنانا جانتے ہیں۔۔اس لیے لوگوں کو کوئی بات کرنے کا موقع نہ دو۔۔۔اور لڑکی کی عزت کانچ کی طرح ہوتی ہے بیٹا۔ جسے لڑکی کو خود سنبھالنی ہوتی ہے۔ ورنہ ایک پتھر سے کانچ ٹوٹے نہ ٹوٹے۔۔۔ لیکن۔۔ دراڑ ضرور آجاتی ہے۔ شیخ صاحب کی بات سنے کسویٰ نے مسکرا کے اپنے باپ کو دیکھا۔اوران کے سینے پے سر رکھا۔ آپکی بیٹی اتنی بہادر ہے۔ کہ وہ ہر پتھر کا مقابلہ کرسکے۔ لیکن۔۔ان شاءاللہ کبھی اپنی عزت پے حرف نہیں آنے دے گی۔ پورے یقین سے کہا۔ تو وہ بھی آسودہ سا مسکرائے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کون ہو تم؟ چوہدری جانزیب غصہ سے اسکی جانب دیکھتے بولا۔ میرا نام علی ہے اور میں آپ کی بہن سے پیار کرتا ہوں۔ اور ہم۔۔۔۔؟ اس سے پہلے کے وہ اپنی بات مکمل کرتا برہان کا ایک زوردار پنچ اسے اپنی جگہ سے ہلا کے رکھ گیا۔ خبر دار جو میری بیوی کے بارے میں ایک لفظ بھی غلط کہا ہو تو۔۔۔ جان لے لوں گا تمہاری۔۔۔! اس شخص کے ناک سے خون بہہ نکلا وہ سخت گھبرا گیا۔ اور گھبرائے ہوئے انداز میں چوہدری فراست کو دیکھا۔ اور اسا دیکھن چوہدری جہانزیب نے بہت فرصت سے دیکھا۔ اس سے پہلے کے میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو۔۔۔ مجھے میری بیوی سونپ دی جائے۔ برہان راجپوت اس بار رعب اور غصہ سے بولا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو چوہدر جہانزیب اسے ایسا ٹھنڈا کرتا کہ وہ ساری زندگی یاد رکھتا لیکن اس وقت وہ اتنی بڑی سازش کا شکار ہو رہا تھا۔ جس میں اسکی بہن کو بھی ہیں بخشا گیا تھا اسے فی الحال کچھ بھی کر کے اپنی بہن کو منظرِ عام سے ہٹانا تھا۔ جو بھری محفل میں ہر زبان ذدِ عام ہو گئی تھی۔ کیا ثبوت ہیں تمہارے پاس۔۔۔؟؟ کہ یہ لڑکی تمہاری بیوی

ہے؟چوہدری فراست نے آگے بڑھ کے کہتے سب کو اپن طرف متوجہ کیا۔

بہان نے اپنے وکیل کو اشارہ کیا جو سادہ لباس میں ساتھ آیا تھا نکاح ک پیپرز

اسکے ہاتھ سے جہانزیب نے لیے تھے۔جو باکل واضح کر رہا تھا کہ پری گل

اور برہان راجپوت کا نکاح ہو چکا ہے۔چوہدری جہانزیب نے ایک نظر

چوہدری فراست کو قہر کی نگاہ سے دیکھا۔اس شخص کو قید کر لو۔۔۔اپنے

آدمیوں کو اس شخص علی کو قید کرنے کا حکم دیتا وہ اپنی فارم میں واپس آچکا

تھا۔اسے ایک تسلی ہوئی تھی۔کہ اسکی بہن نے جائز اور شرعی رشتہ اپنایا

تھا۔حرام نہیں۔۔ہاں طریقہ کار غلط تھا۔جس کی سزا اسے ملنی تھی۔میں

سردار چوہدری جہانزیب مرتسم یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ پری گل نے اس

جہانزیب شخص سے نکاح کیا ہے اور وہ اس کے ساتھ جائے گی۔چوہدری

کے فیصلے پے سب نے حیران کن نظروں سے اسے دیکھا۔اگرچہ۔۔۔پری

گل نے یہ نکاح چھپ کے کیا گھر والوں کو دھوکہ دیا۔۔اس لیے۔۔پری گل

سے آج کے بعد چوہدری خاندان کا نام چھین لیا جاتا ہے۔اب سے پری گل

کے ساتھ چوہدری خاندان کا نام نہیں جڑے گا۔ سخت الفاظ میں کہتا وہ پری گل کو بہت زور سے زمین پہ پٹخ گیا۔ پری گل بھاگتی ہوئی مردان خانے کی جانب بڑھی اور چوہدری جہانزیب کے قدموں میں بیٹھ گ ئی۔ اس اچانک آمد پہ سب مرد حیران ہوئے۔ جہانزیب کا دل سوکھے پتے کی مانند لرزا۔ جب کہ برہان نے اپنی مٹھیاں سختی سے بھینچیں۔ بھاگتے ہوئے پری گل کی شال کندھے سے سرکی تھی۔ جسے برہان راجپوت نظرانداز نہ کرسکا۔

ZNZ Zubi Novels Zone

بھائی سا۔۔۔! آپ مجھے جان سے مار ڈالیں۔۔ل۔کن۔۔اتنی بڑی سزا مت دیں۔۔میں مر جاؤں گی۔۔۔! وہ روتے بلکتے اسکے قدموں میں بیٹھی بولتی ہاتھ جوڑ گ ئی۔ چوہدری جہانزیب کا دل کیا اسے اپنے سینے سے لگا ے ساری دنیا سے چھپا لے۔ لیکن وہ ایسا نہ کرسکا۔ اسے یہ سخت فیصلہ لینا تھا۔ تاکہ اسکی بہن کی عزت بھی بچ جائے اور جان بھی۔ چوہدری جہانزیب نے ایک نظر برہان راجپوت کو دیکھا۔ جسے کہہ رہا ہو۔ اپنی بیوی کو لو اور دفع ہو

جاؤ یہاں سے۔ برہان نے آگے بڑھ کے پری گل کا ہاتھ تھاما تو وہ سسکی۔ جہانزیب کا دل تڑپا۔جی چاہا برہان کے ہاتھ کاٹ دے۔ لیکن۔۔ وہ اتنا بے بس او مجور ہو جائے گا۔ اسے اندازہ نہ تھا۔ فوراً رخ پلٹا۔ وہ اس وقت ضبط کے کڑے مراحل سے گزر رہا تھا۔ لیکن اہتاتا پر گل وہاں سے جلد از جد چلی جائے۔ برہن نے اپنی شال سختی سے پری گل پے لپیٹی۔اور اسکا ہاتھ تھامے واں سے باہر نکلا۔ بھائی سا۔۔؟؟ بھائی سا۔۔؟ میری بات۔۔؟؟ وہ چلاتی رہ گ ئی۔ لیکن کسی نے ایک لفظ جواب نہ دیا۔ تمنے یہ بہت غط فیصلہ کیا ہے چوہدری جہازیب۔۔۔! میرے بیٹے کے ساتھ تمہاری بہن نے داغا کیا۔۔۔ کسی اور سے چھپ کے نکاح کیا۔۔اور تمنے اسے رخصت کر دیا۔۔؟؟ کل کو اس گاؤ ں کی سب لڑکیاں اب یہی کریں گیں۔۔ صرف تمہارے ایک غلط فیصلے کی وجہ سے۔۔۔! چوہدری فراست پھنکارا۔ اپنی لالا انگارہ آنکھوں سے چوہدری کا نزیب نے سخت نظر چوہدری فراست پے ڈالی تو وہ تھوڑا گھبرا گیا۔

گاڑی روکیں برہان۔۔۔! پری گل غصہ سے بولی۔ برہان نے اسکی بات ان سنی کر دی۔ تو وہ آنسو پونچھتے غصہ سے برہان کو دیکھتی اسکے ہاتھوں پے اپنے ہاتھ جماتی گاڑی کو روکنے کی کوشش میں ان بیلنس کر گئی۔ برہان نے بمشکل گاڑی کو سنبھالا۔ پاگل ہو گئی ہو کیا۔۔؟؟ ابھی ایکسیڈینٹ ہو جانا تھا۔ وہ غصہ دباتے اس پے چلایا۔ اچھا ہوتا۔۔ مر جاتے جان چھوٹ جاتی اس گندگی بھری زندگی سے۔ وہ بھی اتنی اونچی آواز میں چیخ کے بولی۔ اسکے انداز پے برہان صرف مٹھیاں ہی بھینچ سکا۔ روکیں گاڑی ابھی اسی وقت۔ وہ آنسو پونچھتی پھر سے برہان کی جانب دیکھتی اونچی آواز میں بولی۔ برہان کے آگے پیچھے سیکیورٹی کی دو گاڑیاں بھی تھیں۔ جن میں اسلحہ سمیت گارڈز موجود تھے۔ برہان جلد از جلد اس گاؤں سے نکل جانا چاہتا تھا وہ جانتا تھا چوہدری

فراست چپ بیٹھنے والوں میں سے نہیں۔وہ ضرور کچھ نہ کچھ غلط کرے گا۔

ادھر پری گل نے اسے زچ کرر کھا تھا۔یہ گاڑی اب اپنی منزل پے جا کے ہی رکے گی۔اور اگر تم اک بار اور بولی۔۔۔آئی سوئی رپری۔۔۔یہیں سب ک سامنے گاڑی روک کے اپنے طریقے سے تمہاری زبان کو لگام ڈالوں گا۔پھر تڑپتی رہنا۔۔۔ساری زندگی۔اب کی بار غصہ میں ایسی دھمکی ملی کہ پری گل اسکی بات کا مطلب سمجھتی سر تا پیر سلگ اٹھی۔

ZNZ Zubi Novels Zone

____

بینا دلہن بنی بیٹھی اپنے سے بیس سال بڑے شوہر کے ساتھ انتہائی خوش دکھائی دے رہی تھی۔کسویٰ نے دور سے ہی اسے دیکھا اس کے پاس نہ گئی آج سکی چھب ہی نرالی تھی۔اور نخرہ عروج پر۔زبیر اپنے علاقے کا ایک مشہور سیاست دان تھا۔دولت کی ریل پیل تھی۔بینا کا دلہن کا لباس ہی

اتنا مہنگا تھا۔ کہ سبھی کی انگلیاں منہ میں دبی رہ گ ئی یں۔ بڑے ماموں جو کل تک اس رشتے کے خلاف تھے۔ آج بہت زیادہ داماد کے آگے پیچھے ہو رہے تھے۔ وہ لگ بھگ پینتالیس سال کا تھا۔ لیکن بے تحاشا دولت کی وجہ سے وہ اپنی عمر سے پانچ سال چھوٹا ہی لگ رہا تھا۔ بینا اسکے ساتھ کھڑی اسکی ہم عمر ہی لگ رہی تھی۔ جب کہ وہ کافی چھوٹی تھی۔ بارات کے ساتھ گنے چنے لوگ آئے تھے لیکن ایک سے بڑھ کر ایک اوپن مائی نڈ بندہ تھا وہاں۔ اس کی والدہ ہر رسم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی تھیں۔ کارم ان کے ساتھ ساتھ تھی۔ جسے وہ ایک پل کے لیے نظروں سے اوجھل نہیں کرتی تھیں۔ اور کسویٰ کہاں ہے۔۔؟ اسکی فکر انہوں نے بھی نہیں کی۔ دل سوس کر رہ گ ئی تھی وہ۔ ان سب کو دیکھ اکیلے ایک ٹیبل پے بیٹھے کسویٰ نے رخ موڑ لیا۔ کہ اسی لمحے اک شخص کو شادی ہال میں داخل ہوتا دیکھ بری طرح ٹھٹھکی۔ بلیک قمیض شلوار اور براؤن واسکٹ۔ کمر پے ہاتھ باندھے وہ اپنے ساتھ ایک شخص اور بھی لیے آیا تھا۔ جو شاید اسکا سیکیورٹی گارڈ تھا۔ بینا کا دلہا

زبیر فوراً اپنی جگہ سے اٹھتا مسٹر جہان کو ویلکم کرتا ان سے بغل گیر ہوا۔ سبھی اس آنے والے شخص کی رعب دار اور دلکش پر سنلٹی کے حامل مرد کو دیکھ اپنی نگاہیں ہٹانا بھول گ ئی ے تھے۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

کل کو اس گاؤں کی سب لڑکیاں اب یہی کریں گیں۔۔ صرف تمہارے ایک غلط فیصلے کی وجہ سے۔۔۔۔! چوہدری فراست پھنکارا۔اپنی لال انگارہ آنکھوں سے چوہدری جہانزیب نے سخت نظر چوہدری فراست پے ڈالی تو وہ تھوڑا گھبرا گیا۔میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ کب کہاں کیا فیصلہ کرنا ہے۔ آپ مجھے مت سکھائیں۔اور بہتر ہوگا۔اس معاملے سے دور رہیں۔ خود پے ضبط رکھے وہ چوہدری فراست سے کہتا مڑا۔جب کہ اپنے ہی اسکی طرف

ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ کہ وہ غصہ سے سر جھٹک گیا۔ جانتا تھا اب چوہدرائی ن کا بلاوا آئے گا۔ لیکن تمہارے اس فیصلے سے ہم خوش نہیں۔۔۔ یہ زیادتی ہے میرے بیٹے کے ساتھ۔ منگ تھی وہ میرے بیٹے کی۔۔ ہماری عزت پے وار ہوا ہے۔ جسے ہم یوں نہیں بھلا سکتے۔ چوہدری فراست کی بات پے چوہدری جہانزیب نے لب بھینچے اب وہ کیا چاہ رہا تھا۔ جہانزیب نے سمجھنے کی کوشش کی۔ ہر کام اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے۔ وہی بزرگ ہستی بولے۔ لیکن۔۔۔ چوہدری فراست کے بیٹے کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے۔ اور ناصاف کا تقاضا یہی ہے۔۔ کہ اب چوہدری اپنی دوسری بیٹی چوہدری دلاور کے نکاح میں دیں۔ ان بزرگ نے کہا تو ایک پل کو وہاں سانپ سونگھ گیا۔ آپ جانتے ہیں۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔ چوہدری جہانزیب کا غصہ کے مارے برا حال ہوا۔ اور یہی بات چودری فراست نے پکڑ لی۔ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔ اپنی بہن کے گناہ کرے کے باوجود اسے بچا کے یہاں سے رخصت کر دیا۔۔ میرے بیٹے کا کیا۔۔۔ ہماری عزت کا

کیا۔۔۔؟؟سارا گاؤں تھوکے گا ہم پر۔۔۔۔کہ اپنے گھر کی عزت کو نہ بچا سکے۔۔۔کیسے چوہدری ہیں۔۔۔؟؟بس۔۔۔۔۔!چوہدری جہانزیب نے ہاتھ اٹھاتے زوردار دھاڑ کے ساتھ چوہری فراست کو چپ کروایا۔جو فیصلہ لینا تھا۔میں لے چکا۔اب بات ختم ہو گئی ہے۔۔لیکن اگر۔۔۔کسی کو اعتراض ہے تو۔۔۔وہ دوبارہ پنچائیت کی درخواست کرے۔اس میں بات سے جاسکتے ہیں۔دوٹوک الفاظ میں کہتا وہ وہاں ہو گی۔اب آپ سب یہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا حویلی کے اندرونی جانب بڑھتا اپنے کمرے کا رخ کر گیا۔اس وقت اسے صرف سکون چاہیے تھا۔جو اسے اپنے کمرے میں ہی ملنا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اللہ اللہ کر کے برہان حویلی پہنچا تھا۔ جس طرح کی سخت سیکیورٹی میں وہ گیا۔ اس سے زیادہ سخت سیکیورٹی میں وہ واپس آیا تھا۔ چوہدری جہانزیب نے بھی اپنے آدمیوں سے اسے پروٹیکٹ کیا تھا۔ تا کہ وہ بحفاظت اس کے گاؤں سے نکل سکے۔ مجھے نہیں جانا تمہارے ساتھ۔۔۔۔۔! پری گل سارا راستہ روتی آئی تھی۔ برہان راجپوت کو اس پے انتہا کا غصہ تھا۔ اور اب وہ نخرہ لگا رہی تھی۔ اور برہان راجپوت کا اس کے نخرے اٹھانے کا بالکل کوئی ارادہ نہیں تھا۔ گاڑی پورچ میں روکتے وہ زبردستی اس کا ہاتھ تھامے اندر کی جانب اسے گھسیٹتا لے جانے لگا گرفت اتنی سخت تھی کہ پری گل بلبلا کے رہ گئی۔

کمرے میں لے جاتے اس زور سے بتر پے پٹخا۔ وہ روتے ہوئے سیدھی ہوتی اس کے مقابل آن کھڑی ہوئی۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ کبھی نہیں۔۔ہ آنسوؤں کی شدت سے ہکلاتے ہوئے بولی۔ تم نہیں

آپ۔۔۔! اپنے لہجے پہ قابو رکھو۔۔۔ ورنہ میں اپنی آئی پہ آیا تو۔۔ تمہیں کہیں منہ چھپانے کی جگہ بھی نہیں ملے گی۔ برہان نے حتی الامکان خود کو قابو میں رکھا۔ نہیں ڈرتی میں آپ سے۔۔۔! جو کرنا ہے کر لو۔۔۔ وہ غصہ سے گال سے آنسوؤں کو رگڑتی پھنکاری۔ جب کہ برہان راجپوت طنزیہ مکراہٹ دیتا پیچھے مڑا۔ اس کا تم کی جگہ آپ کہنا ہی برہان راجپوت کو سمجھا گیا تھا۔ کہ وہ اس سے کتنا ڈرتی ہے۔ ایک پیکٹ پری کی جانب بڑھایا۔ یہ شادی کا جوڑا ہے۔ شام کو ایک گرینڈ پارٹی ہے۔ جس میں تمہیں اپنی بیوی کے روپ میں انٹروڈیوس کرواؤں گا۔ تو تب تک تیار ہو جاؤ۔۔ بیوٹیشن آئے گی۔ تمہیں تیار کرنے۔ اور یہ اپنے ٹسوے بہانا بند کرو۔ اس کا بھی تمہیں پورا پورا موقع فراہم کروں گا۔ معنی خیزی سے کہتا وہ پیکٹ اسے زبردستی تھمائے خود باہر نکلا۔ وہ غصہ سے اس پیکٹ کو دیکھتی رہ گ ئی۔ اس کا دماغ بالکل ماؤف ہو چکا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ برہان آخر اس سے چاہتا کیا ہے۔۔؟ محبت کے جھوٹے جال میں پھسا کے اس نے نکاح کیا

اور پھر اچانک سے وہ غائب ہو گیا۔اور پھر اچانک سے خبر پورے گاؤں میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔اور کیا کچھ نہ اسے سننا پڑا۔اور پھر بالآخر اس کا بھائی لوٹا اسکی خاطر۔۔اسے بچانے کی خاطر۔۔۔لیکن۔۔۔بچا نہیں پایا تھا شاید۔۔۔۔وہ دکھ سے سوچتی چلی جا رہی تھی۔لیکن اس سب کے پیچھے۔۔۔برہان راجپوت کا کیا مقصد تھا۔۔؟وہ ابھی تک بھی سمجھ نہیں پائی تھی۔

Zubi Novels Zone

بینا کا دلہا زبیر فوراً اپنی جگہ سے اٹھتا مسٹر جہان کو ویلکم کرتا ان سے بغل گیر ہوا۔سبھی اس آنے والے شخص کی رعب دار اور دلکش پرسنلٹی کے حامل مرد کو دیکھ اپنی نگاہیں ہٹانا بھول گئے تھے۔سویٰ کی نظریں بھی اسی پہ ٹکیں تھیں۔جب جہان کو کسی کی نظروں کی تپش محسوس ہوئی۔پلٹ

کے دیکھا تو کسویٰ کو اپنے سامنے دیکھ وہ کچھ پل کو تو سب کچھ بھولتا گنگ رہ گیا۔ گرین کلر کے خوبصورت سے سٹائلش سوٹ میں وہ سادگی میں بی سب سے منفرد اور نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔بے اختیار ہارٹ نے ایک بیٹ مس کی۔اور چہرے کو مسکان نے چھوا۔دوسری جانب بھی کچھ یہی حال تھا۔دھڑ دھڑ کرتے دل کو سنبھالتی کسویٰ نے فوراً نظریں پھیریں۔یہ مسٹر ہان یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔؟؟ماتھے پے آئے پسینے کے ننھے قطرے صاف کیے۔جب کہ مسٹر جہان واپس رخ موڑ چکے تھے۔سویٰ ن جب چھٹی کاز کر کیا تب سے ہی جہان کے دل میں کھلبلی مچی تھی۔اور ایک گھنٹے میں جہان نے پتہ لگالیا تھا کہ کس کی شادی ہے۔اور اتفاق سے جہان بھی اس شادی میں انوائٹڈ تھا۔یوں تو شادی بیاہ کی تقریب میں بہت کم جاتا تھا۔اور یہاں وہ صرف کسویٰ کو دیکھنے کی خاطر آن پہنچا تھا۔اور وجہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔دلہے سے زیادہ اسے پروٹوکول دیا جارہا تھا۔بینا کی نظریں بھی بار بار بھٹک کے اس پے جارہی تھیں۔ایک پل کو اسے لگا۔۔۔زبیر سے

شادی کر کے اس نے غلطی کی ہے۔سامنے بیٹھا شخص اس وقت ہر ایک کا منظورِ نظر تھا۔بینا نے جہان کی نظروں کی سیدھ میں دیکھا تو اول دم سے جلن اور حسد کا احساس جاگا۔سب جانتے تھے کسویٰ پورے خاندان میں سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی تھی۔اور اسوقت اس شخص کی نظروں کا ارتاکز بھی اسی پے تھا۔بینا کا موڈ سخت خراب ہوا تھا۔جبکہ کسویٰ جہان کے یوں بے باکی سے دیکھے پے اندر ہی اندر پیچ وتاب بھی کھا رہی تھی۔اور اس سے گھبرائے ہوئے تھی اسکا یوں گھبرانا جہان کو بہت بھا رہا تھا۔

ماموں۔۔؟؟آپ کو اندر بلا رہے ہیں۔ارم نے آتے سرفراز سے کہا۔ان کا دھیان ارم کی بات کی جانب نہ تھا۔ماموں۔۔۔؟؟ارم نے پکارا تو وہ ٹھٹھکے۔ہاں آرہا ہوں۔۔ تھوڑی دیر میں سرفراز ماموں ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہتے تھے۔آج وہ پریشان سے گے کسویٰ کو ان کا یوں پریشان ہونا سمجھ نہ آیا۔

شام کے وقت اماں جو کہ برہان کے گھر میں پرانی ملازمہ تھی۔ برہان نے انہیں کمرے میں بھیج کے پر کو لانے کا کہا لیکن جو آ کے اہوں نے کہا اس سے برہان کا دماغ گھما اور وہ غصہ سے کمرے کی جانب بڑھا۔ دروازے کھولا۔ تو وہ سامنے ہی کھڑی جیسے اسی کے انتظار میں تھی۔ خبر دار۔۔۔۔! میرے پاس مت آنا۔۔۔! اگر تم نے میری جانب ایک قدم بھی بڑھایا تو جان لے لوں گی میں۔۔۔! برہان نے اسکا کھلتا گلابی رنگ دیکھا جو اس وقت غصہ کی شدت سے انتہائی لال ہو چکا تھا۔ کسی بھول میں مت رہنا۔۔۔ ونی ہو کے آئی ہو اور جو چاہے اب میں تمہارے ساتھ سلوک کروں۔۔ کون روکے گا مجھے۔۔؟؟ برہان نے جبڑے بھینچے کہا۔ تم۔۔۔ اتنے گھٹیا۔۔؟؟ اپنی زبان کو لگام دو۔۔۔ ورنہ گدی سے زبان کھینچ لوں گا۔ اسے بالوں سے جکڑے

برہان نے غصہ کی انتہا سے کہا۔پری کو لگا اسکے سر سے آج سارے ٹوٹ بھرتی رہ گ ئی۔ جائیں گے۔اتنی شدت سے برہان نے کھینچا کہ وہ سسکی آنکھیں میچے آنسو گالوں پے بہہ نکلے۔آئندہ زبان درازی کی تو۔۔ کبھی کچھ بولنے کے قابل نہیں رہو گی۔ سمجھی تم۔۔۔! برہان نے اسے زور سے بالوں سے پکڑے جھٹکا دیا۔ کہ وہ بمشکل سنبھلتے بستر پے جا گری۔ پکڑو یہ۔۔۔اور میرے آنے تک۔۔اس لباس میں تیار ملو تم مجھے۔! دلہن کا لباس اس کی جانب پھینکا جو اسکے چہرے سے جا ٹکرایا۔ برہان اس کو غصہ سے گھورتا باہر نکلا پری گل نے اس دلہن کے لباس کو دیکھتے مٹھیوں میں جکڑا اور باتھ روم کا رخ کیا۔شاور کھولتے ہی وہ شادی کا خوبصورت لہنگا پانی میں بھگوتی مکمل برباد کر چکی تھی۔اسی اثنا میں برہان موبائل لینے کی غرض سے واپس روم میں آیا۔اور یہ سب دیکھتے اسکا دماغ ساتویں آسمان پے جا پہنچا۔سیدھا باتھ روم کی جانب رخ کرتا وہ اسے شاور کے نیچے کھڑا کرتا مکمل بھگو گیا تھا۔ٹھنڈے پانی سے وہ لرز اٹھی تھی۔ لیکن برہان نے اسکا راستہ روکے اسے شاور کے نیچے

سے ہٹنے نہ دیا۔ وہ شدید غصہ میں تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا۔ تھپڑ مار کے اس لڑکی کے ہوش ٹھکانے لگا دے۔ لیکن وہ اس پے ہاتھ نہ اٹھا سکا۔

بررررر ہہھاااا ننننن۔۔۔! ٹھنڈے پانی سے اس کی گھگھی بندھ گئی۔

ہونٹ نیلے پڑنے لگے۔ وہ معصوم انتہائی نازک۔۔۔ ٹھنڈے پانی سے اسکی ہمیشہ جان جاتی تھی۔ اس کے ہکلا کے بولنے پے برہان کچھ سوچتے ہوئے شاور آف کر گیا تمہیں پیار کی زبان سمجھ نہیں آتی نا۔۔۔؟؟ اس کی ٹھوڑی کو غصہ سے اوپر کیا۔ ایم۔۔۔ سوری۔۔۔! وہ ٹھنڈ سے کانپ رہی تھی۔

اسے لگا اسکی سانس رک جائے گی۔ وہ مزید اس شخص سے نہیں لڑ سکتی تھی۔ اسکا پورا جسم کپکپا رہا تھا برہان کا غصہ یکدم شانت ہوا۔ وہ کیسے بھول سکتا تھا۔ ٹھنڈے پانی سے وہ کس قدر گھبراتی تھی۔ جان جاتی تھی اس کی۔

گل۔۔۔؟؟ اس کے ٹھنڈے پڑتے وجود کو گھبرا کے جھنجھوڑا۔ تو وہ اسکی بانہوں میں جھول گئی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

ارے۔ تم وہی لڑکی ہو ناں۔۔۔۔۔۔؟؟ جو مصطفٰی کے بنگلے پے تھی۔۔۔؟؟ اپنے پیچھے کسی خاتون کی آواز سنتی ارم گھبرا کے جھٹ سے مڑی۔ سامنے ہی اس لیڈی کو دیکھتے ارم کا سانس گلے میں اٹکا۔ جب کہ عندلیب مسکراتی ہوئی اسکے پاس آئی۔ کیسی ہو۔؟؟ میں عندلیب ہوں۔۔ مصطفٰی کی بہن۔۔۔! عندلیب نے اسکی جانب ہاتھ بڑھایا ارم نے مسکرائے ہوئے عندلیب کا ہاتھ تھاما۔ سوری۔۔؟ کون مصطفٰی۔۔۔؟؟ وہ یکسر انجان بنی۔ عندلیب نے سر پے ہاتھ مارا۔ ارے وہی۔۔۔ مصطفٰی۔۔۔ ایم کے۔۔۔! بھول گئی۔۔؟؟ عندلیب کی بات پے ارم کے جسم کا سارا خون چہرے پے آن ٹھہرا۔ ارد گرد دیکھا۔ کہیں وہ گینگسٹر یہاں بھی تو نہیں۔۔؟ ارے ڈونٹ وری۔۔۔! ایم کے ہاں نہیں آیا۔۔ دراصل۔۔۔! مسٹر زبیر ملک۔۔ مجتبٰی کے بزنس پارٹنر ہیں۔ تو ہم انہی کی شادی اٹینڈ کرنے آئے

ہیں۔آپ سے مل کے اچھا لگا۔بائی داوے۔آپ کا نام۔۔۔؟؟عندلیب نے ڈیٹیل دیں۔جی۔۔ارم۔۔۔!اس بار ارم تھوڑا اعتماد سے بولی۔ارم۔۔۔!پیارا نام ہے۔۔اور تم تو۔۔بہت ہی زیادہ پیاری ہو۔۔۔ایک بات پوچھوں۔۔؟؟مصطفیٰ کو کیسے جانتی ہو۔۔؟؟میرے دل میں یہسوال اس دن سے ہے۔۔آج اب اتفاق سے مل ہی گ ئی ہو تو۔۔بتا دو۔۔عندلیب بہت جلدی فرینک ہو جایا کرتی تھی۔۔جی۔۔وہ۔۔۔؟؟ارم کو سمجھ نہ آیا کہ کیا جواب دے۔۔؟؟اس کے آفس مں کام کرتی ہو کیا۔۔؟؟ عندلیب نے پھر سوال داغا۔نہیں۔۔وہ۔۔ان کے انکل۔۔؟؟ارم ابھی بات کر رہی تھی۔کہ اسے ایک کزن نے آواز دی۔وہ مسکراتی ہوئی ایکسکیوز کرتی وہاں سے آگے بڑھ گ ئی۔لڑکی تو بہت پیارا ہے۔۔ مصطفیٰ کے ساتھ بہت سوٹ کرے گی۔۔بس۔۔پتہ لگواتی ہوں۔۔اسکی فیملی کا۔۔۔!عدنلی بدل ہی دل میں پلاننگ رتے خوش ہوتی آگے بڑھ گ ئی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیا ہوا۔۔؟؟ ماموں۔۔؟؟ آپ کیوں اتنا پریشان ہو رہے ہیں۔۔؟ کسویٰ سرفراز کے پاس آتی پوچھ بیٹھی۔ جہاں سب شادی کو لے کے خوش تھے ہر طرف گہما گہمی تھی۔ وہیں سرفراز کو چپ دیکھ کسویٰ رہ نہ سکی۔ نہیں۔۔۔ کسویٰ۔۔ کچھ نہیں۔۔ بس بیٹا۔۔ جا رہی ہے رخصت ہو کے۔۔ تو دل زرا اداس ہو گیا ہے۔ وہ افسردگی سے بولے۔ پکی بات ہے ناں۔۔؟ کسویٰ کو کوئی اور بات لگی۔ ہم۔۔۔۔۔ہاں۔۔ ہاں۔۔! تم جاؤ۔۔ وہاں۔۔ سب کے ساتھ انجوائے کرو۔۔۔ وہ کسویٰ کو ٹال کے خود موبائل اٹھائے باہر کی جانب بڑھ گئے۔ کسویٰ نے واپس سب کی جانب نظر دوڑائی لیکن۔۔ اس کے قدم آگے نہ بڑھے۔ وہ واپس پلٹی تھی۔ اور سرفراز کے پیچھے گئی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

تمہیں پورا یقین ہے وہ زندہ ہے؟ سرفراز کی آواز میں بے چینی تھی۔ مجھے کسی طرح اس سے ملوا دو پلیز۔۔۔؟؟ اب کی بار سرفراز نے منت سے کہا۔

ہاں اس کے لیے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔۔۔! ایک جنونیت تھی ان کے لہجے میں۔ کسویٰ حیرانی سے انہیں دیکھے گ ئی۔ جب انہیں احساس ہوا کہ کوئی ہے وہاں۔ وہ پیچھے مڑے اس سے پہلے ہی کسویٰ نے خود کو ایک پلر کے پیچھے چھپایا لیکن۔۔ وہاں موجود ہستی سے بری طرح ٹکرا گ ئی۔ ماتھے سہلاتی وہ غصہ سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھتی سکتے میں آئی۔

Zubi Novels Zone

وہ پیچھے مڑے اس سے پہلے ہی کسویٰ نے خود کو ایک پلر کے پیچھے چھپایا لیکن۔۔ وہاں موجود ہستی سے بری طرح ٹکرا گ ئی۔ ماتھے سہلاتی وہ غصہ سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھتی سکتے میں آئی۔

آپ۔۔۔آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ اپنے بالکل ہی قریب مسٹر جہان کو دیکھتے ہوئے کسویٰ نے حیرانی سے پوچھا۔ یہ سوال اگر میں آپ سے کروں تو جہان نے فرصت سے اسے نہارا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی بات کرتے کسویٰ نے سرفراز کو اس جانب آتے دیکھا۔ تو جھٹ سے مسٹر جہان کو پیچھے دیوار کی طرف کرتے اس کے منہ پر ہاتھ رکھے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا مسٹر جہان دیوار کے ساتھ لگے کسوہ کی نرم ہاتھوں کا لمس اپنے لبوں پر محسوس کرتے اپنے دل میں انگنت جذبات کو ابھرتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ جبکہ کسویٰ کا سارا دھیان سرفراز صاحب کی طرف تھا جو کہ اب بالکل ان کے پاس سے گزرتے آگے بڑھ گئے تھے۔ صد شکر کہ انہوں نے دیکھا نہیں۔ کسویٰ نے گہرا سانس خارج کیا۔ جبکہ جہان اس کے اتنا قریب اسے یہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھے جا رہا تھا وہ بہت خوبصورت تھی جہان نے دل ہی دل میں اس بات کا اعتراف کیا۔ کسویٰ کی نظر جہان کے چہرے کی جانب اٹھی۔ ایک پل کو تو وہ دونوں ہی ارد گرد کا ہوش بھلائے ایک دورے میں گم سے

ہو گئے۔ کسویٰ اس کی نظروں کی تپش دل پہ محسوس کرتی اپنا ہاتھ فورا پیچھے ہٹا گئی۔ اسے تھوڑی سبکی محسوس ہوئی ہے اور سر کو جھکایا۔ خود کے جذبات پے قابو پایا۔ جبکہ جہان کے چہرے پہ ایک بھرپور مسکان سجی۔ اس نے بالکل بھی اپنے جذبات کو دبانے کی کوشش نہ کی۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں مسٹر جہان؟ آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ کسوہ نے اپنی شرمندگی چھپانے کی خاطر اس سے سنجیدگی سے سوال کیا۔ میں انوائیٹڈ تھا مس کسویٰ۔۔۔! مسٹر زبیر ملک سے ہمارے فیملی ٹرمز ہیں اور ان کی بارات کے ساتھ آیا ہوں۔۔ اور آپ کے مہمانوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے۔۔۔؟ جہان سینے پے بازو باندھے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بڑے آرام سے کسویٰ کو محبت پاش نظروں سے دیکھ کے پوچھنے لگا۔ مسٹر جہاں میں یہاں پہ بات کر رہی ہوں کہ شادی میں آنے کی بات نہیں کر رہی۔ میں آپ میرا پیچھا کرتے ہوئے یہاں کیوں آئے ہیں؟ اپنی بات کی تصیح کرتی وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کے بولی۔ اوہ۔۔۔ اچھا اچھا۔۔۔ اب میں سمجھا وہ

دراصل میں نے آپ کو یہاں آتے دیکھا تو سوچا آپ سے بات کرنی ہے تو یہیں آجاتا ہوں۔اب مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ یہاں کسی کا پیچھا کرتے ہوئے چھپ کے کھڑی ہیں۔ جہاں نے جس انداز سے بات کی کسویٰ کے پسینے چھوٹ گ ئے۔آپ کو کیا بات کرنی تھی مسٹر جہان؟ مجھے۔۔۔۔۔؟؟ مسٹر جہان نے دیوار کے ساتھ چھوڑتے ہوئے تھوڑا اگے ہو کر کسویٰ کو ان کا انداز کچھ سمجھ نہ آیا۔ مس کسویٰ..! آپ نے کل کے چھٹی لے ہے۔۔۔یقیناً اس شادی پہ ہی آنے کے لیے۔۔۔تو ریسپشن تو کل رات کو ہے تو کل کے دن کی چھٹی آپ کی کینسل۔۔۔۔! جہان نے بہت مطمئن انداز میں کہتے ہوئے کسویٰ کے ہوش اڑائے۔ مسٹر جہان یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔؟؟ میں لیو پر ہوں۔۔آپ میری چھٹی کینسل نہیں کر سکتے۔۔۔کسویٰ نے زور دیا۔جی۔۔لیکن۔۔کل ایک ضروری میٹنگ ہے۔تو تھوڑی دیر کے لیے آپ کو آنا ہوگا۔اس کے بعد آپ چلی جائیے گا۔جہان نے کہتے ہوئے قدم اگے بڑھائے کسویٰ نے اسے بازو سے پکڑ کر واپس پیچھے موڑا۔اس کی جرات

پہ جہان تو حیران ہوتا اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ مسٹر جہان۔۔۔! میں کل نہیں اؤں گی۔۔۔ کہہ دیا سو کہہ دیا سمجھے آپ؟ انگلی اٹھا کے وارن کرتی جہاں کو وہ بہت ہی پیاری لگی۔

جہان کا دل چاہا۔ کہہ دے کہ آؤ گی نہیں تو دیکھوں گا نہیں۔۔ اور دیکھوں گا نہیں۔۔ تو دن کیسے گزرے گا۔۔؟؟ یکن وہ اپنا غصہ اتار کے جا چکی تھی اور جہان بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسے دیکھتا رہ گیا۔

اندر کی جانب آیا۔ تو رخصتی کی رسم ہو رہی تھی۔ وہ دلہن سے مل رہی تھی۔ اسکی آنکھوں ے گوشے نم تھے۔ جو جہان کے دل کو ڈانواں ڈول کر رہے تھے۔ وہ اپنے دل کے ہاتھوں بری طرح شکست کھا رہا تھا۔ اپنی کیفیت سے انجان وہ بس یک ٹک کسویٰ کو نہارے جا رہا تھا۔

پہلا نشہ۔۔۔پہلا خمار۔۔۔

نیا پیار ہے۔۔۔نیا انتظار۔۔۔

کرلوں یں کیا اپنا حال۔۔

اے دلِ بے قرار۔۔۔

میرے دل بے قرار۔۔۔تو ہی بتا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔

Zubi Novels Zone

عندلیب شادی کے بعد سے گھر آکے تب سے بس ارم کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔ وہ اس کے بارے میں تمام معلومات لی ائی تھی اور اس کی والدہ سے بھی مل چکی تھی۔ اور ارم سے متعلق اپنی پسند کا بھی اظہار کیا۔

ایک پل کو تو وہ چپ ہی ہو گئی ایسے کیسے وہ ارم کے لیے پسندیدگی کا اظہار کر کے اس کے رشتے کے متعلق پوچھ رہی تھی۔ لیکن اگلے پل انہوں نے خود کو سنبھال لیا تھا اور مسکراتے ہوئے ان سے بات کی۔ جب کہ عندلیب نے ان کے گھر کا ایڈریس لے کے ان کے گھر آنے کے متعلق بات چھیڑی۔ تسلیم اختر نے خندہ پیشانی کے ساتھ انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی تھی۔ لیکن اب عندلیب اس بات سے پریشان تھی کہ وہ کیسے مصطفی سے بات کرے اس رشتے کے متعلق اور اسے راضی کرے۔ امی ابو سے تو وہ بات کر چکی تھی۔ اور وہ عندلیب کی بات سے انکار تو کر ہی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ تھی۔ اور مصطفی عندلیب مصطفیکے زیادہ قریب تھی۔ اسے اچھے سے جانتی بھی بہن سے بہت پیار کرتا تھا۔ اور عندلیب کو ارم ہر لحاظ سے مصطفی کے

لیے اچھی لگی تھی۔ایسا کیوں تھا۔۔؟؟یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ کیوں اس کی طرف کھینچی چلی جارہی ہے۔۔۔۔؟؟

لیکن کل مصطفٰی سے بات کرنے کا سوچتے وہ بستر پہ لیٹی۔تو مجتبیٰ یاد آگ ئے۔چہرے پہ مسکان سج گ ئی وہ دو دن کے لیے شہر سے باہر تھے۔ کام کے سلسلے میں۔عندلیب نے موبائ ل اٹھایا۔اور مجتبیٰ کے نمبر پہ میسج چھوڑا۔مس یو۔۔۔!اور ڈھوڑی ہی دیر میں دوسری طرف سے کال آنے لگی۔عندلیب نے مسکراتے ہوئے کال پک کی۔کنا مس کر رہی ہو۔۔؟خمار آلود لہجے میں پوچھا۔آپ واپس کب آئ یں گے۔۔؟عندلیب نے دل میں آیا سوال پوچھا۔تو مجتبیٰ نے گہرا سانس خارج کیا۔ویڈیو کال پے آؤ۔۔ تھکن سے چور لہجے میں کہتے وہ ویڈیو کال آن کر چکا تھا۔ظالم حسینہ۔۔!اتنی دور ہو کے مجھے تڑپا رہی ہو۔۔۔؟؟مجتبیٰ نے گلہ کیا۔واپس آجائ یں۔۔ایک ادا سے کہا۔کل آجاؤ ں گا۔۔۔پرنس کہاں ہے۔۔؟سو گیا؟بیٹے کا پوچھا۔

جی۔۔سو گیا۔۔۔! آپ کو یاد کر رہا تھا۔ نظریں اٹھاتی جھکاتی وہ مجتبیٰ کے ل رات جاگ کے باتیں کے تار چھیڑ رہی تھی۔اب دونوں لو برڈز کی ساری کرتے گزرنی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مما۔۔۔؟؟؟ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔۔؟اچانک سے۔۔ارم کا رشتہ۔۔؟؟ صبح ناشتے کی ٹیبل پے تسلیم اختر نے بات کی تو سبھی حیران ہوئے۔کسویٰ نے ارم کے چہرے کی جانب دیکھا جس کا اچانک سے رنگ متغیر ہوا تھا۔اور بول بھی پڑی۔اس میں کونسی بڑی بات ہے۔۔؟؟ایک نہ ایک دن تو۔۔ہونا ہی ہے۔۔تو اب ہو جائے۔۔۔کیا مس ئی لہ ہے۔۔؟

تسلیم بیگم کو کسویٰ ک بیچ میں بولنا ہضم نہیں ہوا تھا۔کسویٰ نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔

تسلیم بیگم میرا خیال ہے کسویٰ بڑی ہے تو پہلے کسویٰ کا ہی رشتہ ہونا چاہیے شیخ صاحب نے اپنی طرف سے بات کو سنبھالا۔ شیخ صاحب اپ کو کیا لگتا ہے میں کسویٰ کی دشمن ہوں تسلیم بیگم کو تو جیسے موقع مل گیا اپنی بات کرنے کا۔ کتنی دفعہ میرے بھائی کہہ چکے ہیں۔ لیکن ایک آپ ہیں۔۔۔ یہ مانتے ہی نہیں اور نہ ہی سمجھتے ہیں۔۔۔ کیا خرابی ہے تیمور میں ؟ کیوں نہیں آپ کر دیتے کسویٰ کا رشتہ تیمور کے ساتھ ؟ گھر کا لڑکا ہے اچھا ہے دیکھا بھالا ہے لیکن ایک آپ ہیں اور ایک کسیٰ ہے۔۔۔ دونوں کو ہی۔۔۔۔ ؟؟؟ اچھا بس۔۔اس اُیک کو آپ یہیں رہنے دیں۔ آپ بلوا لیں۔۔ جسے بلوانا ہے۔ کسویٰ کی زمہ داری میری خود کی ہے۔اس کے لیے آپ کو ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں۔ شیخ صاحب ان کی بات کاٹتے غصہ سے ناشتہ کے ٹیبل

سے اٹھ گ ئے۔ ہاں۔۔ میں ہی بری ہوں۔۔ میں تو کبھی ماں بن کے کوئی پے اتار تیں اٹھ کے فیصلہ نہیں کر سکتی۔۔۔! تسلیم بیگم اپنا غصہ بر تنوں کچن کی جانب بڑھ گ ئی تھیں۔ یہ ہمارے ماں باپ لڑکیوں رہے ہیں۔۔؟؟ ارم کو ان کا یوں بحث کرنا سمجھ نہ آیا۔ آپ کہاں جا رہی ہیں۔۔؟ بنا کوئی جواب دی ئے کسویٰ اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔ آفس۔۔۔! اچانک سے کسویٰ کا آفس جانے کا ارادہ بن گیا۔ لیکن۔۔ آپ نے چھٹی لی ہوئی ہے ناں۔۔؟؟ آج تو بینا کا ولیمہ ہے۔۔۔ ارم بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ہمم۔۔۔ ایک میٹنگ ہے۔۔ ضروری۔۔۔ جلد ہی آ جاؤں گی۔۔۔! کسویٰ سنجیدگی سے کہتے اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔ ہینڈ بیگ اٹھاتے گاڑی کی چابیاں لیے باہر آئی۔ تسلیم بیگم نے اسے ناگواری سے دیکھا۔۔ کسویٰ نظر انداز کرتی باہر نکل گ ئی۔ اب یہ برتن سمیٹ لو۔۔۔! ارم کو غصہ سے کہتیں وہ پھر کچن میں گھس گ ئی یں۔ اللہ جی۔۔؟؟ کس

نے رشتے کی بات کر دی۔۔؟ پتہ نہیں کون ہیں۔۔؟؟ ارم کو ن ئی ٹینشن لاحق ہو گ ئی۔

۔۔۔۔۔۔۔

آر یو میڈ۔۔۔؟ آپ نے سوچا بھی کیسے یہ سب۔۔۔؟ وہ تو ہتھے سے ہی اکھڑ گیا۔ کیا مطلب۔۔۔؟؟ کیا مجھے حق نہیں سوچنے کا۔۔؟ مقابل نے بھی اسی کے لہجے میں جواب دیا۔ بالکل نہیں۔۔۔! میری زندگی صرف میری ہے۔ اور اپنی زندگی مجھے کس کے ساتھ جینی ہے۔۔۔؟ اور کس کو اپنی زندگی میں شامل کرنا ہے اسکا فیصلہ صرف میں کروں گا۔ اور کوئی نہیں۔۔۔۔ وہ تڑخ کے بولا۔ تو عندلیب کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوئی یں۔ وہ کتنا دور ہو چکا تھا۔۔۔ اور کتنا پتھر دل۔۔۔؟ عندلیب کے لیے وہ جو اپنی جان دینے کی باتیں کیا کرتا تھا۔۔۔۔ آج کس قدر اجنبیت بھرا لہجہ تھا۔ عندلیب نے رخ

موڑتے اپنے گال پے بہتے آنسو پونچھے۔ معاف کیجیے گا مسٹر ایم کے۔۔۔آج کے بعد یہ غلطی۔۔ غلطی سے بھی نہیں ہو گی۔ کہتے ہی عندلیب اس کے آفس سے باہر نکلتی چلی گ ئی۔ جب کہ ایم کے گہرا سانس خارج کرتا اس تصویر کو اٹھا گیا۔ جو عندلیب چھوڑ کے گ ئی تھی۔ تصویر دیکھتے ہی ایم کے پلک جھپکنا بھول گیا۔

کسویٰ کے دماغ میں تسلیم بیگم کے الفاظ کی بازگشت ہو رہی تھی۔ گاڑی ڈرائیو کرتے وہ بری طرح ڈسٹرب تھی۔ اسے کبھی کبھی احساس ہوتا کہ تسلیم بیگم اس سے نفرت کرتی ہیں۔۔۔ لیکن۔۔ وہ اس احساس کو سچ نہیں مان پاتی تھی۔ وہ اس کی ماں تھی۔۔ اور ماں۔ اپنی اولاد سے۔۔ نفرت نہیں کر سکتی تھی۔۔۔ اسی اثنا میں اس نے موڑ کاٹا۔ کہ جھٹکے سے گاڑی روکنا

پڑی۔بیچ راستے میں کسی نے گاڑی کھڑی کی ہوئی تھی۔کہ گزرنے کا راستہ ہی نہ تھا۔کسویٰ کے ماتھے پے بل پڑے۔ہارن پے ہارن دیا۔لیکن۔۔کسی نے بھی کان دھرنا گوارا نہ کیا۔اور وہ ایک شخص کسی کو بری طرح پیٹ رہا تھا۔کسویٰ سے یہ سب سہن نہ ہوا۔

اسٹاپ اٹ۔۔۔۔!نان سینس۔۔۔۔!کیا بے ہودگی ہے۔۔ہٹو۔۔۔آگے سے۔۔۔!کیوں مار رہے ہو۔۔اسے۔۔؟؟کسویٰ نے جھٹ سے گاڑی سے نکلتے اس شخص سے کہا۔۔چوہدری دلاور اس آواز پے پلٹا تھا۔اور اس حسن کی دیوی کو دیکھتا ہکا بکا رہ گیا۔اتنا مکمل حسن اس نے آج سے پہلے کہاں دیکھا تھا۔سو بیوٹیفل۔۔۔۔!وہ زیر لب دہرا گیا۔کسویٰ کو اس کے الفاظ کی سمجھ لگ گئی تھی۔جھٹکے سے پیچھے ہٹی۔بکواس بند کرو۔۔اور گاڑی ہٹاؤ۔۔راستے سے۔۔۔!وہ بھڑکی تھی۔جب کہ وہ شخص جو مار کھا رہا تھا۔وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔لیکن کسویٰ کا فی الحال جہان تک پہنچنا ضروری تھا۔۔جہاں

اس نے بلوایا تھا۔اور وہ جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہتی تھی۔ لیکن۔۔اس طرح اس شخص کے راستے میں حائل ہونے سے وہ سخت ڈسٹرب ہوئی تھی۔اور گاڑی سے باہر نکلنا پڑا۔ کسویٰ کی بات سنتا وہ دھیرے سے مسکایا۔جو۔۔آپ آدمی کو آواز لگا گیا۔جو فوراً سر کا حکم۔۔۔۔!بشیر۔۔۔ا!وہ سامنے اپنے جھکائے آن کھڑا ہوا۔میڈم کو راستہ خالی کروادو۔۔۔بہت اہم ہیں یہ ہمارے لیے۔۔۔!معنی خیزی سے کہتا وہ کسویٰ کو سلگا گیا۔لیکن ابھی وہ کوئی بھی پنگا لینا افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔اس لیے خاموشی سے واپس پلٹی۔جب کہ چوہدری دلاور کی نظروں نے دور تک اسکا تعاقب کیا تھا۔

پتہ لگواؤ۔۔کون ہے یہ۔۔؟؟مجھے مکمل انفارمیشن چاہیے۔۔۔چوہدری دلاور خباثت سے بولا۔جی چوہدری جی۔۔۔۔!بشیر اثبات میں سر ہلاتا واں سے ہٹ گیا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ٹھنڈاور زہنی ٹینشن کی وجہ سے پری گل بے ہوش ہوئی تھی۔اور تیز بخار ہو گیا تھا۔ڈاکٹر نے اسکا چیک اپ کرتے اسے انجکشن لگایا تھا۔اور کچھ میڈیسنز لکھ دیں تھیں۔ برہان راجپوت نے آج کا گرینڈ فنکشن پوسٹ پون کر دیا۔ جس کی وجہ سے اسے اچھا خاصا نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن اس کے لیے پیسہ سے زیادہ پری گل اہم تھی۔وہ اس کے لیے پریشان تھا۔جو اس وقت ہوش و حواس کھوئے اسی کے بستر میں تھی۔ہاتھوں کی مٹھی بنائے اس پے ٹھوڑی ٹکائے وہ اسے بنا پلک جھپکے دیکھے جا رہا تھا۔ماضی کی کچھ یایں اسکے دماغ میں گردش کرنے لگیں۔ برہان۔۔۔؟؟ آپ۔۔ کبھی میرا ساتھ چھوڑیں گے تو نہیں ناں۔۔؟؟ کانوں سے پری گل کی آواز ٹکرائی۔ایسا کیوں سوچتی ہوں۔ میں مر تو سکتا ہوں۔ تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔۔۔اللہ نہ کرے۔اس نے تڑپ کے برہان کے ہونٹوں پے ہاتھ رکھا۔اللہ آپ کو میری عمر بھی لگا دے۔۔

سینے میں نہ چھپا کے رو دی۔ نکاح مرنے کی باتیں نہ کیا کریں۔ وہ اسکے ہوتے ہی برہان کے دل میں پری گل کے لیے جذبات جاگے تھے۔ وہ جو اپنی بہن کا بدلہ لے رہا تھا۔ اور اس کے لیے اس نے بہت مشکل سے پری گل کو اپنی جھوٹی محبت کے جال میں پھنسایا تھا۔ لیکن اس ایک لمحے میں۔۔ جب نکاح کے فوراً بعد ہی وہ اسکے قریب ہوتی اسکے سینے پہ سر رکھ گئی۔ اس ایک پل میں برہان نے اپنے دل کی دنیا میں ہلچل محسوس کی۔ وہ اپنا دل پری کے لیے دھڑکتا محسوس کرنے لگا۔ جھٹ سے اسے خود سے الگ کیا۔ تمہیں اب جانا چاہیے۔۔ پری۔۔! برہان نے اپنیکیفیت پہ قابو پاتے پری سے کہا۔ اور پھر پری کو وہاں سے اس کے گاؤں تک بحفاظت پہنچاتے وہ یہ بات اچھے سے محسوس کر رہا تھا۔ کہ پری اسکی عزت ہے۔۔ اور اس کی عزت پہ آنچ بھی نہیں آنی چاہیے۔ وہ اس سے جڑ چکی ہے اسکی زندگی میں شامل ہو چکی ہے۔ نکاح کے دو بول نے تعلق کو بدلا۔ تو ملکیت کا احساس جاگا۔ اور یہ احساس اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا کتنے دن وہ اس سے ملکیت کا

دور ہر رابطہ خت کر کے بیٹھ گیا۔ لیکن۔ دل کا تعلق نہ توڑ سکا یہ احساس نہ موڑ سکا کہ وہ اسکی ملکیت ہے۔ پھر سوچوں کا رخ بدلا۔اور ایک ن ئی سازش کے حت اس نے پری گل سے نکاح کی خبریں گاؤں میں گردش کروائی یں۔ چوہدری جہانزیب کو واپس بلوانے کا یہ حربہ کا آیا۔اور آخر کار ۔۔یہ نکاح رخصتی تک پہنچا اور پری گل آج اسکے پاس تھی۔ جو تھی تو اس کا بدلہ۔ لیکن۔۔اس کی محبت بھی بن چکی تھی۔پری گل نے کسمسا کے دھیرے سے آنکھیں وا کیں۔ تو وہ خیالوں کی فنیا سے لوٹا۔

Zubi Novels Zone

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عندلیب ابھی بلڈنگ کی سیڑھیاں اترتی باہر آئی تھی۔ کہ اس کے نمبر پے ایم کے کی کال آنے لگی۔اب کیا ہے۔۔؟؟غصہ سے فون کے ساتھ لگایا۔

لیکن آگے سے جو کہا گیا اس نے عندلیب کے قدم جکڑ لیے۔ سے اپنی سماعت پے یقین نہ آیا۔ وہ اہی قدموں سے واپس پلٹی تھی۔

مسٹر جہان۔۔۔۔۔؟؟ مسٹر جہان۔۔۔؟؟ کسوی اس وقت ایک بلڈ نگ کے پاس موجود تھی۔ جہاں پے جہان نے فون کر کے اسے ار جنٹلی بلوایا تھا۔ کہ اسی لمحے اسے فون پے گولیوں کی آواز سنائی دی۔ اور کال کٹ گ ئی۔ وہ پاگلوں کی طرح جہان کو ہر طرف ڈھونڈ رہی تھی وہ جگہ کافی سنسان تھی۔ اس بات کی بھی پرواہ کیے بنا وہ اکیلی ہی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ کہ۔۔۔؟؟

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

وہ پاگلوں کی طرح جہان کو ہر طرف ڈھونڈ رہی تھی وہ جگہ کافی سنسان تھی۔ اس بات کی بھی پرواہ کیے بناوہ اکیلی ہی آگے بڑھتی جارہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی وہ ایسا کیوں کر رہی تھی۔۔؟ لیکن اسے بس جہان کو ڈھوڈنا تھا۔ ہر حال میں۔ وہ آگے بڑھتی جارہی تھی۔ کہ اچانک سے اس وا اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ مڑی اور اپنے سامنے جہان کو صحیح سلامت دیکھ گنگ رہ گئی۔ جہان مسکراتا ہوا اس کے پاس آیا۔ کیا ہوا۔۔؟؟ اتنا پریشان کیوں ہو رہی ہیں۔۔؟؟ مجھے ڈھونڈ رہی ہیں۔۔؟؟ بہت فرصت سے اسکی بکھری حالت دیکھی جو اس کی فکر میں کتنی پاگل ہوا ٹھی تھی۔ آپ۔۔۔ ٹھیک ہیں ؟؟ مسٹر جہان۔۔؟؟ کسویٰ کو اپنی آواز بھی بمشکل سنائی دی۔ ہنڈرڈ پرسنٹ۔۔۔۔! بانہیں وا کرتے ہوئے وہ پر اعتمادی سے بولا۔ تب کسویٰ کو سمجھ آئی۔۔ کہ جہان نے اس سے جھوٹ بولا۔ اس بات سے سا دماغ گھوما تھا۔ اور وہ بھی بری طرح۔

آپ پاگل ہو گئے ہیں۔۔؟ بھلا ایسا بھی کوئی مذاق کرتا ہے۔۔؟؟ کسوی نے جہان کے سینے پہ زور سے ہاتھ مارتے اسے پرے جھٹکا۔ اس کی آنکھوں کے گوشے نم ہوئے تھے اسے امید نہ تھی مسٹر جہان اس طرح کا بھی کوئی مذاق کریں گے اس سے۔۔ آپ رو کیوں رہی ہیں۔۔؟؟ جہان کو اسکی آنکھوں میں آنسوؤں نے تکلیف سے دوچار کیا۔ بات مت کریں میرے ساتھ۔۔ بہت برے ہیں آپ۔۔۔! کوئی احساس نہیں۔ وہ پیچھے مڑ کے انگلی اٹھاتی اسے وارن کر کے واپس آگے بڑھ گئی۔ جہان نے اسکے ساتھ قدم سے قدم ملائے۔ آپ ناراض بھی ہو رہی ہیں۔۔؟؟ کچھ توقف کے بعد مسٹر جہان نے کہا تو وہ رک کے اسے دیکھنے لگی۔ آپ۔۔ چپ چاپ یہاں سے چلے جائیں مسٹر جہان۔۔! ورنہ میرے ہاتھوں آپ کا قتل ہو جائے گا۔ وہ غصہ سے لال بھبھوکا چہرہ لیے اس وقت آتش فشاں بنی ہوئی تھی۔ جب کہ بہت دور سے ہی کوئی ان پہ نظر رکھا ہوئے تھے وراس بات سے وہ دونوں ہی انجان تھے۔ کہ جہان کی چھٹی حس نے اسے خبردار کیا۔ اور وہ پلٹا لیکن وہ

شخص چھپ گیا۔ار گرد دیکھا۔۔لیکن جہان کو کوئی دکھائی نہ دیا۔مس کسویٰ چلیں یہاں سے۔۔۔!اس بار جہان کے چہرے پے سخت سنجیدگی تھی۔۔مجھے آپ کے ساتھ۔۔؟؟مس کسویٰ پلیز۔۔۔ابھی چلیں۔۔یہ جگہ سیو نہیں۔۔اور وئی ہے جو ہمارا پیچھا کر رہا ہے جہان نے سنجیدگی سے کہا۔آپ کو لگتا ہے۔۔میں اُب آپ پے اعتبار کروں گی۔۔؟کسویٰ نے جل بھن کے کہا۔جہان نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔آپ بہت ضدی ہیں مس کسویٰ۔۔۔!جہان کو وہ اور بھی اچھی لگنے لگی تھی۔میرے پیچھے مت آئیے گا۔۔ورنہ۔۔؟؟اچھا نہیں ہوگا۔اسکی بات کو نظرانداز کر تی وہ اپنی گاڑی کی جانب بڑھی۔جہان نے اسے گاڑی لے کے آگے بڑھاتے دیکھا۔اور خود بھی اپنی گاڑی میں بیٹھتا گاڑی اسکے پیچھے لگادی۔کسویٰ نے اسے اپنا تعاقب کرتے دیکھا تو مطمئن سی ہو گئی۔دل میں ایک عجیب سی آسودگی نے جنم لیا۔

جب کہ وہ یہ نہیں جانتی تھی۔ کہ ایک مکمل اور فل ٹائٹ سیکیورٹی ہر وقت اس کی حفاظت پے مامور ہے۔ جہان کون تھا۔۔؟ وہ کیوں یہاں آیا تھا۔ یہ بھی ایک راز تھا۔ جو ابھی کھلنا باقی تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تو تم راضی ہو۔۔؟ عندلیب پھر سے ایم کے کے سامنے بیٹھی اس سے استفسار کر رہی تھی۔ میری ایک شرط ہے۔۔ سوچتے ہوئے عندلیب سے کہا۔ کیسی شرط۔۔۔؟؟ عندلب جانتی تھی۔ کوئی فضول شرط ہی ہو گی۔ میں لڑکی سے ملنا چاہتا ہوں۔۔۔ اس کی بات سے عندلیب اسے دیکھے گ ئی۔ اور گہرا سانس خارج کیا۔ مطلب تم بھی ساتھ جنا چاہتے ہو۔۔؟ عندلیب نے اندازہ لگایا۔ نہیں۔۔ بالکل نہیں۔۔۔ مجھے اس لڑکی سے ملنا ہے۔۔ اپنی بات کی وضاحت دی۔ مصطفی۔۔! تم اس لڑکی سے مل چکے ہو۔۔۔ اپنے بنگلے

میں۔۔اب دوبارہ مل کے کیا کرو گے۔۔؟؟یہ تو آپ مجھ پے چھوڑ دیں۔۔ کیا کرا ہے کیا نہیں۔۔؟؟اگر آپ چھتی ہیں۔۔کہ میں اس رشتے کے لیے راضی ہو جاؤں۔۔۔؟؟تو میری ایک میٹنگ رکھیں اس کے ساتھ۔۔۔! اسکے بعد میں آپ کو بتاؤں گا۔مجھے یہ لڑکی اپنے لیے فٹ گتی ہے یا ان فٹ۔۔۔!اس کی بات پے عندلیب کا ماغ شارٹ ہوا۔بہت بڑے بد تمیز جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔پھر میں ہاں سمجھوں یا انسان ہو۔عندلیب اپنی نہ۔۔۔؟؟ایم کے نے مزید تنگ کیا۔تو وہ گھوری ڈالتے باہر نکلی۔مس ارم شیخ۔۔۔سی یو اگین ویری سون۔سکرا کے لیپ ٹاپ آن کرتا کام میں مصروف ہو گیا۔

\-----------

پری گل نے کسمسا کے دھیرے سے آنکھیں وا کیں۔تو وہ خیالوں کی دنیا سے لوٹا۔اوا ٹھ کے دھیرے سے اسکے پس جا بیٹھا۔کیسی ہو اب۔۔؟ لہجے میں نرمی تھی۔پری نے اجنبیت سے اسے دیکھا۔بہت ڈھیٹ ہوں۔۔

ناں۔۔۔!مرتی بھی نہیں۔۔۔رخ پھیر کے بولتی وہ برہان کا بے انتہا تکلیف دے گ ئی۔لیکن برہان خود پے قابو کر گیا۔اٹھو۔۔میں کھانا منگواتا ہوں۔ کھالو۔اور میڈیسن لے لو۔۔۔برہان سر سری انداز میں کہتا باہر نکلنے لگا۔

میری اتنی فکر مت کریں۔۔برہان۔۔۔!میں نے جو گناہ کیا ہے ناں۔۔اسکی سزا۔۔۔بھگتنے دیں مجھے۔اس کے ازیت بھرے لہجے پے برہان نے مٹھیاں بھینچیں۔سزا تو اب شروع ہو گی۔۔مسز برہان۔۔۔۔!کل شام تک ریڈی ہونا ہے۔۔اور مجھے کل۔۔کسی بھی طرح کی بد مزگی نہیں چاہیے۔ سمجھی

پری گل نے بھی دو بدو !x تم۔۔۔!بس حکم چلانا ہی تو آتا ہے آپ کو۔۔ کہ وہ دھڑا دھڑ جواب دیا۔نہ جانے اس کے اندر کا ڈر کہاں جا سویا تھا۔ جواب دے رہی تھی۔

کل بات کوں گا تم سے تفصیلی۔۔۔جب میرے نام سے سجو گی۔۔۔اپنا آپ مجھے سونپو گی۔۔۔جب تم کو اپنا بناؤ ں گا۔ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔۔۔تب تمہارا بولنا بہت مس کروں گا میں۔اسے معنی خیزی سے کہتا وہ طنزیہ مسکراتا ہوا باہر نکلا۔پری گل پیچ وتاب کھاتی رہ گئی۔

بینا کے ولیمہ کی تقریب بہت بڑے بینکوئیٹ میں بڑے پیمانے پے ہو رہی تھی۔ہر فیلڈ سے تعلق رکھنے والے اس وقت مسٹر زبیر ملک کے ولیمہ پے موجود تھے۔میڈیا بھی آج فل کورتج دے رہا تھا۔بینا کا سر مزید فخر سے بلند ہو گیا۔آج تو وہ اپنے بہن بھائی اور ماں کو بھی کم ہی منہ لگا رہی تھی۔آج اس کے انداز ہی نرالے تھے اسے لگ رہا تھا اس نے ملک زبیر کو نہ صرف

تسخیر کر لیا ہے بلکہ اس کا سب کچھ اپنے نام کروالیا ہے۔کسویٰ اسسے مل کے اسٹیج سے نیچے اتر گئی۔ تبھی اسکی نظر ارم پے جا ٹھہری۔جو ایک لیڈی کے ساتھ کھڑی تھی۔ارمت تھوڑا گھبرا رہی تھی۔کسویٰ جلدی سے اس طرف بڑھی کے کسی سے بری طرح ٹکرا گئی۔ایم سوری میم۔۔۔!وہ ویٹر تھا۔ڈرنک کا پورا گلاس اس کے اوپر گرا تھا۔وہ چاہ کے بھی اس پے غصہ نہیں کر پائی۔ باتھ روم کہاں ہے۔۔؟ اس کا سوری نظر انداز کرتی وہ اس بڑھ گئی۔اپنی سفید رنگ کی سے لیڈیز باتھ روم کا پوچھتی اس جانب کا مدار میکسی کو صاف کرتی وہ خود کو آئینے میں دیکھتی مسکرائی۔اے اللہ تو نے میری صورت اچھی بنائی ہے میرا اخلاق بھی اچھا بنا۔دل ہی دل میں کہتی وہ واپس باہر نکلی۔ میم۔۔۔!وہی ویٹر اسکی جانب واپس آیا اب وہ بہت گھبرایا ہوا تھا۔وہ رک گئی۔ میم۔۔۔۔!یہ پارسل آپ کے لیے۔۔۔۔۔وہ عجلت میں کہتا اسے ایک پیکٹ تھمائے نکل گیا۔کسویٰ منہ دیکھتی رہ گئی۔ یہ کس چیز کا پیکٹ ہے۔۔۔؟کسویٰ نے الٹ پٹ کر کے دیکھا۔ لیکن کچھ

سمجھ نہ آیا۔ وہ سر جھٹکتی وہ اینولپ ساتھ لیے ہال کی جانب بڑھ گ ئی۔ پیکٹ ہاتھ میں ہی تھامے رکھا۔ کسویٰ کو کوئی جلدی نہ تھی۔ کہ اسے کھول کے دیکھے۔ آج مسٹر جہان اسے نظر نہیں آئی ے تھے۔ شاید وہ آئے ہی نہیں تھے۔ یہ سرفراز ماموں پھر سے غائی ب ہو گ ئے ہیں۔۔؟؟ نجانے مس ئی لہ کیا ہے ان کا۔۔؟؟ وہ سوچ میں پڑ گ ئی تھی۔ پھر کال ملائی جو جا تو رہی تھی۔ لیکن اگلے ہی پل موبائی ل آف کر دیا گیا تھا۔ یا اللہ خیر۔۔۔؟؟ وہ دل ہی دل میں سرفراز کی سلا متیکی دعا کر رہی تھی۔ کہ تیمر اسے فیکھتا اس تک آن پہنچا۔ کیسی ہو بیوٹیفل۔۔۔ لنک نائی س۔۔۔! تیور کی تعریف پے کسویٰ نے دانت کچکچائے۔ کوئی کام تھا کیا۔۔؟ روکھے پن سے کہا۔ کچھ خاص تو نہیں۔۔ بس۔۔ ایک بات کہنی ہے تم۔۔۔! امی ابو۔۔ رشتہ لائی یں گے ایک دو دن تک۔۔ تو انکار مت کرنا۔۔ اپنی رضامندی دے دینا۔ تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔۔؟ کسویٰ کو اس پے سخت غصہ آیا۔ جو بھی سمجھ لو۔۔۔ یہی سچ ہے۔ تم میری ہو۔۔۔! اور ہمیشہ میری رہو گی۔ وہ

پرار تمادی سے کہتا کسویٰ کو زہر لگا تھا۔اپنی راہ لو مسٹر تعمور۔۔۔۔۔۔!اس خوش فہمی سے نکل آؤ۔۔۔جینا آسان ہو جائے گا۔کسویٰ اسے طنزاً کہتی وہاں سے آگے بڑھ گئی۔جب کہ تعمور دل ہی دل میں اس کی اداؤں کو سوچتا مسکرا دیا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔

پری گل نے کتنی مشکل سے دلہن کا لباس زیب تن کیا تھا یہ وہی جانتی تھی۔ لیکن اب بھی اسکا جی چاہ رہا تھا وہ لباس اتار کے آگ لگا دے۔اماں۔اسے لینے آئی یں تو اس نے باہر جانے سے صاف انکار کر دیا۔مجبوراً برہان کو اوہر روم میں آنا پڑا۔جہاں وہ تیار بیٹھی آئی ینے میں اپنا آپ دیکھنے میں اس قدر مگن تھی۔کہ برہان کے آنے کا بھی اسے پتہ نہ چل سکا۔

لگتا ہے وہ بار تمہیں الگ زبان میں ل سمجھانا پڑے گا۔اسکے دو آتشہ روپ سے نظریں چراتے وہ تھوڑا سخت گیر لہجے میں بولا۔ تو وہ اسکی جانب جھٹکے سے مڑی۔

اب کونسی زبان استعمال کرنے کا ارادہ ہے۔۔؟وہ نجانے کیوں تلخ ہوئی تھی اچانک سے۔۔؟؟اٹھو۔۔اوت چلو باہر۔۔۔کل بھی تمہاری وجہ سے ولیہ کی گرینڈ پارٹی ملتیوی کی ہے آج گھر میں فنکشن ارینج کیا ہے۔صرف تمہاری اس نازک طبعیت کا خیال کرکے۔۔۔میری بات کو اگنور مت کیا کرو۔۔ ورنہ میری طبعیت خراب ہوئی ناں۔۔۔تو تمہاری طبعیت بھی ٹھیک نہیں رہے گی۔۔۔۔! برہان تم۔۔۔؟؟ وہ اس کے مد مقابل آئی۔کہ اسکی کلائی کو سختی سے برہنا نے جکڑتے جھٹکا دے کے خود سے قریب کیا۔

اب اگر ایک اور بھی تم میرے کسی فیصلے کے خلاف گ ئی۔۔ تو تمہاری سانسیں کھینچ لوں گا۔ اور تمہیں اف تک کرنے کی مہلت بھی نہیں دوں گا۔ برہان سختی سے کہتے اس کا گھونگھٹ ٹھیک کرتے اس وقت پری کو بہت برا لگا تھا۔ کوئی تماشا نہیں۔۔ سمجھی تم۔۔۔۔! چلو۔۔اب۔۔! دھیرے مگر سخت لہجے میں کہتا وہ پری گل کو لیے باہر آیا۔ ہال میں انٹر ہوتے ہی ساری لائٹس آف ہو گ ئی یں۔ ایک سپوٹ لائیٹ تھی۔ جو دلہا دلہن پے فکس تھی۔ مدھم آواز میں گانوں کے بول کانوں میں پڑے۔ برہان نے پری کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما۔ جو قدرے ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اسے لیے قدم بقدم آگے بڑھا۔ اسٹیج پے پہنچتے ہی اچھی خاصی آتش بازی ہوئی اس لمحے اتنا شور شرابا ہوا۔ کہ کان پڑی آواز بھی سنائی نہ دے رہی تھی۔ ایسے میں برہان کے نمبر پے کسی کی کال آرہی تھی۔ جسے وہ اٹھا نہ سکا۔ اس اتنی گہما گہمی سے پری نے گھبرا کے خود برہان کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما۔ اور برہان نے رخ موڑ کے اس ظالم حسینہ کو دیکھا۔ جو ابھی بھی گھبرائی سی چھوئی موئی اسکے ساتھ جڑی

ہوئی تھی۔بے اختیار مسکراہٹ نے لبوں کو چھوا۔اسی لمحے اچانک سے
فائی رگ شروع ہو گئی۔اور۔۔۔؟

۔۔۔۔۔۔۔۔

چوہدری فراست نے اپنا داؤ آخر کھیل ہی لیا تھا۔انے بہت سوچ سمجھ کے یہ
چال چلی تھی۔وہ اپنے بیٹے کی خوشیوں کی قاتل پری گل کو بالکل معاف
کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔وہ اپنی چال چلے تھے۔اب انتظار تھا۔کہ
کب۔۔۔کال آئے اور یہ پتہ لگے۔کہ پری گل از نو مور۔۔۔۔!

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

برہان نے رخ موڑ کے اس ظالم حسینہ کو دیکھا۔جوابھی بھی گھبرائی سی چھوئی موئی اسکے ساتھ جڑی ہوئی تھی۔بے اختیار مسکراہٹ نے لبوں کو چھوا۔

اسی لمحے اچانک سے بار سے فائی رنگ کی آواز آئی۔ سبھی لوگ حواس باختہ ہوگ ئے۔پری گل کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا۔ فضل۔۔۔۔۔؟؟ برہان نے اپنے سب سے قریبی سیکوریٹی انچارج کو بلوایا۔جو سیکیورٹی کا ہیڈ تھا۔جی سر۔۔۔۔! وہ جو سب کو اپنی پوزیشنز پے رہنے کا بولا تھا۔۔ برہاک بلاوے پے اندر آیا۔کی ہو رہا ہے یہ سب۔۔؟؟ برہان غصہ سے بولا جب ک فائی رنگ ابھی بھی ہو رہی تھی۔ر۔۔بے فکر رہیں۔۔وہ اندر نہیں آ سکتے سیکوریٹی بہت سخت ہے۔اور ہمارے آدمی دشمن کا قلع قمع کر کے ہی دم یں گے۔ فضل نے مطمین انداز میں کہا۔مجھے وہ لوگ چاہی ئیں۔جو یہاں اس وقت موجود ہیں۔۔یہ کس کے اشارے پے کر رہے ہیں۔۔مجھے فوراً جاننا ہے۔جی حکم۔۔۔۔! وہ بار ہر کی جانب بڑھا سب کے چہرے پے خوف و حراس تھا۔اسی اثنا میں اچانک سے ائی ٹس آف ہوئی یں۔وہ جوا سٹیج سے نیچے

اترا ہوا بات کرتا مڑا تھا ان لائیٹس کو اچانک بند ہوتا دیکھ ٹھٹھکا۔

پری۔۔۔؟؟ دل ایک دم سے ڈوب کے ابھرا۔ وہ موبائل کی روشنی میں اسٹیج کی جانب تقریباً بھاگا تھا۔ اسٹیج پہ اسے کہیں بھی پری دکھائی نہ دی۔

پری۔۔۔؟؟ اس نے پکارا۔۔ سب طرف دیکھا۔ لیکن اسے پری نہیں دکھائی دی۔ اسی وقت لائیٹس آن ہوئیں۔ اور واقعی پری وہاں سے غائب تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آپ مجھے صرف اتنا بتا دیں۔۔ کیا میں کسویٰ کا برا چاہ سکتی ہوں۔۔؟؟ ماں ہوں اس کی۔۔۔! کیا میرا حق نہیں کہ اس کے لیے کوئی فیصلہ لے سکوں۔۔؟ ایک بار پھر گھر میں بحث چھڑ چکی تھی۔ وہ آفس جانے سے پہلے باپ سے مل کے جاتی تھی۔ لیکن ان کی ابا تیں سنتے کسویٰ نے اپنا آپ وہاں سے ہٹ جانا ہی مناسب سمجھا۔ وہ آپس میں بات کر رہے تھے۔ کسویٰ کو وہاں جانا مناسب نہ لگا۔ یہی بات مجھے بری لگ رہی ہے۔۔ تسلیم بیگم۔۔۔!

گر اتنا اچھا لگ رہا ہے تعیمور آپ کو۔ تو ارم کا رشتہ کر دیں۔ کسویٰ ہی کیوں۔۔؟ شیخ صاحب بھی بھڑ کے۔ یہ ہمارے ماں باپ ہمارے بیچ فرق کیوں کر رہے ہیں۔۔؟؟ کسویٰ کا دل کسی انہونی کے احساس سے دھڑ کا۔ کر دیتی۔۔ارم کا ہی کرتی۔۔ لیکن انہوں نے مانگا ہی کسویٰ کو ہے تو۔۔۔۔۔اپنی بیٹی کیسے پلیٹ میں سجا کے دے دوں۔۔؟ کہ کسویٰ نہیں ارم کو قبول کر لو۔۔۔؟؟ تسلیم بیگم غصہ سے بولیں ان کے الفاظ پہ کسویٰ دم سادھے کھڑی رہ گئی۔ اسے لگا وہ زلزلوں کی زد میں آگئی ہو۔۔۔یہی بات۔۔۔یہی بات مجھے آپ کی تکلیف دیتی ہے۔ تسلیم بیگم۔۔میں نے کبھی ارم کو سوتیلے پن کا احساس نہیں ہونے دیا۔۔اور آپ نے۔۔ہمیشہ ہر موقع پہ میری کسویٰ کو سوتیلے پن کا احساس دلایا ہے۔ شیخ صاحب دکھ سے بولے۔ کسویٰ نے منہ پہ ہاتھ رکھے اپنے آنسوؤں کا گلا گھونٹا۔ میں اگر اپنا سب کچھ بھی نچھاور کر دوں۔۔ناں۔۔آپ کی اولاد پہ۔۔تب بھی آپ کو مجھ سے یہ شکایتیں ختم نہیں ہونیں۔ تسلیم بیگم نے منہ پھلا کے کہا۔

امی۔۔۔؟؟اچانک سے کسویٰ کی پکار پے وہ دونوں چونکے۔آپ جہاں چاہیں۔۔ جس سے چاہیں۔۔ میرا رشتہ کر دیں۔۔مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔کسویٰ نے نہایت سنجیدگی اور پختہ لہجے میں کہا۔شیخ صاحب اس کے چہرے سے سمجھ گئے۔کہ وہ سب باتیں سن چکی ہے۔تم۔۔۔؟؟سچ کہہ رہی ہو۔۔؟؟تسلیم بیگم نے حیرانی اور خوشی کی ملی جلی کیفیت سے پوچھا۔ جی۔۔۔!آپ۔۔۔؟؟اموں کو ہاں کہہ دیں۔۔مجھے۔۔کوئی اعتراض نہیں۔۔وہ اب بھی سنجیدگی سے بنا کسی تاثر کے کہتی وہاں سے باہر نکلتی چلی گئی۔جب کہ تسلیم بیگم بہت خوش دکھائی دیں۔برسوں بعد انکے لدل کی مراد بر آنے والی تھی۔

آنکھوں کو رونے سے منع کیا۔لیکن دل کا کیا کرتی جو اس ظلم پے رو رہا تھا۔تو نینوں نے بھی شدتِ ضبط کے باوجود ایک اشک بہا ہی دیا۔

نیناں۔۔۔۔۔۔! جو سانجھ خواب دیکھتے تھے نیناں۔۔۔۔

بچھڑ کے آج رو دی ئے ہیں یوں۔۔۔۔

جو مل کے رات جاگتے تھے نیناں۔۔

سحر میں پلکیں میچتے ہیں نیناں۔۔۔۔

جدا ہوئے قدم۔۔۔

جنوں تھی یہ قسم۔۔۔۔

مل کے چلیں گے ہر دم

اب بانٹتے ہیں یہ غم

بھیگے نینا۔۔۔۔۔

جو کھڑکیوں سے جھانکتے تھے نیناں۔۔۔

گھٹن میں بند ہو گئے ہیں یوں۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عندلیب اپنے شوہر کے ہمراہ ارم کے گھر پہنچی۔ مجتبیٰ آج ہی واپس لوٹا تھا۔
اور عندیب اسے لیے ارم کے گھر آن پہنچی۔ وہ ہر حال میں یہ رشتہ پکا کرنا

چاہتی تھی۔ ہتھیلی پے سرسوں جمارہی تھی۔آنٹی۔۔آپ بس ہمیں۔۔ارم دے دیں۔۔ ہمیں اور کچھ نہیں چاہیے عندلیب ان کے اعتراضات سنتی مسکراتی بولی۔کسوی آفس میں تھی۔جب کہ آج ارم نے تسلیم بیگم کے کہنے پے یونی سے چھٹی کی تھی اور اس وقت وہ زوہان کو لیے باغیچے میں بیٹھی اس سے ہلکی پھلکی باتیں کررہی تھی زوہان کافی شارپ بچا تھا اور اس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے ارم کو وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا اسے یہ بچہ بہت ہی بھایا تھا جو کم و بیش اپنے ماموں کی ہی کاپی لگ رہا تھا لیکن ایک فرق تھا کہ یہ بچہ ہنس مکھ تھا۔

آپ کی بات ٹھیک ہے۔۔ لیکن۔۔۔ ابھی ہم اتنی جلد بازی نہیں کر سکتے۔۔۔۔ایک نظر خاموش بیٹھے شوہر کو دیکھا۔ہم بھی تو ملنا چاہیں گے مصطفی بیٹے سے تا کہ۔۔۔ ہم بھی۔۔۔؟؟؟ارے آنٹی کیسی باتیں کررہی ہیں اپ جب چاہیں جس وقت چاہیں آپ ہمارے گھر آئیں ہمیں بہت خوشی

ہو گی۔ عندلیب نے ان کی بات کاٹتے ہوئے خوش دلی سے کہا بلکہ آپ کل ہی آئیں۔۔۔امی اور بابا جانی سے بھی آپ مل لیں تاکہ کوئی بھی کسی بھی قسم کا اعتراض باقی نہ رہے۔ آپ یقین جانیں میری امی ابو سے مل کر آپ کو بہت خوشی ہو گی اور مصطفی تو ہیرا ہے ہیرا میرا بھائی۔۔۔۔ جب آپ اس سے ملیں گیں تو آپ خود کہیں گے کہ واقعی آپ نے داماد کے طور پر کس کو چنا ہے۔۔۔ عندلیپ کچھ زیادہ ہی ایکسائٹڈ ہو رہی تھی یہ جانے بغیر کہ انے والے وقت میں اس کے لیے کتنی زیادہ مشکلات کھڑی ہونے والی تھیں۔

بیگم۔۔۔بی پیشنس۔۔۔۔! مجتبیٰ نے دھیرے سے ٹوکا۔ جی ضرور۔۔ آپ یہ۔۔ سموسے لیں ناں۔۔۔! تسلیم بیگم نے مہمان نوازی نبھائی۔۔ مسدس ازان کی آواز سنائی دی تو شیخ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ میری نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ پھر ملاقات ہو گی۔ سنجیدگی سے کہتے شیخ صاحب ان کا جواب سنے بنا باہر نکل گ ئے۔ جیسے ان دونوں میاں بیوی نے محسوس کیا۔

انٹی لگتا ہے انکل کو ہمارا یہاں آنا اچھا نہیں لگا عندلیب کے جو دل میں تھا وہی زبان پہ اگیا ارے نہیں بیٹا ایسی بات نہیں۔۔۔۔دراصل آج ان کی تھوڑی طبیعت ٹھیک نہیں تو اس لیے۔۔۔۔خیر کوئی مسئلہ نہیں ہم بہت جلد آپ کی طرف آئیں گے تسلیم بیگم نے انہیں ٹالا۔جبکہ شیخ صاحب کی انداز سے تھوڑا وہ بھی پریشان ہو گئی تھیں جو کل سے چپ چپ تھے اور کسویٰ کے تیمور سے رشتے پہ راضی ہونے پر وہ مزید بات چیت بند کر چکے تھے .

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جی بلایا تھا آپ نے۔۔؟؟کسویٰ کا اداس اور پریشان چہرہ کل سے جہان کی آنکھوں کے آگے گھوم رہا تھا وہ کل سے پریشان اور چپ چپ تھی اور جہان اس کی خاموشی سے بے کلی محسوس کر رہا تھا وہ جس مقصد سے یہاں پیا تھا وہ مقصد بھی کسی حد تک پورا ہو چکا تھا اب اسے یہاں سے جانا تھا۔اور جانے

سے پہلے وہ قصوی سے اپنے دل کی بات کر کے جانا چاہتا تھا کیونکہ اس کی نظر میں سچی اور مکمل محبت وہی تھی جو نکاح کے بندھن میں بندھ جاتی۔اور جب محبت ہو ہی گئی تھی اور وہ اس کو پسند کرنے لگا تھا تو اس کا بر ملا اظہار بھی کرنا چاہتا تھا نہ صرف اظہار بلکہ وہ اسے اپنانا چاہتا تھا۔اس لیے اس نے آج کسویٰ سے اپنے دل کی بات کہنے کا فیصلہ کیا۔

یس مس کسویٰ۔۔۔! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے جہان نے اپنی سیٹ سے اٹھتے ہوئے اس کے پاس آتے کہا۔جی بولیں۔۔۔؟؟میں سن رہی ہوں کسویٰ نے بنا اس کی جانب دیکھے نظریں جھکائے ہوئے کہا جب کہ جہان مسلسل اس کے چہرے پہ تاثرات دیکھ رہا تھا۔ائی وانٹ ٹو میری یو۔۔۔

اچانک سے جہان کے الفاظ پہ کسویٰ نے جھٹ سے پلکیں اٹھاتے جہان کی جانب حیرانگی سے دیکھا. کیا بات ہے مس کسویٰ اس میں اتنا حیرانی سے کیوں دیکھ رہی ہیں مجھے ؟ جہان نے اس کی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا یہ

آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر جہان ؟؟؟میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا؟؟
اچانک سے کسویٰ کو اپنی حالت غیر محسوس ہونے لگی۔آپ مجھے اچھی لگتی
ہیں اور آپ کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔اس کی سادگی سے
بولے گئے الفاظ پہ کسویٰ کی پلکیں لرزیں تھیں۔دل دھاڑیں مار کے
رویا تھا۔لیکن وہ کمزور نہ تھی۔اس نے یہ ثابت کرنا تھا۔

مسٹر جہان آپ۔۔۔یہ کسی باتیں کر رہے ہیں۔۔؟؟کسویٰ کا دل زوروں
سے دھڑکا۔اس میں کیا غلط ہے مس کسویٰ۔۔۔!میں آپ سے شادی کرنا
چاہتا ہوں۔اس بات میں آپ کو کیا برائی نظر آئی۔۔؟؟وہ سینے پہ بازو
باندھے پوچھتا اس بار کافی سنجیدہ لگا۔کسویٰ نے ماتھے کو مسلا۔اس کے گھر کی
سچویشن ایسی نہ تھی۔کہ فی الحال وہ یہ سب افورڈ کر سکے۔ایسا ممکن
نہیں۔۔۔پلیز۔۔مسٹر جہان آپ اپنے قدم واپس موڑ لیں۔دل کی
رضامندی کو دباتے وہ سخت گیر لہجے میں بولی۔وجہ جان سکتا ہوں۔۔؟اب

کی بار لہجہ سخت تھا۔ کسویٰ کو اپنے گلے میں ہزاروں کانٹے چبھتے محسوس ہوئے۔ میں نے۔۔۔ آپ کے لیے کبھی ایسا نہیں سوچا۔۔ میری منگنی۔۔۔ بچپن میں ہی ہو گئی تھی۔۔ اپنے ماموں کے گھر۔۔۔ اور۔۔۔ اب شادی بھی وہیں ہو گی۔۔۔ اس لیے۔۔؟؟؟ میں نہیں مانتا کسی بھی منگنی کو۔۔۔ قریب ہوتے وہ سرد لہجے میں بولا۔ کہ کسویٰ کا دل لرزا۔ ایک جنون تھا اسکی آنکھوں میں۔ کسویٰ کو اس جنون سے ڈر لگ رہا تھا۔

منگنی کا رشتہ کب پائیدار ہوا ہے۔۔؟؟ وہ پھر سے بولا۔ لیکن میرے لیے میرے ماں باپ کی زبان اور عزت سے بڑھ کے کچھ نہیں۔ اس بار کسویٰ نے بھی تھوڑا سختی سے کہا۔ شاید ان کے درمیان محبت کی عمر ہی اتنی تھی۔ جو آج وہ۔۔۔ اس کو ختم کر رہی تھی۔ اس کے جواب پے جہان اسے یک ٹک دیکھے گیا۔ ٹھیک ہے۔ آپ جا سکتی ہیں۔ جہان نے پل میں فیصلہ کیا۔ عہ ایسا ہی تھا۔ فیصلہ آن داسپوٹ کرنے والا۔ کسویٰ نے اسکی بات پے اسے حیرت

سے دیکھا کہاں وہ جنونی ہو رہا تھا۔۔اب کہاں یکدم شانت ہوا تھا۔کسویٰ کی آنکھوں کی حیرت جہان سے چھپی نہ رہ سکی۔یو مے گو ناؤ۔۔ مس کسویٰ! سنجیدہ اور سرد لہجے میں کہتے وہ واپس اپنی سیٹ پے جا بیٹھا۔کسویٰ نے اسکی جانب سے رخ موڑا تو ایک آنسو دغا کرتے اس کے گال پے آن گرا۔

مس کسویٰ! وہ جس نے قدم واپس بڑھائے تھے اسکی پکار اپے تھمی۔دل بھی جیسے رک سا گیا۔ہمت نہ ہوئی کہ پلٹ کے ایک نظر اسے دیکھ سکتی۔وہ جانتی تھی۔پلٹی تو۔۔ مجسم ہو جائے گی۔سامنے کھڑے شخص کی محبت کے حصار کو توڑ نہیں پائے گی۔اور محبت۔۔ کو وہ اتنی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔کہ وہ اسے کمزور بنائے۔

ایک وقت آئے گا۔آپ خود چل کے میرے پاس آئی یں گیں۔۔۔اور اس وقت کا میں بے صبری سے انتظار کروں گا۔اللہ حافظ۔اپنی بات مکمل

کرتا وہ واپس اپنے کام میں مصروف ہو گیا اسکی بات پے کسویٰ کو اپنے قدم من
من بھاری محسوس ہوئے۔ اس کا جی چاہا۔ پلٹے اور اس شخص کیمحبت کو تھام
لے۔ لیکن۔۔ وہ مجبور تھی۔۔ اپنی ماں کے لیے۔۔۔ جسے وہ اپنی سگھی ماں
ماں سجھتی آئی۔۔ جو در حقیقت سوتیلی تھیں اور ارم۔۔؟؟ اسکی سوتیلی
بہن۔۔۔ن۔۔ ابھی وہ اس دکھ سے نہیں نکلی تھی۔ کہ محبت کا درد بھی دل
میں آن سمایا۔ وہ آفس کی دہلیز پار کر آئی تھی۔ ان گنت خواب تھے۔ تعبیر
کوئی نہ تھی۔۔ سوال تھے۔۔ لیکن جواب ایک بھی نہ تھا۔ وہ اندر کے درد کو
اندر ہی اندر دبا گ ئی۔ وہ کسویٰ اکمل شیخ تھی اپنے باپ کا غرور۔۔۔ اپنے باپ
کا مان۔۔۔! محبت میں خود ٹوٹ گ ئی۔ لین باپکا غرور باپ کا مان بچا لیا۔ اور
جو اپنے ماں باپ کی خاطر اپنے ایسی لڑکیاں دنیا میں بہت نایاب ہوتی ہیں۔۔
دل کو اجاڑ دیں۔ اپنی چاہت کا گلہ گھونٹ دیں۔ بہت بہادری والا کام تھا جو
کسویٰ ہی کر سکتی تھی۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

عندلیب نے ارم اک فون نمبر حاصل کر لیا تھا۔اور اسے لیے وہ اپنے گھر آئی تھی۔ارم نے جانے سے پہلے اپنی والدہ سے اجازت لی تھی۔اور کسویٰ کو ساتھ لے جانے کا کہا جس پے تسلیم بیگم نے اسے منع کر دیا۔اور اکیلے ہی بھیج دیا۔ یہاں تک کہ باپ سے اور کسویٰ سے اس بات کا ذکر کرنے سے بھی سختی سے منع کیا۔ارم کا دل نہیں مانا لیکن وہ ماں کے آگے مجبور ہو گ ئی۔اور عندلیب کے ساتھ اس کے گھر چلی گ ئی۔عندلیب نے پوری زمہ داری لی تھی۔وہ واپس بھی خود چھوڑ کے جانے والی تھی۔زوہان اسکول تھا۔اور مجتبیٰ آفس۔۔۔ادھر ادھر کی باتوں کے بعد عندلب مدعے پے آئی اور ارم کو بتا دیا کہ مصطفیٰ تم سے ملنا چاہتا ہے۔پہلے تو ارم کو حیرت ہوئی۔وہ انکار کرنے

والی تھی۔پھر کچھ سوچتے ملنے کی ہامی بھر لی۔عندلیب کچن میں کھانے پینے کے لوازمات لینے گ ئی۔ڈرائی نگ روم میں ارم اکیلی تھی۔وہ پورے ڈرائی نگ روم کا جائی زہ لے رہی تھی کہ

کھٹکے کی آواز پے ارم پلٹی تھی۔اپنے سامنے ایم کے کو دیکھ کر تھوڑا خوفزدہ ہوئی۔لیکن اگلے ہی پل پر اعتمادی سے کھڑی تھی۔مسٹر۔۔ گینگسٹر۔۔۔؟؟ اس نے دھیرے سے پی کہا تھا۔لیکن ایم کے نے باآسانی سن لیا تھا۔اپنی زبان کو کنٹرول کرو۔۔۔! آپ۔۔۔ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟ وہ بتائی یں۔۔۔مجھے عندلیب آپی نے بتایا۔۔بہت ارمان جاگ رہا تھا۔۔آپ کو مجھ سے۔۔؟؟ کتنا بولتی ہو تم۔۔؟ ماتھے پے بل ڈالے ایم کے اس کے پاس آتے بولا۔آپ کو بل آتا ہے۔۔؟؟ وہ بھی منہ ٹیڑھا کرتے رخ پھیر گ ئی۔ اس کے پاس آے پے ناگواری سے اسے یکھا۔کیوں ملنا تھا آپ کو مجھ سے۔۔؟؟ ہمم۔۔۔ملنا تو چاہتا تھا۔۔۔تم سے۔۔۔! دیکھنا چاہتا تھا۔۔کہ تم

جیسی مڈل کلاس لڑکیاں امیر لڑکوں کو پھانس کر۔۔اوہ۔۔۔ نہیں۔۔ یہاں تو حساب کتاب ہی اور ہے۔۔ میری بہن کو اپنی سادگی کے جال میں پھسا کے تم نے۔۔۔انہیں اپنا گرویدہ بنالیا۔۔ لیکن۔۔ میری بہن معصوم ہیں۔۔ تم جیسی مڈل کلاس لڑکیوں کی چالاکیوں میں آجائی یں گیں۔۔۔۔ لیکن۔۔ میں ایم کے ہوں۔ا چھی طرح جانتا ہوں۔۔ کیسے ڈیل کرنا ہے۔۔ تم لوگوں کو۔۔۔؟؟ چلو۔۔۔ قیمت بتاؤ اپنی۔۔؟؟ ایم کے کے الفاظ پے ارم لب سیے اسے حیرت سے دیکھتی رہ گئی۔

میں ایم کے ہوں۔ا چھی طرح جانتا ہوں۔۔ کیسے ڈیل کرنا ہے۔۔ تم لوگوں کو۔۔۔؟؟ چلو۔۔۔ قیمت بتاؤ اپنی۔۔؟؟ ایم کے کے الفاظ پے ارم لب سیے اسے حیرت سے دیکھتی رہ گئی۔

ہم مڈل کلاس لڑکیاں بکاؤ نہیں ہوتیں۔ مسٹر گینگسٹر۔۔۔! ایک ایک لفظ چبا کے کہتی وہ ام کے کو آگ ہی لگا گئی۔ تم مڈل کلاس لڑکیاں۔۔ امیر لڑکوں سے شادی کر کے اپنی خوبصورتی کو کیش کرواتی ہو۔۔۔! ایم کے بھی سرد لہجے میں کہتا اسکے مزید قریب ہوا۔ ارم کی آنکھوں میں آنسو جھلملائے۔ جھنوں نے ایک پل کو ایم کے کا سکون غارت کیا۔ میں نے۔۔ یا میرے والدین نے آپ کو یا آپ کی بہن کو کسی بات کے لیے مجبور نہیں کیا۔۔۔! آپ آزاد ہیں اپنے فیصلے میں۔۔ ارم کا دل بری طرح ٹوٹا تھا۔ ایم کے نے لب بھینچے۔ میری بہن تمہاری معصومیت کے جال میں پھنس چکی ہے۔۔ انہیں اب تمہارے اندر کوئی خامی سرے سے ہی دکھائی نہیں دے گی۔۔۔ اسلیے۔۔؟؟ مصطفیٰ۔۔۔؟ اس سے پہلے کہ مصطفیٰ مزید گوہر فشانی کرتا کہ عندلیب کے اچانک آجانے پے دونوں چونکے۔ عندلیب نے دکھ سے ایم کے کو دیکھا۔ اوراس کے پاس آئی۔ کیا کہہ رہے ہو تم۔۔؟؟ ارم

کے بارے میں۔۔؟؟عندلیب غصہ سے بولی۔وہی جو۔۔یہ ہے۔۔اور آپ نہیں جانتی یہ۔۔۔؟؟میں بچی نہیں ہوں مصطفی۔۔۔عندلیب اس وقت سخت غصہ میں تھی۔سب سمجھتی ہوں۔۔تمہیں۔۔ارم سے شادی نہیں کرنی۔۔تومت کرو۔۔لیکن۔۔اس طرح کسی پے طعنہ کشتی مت کرو۔ تمہیں زیب نہیں دیتا۔کہتے ہوئے عندلیب کا لہجہ روندھ گیا۔

آپی۔۔۔؟ایم کے نے عندلیب کو صفائی دینی چاہی۔لیکن عندلیب نے ہاتھ اٹھا کر اسے کچھ بھی کہنے سے منع کردیا مسٹر ایم کے آپ یہاں سے جا سکتے ہیں اور بھول جائیں کہ عندلیب نام کی لڑکی نے اپ کا رشتہ کسی ارم نام کی لڑکی کے ساتھ کیا تھا آپ کو اپ کی زندگی مبارک۔۔۔جسے چاہیں اپنی زندگی میں شامل کریں اج کے بعد عندلیب کبھی نہیں بولے گی۔کہتے ہوئے عندلیب کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے گالوں کی طرف بڑھے ایم کے نے رخ موڑ کر ایک سخت گھوری سے ارم کو نوازا۔یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا

ہے انگلی اٹھا کے اس کو جھڑ کا تو ایک لمحے کو ارم سہم کے پیچھے کی جانب ہٹی۔

مصطفی۔۔۔! جاؤ یہاں سے۔۔۔۔۔! اس بار عندلیب نے بیچ میں آتے مصطفی کو روکنے کی کوشش کی۔ مصطفی اپنا ہاتھ نیچے کرتا جبڑے بھینچے وہاں سے باہر کی طرف نکلتا چلا گیا۔ عندلیب نے ارم کی جانب دیکھا جس کی انکھوں میں آنسو تھے عندلیب نے اس کے گالوں پہ آئے آنسوؤں کو صاف کیا مجھے معاف کر دو میں غلط تھی میری وجہ سے تمہیں اتنی تکلیف پہنچی۔ میں معافی مانگتی ہوں اپنے بھائی کے ان الفاظ پہ۔۔۔ جن سے نہیں۔۔۔۔۔؟؟؟

آپی آپ۔۔۔۔! پلیز معافی مانگ کے مجھے شرمندہ مت کریں بلکہ آپ نے بہت اچھا کیا جو آج آپ مجھے یہاں لے آئی یں۔ اور سب کچھ۔۔۔۔۔؟؟

ارم کا سر جھک گیا تھا۔ کہتے ہوئے اس کا لہجہ روندھ گیا تو بات مکمل نہ کر سکی۔

ایک بات پوچھوں پیاری لڑکی۔۔۔۔۔؟؟؟ عندلیب نے بہت محبت سے کہا

ارم نے اثبات میں سر لا یا۔ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اگر یہ رشتہ نہیں ہو گا تو کیا تم مجھ سے تعلق نہیں رکھو گی؟؟ کیونکہ مجھے تم بہت اچھی لگی

ہو۔۔۔بالکل اپنی بہنوں کی طرح تو۔۔۔؟؟آپی۔۔۔اس میں اتنااداس ہونے والی کیا بات ہے جس طرح میرے لیے میری آپی ہیں کسویٰ اپی۔۔۔آپ بھی ویسے ہیں پپ مجھ سے بڑی ہیں جیسے میں ان کی عزت کرتی ہوں ہوں۔ارم نے بہت پیار سے کہا عندلیب نے جذبات میں آپ کی بھی کرتی میں آتے ارم کو اپنے گلے سے لگا لے لیکن دل ہی دل میں مصطفیٰ کے لیے سوچا ضرور کہ اس نے اپنے زعم میں کتنا بڑا نقصان کیا تھا ایک ہیرا ہی گنوا دیا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زمین کھود و یا آسمان پہ جاؤ مجھے میری پری گل واپس چاہیے برہان راجپوت نے اپنے بڑے ہال نما کمرے کو تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا جب سے پری گل غائب ہوئی تھی وہ ایک پل بھی سکون سے نہیں بیٹھا تھا اپنے اثر رسوخ

سے وہ ہر طرف پتہ لگا چکا تھا لیکن فی الحال پری گل کا کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا وہ جانتا تھا چوہدری جہانزیب کچھ بھی ہو جائے اپنی بہن کو اغوا کبھی نہیں کرے گا۔ وہ بھی اس طریقے سے۔۔۔۔۔۔؟؟ وہ چھپ کے وار کرنے والوں میں سے نہیں تھا وہ جو بھی کرتا تھا ڈنکے کی چوٹ پہ کرتا تھا آخر کو اتنا عرصہ دونوں کی دوستی رہی ہے اتنا تو وہ چوہدری جہانزیب کے بارے میں جانتا ہی تھا اس کا سارا شک چوہدری فراست اور چوھدری دلاور پر ہی جا رہا تھا کیونکہ انہی کی عزت کی دھجیاں اڑی تھیں۔ بھری پنچائیت اور اس وقت وہی بلبلائے بیٹھے تھے انہوں نے ہی یہ چال چلی تھی لیکن یقیناً اس کے اپنے سازش میں شامل تھے جس وجہ سے اتنی سخت سیکیورٹی بھی کوئی ادمی اس ہونے کے باوجود پری غائب ہوئی۔ سر ہم ہر طرف پتہ لگا رہے ہیں ہمیں صرف چھوٹا سا کلو چاہیے اور آپ یقین رکھیں آپ بھروسہ رکھیں صبح ہونے سے پہلے پہلے ہم مالکن کو ڈھونڈ لیں گے بشیر نے برہان راجپوت کی تسلی کرائی لیکن برہان راجپوت کو ایک منٹ کے لیے بھی سکون نہیں آ رہا تھا۔

اسے لگتا تھا پری گل نہیں بلکہ اس کی سانسوں کو اس سے چھیننے کی کوشش کی گئی ہے اب تک پری گل اپنے ماں باپ کے گھر تھی اپنی بھائی کی پاس تو وہ حفاظت میں تھی اور ابھی اسے یہاں ائے ہوئے دو دن بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ یہاں سے غائب ہو گئی وہ کیسا شوہر تھا کیسا اس کا ہے محافظ تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے اس کی بیوی کو اس کی ناک کے نیچے سے اغوا کر لیا گیا اور وہ کچھ نہ کر پایا اس سوچ کے آتے ہی برہان کا جی چاہتا کہ وہ خود کے ساتھ کچھ کر ڈالے لیکن اس وقت اسے جوش سے نہیں ہوش سے کام لینا تھا۔ اسے چوہدری فراست کے تمام اڈوں کا پتہ تھا اس نے بشیر کے ساتھ اپنے چند آدمیوں کو لیے چوہدری فراست کے خفیہ فارم ہاؤس کی جانب جانے کا ارادہ باندھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

آج سرفراز نے وہ کام کر دیا۔۔۔جو برسوں پہلے نہیں کر سکا تھا وہ چوہدری دلاور کی بہن کو آزاد کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا چوہدری دلاور کی بہن جو برسوں پہلے سرفراز کے نکاح میں لکھ دی گئی تھی۔ان کا نکاح بھی خفیہ تھا۔ اور جب اس راز کا چوہدریوں کو پتہ چلا تو۔۔انہوں نے اپنی عزت بچانے کی خاطر اک چال چلی۔کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔انہوں نے نجمہ کو غائب کر دیا۔اور پھر یہ مشہور کر دیا گیا کہ وہ مر چکی ہے۔جب کہ اسکا نکاح ہو چکا ہے یہ راز راز ہی رہ گیا۔اتنا سب کچھ ہو جانے پے سرفراز چاہ کے بھی کچھ نہ کر سکا۔صرف اس لیے۔۔کہ اسے اتنا پتہ چلا تھا کہ نجمہ زندہ ہے یہ افواہ ہے۔اور اس پر سرفراز نے خاموشی اختیار کر لی جب کہ وہ جانتا تھا کہ نجمہ زندہ ہے لیکن اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔وہ دس سال خاموشی کی نظر ہو گئے۔10 سال گزر جانے کے بعد بھی وہ یہ پتہ نہ لگا سکا کہ انہوں نے نجمہ کو کہاں قید کر رکھا ہے لیکن آج اس کے ایکر ہبیسا تھی نے تمام معلومات اسے لا کر دیں تھیں۔10 سال بعد وہ پتہ لگانے میں کامیاب

ہوگئے کہ نجمہ کہاں ہے اب وہ نجمہ کو واپس حاصل کرنا چاہتے تھے اس لیے
انہوں نے اس نے چوہدری فراست کی حویلی کا رخ کیا۔اس سے پہلے اپنے
شک کی وجہ سے وہ کافی وقت سے وہاں اپنے کچھ پدمیوں کو گشت پر لگا چکا تھا
اور وہاں کے دو ملازموں کو بھی وہ خرید چکا تھا جن کے ذریعے وہ نجمہ کے
بارے میں ساری انفارمیشن حاصل کرتا گیا کہ نجمہ کو حویلی کے سب سے
نچلے تہہ خانے میں بند کیا گیا تھا اور 10 سال سے وہیں پہ تھی یہ سن
کر۔۔۔یہ جان کر سرفراز شیخ بہت سخت دکھی ہوئے انہوں نے اب تک
صرف نجمہ کی خاطر چپ سادھی ہوئی تھی لیکن اب جب کہ اب ان کا شک
یقین میں بدل گیا کہ نجمہ واقعی زندہ ہے۔تو اب وہ اس کو بازیاب کروانا
تسلیم سے بات کی جوان کے چاہتے تھے اس کے لیے انہوں نے اپنی بہن
نکاح میں بھی شامل تھی اور جانتی تھی کہ سرفراز شیخ نے 10 سال پہلے نجمہ
سے نکاح کیا تھا اور آج جب وہ نجمہ کو واپس حاصل کرنا چاہ رہے تھے تو
انہوں نے تسلیم بیگم کا ہی سہارا لیا تسلیم بیگم نے ان کو اپنے ساتھ کا پورا یقین

دلایا ویسے بھی انہیں سرفراز اپنے بچوں کی طرح عزیز تھا سب بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا اس لیے تسلیم بیگم کی نکھوں کا تارا تھا اور انہوں نے اس کے ساتھ اس گاؤں میں جانے کی حامی بھر لی جہاں پر شاید انہیں ان کی تباہی لے کے جا رہی تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ وہاں جانے کے بعد ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے ورنہ وہ کبھی بھی اس گاؤں میں قدم نہ رکھتیں لیکن انسان کیا جانے کہ آنے والے وقت میں اس کے ساتھ برا ہونے والا ہے یا اچھا ہونے والا ہے؟ وہ تو بس اپنے کرم کرتا ہے باقی سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے وہ دونوں سرفراز کی گاڑی میں چوہدریوں کے گاؤں کی جانب روانہ ہوئے اس سب کے دوران کسویٰ نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے سرفراز شیخ کے متعلق سب جاننے کی کوشش کی تھی لیکن پھر بھی ابھی بھی بہت کچھ ایسا تھا جو چھپا ہوا تھا لیکن جب اس نے اپنی ماں کو سرفراز ماموں کے ساتھ بابا سے چھپ کے کہیں جاتے دیکھا تو وہ خود کو روکنا پائی اور اپنی گاڑی میں ان کا پیچھا کیا شہر سے گاؤں کا راستہ دو گھنٹے کا تھا فاصلہ رکھتے ہوئے کسویٰ

نے اپنی گاڑی کو ان کے پیچھے ہی رکھا وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے لیکن اسے ایک تجسس تھا ایک تجسس وہ جس نے اس کی راتوں کی نیندیں اڑا دی تھی کہ تسلیم بیگم اس کی سگھی ماں نہیں تھی تو وہیں دوسری طرف سرفراز شیخ کی عجیب سی سرگرمیاں تھی جو اس کی اپنکھوں کے سامنے آئی ی تھیں اتوار کا دن تھا اور وہ اس وقت ان دونوں کا پیچھا کر رہی تھی اس بات سے انجان کہ اگے اس کے لیے کتنی بڑی آزمائش کھڑی ہوئی ہے۔

یہ کیا کہہ رہے ہو تم ایسا کیسے ہو سکتا ہے پری گل کیسے اچانک غائی ب ہو گ ئی۔۔؟ پری گل کے غائی ب ہونے کی خبر چوہدری جہانزیب کو بھی مل گ ئی۔اس سب کے پیچھے کس کا ہاتھ ہو سکتا تھا۔یہ تو وہ فوراً سمجھ گیا تھا۔ لیکن برہان راجپوت اسکی حفاظت نہ کر پایا۔اس بات کو تو وہ قطعی فراموش

کرنے والا نہیں تھا۔ اپنے آدمیوں کو لیے وہ بھی ڈیرے کی جانب بڑھا۔
پورے گاؤں میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔ پری گل کو اغوا کر لیا گیا
ہے۔

گاڑی جھٹکے سے رکی تھی۔ لیکن بریکس پے پاؤں رکھتے ہوئے بھی گاڑی نے
انہیں اتنی زور کا جھٹکا دیا کہ وہ سب اچھا خاصا زخمی ہوئے تھے۔

کسویٰ نے ماتھے پے ہاتھ رکھا۔ اس کا سر بری طرح سیٹ سے جا کے ٹکرایا.
وہ درد سے بلبلا اٹھی۔ جب کہ ساتھ بیٹھیں تسلیم بیگم نے گھبرا کے اس کی
جانب دیکھا۔ تو کسویٰ کے دل میں ایک ڈر نے کنڈلی ماری تھی۔ جب کہ
سرفراز ماموں بھی سخت ڈر گئے تھے۔ یا اللہ۔۔۔! یہ سب کیا ہو رہا

ہے۔۔۔؟؟ تسلیم بیگم کی آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے۔ باہر نکلو۔۔۔۔!
ایک للکار تھی۔ وہ چاہ کے بھی ان کے گاؤں سے نکل نہیں پائے تھے۔ ڈریں
مت۔۔۔! آئی یں دیکھ لیتے ہیں ان کو بھی۔ کسویٰ نے بہادری کا مظاہرہ کیا۔
جب کہ سرفراز ماموں بری طرح گھبرا گئے تھے۔ کیوں کہ جو انہوں نے
کیا۔۔۔اس کے بعد۔۔۔تو بس سزا ہی بنتی تھی۔ تم لوگوں کو کیا لگا۔۔؟؟
چوہدریوں کی لڑکی کو لے اڑو گے۔۔۔تو کیا وہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھیں
رہیں گے۔۔؟؟ چوہدری فراست غصہ سے پھنکارا تھا۔ یہ سراسر جھوٹ
ہے۔۔۔ مسٹر۔۔۔! آپ چیک کر سکتے ہیں۔۔ ہماری گاڑی میں کوئی نہیں
ہے۔ کسویٰ نے نڈر ہوتے کہا۔ جب کہ سرفراز کے ماتھے سے پسینے
چھوٹے۔ اور وہ سخت گھبرایا۔ ابھی پتہ چل جاتا ہے۔۔۔ چوہدری فراست
نے لقمان کو حکم دیا کہ گاڑی چیک کرے۔ گاڑی کی ڈگی بند تھی کسویٰ کو
اسے کھولنے کا کہا گیا۔ کسویٰ نے سرفراز کیجانب دیکھا۔ پھر ماں کی جانب۔۔

جہنوں نے نفی میں سر ہلاتے اسے منع کیا۔ لیکن کسویٰ کو آگے بڑھ کے اسے کھولنا پڑا۔ جیسے ہی گاڑی کی ڈگی کھلی۔ اس میں سے۔۔۔؟؟

فلیش بیک۔

کسویٰ سرفراز کی گاڑی سے فاصلہ رکھتے ہوئے ان کے پیچھے ہی تھی کہ گاؤں میں داخل ہوتے ہی اچانک سے وہ گاڑی نظروں سے اوجھل ہوئی۔ اوہ۔ خدایا۔۔؟ یہ کہاں چلے گئے۔۔؟ اس گاؤں میں وہ کیوں آئے ہیں۔۔؟؟ کسویٰ کو ابھی تک حیرت نے جکڑا ہوا تھا۔ اسی لمحے اسکے موبائل پے کال آن لگی گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ہی اس نے موبائل کو کان سے لگایا۔ مس کسویٰ کہاں ہیں آپ۔۔؟؟ دوسری جانب مسٹر جہان تھے۔ کسویٰ کے ماتھے پے بل پڑے۔ اس شخص کو کیا مسئلہ تھا۔ جو بار بار اس

کی زندگی میں ہلچل مچانے لگتا تھا۔آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔۔؟؟کسویٰ نے الٹا اس سے سوال کیا مطلب ہے تو پوچھ رہا ہوں۔۔بتائیں مجھے کہاں ہیں آپ اس وقت۔۔؟؟اس کا لہجہ سخت ہوا تھا۔جو کسویٰ کو شدید ناگوار گزرا تھا۔گاڑی ایک طرف روکتے اس نے مسٹر جہان کو کرارا جاب دینے کا سوچا۔مسٹر جہان۔۔!میں جہاں کہیں بھی جاؤں۔۔۔آپ کون ہوتے ہیں۔۔مجھ سے سوال جواب کرنے والے۔۔؟؟اپنے کام سے مطلب رکھیں۔دوبارہ مجھے کال مت کیجیے گا۔غصہ سے کہتے اس نے کال کاٹ کے موبائل ڈیش بورڈ پے ڈالا اک تو اسے سرفراز ماموں کی گاڑی کا غائب ہونا کوفت میں مبتلا کر رہا تھا۔اوپر سے مسٹر جہان کا دھونس جمانے والا انداز اسے ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔اور دوسری جانب جہان مٹھیاں بھینچتا رہ گیا۔

اسے بروقت کوئی فیصلہ لینا تھا۔اس کے لیے کسویٰ کی زندگی سب سے زیادہ ضروری تھی اور اس کے لیے اسے اپنے ہر فیصلہ کو پس پشت ڈال کے اسکی حفاظت کرنی تھی۔اور اس کے لیے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا تھا۔

____

چوہدری فراست کے فارم ہاؤس پہ رات کے وقت چھپ کے حملہ بولنے
والا کوئی اور نہیں برہان تھا لیکن شومئی قسمت کے نہ وہاں چوہدری فراست
تھا نہ چوہدری دلاور۔۔ لیکن فارم ہاؤس سے برہان راجپوت کو اپنی زندگی
مل گئی تھی۔فارم ہاؤس کا چپہ چپہ چھان مارو۔۔پری یہیں کہیں ہوگی۔
فارم ہاؤس کی سخت سیکیورٹی کے باوجود وہ اندر گھس چکے تھے۔اس وقت
برہان راجپوت ایک جنونی اور بگڑا شیر لگ رہا تھا۔جس کے دل پہ وار ہوا
تھا۔وہ بھی بہت کاری وار تھا۔کہ جب تک پری مل نہیں جاتی تھی اسکی تڑپ
میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔اچانک ایک بند کمرے کے باہر اسکے قدم تھمے تھے۔
وہ کمرہ باقی کمروں سے ہٹ کر تھا۔گن ہاتھ میں اٹھائے وہ ایک ایک قدم

دھیرے دھیرے اٹھاتا اس کمرے کی جانب بڑھا۔ جیسے ہی اس نے دروازے کا ناب گھمایا۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ارم جیسے ہی عندلیب کے گھر سے اس کے ڈرائی یور کے ساتھ نکلی آدھے راستے میں ہی ایم کے نے اسے روک لیا۔ وہ عین بیچ راستے میں ان کی گاڑی کے سامنے گاڑی کھڑی کیے سینے پے بازو باندھے کھڑا تھا۔ اور خونخوار نظروں سے ارم کو دیکھ رہا تھا۔ ارم نے گاڑی سے باہر نکلنے کی جرات نہ کی۔ غصہ سے مصطفیٰ کو ایک نظر دیکھتی وہ رخ پھیر گ ئی۔ جب کہ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اسی کی طرف آیا۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتا زبردستی ارم کا ہاتھ تھامے اسے باہر گھسیٹا وہ دھان پان سے نازک سی لڑکی اس کے ساتھ کھینچی چلی گ ئی۔

کیا کر رہے ہیں۔۔؟؟ چھوڑیں میرا ہاتھ۔۔۔ارم چلائی تھی۔جب کہ ایم کے ڈرائیور کو جانے کا اشارہ کرتے ارم کو اپنے ساتھ لیے اپنی گاڑی کی جانب بڑھا تھا۔

۔۔۔۔۔۔

امی۔۔۔؟؟ ماموں۔۔؟؟ آپ۔۔۔؟؟؟ سب ٹھیک تو ہے۔۔؟؟ وہ جو گاڑی سے نکلتی ارد گرد گھروں کا جائزہ لے رہی تھی۔اور ساتھ میں ماں اور ماموں کو تلاش رہی تھی اچانک سے اسے اپنے سامنے سرفراز اور تسلیم بیگم بھاگتے نظر آئے۔کسوی۔۔! تم یہاں۔۔؟؟ تسلیم بیگم نے کسوی کو دیکھا تو شاک میں رہ گئیں۔لیکن۔۔۔؟؟ تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔؟؟ تسلیم بیگم پریشانی سے بولیں۔جبکہ بار بار پیچھے مڑ کر گھبرائے ہوئے انداز میں

دیکھ بھی رہی تھیں سرفراز ماموں کا بھی یہی حال تھا مما۔۔۔میں آپ کا اور ماموں کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں تک پہنچی ہوں۔میں نہیں جانتی آپ لوگ یہاں پہ کیوں آئے ہیں لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ کچھ بات ایسی ہے جو چھپائی جارہی ہے اب مجھے بتائیں کیا پریشانی ہے اپ کو کسویٰ نے بہت محبت سے اپنی ماں کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے پوچھا یہ وقت باتیں کرنے کا نہیں ہوگا اس گاؤں سے نکلیں گے تو ہے کسویٰ اس وقت ہمیں یہاں سے نکلنا سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا. چلو جلدی کرو تم۔۔۔۔۔۔۔گاڑی تو لائی ہو نا؟ سرفراز ماموں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے عجلت میں پوچھا.جی میرے پاس گاڑی ہے۔آئیں...میرے ساتھ کسویٰ بنا سوچے سمجھے بنا مزید کچھ کہے انہیں لیے اپنے ساتھ گاڑی کی جانب بڑھی اور وہ تینوں گاڑی میں بیٹھے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہو گئے کسویٰ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس وقت اس کی سوتیلی ماں اور ماموں کیا کر کے آئے تھے اور آگے کیا کرنے والے تھے اسے صرف اپنی ماں کو باحفاظت یہاں سے نکالنا تھا جو اس وقت بہت

پریشان تھی گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے دو سے تین دفعہ اپنی ماں کی جانب دیکھا جو پریشانی سے بار بار مڑ کر سرفراز کو دیکھ رہی تھی اور آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارہ بھی کر رہی تھیں۔ان کے چہرے پہ تاثرات ان کے اندر کیا چل رہا تھا۔صاف ظاہر کر رہے تھے۔امی۔۔۔!سب کچھ ٹھیک ہے نا۔۔۔؟؟آپ۔۔۔ایسا کیوں لگ رہا ہے جیسے کوئی آپ کا پیچھا کر رہا ہے بتائیں مجھے کیا ہوا ہے؟کسویٰ۔نے ایک بار پھر سے ان سے پوچھنے کی کوشش کی۔کسویٰ!تم دھیان سے گاڑی چلاؤ دیکھو تو ایکسیڈنٹ نہ ہو جائے بس یہاں سے نکلتے ہیں تو پھر بات کرتے ہیں. تسلیم بیگم نے ایک بار پھر اسے ٹال دیا کہ ایک دم سے کسویٰ کو احساس ہوا کہ اس کی گاڑی کا پیچھا کیا جا رہا ہے. مما یہ۔۔ گاڑی۔۔؟؟کسویٰ ان کچھ کہنا چاہا۔ تسلیم بیگم بھی دیکھ چکی تھیں۔کسویٰ گاڑی کی سپیڈ بڑھاؤ۔۔۔گھبرائے ہوئے کہا۔کسویٰ الجھی۔لیکن اس نے گاڑی کی سپیڈ کو بڑھایا۔وہاں ایک گاڑی نہیں۔۔بلکہ چار سے پانچ تھیں۔جو اس کا پیچھا کر رہی تھیں اور پھر انہی گاڑیوں میں سے ایک گاڑی نے اسے

اوورٹیک کیا اور اس کے سامنے آ گئی جس وجہ سے کسویٰ کو گاڑی کو بروقت بریک لگانا پڑی اور اگر وہ بریک نہ لگاتی تو اچھا خاصا ایکسیڈنٹ ہو جانا تھا لیکن بریک لگانے سے بھی انہیں اچھی خاصی چوٹ آئی تھیں۔ مما۔۔۔! آپ ٹھیک تسلیم بیگم کے ماتھے سے بہتا ہون کسویٰ کے حواس معتل کرنے لگا۔

ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔۔ تسلیم بیگم نے گھبراتے ہوئے کہا کہ اتنے میں سامنے گاڑی میں موجود شخص نے ان کی جانب دیکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے سب گاڑیوں نے ان کو گھیرے میں لے لیا۔

برہان نے جیسے ہی کمرے کے دروازے کا ناب گھمایا تو اسے اپنے سامنے زمین پر رسیوں سے بندی ہوئی پری نظر آگئی جس کے منہ پہ ٹیپ لگی ہوئی تھی اور وہ روتے ہوئے اپنے ہاتھوں اور پیروں کو کھولنے کی ناکام کوشش کر

رہی تھی دروازہ کھولنے کی اواز پہ چونکی تھی اور بے اختیار نظر سامنے گئیں وہاں پہ برہان راجپوت کو دیکھتے ہیں اس نے تشکر کا گہرا سانس بھرا نم آنکھوں سے اپنے رب کریم کا شکرادا کرتی برہان راجپوت کو دیکھنے لگی جس کا بھی یہی حال تھا وہ فورا اس کی جانب بڑھا اور اس کے منہ سے ٹیپ ہٹائی اس کی بے اختیاری دیکھتے ہوئے پری گل نے ایک ہچکی سی لی تھی تم ٹھیک ہو اس کے بالوں کو پیچھے کرتا وہ اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھام گیا۔ پری گل نے اثبات بات میں سر ہلایا برہان نے جلدی سے اس کی ہاتھوں اور پیروں سے رسیوں کو کھولا اور اسے اٹھنے میں مدد دی۔ آپ یہاں کیسے پہنچ گئے پری گل نے حیرانی سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا تو برہان راجپوت جو سے کمرے سے باہر لے جانے لگا تو اس کی بات پہ تھما اور اس کی جانب موڑا۔ جب تک میں نہ چاہوں کوئی بھی تمہیں مجھ سے کبھی بھی چھین نہیں سکتا چلو میرے ساتھ برہان راجپوت اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے اسے لیے کمرے سے باہر آیا جہاں اس کے آدمی پہلے سے موجود تھے ان

سب کو اشارہ کیا کہ وہ اس کو کور کریں اور وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ ان کی سخت سیکیورٹی میں خود کو پری گل کو کور کرتا ہوا وہاں سے نکلا تھا

اپنی زبان کو لگام دو تمہیں کیا لگتا ہے کہ ہم نے تمہاری بہن کو اغوا کیا ہے جا کے پہلے پتہ تو کرو۔ برہان راجپوت نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے نہ جانے کیا اس کے ساتھ سلوک کیا ہے تمہارے اپنے ہی کیے کی سزا ہے۔ جو تمہاری بہن کو مل رہی ہے اور تم ہم پہ آ کے چڑھائی کر رہے ہو۔۔؟ چوہرری فراست نے اچھی خاصی سنائیں۔ جبکہ چوہدری جانزیب اپنی مٹھیاں بینچے رہ گیا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا کہ پری گل کا اغوا چوہدری فراست نے کیا ہے لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ کام چوہدری فراست کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ جہانزیب اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں کو ایک دوسرے میں جوڑے ہوئے

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

وہ اس کے قریب ہوا چوہدری فراست ایک بات یاد رکھنا اگر مجھے ذرا سی بھی یہ بھنک ملی۔۔۔میری بہن کو تم نے اغوا کیا ہے یا اس میں تمہارا ذرا سا بھی ہاتھ ہے تو یاد رکھنا تمہارا وہ حال کروں گا کہ تمہاری روح تک کانپ اٹھے جہان زیب اسے سب کے سامنے دھمکاتا ہوا اپنے گی۔۔۔!چوہدری آدمیوں کے ہمراہ وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا باہر نکلتا چلا گیا۔

۔۔۔۔۔۔۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

تم نے جو کیا ہے نا اس کا حساب تو تمہیں پورا دینا پڑے گا مس شیخ۔۔۔ایم کے غصہ سے پھنکارتے ہوئے ارم سے بولا۔تو وہ ایک دم پیچھے گاڑی کے بونٹ سے جا لگی میں نے کیا کیا ہے اب؟؟؟میرے ساتھ یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہیں آپ نے جو کیا وہ کیا وہ کم تھا اب پھر سے آگئے ہیں اور ہمیشہ میرے راستے میں آتے ہیں آپ کو اور کوئی کام نہیں ہے؟ارم ایک پل کو تو پہلے تو ڈر

گئی لیکن پھر ایم کے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے دھڑک بولی۔ کہ ایم کے کو بھی شاک لگا گئی۔۔اس کا یہ دلیرانہ انداز ایم کے کو ایک اکھ نا بھایا۔ اپنی لمٹ کراس مت کرو تم لڑکی۔۔۔۔! تم ہو کیا چیز تمہیں ایسے چیونٹی کی طرح مسل کے رکھ دوں گا۔ایم کے کے سرد اور نفرت بھرے انداز پر ارم نے سر جھٹکا۔مجھے گھر جانا ہے دیر ہو رہی ہے۔۔۔ارم کی بات پہ ایم کے نے اسے گاڑی کے ساتھ زور سے پیچھے کی جانب دھکا دیا تو اس کی کمر میں ایک سی اٹھی۔جاؤ گی۔۔۔۔ضرور جاؤ گی۔۔میں خود چھوڑ کر آؤں گا ٹھیس تمہیں لیکن پہلے مجھے ایک بات کا جواب دو کیا کہا ہے تم نے میری آپی سے کہ وہ تمہاری خاطر مجھ سے لڑ پڑی ہے ان کے لیے میں غلط ہو گیا ایم کے کو جس بات کا دکھ اس کا اظہار برملا ارم کے سامنے کر دیا مسٹر ایم کے یہ بات جا کر اپ اپنی آپی سے پوچھیں اور میں نہ ہی آپ کے کسی سوال کے جواب کی پابند ہوں اور میں اب کسی بھی بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتی۔اپنی آپی کو تو میں نہ دیکھ ہی لوں گا لیکن جو تم نے کھیل کھیلا ہے نا اس کا حساب میں تم

ضرور لوں گا سمجھی تم۔۔۔ایم کے نے اس کا ہاتھ جھٹکا اسے دونوں ہاتھوں سے جکڑا تو ارم اس کے مضبوط و توانا ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنی جلد میں پیوست ہوتا محسوس کرنے لگی۔۔۔پلیز ایم کے۔۔۔۔۔!اس نے دکھ سے ایم کے کی انکھوں میں دیکھا اس کی انکھوں کی نمی ایم کے کی نظروں سے کے ایک دم سے پیچھے ہٹا وہ غصے اور نفرت میں اس لڑکی چھپی نہ رہ سکی ایم کے اتنا قریب کیسے چلا گیا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اس نے سر نفی میں ہلا یا اور ارم کی جانب دیکھا جو اپنے بازوؤں کو مسل رہی تھی یعنی اسے ابھی بھی تکلیف ہو رہی تھی چلو تمہیں گھر چھوڑ دوں۔ایم کے نے احسان جتانے والے انداز میں کہا مجھے اپ کی ہیلپ کی کوئی ضرورت نہیں ہے مسٹر ایم کے۔۔۔!میں خود جاسکتی ہوں ارم نے اس کی آفر کو سہولت سے ٹھکرایا اور ایک نفرت کی نظر اس پہ ڈالتی ہوئی آگے بڑھ گئی ایم کے نے دانت پیستے ہوئے اسے دیکھا۔

کسویٰ نے سر فرازکیجانب دیکھا۔ پھر ماں کی جانب۔۔ جھنوں نے نفی میں سر ہلاتے اسے منع کیا۔ لیکن کسویٰ کو آگے بڑھ کے اسے کھولنا پڑا۔ جیسے ہی گاڑی کی ڈگی کھلی۔ اس میں ایکلڑکی واندھے منہ پڑا ہوا دیکھا کسیوُ نے دہل کے ان کی جانب دیکھا۔ یہ۔۔۔ یہ کہاں سے آگ ئی۔۔؟؟ کون ہے یہ۔۔ کسویٰ کو سخت حیران ہوئی۔ اس کو سیدھا کیا گیا۔ تو اسکا چہرہ واضح ہوا۔ کسویٰ ے آگے بڑھ کے اسکی نبض چیک کی۔ اور گھبرا کے اوہاں موجود سب کی جانب دیکھا۔ یہ۔۔ یہ۔۔ تو مر چکی ہے۔۔۔۔؟ کیا۔۔ کیا بکواس کرر رہی ہو۔۔؟ سر فراز پاگلوں کی طرح اس جانب بڑھا۔ نجمہ۔۔؟؟ نجمہ۔۔؟ پلیز اوپن یور آئی یز۔ سر فراز چلایا تھا۔ تسلیم بیگم بھی اشک بار تھیں۔ وہ کیا جانتی تھیں۔۔ کہ یہ سب ہو جائے گا۔ سر فراز رو رہا تھا چلا رہا تھا۔ آج دس سال بعد انہیں اپنی منکوحہ واپس ملی تھی۔ اور یوں چھن بھی گ ئی تھی۔

نجو۔۔؟؟ نجو۔۔؟؟ چوہدری فراست نے گھبرا کے بہن کے سر دپڑتے وجود کو جھنجھوڑا۔ وہ دکھ سے چلایا تھا۔ لیکن اب سب کچھ ہاتھ سے ریت کی مانند پھسل گیا تھا۔ گاؤں کے بہت سارے لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے۔ تسلیم بیگم نے خود بھی چہرہ ڈھانپا اور کسوی کو بھی چہرہ ڈھانپنے کو بولا۔ اس وقت وہ بہت بری طرح پھنسے تھے۔ پکڑلو۔۔ اس شخص کو۔۔! قاتل ہے یہ میری بہن کا۔۔۔ چوہدری فراست نے سر فراز کو قید میں لینے کا حکم دیا تھا۔ تو اس کے آدمیوں نے فوراً اسے پکڑا۔ تو وہ ہوش میں واپس آیا۔ یہ۔۔۔ یہ جھوٹ ہے۔۔۔! وہ ہکلاتے ہوئے بولے۔ لیکن علاقہ ان کا۔۔ لوگ ان کے۔۔ بیٹی ان کی۔۔ فیصلہ ان کا۔۔۔! وہ کیا کر سکتا تھا۔۔۔؟ چھوڑ دو میرے بھائی کو۔۔۔ تسلیم بیگم تڑپ کے آگے بڑھیں تھیں۔ اور نقاب الٹ بھی گیا۔ اسی لمحے چوہدری فراست کے آدمیوں نے سر فراز کو ایک دو مکے جھڑ دئیے تھے۔ اور وقت ہوتا تو وہ جواب دیتا۔۔ لیکن اس وقت نجمہ کی موت نے سکے ذہن پے بری طرح اثر کیا تھا۔ کہ وہ سوچنے سمنجھنے کی صلاحیت سے ہی

محروم ہو گیا تھا۔ س سب کے لب ملتے ہوئے نظر آر ہے تھے۔ لیکن نہ ہی اسے کچھ سمجھ آرہا تھا۔ نہ سنائی دے رہا تھا۔ سب کو پتھرائی نظروں سے دیکھتا وہ وہیں گرا تھا۔ سر فراز۔۔۔۔؟؟؟ تسلیم بیگم اسکی طرف بھاگیں تھیں۔ جو زمین پہ گرا۔۔ دھیرے دھیرے اپنے حواس کھو رہا تھا۔

نجمہ۔۔۔؟؟ نجمہ۔۔۔ تم نہیں۔۔ جاسکتی۔۔؟؟ تم۔۔ میرے ساتھ ہو۔۔۔ میرے پاس ہو۔۔۔! نج۔۔۔ ممم۔۔۔ہ۔۔۔! اسکے لبوں سے دھیرے سے واہوا۔ اور پھر سب کچھ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

چوہدری جہانزیب! تم اپنی بہن سے ہر رشتہ توڑ چکے ہو۔۔اب وہ جی ئے یا مرے۔۔ تمہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے۔چوہدرائی ن نے اس وقت جہانزیب کو اپنے پاس بلایا ہوا تھا۔انہیں سب خبر مل چکی تھی۔ کہ جہانزیب پری گل کے غائی ب ہونے کے معاملے میں دخل اندازی کر رہا تھا اور یہ بات کسی سے چھپی ہوئی نہیں تھی چوہدرائی ن تک بھی یہ بات پہنچ چکی تھی جہان زیب نے ان کی بات پر سر نفی میں ہلایا لیکن جواب دینا ضروری نہ سمجھا۔چوہدری جہانزیب کے دماغ میں اس وقت کیا چل رہا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔چوہدری جہان زیب اس وقت ہم آپ سے بات کر رہے ہیں اور آپ ہمیں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے رہے جہاں زیب ان کی جانب مڑا اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا اس کے موبائل پر کال آنے لگی۔

دوسری جانب سے اسے جو خبر سننے کو ملی اس سے چوہدری جہانزیب کے دل کو سکون محسوس ہوا اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ جس معاملے کے لیے وہ پریشان تھا اب وہ حل ہو گیا ہے۔جیسے آپ کہیں۔۔اب اس

معاملے میں نہیں بولوں گا۔جا سکتا ہوں۔۔۔اب اجازت ہے۔۔؟؟

چوہدری جہانزیب نے مسکراتی آنکھوں سے دادی کو دیکھا۔تو انہوں نے خاموش نظروں سے اسکی جاب دیکھا اور اثبات میں سر ہلایا۔تو وہ ان کے کمرے سے باہر نکلا۔تو سامنے ہی ماں کا چہرہ دکھائی دیا۔جو بہت دکھی لگ رہی تھیں۔اہیک شکوہ کناں نگاہ بیٹے کی جانب اٹھی اور اگلے ہی پل رخ موڑ لیا۔ جہانزیب کے دل کو کچھ ہوا۔وہ ان کی جانب قدم بڑھانے لگا کہ اسی وقت جہانزیب کے نمبر پر کال آنے لگی نمبر دیکھ کے جانزیب کے چہرے پہ پریشانی کے آثار نمودار ہوئے پھر سے ایک نظر ماں کو دیکھا اور ان سے بعد میں بات کرنے کا ارادہ کرتے وہ موبائل اٹھائے کال رسیو کر گیا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔مقابل کی مکمل بات سنتے ہوئے اس نے اپنے ماتھے کو مسلا اس وقت یہ فیصلہ کرنا اس کے لیے بہت مشکل ہو گیا تھا کہ اسے جو قدم اٹھانے کا کہا جا رہا تھا وہ اٹھائے یا نہ۔۔۔۔؟ایک گہرا سانس خارج کرتے ہوئے اس نے مقابلے کی بات پر ہامی بھری۔آپ فکر مت کریں میں آ رہا

ہوں چوہدری جہانزیب نے ایک بار پھر گاؤں کو چھوڑ کر شہر جانے کی حامی بھری جس کے پیچھے اس کا ایک خاص مقصد تھا اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اسے پھر سے واپس شہر جانا تھا اور کوئی نہیں جانتا تھا چوہدری جہانزیب جو چار سال بعد گاؤں واپس آیا۔اب تک وہ کہاں تھا کہاں رہا اور اب وہ پھر سے جا رہا تھا۔۔۔بنا کسی کو بتائے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سرفراز آنکھیں کھولو۔۔۔؟؟سرفراز۔۔۔؟؟تسلیم بیگم سرفراز کا سر گود میں لیے بیچ سڑک میں بیٹھیں تھیں۔کسویٰ سب کچھ حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔کہ آخر یہ ہو کیا رہا ہے۔۔؟؟اس کی ماں اور ماموں کے ساتھ۔۔؟یہ لوگ اس طرح کا سلوک کیوں کر رہے تھے۔۔۔؟؟اس شخص کو گولی مار دو۔۔۔!چوہدری فراست غصہ سے لکارا

تو تلیم بیگم ہوش میں آئی یں۔ یااللہ رحم۔۔۔ میرا بھائی بے قصور ہے۔۔

اسے کچھ مت کہو۔۔۔ تسلیم بیگم تڑپ رہی تھیں۔ سرفا کے بے ہوش وجود

کو گھسیٹ کے لے جایا جارہا تھا۔ کسیوٰا چانک سے ماں کی جانب بڑھی۔

امی۔۔۔! اس کے لہجے میں دکھ تھا۔ وہ۔۔ میرا بھائی۔۔ اسے مار ڈالیں

گے۔۔۔؟؟ وہ روتے بلکتے بولیں تھیں۔ کسویٰ نے ایک قہر کی نظر اس وقت

کے فرعون پے ڈالی۔ تمہارا بھائی قاتل ہے میری بہن کا۔ میری بہن کو لے

کے بھاگا ہے۔۔۔ اور اب۔۔۔ اسے مار بھی ڈالا۔۔۔ بدلہ تو بنتا ہے ناں۔۔

چوہدری فراست نے تسلیم بیگم کو سر سے پاؤں تک خباثت کی نظر سے

دیکھا۔ میں آپ سے رحم مانگتی ہوں۔۔ میرے بھائی کو چھوڑ دیں۔ اسکا کوئی

قصور نہیں۔۔۔ تسلیم بیگم نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑے۔ کسویٰ کو اپنی ماں

کا یوں ان کے سامنے گڑگڑانا سخت ناگوار گزر رہا تھا۔ چودری فراست نے

اپنے بھائی کی جانب دیکھا دونوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ بات کی۔

ٹھیک ہے۔۔ اگر بھائی کو بچانا ہے تو خود کو خون بہا میں پیش کر دو۔۔۔ تمہارا

بھائی بچ جائے گا۔ چوہدری فراست نے ایسا کھیل کھیلنا شروع کیا کہ وہاں موجود گاؤں کے سبھی لوگوں حیران رہ گ ئے۔۔۔ کسوئ نے ایک نظر وہاں موجود سط لوگوں کو دیکھا۔ کس طرح کا زمانہ آگیا تھا۔ نہ کسی کی عزت کا خیال نہ عورت ذات کا احساس۔۔۔؟ تلی بیگم اپنے آنسوؤں اور ہچکیوں کا گلہ گھنٹے اپنے بے ہوش بھائی کو دیکھ رہی تھیں۔ جوان کے قبضے میں تھا۔

اس گاؤں کا چوہدری فراست۔۔۔! تم اس گاؤں کے سردار نہیں۔۔ سردار۔۔ چوہدری جہانزیب ہے۔ اور جتک وہ نہیں آجاتا۔۔۔ اس معاملے کو تم اپنے ہاتھ میں مت لو۔۔ گاؤں کے معزز بزرگ نے چوہدری فراست کو آڑے ہاتھوں لیا۔ تو چوہدری فراست کا دماغ گھوما۔ کون سا سردار۔۔؟ ہا کہاں کا سردار۔۔؟؟ جو پہلے تو چار سال غائ ب رہا۔۔ اور پھر چار سال بعد واپس لوٹا تو بہن کو بچانے کے لیے۔۔ جو سب کی عزتوں کو پاؤں تلے روندھ گ ئی۔۔ اور پھر سے غائ ب ہو گیا۔ کوئی جانتا ہے کہاں ہے چوہدری جہانزیب۔۔؟ کس کو پتہ ہے۔۔؟ وہ چلا رہا تھا۔ اور سب گاؤں والے

خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔ سرداری ایسے نہیں نبھتی بزرگوں۔۔ کہ ایک پاؤں۔۔ یہاں دوسرا نجانے کہاں۔۔۔؟؟ گاؤں ایسے نہیں سنبھالے جاتے۔۔۔ اور اب۔۔ میں چوہدری جہانزیب کو سردار نہیں مانتا۔۔ اس کی بہن کا معاملہ تھا۔ اس نے فیصلہ کیا۔ آج مری بہن کا معاملہ ہے فیصلہ میں کروں گا۔ مجھے خون بہا چاہیے۔ اور خون بہا میں یہ عورت چاہیے۔ تسلیم بیگم کی طرف اشارہ کرتے وہ زرانہ جھجھکا جب کہ تسلیم بیگم کی روح تک کانپ اٹھی۔ اچانک سے انہیں اپنا احساس جاگا تھیں تو وہ ایک عورت ہی ناں۔۔۔؟؟ اور سامنے والے نظروں کا ارتکاز سمجھ گئی تھیں۔ فوراً سے اپنا نقاب درست کیا۔ اس پل انہیں اپنا شوہر شدت سے یاد آیا۔ عورت بنا مرد کے کچھ نہیں۔۔ یہ سب ممکن نہیں۔۔ اس بات کا فیصلہ چوہدری جہانزیب ہی کریں گے۔ خود کو اس معاملے میں باغی مت کرو۔۔ چوہدری جہانزیب۔ چوہدری مرتسم کی اچانک آمد اور بیچ میں بولنے پہ چوہدری فراست کو زرانہ بھائی۔ خون بہا آج ہی ہوگا ابھی ہوگا۔۔ کسی قسم کی کوئی

رعایت نہیں۔۔ورنہ اس شخص کو ابھی میرے آدمی گولیوں سے بھون دیں گے۔چوہدری فراست نے اونچی آواز میں لکارا۔کوئی بھی اس وقت اس کے راستے میں نہیں آرہا تھا۔وہ اس وقت چوہدری جہانزیب کی غیر موجودگی کا مکمل فائدہ اٹھارہا تھا۔سب جانتے تھے۔اس شخص کو روکنے کی طاقت صرف ایک ہی انسان کر سکتا تھا۔اور وہ تھا چوہدری جہانزیب۔جو یہاں تھا تو نہیں۔۔لیکن۔یہاں کی پل پل کی خبر رکھتا تھا۔اور یہی بات چوہدری فراست کو جداز جلد کوئی سخت قدم اٹھانے پے مجبور کررہی تھی۔

Zubi Novels Zone

مارڈالو اس شخص کو۔۔۔!چوہدری فراست نے فیصلہ سنایا۔تو تسلیم بیگم تڑپیں۔اس سے پہلے کے وہ کچھ کہتیں۔ایک آواز گونجی تھی۔

میں خون بہا کے لیے تیار ہوں۔سب کی سوالیہ نظریں اس نقاب پوش لڑکی کی جانب اٹھیں پل کے ہزارویں حصے میں کسوٰی نے یہ فیصلہ لیا تھا۔اسے ماں

چاہیے تھی۔اوماں کواس کا بھائی۔ تسلیم بیگم نے مڑ کے اپنی بیٹی کو دیکھا۔
ایک ڈر تھاان کی نظروں میں۔۔کسویٰ کے لیے لیکن کسویٰ نڈر بنے وہاں
کھڑی سب کی نظروں کو خود پے محسوس کر رہی تھی۔ہر طرف خاموشی چھا
گ ئی۔کسویٰ کی بات پے چوہدری فراست بھی گنگ رہ گیا۔وہ لڑکی جو بھی
تھی لیکن اس کی خوبصورت آنکھیں بتا رہی تھیں۔کہ وہ ماں سے بھی زیادہ
خوبصورت ہے۔چوہدری فراست دلربائی ہنسی ہنسا تھا۔کسویٰ ایک ایک قدم
مضبوطی سے اٹھاتی چوہدری فراست کے بالکل سامنے آن کھڑی ہوئی۔یہ
فیصلہ تم ہوش وحواس میں رہ کر کر رہی ہو لڑکی۔؟چوہدری فراست نے
اسے سر سے پاؤں تک آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھا۔کسویٰ۔۔۔؟؟تسلیم
بیگم تڑپ کے آگے بڑھیں کسویٰ نے وہیں انہیں ہاتھ اٹھا کے روکا۔اور
آنکھوں کے اشارے سے آگے بڑھنے سے منع کیا۔اور پھر قہر کی نظر
چوہدری فراست پے ڈالی۔میں تیار ہوں۔اسونی کے نکاح کے
لیے۔۔۔لیکن۔۔میری۔۔ماں۔۔اور میرے ماموں کو بحفاظت اس

گاؤں سے جانے دیا جائے۔ کسُو کے کہے گ ئے الفاظ نہ صرف وہاں موجود سب لوگوں نے سنے تھے۔ بلکہ اس آنے والے شخص کے دل کے پار ہوئے تھے۔ وہ تو اس کے لے آیا تھا۔ اسے اپنی پناہوں میں لینے کے لیے۔۔۔ اسکی ڈھال بننے کے لیے۔۔۔ لیکن۔۔ یہاں تو وہ خود پانے لیے ونی ہونے کا فیصلہ کر گ ئی۔ کرب سے اس شخص نے اپنی آنکھیں میچیں تھیں۔ اور انہی قدموں سے پلٹا تھا۔ ایک طوفان تھا جو آنے والا تھا۔ اور اس نے سب کو بہا کے لے جانے تھا۔

رک جاؤ۔۔۔ رک جاؤ۔۔ ہمارے چوہدری جہانزی آگ ئے ہیں۔۔ ڈیرے پے پینچو سارے۔۔ ابا سا ے معاملے کا فیصلہ ڈیرے پے ہو گا۔ اور وہیں پنچائیت لگی گی۔ چول۔۔ سب اس طرف۔۔۔! چوہدری جنزیب کے سب سے قرب بندے نے وہاں آتے سب کو اطلاع دی تو چوہدری فراست نے غصہ سے جبڑے بھینچے۔ اب۔۔۔ اچانک چوہدری جہنایب کے

آنے سے سارا معاملہ الٹنے والا تھا۔ لیکن چوہدری فراست خون بہا معاف کرنے والوں میں سے نہ تھا۔اب سب کا رخ ڈیرے کی جانب تھا۔جہاں ایک بہت بڑا فیصلہ ہونے جارہا تھا۔

کسوٰی اور تسلیم بیگم کو عرتوں کے ساتھ ایک طرف کرا لگ سے کھڑا کر دیا گیا۔جہاں سے سردار جہانزیب اور مردان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے۔کافی عورتیں ان کے پاس کھڑی تھیں۔کسوٰی نے ماں کو حوصلہ دیا۔ سرفراز ابھی بھی ان کے قبضے میں تھا۔پنچائیت میں اس وقت کافی گرما گرمی چل رہی تھی۔کسوٰی کو امید سی ہوئی۔کہ چوہدی جہانزیب انہیں اپنے حق میں صفائی کا موقع ضرور فراہم کرے گا۔لیکن اس کی یہ امید اس وقت ٹوٹی جب اسے نکاح کے لیے بتایا گیا۔اس نے پھٹی پھٹی نظروں سے

وہاں موجود سب لوگوں کو دیکھا۔اتنی بڑی پنچائیت بٹھائی گ ئی۔۔۔ لیکن کوئی بھی عورت کے حق میں آواز بلند نہ کر سکا۔سب وہاں تماشائی بنے کھڑے تھے۔ چوہدری فراست نے اس پنچائیت سے باہر نکلتے غصہ سے بھری ایک نظر کسوٰی اور تسلیم بیگم پے ڈالی۔اور دندناتا وہاں سے نکل گیا۔یہ کیا۔۔؟؟ یہ شخص تو جاچکا ہے۔۔پھر۔۔مجھے کس سے نکاح کرنا ہوگا۔۔؟کسوٰی کی سوچوں کا تسلسل بدلا اس نے ڈیرے پے موجود لوگوں کو دیکھنا چاہا۔جہاں وہ سب عورتیں کھڑی تھیں۔وہاں سے پنچائیت کا ایک حصہ نظر آرہا تھا۔سردار چوہدری جہانزیب کا فیصلہ سنایا گیا تھا۔جسے ابھی تک کسٰی دیکھ نہیں پائی تھی۔اسی لمحے مولوی صاحب اور دو معزز لوگ اس طرف آئے۔سب عورتیں پیچھے ہٹ گ ئی یں۔کسٰی نے آنے ولواں کو حیرت سے دیکھا۔

نکاح نامہ فل کروائی ہیں۔ایک بوڑھا شخص جو دیکھنے میں کافی باعرب لگ رہا تھا۔وہ نہایت سنجیدگی سے کسویٰ سے بولا۔کسویٰ دل پے پتھر رکھے سب کچھ بتاتی چلیگ ئی۔ تسلیم بیگم کے آنسو نہیں رک رہے تھے۔وہ بولا چاہتی تھیں۔ لیکن کسویٰ کی دی گ ئی قسم کے آگے وہ مجبور ہو گ ئی تھیں۔

کسویٰ اکمل بنتِ اکمل شیخ آپ کا نکاح چوہدری جہانزیب عادل ولد چوہدری مرتسم سے طے پایا ہے۔ کیا آپ کو ونی کی صورت یہ نکاح قبول ہے۔؟

مولوی صاحب کی آواز نے کسویٰ کے کانوں میں صور پھونکا۔وہ بڑی بڑی آنکھوں والی لڑکی۔۔ایک بڑی سی شال اوڑھے چہرے کو چھپائے اپنی ڈارک براؤن آنکھوں سے وہاں موجود انسانوں کے بیچ چھپے بھیڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔اسکی آنکھوں میں ایک آنسو بھی نہ تھا۔ لیکن چہرے پے ایک کرب تھا۔جو ڈھکا ہونے کی وجہ سے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ایک وقت آئے گا۔آپ خود چل کے میرے پاس آئی یں گیں۔۔۔۔اور اس وقت کا میں

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

بے صبری سے انتظار کروں گا۔اسکے کانوں میں ایک بازگشت ہوئی تھی۔
اور پھر وہ سب کچھ دل ودماغ سے نکالتی قبول ہے۔ کہہ گ ئی۔اسے کہنا
تھا۔ہر حال میں۔۔اسے اپنی ماں کو بچانا تھا۔۔۔اس نے اپنی قربانی دی۔۔
اپنے آپ خود کو اس نے ونی کے لیے پیش کیا تھا۔صرف اپنی ماں کے لیے جو
سامنے کھڑی آنکھوں میں آنسو لیے اپنی بہادر بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔ان کے
ماتھے سے بہتا خون دیکھ کسوئ کا جی چاہا۔۔وہاں موجود سب کو آگ لگا دے۔
اور شاید۔۔ مستقبل قریب میں اسکی یہ خواہش بھی پوری ہو جانے والی تھی۔
کیا ہونے جا رہا تھا۔۔۔؟؟اس گاؤں میں۔۔؟جہاں ونی کی رسم عام تھی
لڑکیوں کو بھیڑ بکریاں سمجھ کے کوئی بھی مرد خون بہا میں دے کے خود بچ
نکلتا۔۔۔؟؟یہ تو اب وقت نے ہی طے کرنا تھا۔یہ۔۔خون بہا اس گاؤں
کو کہاں لے کے جاتا تھا۔

کیوں۔۔۔؟؟ کیوں کیا تم نے ایسا۔۔کسویٰ۔۔۔؟ کیوں۔۔؟؟ واس اٹھا کے شیشے پے مارا۔اور وہ چھناکے سے ٹوٹ گیا۔کمرے کی ہر ایک چیز بکھری پڑی تھی۔کچھ بھی تو صحیح نہیں ہوا تھا۔کیسے میری محبت کو تم نے یوں تماشا بنا ڈالا۔۔؟؟ کیسے سہوں اس درد کو؟؟ اب کی بار زور سے مکا شیشے پے مارا۔تو اس کا ہاتھ زخمی کر گیا۔خون کی بوندیں نکلیں تھیں۔لیکن اسے پرواہ کب تھی۔اس کا دل اس وقت جس کرب سے گزر رہا تھا۔اسے سہن کر پانا اس کے اختیار میں نہ تھا۔وہ آج بہت عرصے بعد وہی بن رہا تھا۔جسے وہ بہت پیچھے چھوڑ آیا تھا۔اپنی پہچان میں تبدیلی لایا تھا۔لیکن۔۔آج برسوں بعد پھر سے اسی مقام پے آن کھڑا ہوا تھا۔آنکھیں کرب سے بند کیں۔کبھی معاف نہیں کروں گا۔تمہیں۔۔۔کبھی نہیں۔اپنی محبت کی توہین نہ بھولوں گا اور نہ تمہیں بھولنے دوں گا۔اب تک تم نے میرا محبت والا روپ دیکھا ہے۔جسے تم

دھتکار دیا۔اب تم۔۔میرا نفرت والا روپ دیکھو گی۔اور نے ایک پل میں اسے تم آخری سانس تک نہیں بھول پاؤ گی۔یہ وعدہ ہے میرا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

ایم۔کے نے زبردستی ارم کی کلائی تھامے اسے گاڑی میں فرنٹ سیٹ پے بٹھایا۔ارم کو اس شخص پے غصہ بھی بے حد تھا۔لیکن اس وقت سنسان علاقے سے اکیلے جانے اک وہ رسک لے بھی نہیں سکتی تھی۔اس لیے خاموشی سے بیٹھ گئی۔گاڑی روڈ پے ڈاتے ایم۔کے بے حد سنجیدہ تھا۔ ایک پل کو سے یہ لڑکی معصوم نظر آتی تو اگلے ہی پل وہ اسے شاطر اور چالاک دکھتی۔اس نے اپنی زندگی میں جو دیکھا۔اسے ہی سچ مان چکا تھا۔لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا۔سب لڑکیاں ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ایڈریس۔۔۔؟؟

سنجیدگی سے پوچھا۔ارم نے بھنویں اچکاتے اسے مصنوعی حیرت سے دیکھا۔
ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔۔؟؟ایم۔کے اس کے یوں دیکھنے پہ بنا اسکی طرف
دیکھے پوچھ بیٹھا۔پوچھ تو ایسے رہے ہیں۔جیسے پہلی بار جا رہے ہیں۔۔؟آپ
کے آدمیوں کو تو میرے گھر کا ایڈریس زبانی یاد ہے۔انہی سے پوچھ
لیتے۔۔۔ گینگسٹر کہیں کے۔۔۔آخری الفاظ رخ پھیرتے زیرِلب دہرائے۔
ایم۔کے نے ایک سخت گھوری سے اسے نوازا۔ایڈریس وہ جانتا تھا۔لیکن
اس سے نجانے کیوں بات کرنا چاہتا تھا۔یا اسکی باتیں سننا چاہتا تھا۔اس کے
گھر سے تھوڑی دور ہی گاڑی روکتے وہ اسکی جانب مڑا۔آج کے بعد میری
آپی سے ملنے کی کوشش مت کرنا۔۔۔دور رہنا ان سے۔۔۔! سمجھی تم۔۔۔!
اسے غراتے ہوئے لہجے میں وارن کیا۔یہی بات آپ اپنی آپی سے کہہ
دیں۔۔تب مانو گی۔۔کہ آپ۔۔؟؟نیچے اترو۔۔۔!ارم۔کی بات پوری
ہونے سے پہلے ہی ایم۔کے نے اسے سخت تیور لیے نیچے اترنے کا کہا۔مجھے
شوق نہیں آپ کے منہ لگنے کا۔آئی ندہ آپ۔۔اور آپ کے آدمی۔۔مجھے

اپنے ارد گرد نظر آئے۔۔تو میں پولیس کمپلین کر دوں گی۔ سمجھے آپ۔۔۔!
نجانے ارم میں اتنی ہمت کہاں سے آگئی کہ وہ بنا رکے بنا سانس لیے سب بولتی جھٹ سے گاڑی سے نیچے اترتی باھاگنے والے انداز میں اپنے گھر کی جانب بڑھی تھی۔جب کہ ایم۔کے منہ کھولے اسکی دھمکی پے عش عش کر اٹھا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نکاح نامے پے سائن کرتے کسویٰ کو اپنا دل خالی خالی سا محسوس ہوا۔اسکی آنکھ سے ایک آنسو گرا تھا۔جو چپکے سے اس نے پونچھ لیا۔ تسلیم بیگم نے آگے بڑھ کے روتے ہوئے اسے گلے سے لگایا۔ لیکن وہ یونہی بے تاثر رہی۔
کیوں کیا ایسا۔۔تم نے کسویٰ۔۔۔؟؟کیوں۔۔؟؟میری بچی۔۔؟ تسلیم بیگم کے لہجے میں پہلی بار کسویٰ نے اپنے لیے تڑپ محسوس کی۔وہ تڑپ جو ہمیشہ

سے وہ چاہتی تھی۔ لیکن اسے اپنے لیے کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ آج جب محسوس ہوئی تو کسویٰ کو اب اس کی ضرورت ہی نہ رہی۔ آپ۔۔ ماموں کو فوراً ہاسپٹل لے کے جائیں۔ انہیں اس وقت ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ ہو سکے تو بڑے ماموں کو بلوا لیجیے گا۔ بابا سے کہیے گا۔۔۔! بولتے بولتے کسویٰ کے گلے میں کانٹے سے چبھنے لگے تھے۔ وہ خود پہ جس طرح ضبط کیے کھڑی تھی وہی جانتی تھی۔ کسویٰ۔۔۔۔! مجھے۔۔ معاف۔۔۔؟؟ تسلیم بیگم میرا اپنا فیصلہ تھا۔ میں نے معافی کے لیے ہاتھ جوڑے۔ بابا سے کہیے گا۔ یہ نے اپنی مرضی سے یہ۔۔۔ نکاح کیا ہے۔۔۔ ہو سکے تو اپنی بیٹی کو معاف کر دیں۔۔ اتنا کرب اتنا درد کسویٰ نے کبھی محسوس نہیں کیا جتنا آج وہ معصوم دل کی لڑکی محسوس کر رہی تھی۔ دھیرے سے موبائل ان کے ہاتھ میں تھمایا۔ انہوں نے کسویٰ کو عاجزی سے دیکھا۔ بس وہ ایک لمحہ تھا۔ جب کسویٰ نے انہیں معاف کرتے گلے سے لگایا۔ اور وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ بلک بلک کے رو دیں۔ اسکی ماں کو وہاں سے باہر لے جایا گیا وہ اندر ہی اندر تل

تل مر رہی تھیں۔اپنی بیٹی کو وہ ان درندوں کے حوالے کیسے کر جاتیں۔۔ جھنوں نے اپنے خادان کی بیٹی کو نہیں چھوڑا۔ نجمہ کو مار ڈالا۔اور الزام ان پے لگا دیا۔وہ ان کی بیٹی کسویٰ کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔وہ۔۔شیخ صاحب کو کیا جواب دیں گیں۔۔؟انہیں اور سرفراز کو ایک گاڑی میں شہر کی سوکھے پتے کی مانند طرف روانہ کر دیا گیا۔جیسے کہ طے ہوا تھا۔کسویٰ کا دل لرزا۔ار گرد دیکھا۔لیکن کوئی بھی اس سے بات نہیں کر رہی تھی۔کافی عورتیں وہاں موجود تھیں۔لیکن کسی میں جرات نہ تھی کہ کسویٰ سے کچھ بھی کہتیں یا پوچھتیں۔وہ سردار چوہدری جہانزیب کی بیوی تھی بھلے ونی میں تھی لیکن اسکے نکاح میں تھی۔اسی لمحے ایک معزز خاتون اندر داخل ہوئی یں ان کے ہات میں بہت خوبصورت مردانہ شال تھی۔اس خاتون نے وہ شال کسویٰ کو اوڑھائی۔کہ اس کا نازک وجود اس شال میں چھپ سا گیا۔کسویٰ کے دل نے اپنے رب سے مدد مانگی۔رب نے اسکے دل میں یہ احساس جگایا جس سے اس کے اندر ایک اعتماد پیدا ہوا۔کہ جس شخص کے نام کے ساتھ

اس کا نام جڑا ہے۔اس کے فوراً بعد اسکے سر کو ڈھانپا گیا۔یقیناً وہ کوئی عام ہستی نہیں ہو گا۔اللہ نے اسکے نصیب میں اسے لکھا ہے یا تو اسکا امتحان ہے۔۔ ایک آزمائش یا اللہ کی طرف سے نوازا گیا ایک تحفہ۔اس کا چہرہ ڈھانپے بٹھایا گیا۔اسے چوہدریوں کی حویلی لے جایا جا رہا تھا۔کسویٰ اسے گاڑی میں کا دل بہت سخت گھبرا رہا تھا۔وہی خاتون اسکے ساتھ ساتھ تھی۔کسویٰ نے کسی سے کچھ بھی پوچھنا ضروری نہ سمجھا۔سختی سے آنکھیں میچیں تو مسٹر جہان کا چہرہ آنکھوں میں آن سمایا وہ شخص بہت چپکے سے اس کے دل کے نہاں خانے میں چھپ کے بیٹھ گیا تھا۔کسویٰ نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔نہیں۔۔اب نہیں۔۔اب وہ ہاتھ بہت پیچھے چھوٹ گیا ہے۔اب سب کچھ بدل گیا ہے۔اب مجھے ان کے بارے میں نہیں سوچنا۔لیکن۔۔کیا یں انہیں بھول پاؤں گی۔۔؟اور وہ؟؟جب نہیں پتہ چلا کہ میں۔؟؟تو کیا کریں گے وہ۔۔؟؟کسویٰ کا فل مسٹر ھجہان کے لیے بے چین ہوا۔اسے لگا تھا۔کہ وقت طور پے سب خراب ہو لیکن اینڈ پے سب ٹھیک ہو جائے

گا۔ تیمور سے رشتے کی ہامی وہ بھر گئی تھی۔ لیکن اس کا ارادہ اس سے شادی کرنے کا بالکل نہ تھا۔ اسے یقین تھا وقت گزرتے تیمور کی اصلیت سب کے سامنے لے آتی اور پھر مسٹر جہان کے لیے وہ اپنے بابا سے بات کرتی۔ لیکن۔۔ ایسا تو کچھ بھی نہ ہو سکا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کر پاتی اس کی زندگی میں ونی ہو کے جانا لکھا ہوا تھا۔ گاڑی حویلی کی حدود میں داخل ہو چکی تھی۔ پوری حویلی میں یہ خبر پھیل چکی تھی۔ کہ ونی ہو کے لڑکی چوہدری جہانزیب کے نکاح میں آ رہی ہے۔ جس سے کوئی بھی خاتون خوش نہ تھی خاص کر جسمین۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

ہاسپٹل میں سرفراز کو انتہائی نگہداشت میں رکھا گیا تھا۔ اس کے دماغ نے جسم سے ناتا توڑ لیا تھا۔ جب کہ اسکی سانسیں بھی بہت مدھم تھیں نجمہ کی

لاش کو اس کے بھائی زبردستی لے گ ئے تھے۔جب ونی کے لیے
چوہدری فراست کی جگہ چودری جہانزب نے اپنانام دیا بہت بحث ہوئی۔
یہاں تک کہ گولی بھی چلی۔جسے بروقت ناکام بنایا گیا۔لیکن چوہدری
جہانزیب اپنے فیصلے سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹا۔اس لمحے چوہدرائی ن وپاں
پہنچیں اور معاملہ سنبھالا۔پھر یہی طے ہوا۔کہ ونی میں سردار کی بات مانی
جائے گی۔لڑکی چسردار چوہدری جہانزیب کے نکاح میں آئے گی بھلے وہ
چوہدری فراست کی بہن تھی لیکن تھی تو وہ حویلی کی بیٹی۔اور حویلی سے
چوہدری فاست کا کوئی لنک نہیں تو۔۔اس صورت ونی میں چوہدری
جہانزیب کا ہی نکاح ہو گا۔چوہدری فراست ایل بار پھر چوہدری جہانزیب
سے مات کھا گیا۔اس وقت اس نے اپنی بہن کی لاش کی مانگ کی۔جو معاملے
کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے چودرائی ن نے ان کے حوالے کرنے کی اجازت
دے دی اس وقت چوہدری جہانزیب کو چپ ہونا پڑا۔اس وقت ایک زندہ
لڑکی کو چوہدری فراست سے بچانا تھا۔اور اس لیے وہ اپنی بات کو مقدم رکھتا

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

نجمہ کی لاش کو ان کے حوالے کر دیا گیا۔چوہدری فراست وہاں سے دندناتا ہوا نکلا۔اور تسلیم بیگم کسویٰ کے لیے کچھ نہ کر سکیں۔ان کے ہاتھ میں کسویٰ کا ہی فون تھا۔جس سے انہوں نے اپنے بھائی کو کال کر کے بلایا۔کیا ہوا۔۔؟

سرفراز کو۔۔؟؟ بڑے بھائی گلفراز اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لائے تھے۔انہوں نے آتے ہی تسلیم بیگم سے پوچھا تو انہوں نے مختصراً سب بتا دیا۔گلفراز شیخ تو سر پیٹ کے رہ گئے۔یہ کیا کر دیا تم نے تسلیم۔۔۔؟؟ اکمل بھائی کبھی معاف نہیں کریں گے تمہیں۔۔۔! وہ کافی سوچ بچار کرتے معاملہ کی سنگینی سمجھتے کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے۔وہ ہاسپٹل کافی وقت رکے رہے لیکن وہاں رکنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔اپنے سے چھوٹے بھائی کو وہیں چھوڑتے خود تسلیم بیگم کو گھر لے آئے۔جہاں شیخ صاحب اور ارم کافی پریشان تھے۔

کیا ہوا۔۔؟کسویٰ نے فون اٹھایا۔۔؟؟ شیخ صاحب کا دل بہت سخت گھبرایا ہوا تھا۔ نہیں بابا۔۔آپی فون نہیں اٹھا رہیں۔ارم بھی پریشان تھی کہ اسی لمحے تسلیم بیگم بھائی کے ساتھ اندر داخل ہوئی یں۔ان کی بکھری حالت دیکھ ارم ان کی طرف لپکی۔امی کیا ہوا۔۔؟آپ ٹھیک ہیں۔ تسلیم بیگم کی روروکی آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں۔انہوں نے شیخ صاحب کی جانب روتے ہوئے دیکھا۔اکمل بھائی۔۔۔وہ کسویٰ۔۔۔؟؟ گلفراز شیخ کا سر جھکا تھا۔اکمل شیخ کی سوالیہ نظریں بیوی پے اٹھیں انہیں یقین نہ آیا کہ کسویٰ ان کے ساتھ تھی۔ اور جس طرح کا ان کا انداز تھا۔اکمل شیخ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔کیا ہوا۔۔۔ کسویٰ۔۔۔؟؟ کسویٰ کسویٰ کہاں ہے۔۔؟؟ انہوں نے کسی ڈر کے تحت پوچھا۔

میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔ تسلیم بیگم۔۔؟ کسویٰ کہاں ہے۔۔۔؟؟ کہاں ہے میری بیٹی۔۔۔؟؟ شیخ صاحب اونچی آواز میں للکارے تھے۔ تسلیم بیگم کی یہیں بس ہوئی تھی۔ ونی ہو گئی ہے وہ۔۔۔! ان سے بھی زیادہ اونچی آواز میں چلائی یں تھیں۔ شیخ صاحب کے پیروں تلے سے زمین کھسکی تھی۔

انہیں لگا ان کے ساتھ ان کی بیوی کوئی مذاق کر رہی ہیں۔ آ آ۔۔۔۔ پیپپ کی بیٹی۔۔۔ قربان ہو گئی ہے۔۔۔ اپنی ماں پے۔۔۔! خود کو ونی میں دے دیا اس نے۔۔۔ اپنی ماں کو بچانے کی خاطر۔۔۔! وہ خود کو۔۔۔؟؟؟ تسلیم بیگم پھوٹ پھوٹ کے روتیں شیخ صاحب کے سینے پے سر رکھے پھوٹ پھوٹ کے رودی تھیں۔ آج پہلی بار انہیں خود سے شدید نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ ساری زندگی اس بچی کو وہ پیار محبت نہ دے سکیں جس کی وہ حق دار تھی۔ اور آج۔۔ وہ۔۔۔ ایسا کام کر گئی تھی کہ تسلیم بیگم اپنی ہی نظروں میں گر گئی یں تھیں۔ شیخ صاحب نے زور سے انہیں خود سے

لڑ لکھڑاتیں زمین بوس ہوئی یں. ارم کی آنکھیں نم پرے جھٹکا۔ کہ وہ تھیں۔ دور کھڑی وہ یہ سب دیکھتی اپنے منہ پے ہاتھ رکھ گ ئی۔

چوہدری جہانزیب ڈیرے پے سب معاملات سلجھاتے گھر پہنچتے اسے کافی وقت لگ گیا تھا۔ جتنا جلی وہ سب نمٹانے کی کوشش کرتا۔ اتنا ہی معاملہ بگڑ رہا تھا۔ کسوی کو وہ چوہدرائی ن کے ساتھ حویلی بھیج چکا تھا۔ لیکن وہ خود ابھی تک نہ جاسکا تھا۔ اب اس کی گاڑی حویلی سے اندر داخل ہورہی تھی۔ جہاں ایک بہت بڑی کڑی آزمائی ش کھڑی تھی اس کے لیے سپاٹ انداز میں وہ حویلی کے انزداخل ہوا

کہاں ہے وہ۔۔۔۔؟؟؟چوہدری جہانزیب نے حویلی کے اندر آتے ہی دریافت کیا۔ سبھی خاتونِ خانہ اسکے اس اچانک نکاح کے اقدام سے ناخوش تھیں۔خاص طور پے جسمین۔ جس نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا۔ساری زندگی اسے اپنا مانا۔اور آج وہ کسی اور سے نکاح کر آیا۔چوہدری جہانزیب۔۔۔۔؟؟چوہدرائی ن کی آواز پے وہ پلٹا تھا۔اسکی آنکھیں لہو لوہان تھیں۔ جیسے یا تو خود کو مار ڈالے گا یا سامنے آئی ہر چیز کو برباد کر ڈالے گا۔آپ کو نہیں لگتا۔۔اس بار آپ نے یہ غلط فیصلہ کر کے۔۔؟میرے فیصلے سے میں کسی کو بھی انحراف نہیں برتنے دوں گا۔دادی سا۔۔۔!جہانزیب نے خود پے بمشکل قابو پاتے ان کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا۔اس کے جارحانہ تیور بتا رہے تھے۔کہ آج وہ اپنے آپے میں نہیں ہے۔اس لیے کچھ بھی سننا یا کہنا بے کار تھا۔جہان۔۔۔؟؟بیٹا۔۔؟؟یہ ہاتھ۔۔۔؟؟غزالہ وہاں آئی یں توسیدھی نظر جہانزیب کے ہاتھ پے جا ٹھہری۔ جس پے پٹی بندھی ہوئی

تھی۔میں ٹھیک ہوں ماں۔۔سا۔۔!بعد میں بات ہوتی ہے۔وہ سپاٹ انداز میں کہتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔جہاں وہ ونی ہوئی لڑکی موجود تھی۔

وہ اتنے بڑے کمرے کے بیچو بیچ کھڑی اس وقت خود کو سولی پے کھڑا محسوس کررہی تھی۔جسے سولی پے لٹکانے سے اس کی آخری خواہش بھی پوچھنا گوارا نہ کیا گیا تھا۔وہ لڑکی اپنے دل ودماغ کو ماوف ہوتا محسوس کرتی اس وقت اپنا سر بھی چکراتا محسوس کررہی تھی۔اس نے صبح کے ناشتے کے بعد سے کچھ نہیں کھایا ہوا تھا۔اور اس دوران جو کچھ ہوا۔اس نے اس کے حواس اب دھیرے دھیرے سلب کرنا شروع کردیئے تھے۔اس کے گرد ابھی بھی وہی شال لپٹی تھی۔عام سے سادہ سے لباس میں وہ پریوں سا حسن رکھنے والی کسویٰ اکمل شیخ مسز کسویٰ جہانزیب عادل بن چکی تھی۔اور وہ شخص جو اسکا

نصیب بنا تھا۔ کسی بھی وقت آ کے اس سے حق وصول کر سکتا تھا۔ اس خیال کے آتے ہی اسکے رونگٹے کھڑے ہوئے۔ ہتھیلیاں پسینے سے بھر گئی یں۔ ماتھے پے پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔ وہ یہاں کسی کو نہیں جانتی تھی۔ اسے سیدھا اس روم میں لایا گیا تھا۔ اس کا چہرہ بھی کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کہاں رہنا ہے کہاں نہیں۔؟ اس کا فیصلہ چوہدری جہانزیب ہی کرنے والا تھا۔ سب ہی اس معاملے میں بے بس تھے۔ جسمین کا تڑپنا بھی جائی ز تھا۔ وہ اس کے نام تھی۔ لیکن جہانیب نے اسے کبھی کوئی آس نہیں دلائی تھی۔ اس نے جیسے ہی روم کا دروازہ کھولا۔ سامنے۔۔۔؟؟

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

شیخ صاحب نے زور سے انہیں خود سے پرے جھٹکا۔ کہ وہ لڑ لکھڑا تیں زمین بوس ہوئی یں. رخ پلٹ کے زخمی نظروں سے شوہر کو دیکھنے لگیں۔

بولو۔۔۔۔میری بیٹی کہاں ہے۔؟ کس کے حوالے کر کے آئی ہو۔۔۔۔؟؟

شیخ صاحب اب کی بار دھاڑے تھے۔ تسلیم بیگم سہم گ ئی یں۔ اکمل۔۔؟ میری بات۔۔۔؟؟ گلفراز شیخ نے انہیں ٹھنڈا رکھنا چاہا تو وہ غصہ سے ان کا بھی ہاتھ جھٹک گ ئے۔ مجھے میری بیٹی واپس چاہیے۔۔ ابھی اسی وقت۔۔۔ وہ قطعی انداز میں بولے۔ ارم کی آنکھیں نم تھیں۔ دور کھڑی وہ یہ سب دیکھتی اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ گ ئی۔ میری بات سمجھیں ناں۔۔۔وہ۔۔۔ وہ۔۔۔اس نے خود اپنی مرضی سے۔۔۔؟؟خود کو ونی۔۔۔۔؟؟ چٹاخ۔۔۔

تسلیم بیگم نے اٹھتے ان کے پاس جاتے روتے ہوئے کہنے کی کوشش کی۔ لیکن شیخ صاحب کے ایک تھپڑ نے ان کے چودہ طبق روشن کر دی ئے۔ وہ اپنا آپ قابو نہ رکھ پائی یں۔ امی۔۔۔؟؟ ارم بھاگ کے ان کی جانب بڑھی۔

میری بیٹی کہاں ہے تسلیم بیگم۔۔۔؟؟ مجھے ابھی اسی وقت بتاؤ۔۔ ورنہ۔۔

میں تمہیں۔۔طلاق۔۔۔؟؟اتنا کہتے ان کا ہاتھ دل پے گیا۔انہیں دل میں شدید ٹھیس سی اٹھی لفظ طلاق سے تسلیم بیگم کے دل کی دنیا ہل گ ئی تھی۔

مما۔۔۔؟؟ بابا۔۔؟؟ مہد کی اچانک آمد پے وہ پل بھر کو اسے دیکھنے لگے۔

مہد بھاگتا ہوا باپ کے قریب گیا۔ بابا۔۔؟؟ آپ۔۔؟؟ وہ لڑکھڑاتے ہوئے اسکی بازوؤں میں گرے تھے ان کا ہاتھ اب بھی دل کی طرف ہی تھا۔

انہوں نے سختی سے اس جگہ کو پکڑا ہوا تھا۔ان کے چہرے پے درد کے آثار نمایاں تھے۔اٹھارہ سالہ مہد باپ کی یہ حالت دیکھتا رو دیا۔

Zubi Novels Zone

بابا۔۔۔؟؟ ارم بھاگی ان تک پہنچی۔ان کا سر اپنی گود میں رکھا۔۔وہ کچھ بول نہیں پا رہے تھے۔ہٹو۔۔؟؟ جلدی سے انہیں ہاسپٹل لے چلو۔۔۔! گلفراز نے انہیں پیچھے ہٹاتے جلدی سے شیخ صاحب کو سہارا دیا اور وہ سب باہر کی جانب بھاگے۔

اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ کہ اسی لمحے دروازہ کھلا۔ اسے سب کچھ گھومتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ ایک شخص تھا۔ جو اندر داخل ہوا تھا۔ لیکن دھندلا دھندلا منظر واضح نہ ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ پوری آنکھیں کھول پاتی۔ کسی نے سختی سے اسکی کلائی کو جکڑا تھا۔ اور وہ وہیں اسکی بانہوں میں جھول گئی۔

چوہدری جہانزیب نے جیسے ہی دروازہ کھولا۔ وہ سامنے کھڑی لڑکی ک دیکھتا اپنا غصہ چاہ کے بھی ضبط نہیں کر پایا تھا۔ اسکی سفید رنگت میں زردی گھلی ہوئی تھی وہ صدیوں کی بیمار لگ رہی تھی۔ اس کا یہاں موجود ہونا ہی

چوہدری جہنزیب کے غصہ کو ہوا دے رہا تھا۔ چوہدری جہنزیب کا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ سامنے کھڑی اس لڑکی کی جان لے لے۔ آگے بڑھ کے غصہ سے اسکی کلائی کو دبوچا کہ وہ لڑکھڑا کے اسی کی بانہوں میں جھول گئی۔۔۔

ــــــــــــــــــــــــ

برہان راجپوت جیسے ہی روم میں انٹر ہوا۔ وہ شاور لے کے ابھی باہر نکلی تھی اسکے بالوں سے پانی کے قطرے گرتے وہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بال سنوار رہی تھی۔ اس کا ہوشربا روپ دیکھتا ایک پل کو برہان مسمرائز ہوا تھا۔ بنا دوپٹے کے کھڑی وہ برہان کے دل پہ بجلیاں گرا رہی تھی۔ اسے اپنے دل کی دھڑکن بڑھتی ہوئی سنائی دی کوئی اتنا بھی خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟؟

اس کے لالمبے خوبصورت سنہری بال۔۔۔ برہان راجپوت نے آج پہلی بار اسے بنادوپٹے کے دیکھا تھا۔ نظروں کی تپش محسوس کرتی وہ پلٹی تھی۔ سامنے ہی برہان کودروازہ میں ایستادہ پورے انہماک سے خود کودیکھتا پایا تو اس کا شرم سے مارے براحال ہو گیا۔ نظریں دوپٹے کی تلاش میں بیستر پے گ ئی یں۔ لیکن نجانے کیوں اس میں ہمت نہ ہوئی کہ آگے بڑھ کے دوپٹہ اٹھاپاتی۔اس کے قدم زمین پے پیوست سے ہو گ ئے۔دل نے الگ شور مچاتے اسے تنگ کیا ہوا تھا۔ برہان دھیرے دھیرے چلتا اسکے قریب آیا تھا اس کی گہری نظریں پری کو اپنے جسم کے آرپار ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔ کیاہوا۔۔؟اتنا شرما کیوں رہی ہو۔۔؟؟ برہان کے ان الفاظ پے پری کی نظریں اٹھیں تھیں۔ کیا کچھ نہیں تھا ان نظروں میں۔ برہان کو لگا سارا جہان ان دو آنکھوں میں آن سمایا ہو۔ لیکن اگلے پیپل وہ اس ٹرانس کی سی کیفیت راجپوت۔۔ تمہارے حسن سے باہر نکل آیا۔ تمہں کیا لگا۔۔؟؟ میں برہان

کی تعریف کروں گا۔۔۔؟ تم پے مر مٹوں گا۔۔؟اور تمہیں اپنالوں گا۔۔؟؟
تو اس خوش فہمی سے نکل آؤ۔۔میرے لیے تم شوکیس میں رکھی ایک
شوپیس ہو۔جسے سجایا تو جا سکتا ہے۔لیکن۔۔اپنایا نہیں جا سکتا۔برہان کے
سخت گیر الفاظ پری کے دل کو چھلنی کر گئے۔بہت ضبط کرتے اس نے
اپنے آنسوؤں پے بندھ باندھا۔جنہیں برہان محسوس کرتا اپنے دل میں بے
چینی ہوتی محسوس کر رہا تھا۔اور اسی بے چینی کو دور کرنے کے لیے وہ پلٹا۔
کہ پری نے غصہ سے اسکا بازو پکڑے اپنی طرف موڑا۔مسٹر برہان راجپوت
آپ کو یہ غلط فہمی کیونکر ہوئی کہ۔۔مجھے آپ کی توجہ محبت یا تعریف
چاہیے۔۔؟جب کہ میرے لیے آپ کی حیثیت شوپیس جتنی بھی نہیں۔
جانتے ہیں۔۔۔کیوں۔۔۔؟کیونکہ میں اسے پھر سجا کے رکھنا گوارا کر لوں۔
لیکن آپ کو میں اس قابل بھی نہیں سمجھتی۔اسی کے لہجے میں دبدو جواب
دیتی وہ برہان کو حیران کر گئی۔آگے بڑھ ک بستر سے اپنا دوپٹہ اٹھایا۔اور
اچھے سے سر پے لپیٹنے کے بعد باہر کا رخ کیا کہ برہان نے اسکی کلائی تھامے

اسے اپنی جانب کھینچا۔ دھکا بہت زور کا تھا کہ وہ سیدھی اس کے سینے سے جا لگی۔ کچھ زیادہ ہی چل رہی ہے تمہاری زبان۔۔۔! یہ مت بھولو۔ کہ اسے کاٹنے میں برہان راجپوت ایک منٹ کی دیری نہیں لگائے گا۔ اسکی گرم سانسوں کی تپش کو محسوس کرتی ایک بار پری پھر پگھلنے لگی تھی۔ اس کی قربت ہمیشہ ہی اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوتی تھی۔ وہ کبھی اسکے اتنے قرہب نہیں آیا تھا۔ لیکن اس کا اپنے قریب ہونا ہی پری کے ہوش و حواس گم کیے رکھتا تھا اب تو اس شخص کی اتنی نزدیکی اس کی جان لے رہی تھی۔ آپ مجھ پے کوئی حق نہیں رکھتے مسٹر برہان۔۔۔! پری کا لہجہ دھیما تھا۔ لیکن انداز سخت تھا۔ مسز۔۔ برہان راجپوت۔۔۔ تمہارے نام کے ساتھ برہان راجپوت کا نام جڑ چکا ہے۔ اور اب تم میری ملکیت ہو۔۔ میں جو چاہے تمہارے ساتھ سلوک کروں۔ تم تو کیا۔۔ کوئی بھی مجھے روک نہیں سکتا۔ وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کے بوتا پری کی آنکھوں یں بلآخر آنسو لے آیا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹر شیخ اکمل۔ کو آئی سی یو میں لے گ ئے تھے۔اس وقت دونوں بہن بھائی ایک دوسرے کے پاس ہاتھ تھامے بیٹھے تھے۔ارم کو مہد کا بہت سہارا مل رہا تھا۔جب کہ تسلیم بیگم تو اپنے ہوش و حواس میں ہی نہیں تھی وہ وہاں موجود تو تھی لیکن ان کا دھیان کسی طرف بھی نہیں تھا یہاں تک کہ وہ اپنی اولاد کو بھی نہیں دیکھ رہی تھیں۔جو کس قدر ازیت میں تھی۔

شیخ گلفراز بھی وہیں تھے جبکہ ان کے چھوٹے بھائی سرفراز کے ساتھ تھے سبھی پریشان حال تھے ڈاکٹرز نے فی الحال کچھ بھی نہیں بتایا تھا سب دعا گو تھے کہ اندر لیٹے انسان کو اللہ تعالی واپس دے دے۔اتنے میں ائی سی یو کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر صاحب باہر آئی ے ارم بھاگتے ہوئے ان کے قریب گئی۔

پلیز۔۔ڈاکٹر انکل۔۔؟۔میرے بابا کو کیا ہوا۔۔؟؟بتائیں ناں۔۔؟؟ارم کا دل کسی انہونی کے احساس سے دھڑکا تھا۔ڈاکٹر نے نفی میں سر ہلایا۔ارم کا سانس حلق میں اٹکا تھا۔ایسا۔۔۔ایسا۔۔۔نہیں ہو سکتا۔۔بابا۔۔۔؟؟ارم کی دھیمی آواز سنائی دی۔اور ساتھ ہی وہ چینخوں سے روئی تھی دھاڑیں مار مار کے روتے ہوئے وہ وہاں موجود سب کو اپنی طرف متوجہ کر گئی۔تسلیم بیگم منہ پے ہاتھ رکھے اپنے آنسوؤں کا گلہ گھونٹ رہی تھیں۔گلفراز شیخ کو اس وقت سخت غم اور غصہ تھا۔اپنی بہن کی اس حرکت کو وہ معاف نہیں کر سکتے تھے۔ایک طرف سرفراز کو ہوش نہیں آرہا تھا تو دوسری طرف ان کی بہن بیوہ ہو گئی تھی۔ارم کی چینخوں سے پورا ہاسپٹل گونج اٹھا تھا وہ کسی کے قابو میں نہیں آرہی تھی۔میرے۔۔۔با۔با۔۔؟؟میرے بابا۔۔۔؟؟ ماموں۔۔انہیں واپس لادیں۔۔۔ارم روتے ہوئے گلفراز شیخ کے گلے لگی۔

تھی مہد کا بھی برا حال تھا۔ وہ ماں کے ہچکیاں لیتے وہ۔۔۔۔ بولے جارہی گلے لگے رو رہا تھا۔ ہر کوئی اشک بار تھا۔ لیکن جانے والا جا چکا تھا۔ کبھی نہ

لوٹ کے آنے کے لیے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کسویٰ۔۔۔؟؟ایسا کیوں کیا۔۔؟؟بیٹا۔۔؟؟کیا آپ کو اپنے بابا پے بھروسہ نہیں تھا۔۔؟؟جو اتنا بڑا قدم آپ نے اٹھایا۔۔؟؟کسویٰ نے باپ کا ہاتھ تھاما۔ اور اسے چوما۔ مجھے معاف کردیں بابا جان۔۔۔! مجھے اپنی ماں کو بچانا تھا۔ جنھوں نے بچپن سے لے کے جوانی تک۔۔۔ کبھی۔۔۔ سوتیلا پن ظاہر نہ کیا۔ مجھے انہیں بچانا تھا۔ کیونکہ وہ میری بہن ارم کی سگھی ماں تھی۔ آپ کی بیوی تھیں۔ مہد کی ماں تھیں ہمارے گھر کی بنیاد ہیں وہ بابا۔۔۔ مجھے انہیں

بچاناتھا۔کسویٰ کی آنکھیں بھگ رہی تھیں۔میں۔۔کیسے سہوں گا۔آپ کی جدائی۔۔؟؟آپ کاونی میں جانا۔۔آپ کے باباکیسے سہن کر پائیں گے۔۔؟یہ کیوں نہیں سوچا۔۔؟وہ آنکھوں میں آنسو لیے شکوہ کررہے تھے۔۔پلیز بابا۔۔معاف کردیں۔بابا۔۔؟؟شیخ اکمل اسکاہاتھ چھوڑے جا رہے تھے کسویٰ انہیں پکار رہی تھی۔لیکن وہ ہاتھ چھڑاتے جاچکے تھے۔

بابا۔۔۔؟؟ایک چیخ بلند ہوئی تھی اور وہ اٹھ بیٹھی۔اس کے رمیں شدید درد کی ٹھیس اٹھی تھی۔اس کا سراب بھی چکرارہاتھا۔ارد گرد دیکھاتو کوئی نہ تھاوہ ابھی بھی اسی کمرے میں تھی۔لیکن وہ اب بستر پے لیٹی تھی۔اس نے دماغ پے زوردیا۔وہ بے ہوش ہوئی تھی۔اوراس سے پہلے کوئی شخص اندر۔۔۔؟لسویٰ کافل زوروں سے دھڑکا۔کسویٰ چاہ کے بھی اسکی جھلک تک نہ دیکھ پائی تھی۔اپنا سر تھامے وہ اٹھنے کی ناکام کوشش کرتی پھر سے تکیے پے سر گراگئی۔اس کابی پی لوہورہاتھا۔تبھی رواز ہ کھلا۔اور ملازمہ کھانے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوئی۔بی بی جی۔۔۔!یہ لیں۔۔

چوہدرائی ن جی نے آپ کے لیے بھجوایا ہے۔دودھ کا گلاس اس کی جانب بڑھایا۔توکسویٰ نے نیم دراز ہوتے س سے دودھ کا گلاس تھام لیا۔اور بنا کچھ کہے لبوں سے لگایا۔ایک ہی سانس میں پورا دودھ کا گلاس پینے سے اسے اپنے اسکے اندر انرجی سی محسوس ہوئی۔یہ۔۔۔ کھانا بھی۔۔؟؟ ملازمہ نے ٹرے آگے رکھی۔آرے میں چکن چاول رائی تہ سلاد اور سالن روٹی تھی۔کسویٰ کے چہرے پے طنزیہ مسکان چھاگ ئی۔اور ملازمہ کو مسکرا کے دیکھا۔لگتا ہے وہ بھول گ ئی ہیں میں ونی میں آئی ہوں۔ اتنی ناز برداریاں۔۔؟؟ میرے ساتھ تو ملازموں والا سلوک ہونا چاہیے تھا۔۔۔پھر یہ۔۔سب۔۔ کیوں۔۔؟؟کسویٰ کی بات پے ملازمہ تھوڑی گھبرائی وہ اب کسویٰ کو کیا بتاتی۔۔کہ کھانا بھجوانے والی چوہدرائین نہیں۔۔بلکہ چوہدری جہانزیب ہے۔جسکا حکم کوئی بھی نہیں ٹال سکتا تھا۔خود چوہدرائی ن بھی ان کے حکم کے خلاف نہیں جاتی تھیں۔آپ کھانا کھالیں۔۔اور بخار کی دوائی لے لیں۔وہ ملازمہ دراز کے اوپر سے میڈیسن لیتی کسویٰ کو مزید حیران کر

گ ئی۔ مجھے۔۔۔؟؟ڈاکٹر نے چیک کیا۔۔؟؟ملازمہ نے اثبات میں سر ہلایا۔کسویٰ کو یقین نہ آیا۔لیکن فی الحال یہ غنیمت تھا۔کہ اسے کھانا پینا مل رہا تھا۔اس نے چاول کی چمچ منہ میں رکھی تو بے اختیار اسے اپنے بابا یاد آگ ئے۔ بابا۔۔؟؟مجھے چاول نہیں کھانے۔روٹی کھانی ہے۔وہ نروٹھے انداز میں بولی تھی۔ تسلیم بیگم۔۔۔میری بیٹی کو چاول نہیں کھانے روٹی کھانی ہے۔۔وہ بنالائی یں۔انہوں نے آرڈر دیا۔مجھے پہلے پتہ تھا۔یہ نہیں کھائے گی۔اس لیے اپنی بیٹی کے لیے میں نے پہلے سے روٹی بنا کے رکھی تھی۔ تسلیم بیگم نے مسکراتے ہوئے پاس چ ئی پر گھسیٹ کے بیٹھتے کہا۔ آپی۔۔۔کبھی چاول بھی ٹرائی کر لیا کریں۔اتنے ٹیسٹی ہوتے ہیں۔ارم نے پیار سے کہا۔امی میرے لیے روٹی بنالائی یں ہیں۔میں تو وہی کھاؤں گی۔ کسویٰ کے چہرے کی خوشی اکمل صاحب کو بھی خوش کر گ ئی۔کسویٰ انہیں دل و جان سے پیاری تھی۔اور آج وہ اپنے بابا کے ساتھ نہیں تھی۔اس بات نے کسویٰ کا دل پھر سے اداس کر دیا۔اس نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔کیا

ہوا بی بی جی۔۔؟؟ کھانا کھائی یں۔۔۔ملا مہ پریشان ہو گ ئی۔ کسویٰ کی آنکھوں کے آنسو اسے بے چین کر گ ۓ۔ بس۔۔۔اور بھوک نہیں۔۔۔ کسویٰ نے بیڈ کراؤ ن سے ٹیک لگاتے آنکھیں موندے کہا۔ اچھا۔۔۔؟؟ کچھ اوت کھائی یں گیں۔ وہ بنالاؤ ں۔۔؟ وہ پھر سے گویا ہوئی۔ کسویٰ نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ میری خدمت پے تمہیں کس نے مامور کیا ہے۔۔؟؟ کسویٰ کی بات پے ملاہ گڑ بڑا گ ئی۔ لیکن دل ہی دل میں کسویٰ کو داد دی ۓ بنا نہ رہ سکی۔ یہ دوائی لے لیں۔ آپ کا بخار اتر جاۓ گا۔ کسویٰ نے دیکھا کہ وہ ٹال رہی ہے۔ نہیں بتانا چاہ رہی۔ تو اس نے زیادہ زور بھی نہ دیا۔ میڈیان لیتی وہ وہیں نیم دراز ہوئی۔ بخار نے اسے بری طرح جکڑا ہوا تھا۔ دل و دماغ فی الحال کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم تھے۔ میڈیسن کا اثر تھا۔ کہ وہ کچھ ہی دیر میں نیند کی وادیوں میں کھو گ ئی۔ اس کے سوتے ہی ملازنہ باہر نکلی۔ اور دروازہ کھولتے جہانزیب اندر داخل ہوا۔ دھیرے سے دروازہ بند کیا۔ اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا بستر کے قریب

پہنچا۔ایک گہری نظر سوئی ہوئی کسویٰ پے ڈالی۔ہاتھ بڑھا کے اس کے ماتھے کو چھوا۔جو تپ رہا تھا۔دل ہی ل میں اسکی فکر کرتا اسکے پاس بیٹھا۔اور اسکے چہرے پے آئے باوں کو کانوں کے پیچھے اڑسا۔دھیرے سے جھکتے اسکی پیشانی پے ملکیت کی پہلی مہر ثبت کی۔کسویٰ جہانزیب عادل۔۔۔!ہزار خون معاف کر دوں گا۔۔لیکن۔۔۔محبت کا قتل معاف نہیں کروں گا۔سختی سے کہتے وہ آنکھیں میچتا ان لمحوں سے خود کو آزاد کرتا اٹھ کے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

شیخ اکمل کی میت کو گھر لے آئے تھے۔تسلیم بیگم تو بالکل ہی خاموش ہو گئی تھیں۔جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہوں۔اکمل صاحب کی میت کو غسل کے لیے لے جایا جا چکا تھا۔رو رو کے ارم کے آنسو بھی اب خشک ہو گئے تھے۔اسے رہ رہ کے شیخ صاحب کے ساتھ گزرے لمحات یاد آ رہے تھے۔

جس سے اس کا دل درد کی شدت سے بھر رہا تھا۔ ارے۔۔۔ سب ہیں یہاں۔۔ بڑی بیٹی کہاں ہے۔؟؟ ابھی تک دکھائی نہیں دی۔۔؟؟ ہاں۔۔ میں نے بھی نہیں دیکھا۔۔ نجانے کہاں ہے؟؟ وہاں موجود خواتین نے ایک دوسرے سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ تو اچانک سے ارم کے دماغ میں کسویٰ کا خیال آیا۔ واقعی اس دوران تو وہ سب کسویٰ کو بھول ہی گ ئے تھے۔

امی۔۔؟؟ امی نے کہا۔ کہ ونی میں دے دی۔۔؟ لیکن۔۔ کہاں۔ کس کو۔۔؟ وہ اپنی جگہ سے اٹھتی ماں کے پاس جا پہنچی جو خلاؤں میں گھور رہی تھیں۔ امی۔۔۔؟؟ امی۔۔۔؟؟ کسویٰ آپی کہاں ہیں۔۔؟؟ آنسو گالوں سے پونچھتے وہ دکھ سے بولی۔ لیکن تسلیم بیگم تو کچھ سن ہی نہیں رہی تھی انہیں تو اپنا ہوش نہیں تھا کہ وہ ارم کی کسی بات کا جواب دیتی ارم نے انہیں جھنجوڑ ڈالا لیکن انہوں نے اس کی کسی بھی بات کا جواب نہیں دیا اتنی دیر میں میت کے اٹھانے کا اعلان ہوا سب آخری دیدار کے لیے اگے جا رہے تھے ارم اپنی ماں کو چھوڑے میت کی جانب بڑھی۔ اسے شدت سے کسویٰ کی یاد آئی ی

کیا اس کا حق نہیں تھا کہ وہ اپنے باپ کی میت پر آسکے۔۔؟ ارم نے دکھ سے سوچا۔ سبھی آخری دیدار کر رہے تھے۔ تسلیم بیگم کو بھی آگے لے کے آئے کہ وہ بھی آخری بار دیکھ لیں اور شاید اپنے حواس میں لوٹ آئی یں۔ لیکن وہ بس انہیں دیکھ روتی رہیں۔ جنازہ اٹھایا جارہا تھا۔ مہد نے باپ کی میت کو کندھا دیا تو بہت مشکل سے خود پے ضبط کیا۔

کسوی کی کسی انجانے احساس کے تحت اچانک سے آنکھ کھلی تھی۔ اس کا سر ابھی بھی بھاری بھاری ہورہا تھا۔ اس کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا اس نے اس کا بہت زیادہ اثر لے لیا تھا۔ لیکن طبعیت اب پہلے سے کافی بہتر تھی۔ ہمت کرتی وہ بستر سے اٹھی اور باتھ روم کا رخ کیا تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس لوٹی تو اسے اپنے کپڑوں سے الجھن سی محسوس ہوئی وہاں پہ کوئی نہیں تھا جو اس کی

مدد کر سکتا یا اسے کوئی کپڑے فراہم کرتا ارد گرد دیکھتے اس نے کمرے کا جائزہ لیا جو انتہائی بڑا تھا کمرے کی طرز و آرائش دیکھ کے لگتا تھا جیسے وہ کسی محل میں اگئی ہو ہر چیز نفاست سے رکھی گئی تھی کپڑوں کی تلاش میں وہ پورے کمرے کا جائزہ لیتی ایک دروازے کی جانب بڑھی اسے کھولا تو وہ ڈریسنگ روم تھا آگے بڑھی اور وہاں سے ایک کبرڈ کو دھیرے سے کھولا تو ڈھیروں مردانہ گئی سوٹ وہاں پہ نظر آئے۔ایک سے ایک عمدہ۔۔۔ لیکن کسوئی پریشان ہو ۔اسے اپنے لیے کچھ نہ ملا جو وہ پہن سکتی۔اب وہ کیا کرتی اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا اس نے سارے سوٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھا کہ شاید کوئی اس کے کام کا ہو پھر مایوس ہو کے اس نے وہ کبرڈ بند کر دی۔باقی کبرڈ میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اس نے کچھ اور تلاشا تو اسے ایک کبرڈ میں سے ٹراؤزر اور کچھ شرٹس نظر ائی اس نے شکر کیا اور اس میں سے ایک قدر مناسب بہتر حال اپنے لیے ایک شرٹ اور ٹراؤزر کا انتخاب کیا اور باہر نکل آئی ی۔باتھ روم سے شاور لے کر وہ وہی ٹراؤزر اور شرٹ پہن کر باہر ائے تو اسے تھوڑا سا سکون

محسوس ہوا شیشے کے سامنے کھڑے ہوتے اس نے اپنے آپ کو دیکھا وہ اس ٹراؤزر اور شرٹ میں بالکل چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی ایسا لگتا ہے جیسے کسی دیو ہیکل بندے کے کپڑے پہن لیے ہوں۔ بالوں میں کنگھی کرتے وہ سوچتے ہوئے جھجھری لے گ ئی۔ کہ تبھی دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل کر دیکھا تو ایک لڑکی تھی جو ماتھے پہ تیوری ہوا۔ کسویٰ نے جھٹ سے پلٹ چڑھائے ہوئے اسے سر سے پاؤں تک دیکھ کم گھور زیادہ رہی تھی۔ چوہدری جہانزیب کے کپڑوں میں اس لڑکی کو دیکھ کر جسمین کے ماتھے پہ ڈھیروں بل پڑے وہ یہ برداشت ہی نہ کر سکی کہ اس نے چوہدری جان زیب کی کسی چیز کو ہاتھ ہی کیوں لگایا۔۔؟ م آگے بڑھ کے وہ کسویٰ کے مقابل ان کھڑی ہوئی. جب کہ کسویٰ نے اسے نظر انداز کرتے رخ موڑ لیا۔ جس پے جسمین کو مزید غصہ آیا۔

بہت ہو گیا آرام۔۔۔!اب نکلو باہر۔اور باقی ملازماؤں کی طرح کام پے لگو۔ جسمین نے اسے غصہ اور حقارت سے کہا۔تو وہ پلٹی۔ لیکن منہ سے کچھ نہ بولی۔ جسمین اس کا کھلتا رنگ روپ دیکھ سخت خائف ہوئی تھی۔ حسد اور جلن پھر سے عود کر آئی۔ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔۔؟؟ چلو۔۔ نکلو اس کمرے سے۔جب سے آئی ہو یہیں ڈیرا جما کے بیٹھی۔ بھولو۔۔مت ونی ہو کے آئی ہو۔۔اس کمرے میں تو تمہاری جگہ بالکل نہیں۔۔اور بہت جلد۔ تمہیں۔۔چوہدری جہانزیب کی زندگی سے بھی نکال باہر کروں گی۔ جسمین سخت غصیلے انداز میں اس سے مخاطب تھی۔اب کسویٰ کو سامنے کھڑی لڑکی کے غصہ کی وجہ سمجھ آئی۔یہ لڑکی چوہدری جہانزیب کی وجہ سے اس سے حقارت سے بات کر رہی تھی۔ایسے مجسمہ بن کے کیوں کھڑی ہو۔۔۔؟؟ دفعہ ہو یہاں سے۔۔۔ جسمین نے اسے دروازے کی جانب دھکا دیا تو وہ لڑکھڑائی۔ لیکن خود پے ضبط کر گ ئی۔اور پلٹ کے ایک نظر اس لڑکی کو دیکھا۔ایک استہزائی یہ مسکراہٹ نے کسویٰ کے لبوں کو احاطہ کیا۔جو

جسمین کو آگ ہی لگا گیا۔ تم۔۔۔ مجھ پے ہنس رہی ہو۔۔؟؟ غصہ سے آگے بڑھ کے اسکی بازو کو جھنجھوڑا۔ نہیں۔۔۔؟؟ تمہاری حرکتوں پے ہنسی آ رہی ہے۔۔یقیناً۔۔۔ چوہری جہانزیب کو تمہارا ہونا تھا۔۔ لیکن۔۔ اللہ نے اسے میرا نصیب لکھ دیا اب اللہ سے تو تم لڑ نہیں سکتی۔۔۔ اس لیے مجھ پے غصہ اتارنے چلی آئی۔ بہت ہی آرام دہ لہجے میں کہتے وہ جسمین کو انگاروں پے گھسیٹ گ ئی۔۔

ZNZ Zubi Novels Zone

اپنی زبان کو لگام دو ورنہ چوہدری جہانزیب سے کہہ کے وہ حال کرواؤں گی تمہارا کہ تمہاری سات پشتیں یاد رکھیں گیں۔ اور۔۔ ان کپڑوں میں باہر جانے کی بھول مت کرنا۔۔ چوہدریوں کا نام بدنام کرنے جا رہی ہو۔۔ تم۔۔؟ یہیں رکو۔۔ بھجواتی ہوں۔۔ تمہارے لیے کپڑے نوراں سے کہہ کے۔۔۔ جسمین نے غرور و تکبر سے کہتے ماتھے پے بل ڈالے کہا اور دروازے کی جانب بڑھی۔ کہ اسی لمحے دروازے پے دستک ہوئی۔ اور

نوراں اندر داخل ہوئی۔ اسکے ساتھ دو ملازمائیں اور بھی تھیں۔ ہاں۔ یہاں رکھ دو سب۔۔۔! ان کے ہاتھوں میں ڈھیروں شاپرز تھے۔ جن میں نجانے کیا کیا تھا۔ یہ سب کیا ہے نوراں۔۔؟؟ جسمین نے حیرت سے پوچھا۔ وہ۔۔۔ جمین بی بی۔۔۔! یہ سب چوہدری جی نے بجھوایا ہے۔ کپڑے جوتے۔۔۔ اور بہت سارا سامان ہے۔۔ نوران نے وضاحت دی۔

واٹ۔۔۔؟؟ جہانزیب۔۔۔؟؟ جہانزیب نے اس ونی کے لیے یہ سب بڑا حیرت میں تو کسوئی بجھوایا۔۔۔؟؟ جسمین پے تو حیرتوں کا پہاڑ ہی ٹوٹ بھی تھی۔ لیکن جسمین کو تو لگا شاید وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔۔۔ تمہیں غلط فمی ہوئی ہو گی نوراں۔۔۔ ایک ونی میں آئی لڑکی کے۔ لیے جہانزیب چوہدری۔۔؟؟ یہ سب۔۔؟؟ کبھی نہیں کرے گے۔ جسمین کو یقین نہ آیا۔

ارے نہیں بی چھوٹی بی بی۔۔۔! یہ سب ان بی بی جی کے لیے ہی آیا ہے۔ ان کے پاس کپڑے وغیرہ نہیں تھے ناں۔۔ تو چودری جی نے بجھوایا ہے ساتھ فون بھی کیا کہ۔۔۔؟ اچھا بس۔۔۔! جسمین کو سخت غصہ آیا پلٹ کے ایک

سخت نظر کسویٰ پے ڈالتی وہ پاؤں پٹختی باہر نکل گ ئی۔آپ سب سامان دیکھ لیں۔۔کوئی چیز رہ تو نہیں گ ئی۔۔۔؟م چھدری جی نے کہا ہے۔۔کہ آپ کو جو چاہیے ہو۔۔آپ کو وہ مہیا کر دیں۔نوراں نے بہت ادب سے بات کی۔تم۔۔۔سچ کہہ رہی ہو۔؟؟کسویٰ نے حیرت سے شاپرز کی جانب دیکھا۔جی جی۔۔آپ کے لے ہی ہے۔۔۔نوراں ادب سے کہتی ان دو کے ملازاؤں کو باہر جانے کا اشارہ کرتی کسویٰ کے قریب آئی۔آپ سارے کپڑے اور باقی کا سامان کبرڈ میں رکھنا ہے۔تو میں آپ کی مدد کر دوں۔۔؟؟وہ جھجھکتے ہوئے بولی۔کسویٰ نے مسکرا کے اثبات میں سر ہلایا۔ ایک بات اور۔۔۔چوہدری جی نے کہا ہے۔۔کہ آپ کو جو چاہیے۔۔اس کمرے میں پہنچا دوں۔۔آپ کو کمرے سے باہت نکلنے کی اجازت نہیں۔۔۔ اب کی بار سر جھکائے کہا۔یعنی۔۔کمرے میں دکا ٹنی پڑے گی مجھے۔کسویٰ نے دل ہی دل میں سوچا۔ٹھیک ہے۔۔۔۔کسویٰ بنا کسی بحث کے مان گ ئی۔اوران شاپنگ بیگز میں سے ایک سوٹ نکال کے دیکھنے گی۔وہ سب

سوٹ بت خوبصورت سٹائی لش اور بوتیک اسٹائی ل تھے۔ایک سے بڑھ کے ایک برانڈڈ سوٹ۔۔۔پیلے تنگ کا ایک لانگ فراک سلیکٹ کرتی اس نے باتھ روم کا رخ کیا۔

۔۔۔۔۔

پورے گھر میں ایک سوگواری کی سی کیفیت چھا گ ئی تھی۔آج قل کی دعا کے بعد سبھی افسوس کرنے آرہے تھے۔عندلیب کو بھی پتہ چلا ت وہ بھی آج افسوس کرنے آئی یں۔اور کافی دکھی ہوئی یں۔ارم کی بڑی بہن مسنگ تھی۔تقریباً سبھی کو اس کی خبر ہو گ ئی تھی لیکن وہ کہاں تھی۔کوئی نہیں جانتا تھا۔اور جو جانتے تھے۔ان میں سے ایک سرفراز کومہ میں تھا۔تو دوسری تسلیم بیگم جو اپنے حواسوں میں نہ تھیں۔سارا دن بستر پے پڑے رہتی اور خلاؤں کو گھورتی رہتیں۔عجیب سی بے کلی چھا گ ئی تھی۔ارم نے

ہر ممکن کوشش کی کہ وہ کسوئی کا پتہ لگا سکے۔ لیکن وہ کسوئی تک نہ پہنچ سکی۔ مہد اور ارم ہی اس وقت ایک دوسرے کا سہارا تھے۔ تسلیم بیگم کسی سے نہیں ملتی تھیں۔ وہ عدت میں تھیں۔ پورے گھر کو ارم نے ہی سنبھالا ہوا تھا۔

____

تین بعد برہان حویلی واپس آیا تھا لیکن اسکے ساتھ اس کی کزن ماریہ بھی تھی۔ جس کے انداز و اطوار بت ہی نرالے تھے۔ سارا دن دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مزاح کرتے گزارا۔ اس سب کے دوران پری باہر نہ آئی۔ کھانے کی ٹیبل پے بھی جب برہان کو وہ نظر نہ آئی تو وہ اسے بلانے گیا۔ جہاں وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں کھوئی ہوئی تھی۔

باہر آؤ۔۔۔اور ماریہ کو ویلکم کرو۔۔۔ برہان ن پری سے سخت لہجے میں کہا۔ آپ ہیں ناں۔۔ وہاں ویلکم کرنے اور اس کے ساتھ وقت گزارنے کے لیے بھی۔۔۔! پری کو سخت غصہ آیا لیکن پھر بھی خود پے کچھ حد تک کنٹرول کرتی وہ بول ہی دی۔ اپنی زبان پے قابو رکھو اور بار آؤ۔۔۔ اور ہاں۔۔ اسے بتانے کی ضرورت نہیں۔۔ کہ تم میری بیوی ہو۔۔ چلو۔۔۔! ہتک پمیز لہجے میں کہتا وہ باہر نکلا۔ پری آنسو ضبط کرتی اس کے پیچھے ہی باہر نکلی۔ ماریہ اسے دیکھ کے ایک پل لو توسکتے میں آگ ئی۔ اس کا بے حد خوب صورت سراپا دیکھ وہ دل ہی دل میں داد دی ئی ے بنا نہ رہ سکی۔

ہ کون ہے برہان۔۔؟ ماریہ نے اشتیاق سے پوچھا۔ ایک جاننے والے کی رشتہ دار ہے دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ تو یہیں کام پے رکھا ہے۔ برہان نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔ جب کہ اس کے اس تعارف سے پری کے اندر بہت کچھ ٹوٹا تھا۔

پری نے سب کچھ ملازماہ کے ساتھ مل کے سرو کیا۔اور وہیں کھڑی رہی۔

ماریہ۔۔۔۔! تمہیں یہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہو گی۔اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔ برہان نے بہت دوستانہ انداز میں ماریہ سے کہا تو وہ مسکرا دی۔جب کہ پاس کھڑی پری کا دل سخت بدگمان ہوا تھا۔وہ پلٹی تھی۔اے سنو۔۔۔۔! ماریہ نے اسے پکارا تو وہ رکی۔یہ۔۔۔سالن۔۔تو گرم کر کے لاؤ۔۔۔! کیسی ملازمہ ہو تم۔۔۔کچھ تو مہمان کا لحاظ کر لو۔۔۔ماریہ کو وہ اپنے رنگ روپ اور انداز و اطوار سے کہیں سے بھی ملازمہ نہیں لگ رہی تھی۔ برہان کا اس سے کچھ نہ کچھ خاص تعلق ہی تھا۔اس بات سے ماریہ سخت بے چین ہو رہی تھی۔ ملازمہ لفظ پے ایک پل کو برہان کے ہاتھ بھی کھانے سے رکے۔ لیکن اگلے ہی پل وہ نارمل انداز میں اپنی پلیٹ پے جھکا کھانا کھا رہا تھا۔پری نے آگے بڑھ کے سالن کا باؤل ٹیبل سے اٹھایا اور بنا کسی کی جانب ایک نظر کیے وہ کچن کا

رخ کر گ ئی۔ بہت ایٹی ٹیوڈ ہے تمہاری ملازمہ میں۔ماریہ سے رہا نہ گیا تو بول دی برہنا نے کان ہی نہ دھرا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ سالن گرم کرتی باؤل واپس لا چکی تھی۔ پری اپنے دھیان میں گرم سالن کا باؤل ٹیبل پے رکھ رہی تھی۔ کہ ماریہ نے نظر بچا کے اسے جھٹکا دیا۔ سارا سالن ہی الٹ گیا۔ گرم گرم سالن پری کے ہاتھوں پے گرا تو وہ سسک کے رہ گ ئی۔

خیریت۔۔۔اتنے دن بعد تم یہاں۔۔؟؟ عندلیب ابھی گھر لوٹی تھی۔ سامنے ایم۔کے کو دیکھ کر تھوڑی حیران ہوئی یں۔ زوہان کی یاد آ رہی تھی۔ تو اس سے ملنے چلا آیا۔ زوان کو ساتھ لگائے وہ صوفے پے ٹانگ پے ٹانگ جمائے بیٹھا اس وقت کسی ریاست کا شہزادہ ہی لگ رہا تھا۔ سنگل صوفے پے اسکے پاس ہی بیٹھتے عندلیب نے زوہان کو ایک نظر دیکھا۔ کیا بات ہے آپی۔۔؟؟ آپ چپ چپ ہیں۔۔؟ سب ٹھیک ہے ناں۔۔؟؟ عندلیب کی

خاموشی نوٹ کرتا ایم۔کے تھوڑا خود بھی پریشان ہوا۔ہم۔۔۔۔زوہان بیٹا۔۔۔!آپ اپنے روم میں جاؤ۔۔۔اور ہم ورک مکمل کرو مما۔۔آتی ہیں۔۔زوہان کو وہاں سے روم کی جانب بھیجا۔اور خود ایم۔کے کی جانب مڑیں۔ارم کی طرف گ ئی تھی۔کچھ دن پہلے۔۔اس کے فادر کی ڈیتھ ہو گ ئی۔۔۔کہتے ہوئے وہ اداس ہوئی یں۔اوہ۔۔۔۔اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعونَ ایم۔کے کو حقیقتاً افسوس ہوا۔مجھے پتہ نہ چل سکا۔۔۔اس دن چلی جاتی۔۔آج پتہ چلا تو افسوس کرنے چلی گ ئی۔ دن۔۔ورنہ اسی اسکی امی کی حالت بھی ٹھیک نہیں۔۔۔بے چاری حواسوں میں نہیں۔۔اوپر سے بڑی بن بھی مسنگ ہے۔۔۔!عندلیب دل کا درد بھائی سے بیا کرتیں خود بھی دکھی ہو رہی تھیں۔کیا مطلب۔۔۔؟؟مسنگ۔۔؟؟ایم۔کے چونکا۔ ہمممم۔۔۔۔۔۔۔زیادہ تو نہیں پتہ۔۔لیکن۔۔وہ مسنگ ہے جس ک وجہ سے اسکے فادر کی آئی تھنک ڈیتھ ہوئی۔اللہ کرے مل جائے۔۔۔ نجانے کہاں ہو گی۔۔؟؟اللہ ہر بہن بیٹی کی حفاظت کرے۔اپنے حفظ و

امان میں رکھے۔آمین۔۔۔!تم چائے پیو گے۔۔؟؟عندلب نے بات کو پلٹا۔نہیں۔۔میں اب چلوں گا۔۔پھر آؤں گا۔ابھی کافی دیر ہو گئی ہے۔ ایم۔کے اٹھا تھا۔انکل کا کیا حال ہے اب۔۔۔۔؟؟عندلیب چلتے ہوئے اسکے ساتھ باہر تک آئی۔شکر ہے پہلے سے بہتر ہیں۔ایم۔کے سوچوں میں ڈوبے بولا۔مصطفٰی۔۔۔بابا کو تمہاری ضرورت ہے۔۔اب تو وہ جہان بھی واپس کرلو۔۔وہ بہت اکیلے پڑ رہے ہیں لوٹ گئے ہیں۔ان کی کمپنی کو جوائن کب تک جہان آ کے ان کی مدد کرتے رہیں گے۔۔؟؟بیٹے تو تم ہوناں۔۔؟؟تم ساتھ نہیں دو گے تو اور کون دے گا۔۔؟؟عندلیب نے دکھ سے اسے کہا تو وہ پہلی بار وہ خاموش ہو گیا۔اس کی خاموشی کا مطلب ہاں نہیں تھا تو ناں بھی نہیں تھا. میں چلتا ہوں۔دیر ہو رہی ہے۔ایم۔کے نے قدم باہر کی جانب بڑھائے تو عندلیب بھی گہرا سانس خارج کرتی واپس مڑ آئی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیاہوا۔۔؟؟اتناغصہ کیوں کررہی ہو۔۔؟؟غزالہ نے سعدیہ کو برہم دیکھاتوپوچھ بیٹھیں۔اپنی بیٹی کے نصیبوں کوروتی ہوں۔۔۔بن بیاہی بیٹھی رہ جائے گی۔ لیکن جہانزیب نے اسے بیاہنا نہیں۔۔۔! ایسا کیوں سوچ رہی ہو۔۔؟؟ جانتی ہو۔۔جہانزیب نے اسے ونی میں نکاح کیاہے۔اوراسے تو کمرے سے باہر تک آنے کی اجازت نہیں۔۔۔پھر کیامس ئ لہ ہے۔۔۔

اس لڑکی کواگرجہانزیب نے قیدی بناکے ہی رکھناہےتوقیدخانے میں ڈال دے۔اپنے کمرے میں کیوں رکھاہواہے۔؟؟سعدیہ بیگم نے ماتھے پے بل ڈلے غزالہ بیگم سے کہا۔سعدیہ۔۔ان سب سوالوں کاجواب جہانزیب ہی دے سکتاہےانہوں نے گہری سانس خارج کرتے کہا۔دے سکتاہےتودیتا کیوں نہیں۔۔۔؟وہ غصہ سے اٹھ کھڑی ہوئی یں۔وہ میری بیٹی کاحق مار کے

کسی ونی میں آئی لڑکی کو کیسے دے سکتا ہے۔۔؟؟اور دکھ تو۔۔اس بات کا ہے۔۔کہ وہ یہ سب کر رہا ہے۔اور کوئی اسے پوچھنے والا بھی نہیں۔۔؟؟ کس کی جرات ہے کہ وہ چوہدری جہانزیب کے کیے گ ئے فیصلے کے خلاف جاسکے۔؟یااس سے کوئی سوال جواب کر سکے۔۔؟؟اچانک سے جہانزیب کی آمد پے وہ سبھی خواتین بری طرح گڑ بڑائی یں تھیں۔غزالہ بیگم بیٹے کو اتنے دن بعد دیکھ جیسے کھل اٹھیں تھیں۔بیٹی کو بھی ان رسموں رواجوں نے کی ٹھنڈک۔۔؟؟ چھین لیا تھا۔تو بیٹا بھی دور ہو گیا تھا۔ماں کی آنکھوں غزالہ بیگم نے آگے بڑھ کے جہانزیب کی صبیح پیشانی پے بوسہ دیا۔تو اس کی آنکھوں میں اپنی ماں کے لیے نرمی ہی نرمی تھی۔کیسا ہے میرا بیٹا۔۔؟؟ان کی آنکھیں بھیگنے لگیں تھیں۔جہانزیب نے ان کا ہاتھ چومتے اثبات میں سر ہلایا۔تو وہ اس کے سینے لگ گ ئی یں۔جب کہ۔۔۔۔سعدیہ بیگم نے پہلو بدلا۔آپ و کیا اعراض ہے چچی جان۔۔؟؟کھل کر بتائی یں۔۔؟جہان آج ان سے دوبدو بات کرنے کا ارادہ باندھا۔جہاں بیٹا۔۔۔۔!چھوڑو ان باتوں

کو غزالہ بیگم نے اسے روکنا چاہا نہیں امی جان مجھے بات کرنے دیں۔آپ مجھے صرف اتنا بتائیں چچی جان !کیا کبھی میں نے آپ سے کہا کہ میں آپ کی بیٹی سے شادی کروں گا یا باقاعدہ طور پر میرا اور اس کا نام لیا گیا اور میں نے اس رشتے پہ حامی بھری ہو۔۔۔؟؟نہیں نا۔۔؟؟پھر آپ کس بیس پہ یہ اتنا واویلا مچارہی ہیں۔۔؟جہانزیب نے ان کے مقابل کھڑے ہوتے وہ پہ سادیہ بیگم دنگ رہ گئی اور سوالیہ نظروں سے جٹھانی کو باتیں کیں جس دیکھا جہانزیب۔۔؟؟آپ کا اور جسمین کا رشتہ بچپن سے طے ہے۔

غزالہ بیگم نے دھیرے سے کہا۔تو اس میں غلطی کس کی ہے۔؟؟

جہانزیب ان کی جانب مڑا۔بیٹا۔۔؟بڑوں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔اور۔۔۔ اس میں برائی کیا ہے۔؟؟غزالہ بیگم کو گھر کا ماحول دھرم برہم ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔رہنے دیں بھابھی۔۔۔!میں جانتی ہوں۔یہ سب ڈرامہ کیوں ہو رہا ہے۔؟جسمین سے نکاح کے بعد۔۔شیرہ کوٹ کی زمین جسمین کے نام کی جائے گی اس لیے آپ لوگ اب یہ آناکانی کر رہے ہیں۔تاکہ وہ

زمین آپ بچا سکیں۔ سعدیہ بیگم نے ایسی بات کی کہ غزالہ سمیت وہاں چوہدرائی ین کے آتے قدم بھی تھمے۔

انہیں بھی سعدیہ سے اس قسم کی بات کی امید نہ تھی۔ یہ کیا بولے جا رہی ہو سعدیہ۔۔۔؟؟ تم ہوش میں تو ہو۔۔۔؟؟ جہانزیب کے بارے میں ایسی بات کرنے کی جرات کیسے ہوئی تمہاری۔۔؟ وہ سردار ہے اس گاؤں کا۔۔ اور اس کے ساتھ جڑے پانچ گاؤں کا۔۔۔ اور تمہیں لگتا ہے شیرہ کوٹ کی زمین کے کچھ حصہ کی خاطر وہ یہ سب کرے گا۔۔؟؟ چوہدرائی ن نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ جب کہ جسمین ک بھی ماں کی یہ بات بالکل اچھی نہ لگی۔ اسے جائی داد نہیں سردارنی بننا تھا اور وہ بھی صرف جہانزیب کی بیوی بن کے ہی یہ عہدہ حاصل کر سکتی تھی۔ اسکی ماں نے سارا کام خراب کر دیا۔ ایک منٹ دادی جان۔۔۔! انہیں بولنے دیں۔ تا کہ مجھے بھی پتہ چل سکے ان کے دل میں کیا ہے۔۔؟؟ جہانزیب نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔ میں

وہی کہوں گی۔میری بیٹی کا حق میں کسی کو کھانے نہیں دوں گی۔سعدیہ بیگم کی بات پے سبھی نے ان کی طرف افسوس سے دیکھا۔بس۔۔ہو گئی آپ کی بات ختم۔۔۔؟چوہدری جہانزیب نے لب بھینچے کہا۔آپ کو شیرہ کوٹ کی زمین چاہیے ناں۔۔۔!ابھی اسی وقت آپ کی بیٹی کے نام کرتا ہوں۔

جہانزیب۔۔۔؟؟یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔؟؟چوہدرائن کو شاک لگا۔دادی سا۔۔۔!مجھے بات کرنے دیں۔۔۔انہیں شیرہ کوٹ کی زمین سے مطلب ہے۔وہ میں آج ہی ان کے نام کر رہا ہوں۔لیکن ان کی بیٹی سے نکاح کبھی نہیں کروں گا۔جہانزیب اپنا فیصلہ سناتا غصہ سے کمرے کی جانب بڑھا۔سبھی خاموش نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔چوہدری مرتسم اور چوہدری اسلم بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔غزالہ بیگم نے انہیں ساری بات بتادی۔جس پے چوہدری اسلم نے اپنی بیوی کی عقل پے ماتم کیا۔لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کمرے کا دروازہ غصہ سے کھولتے وہ اندر داخل ہوا۔اس وقت وہ اتنا غصہ میں تھا۔کہ وہاں موجود ایک وجود کو فراموش ہی کر گیا۔دوہ بستر پے لیٹی اپنے گھر والوں کے متعلق سوچ رہی تھی۔اسک سوچوں کا محور جہان پے چلا گیا۔تو لب دھیرے سے مسکراہٹ میں ڈھلے۔چلو۔۔کوئی تو تھا۔۔بابا کے بعد۔۔جس نے مجھے سچے دل سے چاہا۔۔۔؟؟؟ابھی وہ انہی سوچوں میں غلطاں تھی۔کہ دھاڑ کی آواز پے دروازہ کھلا۔اور وہ چونکی۔ایک شخص اندر داخل ہوا تھا۔جسے دیکھ وہ اپنی جگہ ساکت ہوئی تھی۔اسے لگا اسکا وہم ہے۔وہ شخص گماں سے نکل کر حقیقت کیسے بن سکتا ہے۔۔۔؟م لیکن یہ اس کا وہم نہیں تھا۔وہ وقی حقیقت تھا۔

آپ۔۔۔آپ یہاں کیا کر رہے مسٹر جہان۔۔۔؟؟کسویٰ اچانک سے جہان کو اپنے کمرے میں دیکھ حیران رہ گئی کچھ پل تو وہ سن ہی ہو گئی۔ لیکن جب اگلے ہی پل ہوش آیا تو اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔اس کے برعکس مقابل کھڑا شخص اسے مکمل اگنور کیے کبرڈ سے کچھ نکال رہا تھا۔مسٹر جہان۔۔۔!آپ کو سنائی دے رہا ہے۔۔؟؟میں کچھ پوچھ رہی ہوں۔۔کیا کر رہے ہیں آپ یہاں۔۔؟اور۔۔؟کیوں آئے ہیں۔۔؟چلے۔۔
جائیں۔۔۔؟؟پلیز۔۔ڈر اور خوف سے اسکی آنکھیں بھیگنے لگیں تھیں اس شخص کی آنکھیں غصہ سے لال ہوئیں۔دونوں بازوؤں سے جکڑ کے اسے کبرڈ کے ساتھ زور سے جھٹکا دیتے لگایا کہ کسویٰ کی کمر میں کبرڈ انتہائی زور کی پیوست ہوئی۔اس کی سسکاری نکلی تھی۔تم۔۔ہوتی کون ہو۔۔مجھے یہاں سے نکالنے والی۔۔؟اوقات کیا ہے تمہاری۔۔؟؟بولو۔۔۔؟؟جواب دو۔۔؟؟وہ پھنکار رہا تھا اسکی گرم سانسیں آج اک بار پھر سے کسویٰ کو جھلسا درد بھولے اس نے جہان کی لال رنگ آنکھوں میں جھانکا رہی تھیں۔اپنا

جہاں آج محبت کا کہیں شائبہ تک نہ تھا۔آپ۔۔۔؟؟؟مسٹر جہان۔۔۔۔؟؟یہاں۔۔۔؟؟کسوٰی کو سمجھ نہ آرہی تھی۔وہ اتنے دھڑلے سے کیسے اس کو چھو سکتا ہے۔۔؟وہ بھی اس کے سسرال میں آکے۔۔؟یہ شخص یہاں پہنچا کیسے۔۔؟؟مسٹر۔۔جہان۔۔۔!آپ کو کوئی حق نہیں مجھ سے اس طرح کے سوال کرنے کا۔۔۔اور آپ یہاں پہنچے کیسے۔۔؟؟ جائیں یہاں سے۔۔۔۔!کسوٰی نے ہمت کرتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔جب کہ اسکی آنکھوں سے ایک پل کو کسوٰی کو خوف سا محسوس ہوا۔

ہونہہ۔۔۔۔تم مجھے نکالو گی۔۔؟؟میرے ہی گھر سے۔۔؟؟اتنی اوقات ہے تمہاری۔۔؟؟اب کی بار پیچھے ہو کے کھڑا ہوتا وہ سینے پے بازو باندھے نفرت سے بولا۔آپ کا گھر۔۔۔؟؟کسوٰی کو اسکی بات پے یقین نہ آیا۔

پلیز۔۔مسٹر جہان۔!جائیں یہاں سے۔۔۔کسی نے دیکھ لیا تو قیامت آجائے گی۔۔۔میری زندگی آگے ہی مشکلوں سے گھری ہوئی ہے۔اسے مزید خاردار نہ بنائیں۔کسوٰی نے اسکی بات کو نظر انداز کرتے اس کے

سامنے ہاتھ جوڑے۔ وہ ڈر گئی تھی۔ کہ یہ لوگ کہیں جہا کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ تمہاری زندگی تو اب خاردار ہو گی۔۔۔ اور اسے خاردار میں بناؤں گا۔ بتاؤں گا تمہیں۔۔ کہ ونی ہو کے جانا کتنا ازیت ناک ہے۔۔ بہت شوق ہے ناں۔۔ تمہیں خود کو پلیٹ میں سجا کے پیش کرنے کا۔۔۔ اب تمہیں۔۔۔ اس ازیت سے روشناس نہ کروایا۔ تو میرا نام بھی چوہدری جہانزیب نہیں۔۔۔ جہانزیب نے اسے پیچھے کی طرف دھکہ دیتے برڈ سے زمین کے کاغذات نکالے۔ اسکی باتوں پے کسوئ ٰ کی ایسی حالت تھی۔ جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔۔۔ مسٹر جہان۔۔؟؟ چوہدری۔۔

جہانزیب۔۔؟؟؟ چوہدری جہانزیب۔۔؟؟ مسٹر جہان۔۔؟؟ اسکے دماغ میں ان دو ناموں کی بازگشت ہو رہی تھی۔ جہانزیب دروازے کی جانب بڑھا۔ مسٹر جہان۔۔۔۔؟؟ کسوئ ٰ ہوش میں آتی اس کے پیچھے لپکی۔ اور اسے بازو سے تھاما۔ کاش یہ پل۔۔۔ جہان کی زندگی میں آیا ہوتا تو وہ خود کو

خوش قسمت سمجھتا۔ لیکن۔۔۔ جہانزیب کی کلائی کو تھامنے کی غلطی کر کے کسویٰ نے اپنے لیے خود مشکلات پیدا کر دیں تھیں۔ جہانزیب نے ایک

نظر اسے یکھا۔ اور اس کا ہاتھ اپن بازو سے جھٹکا۔ جہان نہیں۔۔ چوہدری جہانزیب۔۔۔! کرخت لہجے میں کہتا وہ کسویٰ کو بہت کچھ باور کروا گیا۔

آپ۔۔؟؟ آپ۔۔ مسٹر جہان ہیں۔۔۔ کسویٰ نے آنسوؤں سے کہا۔ جب کہ چہرہ پے ایک خوشی تھی۔ جہان کو تم نے اسی دن مار دیا۔۔۔ جس دن اسکی محبت کو ٹھکرایا۔ اور اس دن تو دفنا دیا۔ جس دن خود کو کسی اور کے لیے پیش کیا۔ آج جو تمہارے سامنے کھڑا ہے وہ جہان نہیں۔۔ چوہدری جہانزیب ہے۔ جس کے لیے تم ایک نونی سے زیادہ کچھ نہیں۔۔۔ جہانزیب کے الفاظ کسویٰ کے دل میں پیوست ہوئے۔ آپ۔۔۔ آپ۔۔۔ ایسا نہیں کر سکتے۔۔۔ آپ۔۔ تو مجھ سے محبت۔۔؟؟ شٹ اپ۔۔۔ جسٹ شٹ اپ۔۔۔ جاہنزیب اب کی بار دھاڑا تھا کسویٰ اسکی دھاڑ پے سہم کے دو قدم

پیچھے کو ہٹی تھی۔ خبردار جو اپنی زبان پے محبت کا لفظ بھی لایا۔ تم کیا جانو محبت کیا ہے۔۔؟؟ تم نے محبت رنا تو دور کی بات۔۔۔ تم نے تو میری محبت کو ہی ٹھکرا دیا تھا۔ آج کس منہ سے تم محبت لا دم بھر رہی ہو۔۔؟؟ جہان نے اسے بازو سے پکڑا کے اپنی طرف کھینچا تو وہ لڑکھڑاتی اس کے سنے سے جا لگی۔

جہان کے ساتھ اس کی محبتکو تمنے مار ڈالا ہے۔ کسویٰ اکمل شیخ۔۔۔! آج جو تمہارے سامنے کھڑا ہے وہ ہے سردار چوہدری جہانزیب عادل۔ جو تم سے بے انتہا نفرت کرتا ہے۔ نکاح میں ہوں۔۔ میں آپ کے۔۔۔۔! کسویٰ نے روتے ہوئے کہا۔ ہونہہ۔۔۔ نکاح۔۔۔ ونی کے نکاح کو سمجھتی ہو۔۔؟؟ آئی بو چڑھائی۔ ڈونٹ وری۔۔ سب سمجھا دوں گا۔ طنزاً کہتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھا۔ آپ۔۔۔؟؟ بات تو سنیں میری۔۔۔؟؟ سکویٰ نے پھر اس کا راستہ روکا۔ پلیز۔۔۔ جہان۔۔؟؟ ایک بار سن تو لیں۔۔۔ میری بات۔۔۔؟؟ جس مقام پے تم کھڑی ہو۔۔۔ اب کہنے کو کچھ نہیں بچا۔۔۔! اب تم نے صرف سننا ہے۔۔ میرا حکم۔۔۔ اور اسے پورا کرنا

ہے۔۔۔کیونکہ۔۔اب تم۔۔۔محبت نہیں رہی میری۔۔۔!اب تم میری ملکیت ہو۔

میرے ہوتے کیوں پریشان ہوتے ہو؟تم۔جاؤ۔۔کالج۔۔۔میں سب سنبھال لوں گی۔اتم مہد کو کالج بھیج کے خود اندر آئی۔ان کی رشتہ کی خالہ رقیہ ان کے پاس ہی رہ رہی تھیں۔جب تک تسلیم بیگم کی عدت پری نہیں ہو جاتی تھی۔خالہ میں نے سب بنا دیا ہے۔۔امی جب اٹھیں تو انہیں ناشتہ دے دیجیے گا۔میں جلدی آنے کی کوشش کروں گی۔ارم نے ان سے کہا تو دعائیں دیتی اسے رخصت کرنے گیں۔ارم نے ایک نظر سوئی ہوئی اں پے ڈالتی باہر آگئی۔سامے ہی کسویٰ کی گاڑی کھڑی تھی۔ارم پل بھر کو رک سی گئی۔آنکھیں پانیوں سے بھرنے لگیں۔کہاں چلی گئی ہو

آپی؟؟مس یو۔۔۔۔!گالوں کو صاف کیا۔آپ جہاں کہیں بھی ہیں۔میرا وعدہ ہے۔میں آپ کو ڈھونڈ نکالوں گی۔خود سے عزم کرتی وہ بارنگی اسک رخ بس اسٹینڈ کی جانب تھا۔کسویٰ کو ڈرائی یو نگ آتی تھی۔لیکن ارم کو نہیں۔بس پے بیٹھتے ہر پل ہر پل ہر لمحہ اسے کسویٰ کی یاد آرہی تھی۔کسویٰ کے آفس کی بلڈنگ میں وہ داخل ہوئی۔وہ وہاں جاب کے لیے آئی تھی۔ شیخ صاحب کی گورنمنٹ جاب تھی ان کی پینشن آرہی تھی۔لیکن گھر چلانے کے لیے اسے جاب کی ضرورت تھی اس لیے ہونی کو چھوڑ اس نے جاب کا فیصلہ کیا کہیں اور جانے سے پہلے اس نے کسویٰ کی جگہ کو ترجیح دی تھی۔کسویٰ کا حوالہ دیا تو ندیم بٹ صاحب نے اسے فوراً اندر بلا لیا۔اور سلام دعا کے بعد کسویٰ کا حال احوال دریافت کیا۔سر۔۔۔۔!ان کی شادی ہو گئی ہے۔ارم کا لہجہ لڑکھڑایا تھا۔اوہ۔۔ماشاءاللہ۔۔اس طرح اچانک۔۔؟؟چلو۔۔اللہ خوش و آباد رکھے۔ندیم صاحب بہت محبت سے پیش آرہے تھے۔وہ۔۔سر۔۔دراصل۔۔مجھے۔۔کسویٰ آپی کی جگہ پے

جاب چاہیے۔ تو۔۔ کیا آپ مجھے۔۔ رکھ لیں گے۔۔؟ جھجھکتے ہوئے پوچھا۔

ارے بیٹا۔۔۔! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے کسویٰ میرے لیے میری بیٹی جیسی تھی۔ کبھی اسے ایمپلائی نہیں سمجھا۔ آپ جب چاہیں آسکتیں ہیں۔۔! ہوئے ویسے ہی بھی کسویٰ کی جگہ خالی تھی۔ اچھا ہی تھا کہ ندیم صاحب خوش اس کی بہن آجاتی۔ جتنی کسویٰ قابل تھی۔ یقیناً اسکی بہن بھی ایسی ہی ہو گی۔ ایسا ندیم صاحب نے سوچا۔ تھینک یو سو مچ سر۔۔۔۔! میں آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔ ارم نے کھڑے ہوتے جذبات سے کہا اس کی آنکھیں پھر سے پانی سے بھرنے لگیں۔ ندیم صاحب نے مسکرا کے اثبات میں سر ہلایا اور عائشہ کو بلوا کے اسے ارم کو سارا کام سمجھانے کو کہا۔ آفس کے سبھی لوگوں نے اسے کسویٰ کی وجہ سے اچھا خاصا پروٹوکول دیا تھا کسویٰ کے لیے سب کی اتنی محبت دیکھ ارم دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی۔

ویسے۔۔؟؟ کہاں شادی ہوئی ہے۔۔ کسویٰ کی۔۔؟؟ عائشہ نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔ اپنوں میں ہی۔۔۔! ارم کو سمجھ

نہ آیا۔ کہ کیا جواب دے۔۔ وہ اس بارے میں کچھ بھی سوچ کے نہیں آئی تھی۔ اچھا۔۔۔ ویسے۔۔ ہمیں لگا تھا۔ اس کا کپل مسٹر جہان کے ساتھ ہو گا۔۔۔ عائشہ نے افسوس سے کہا۔ مسٹر جہان۔۔؟؟ نام سنتی ارم چونکی۔ مسٹر جہان کا نام تو وہ کسویٰ کے منہ سے بھی کافی دفعہ سن چکی تھی۔ کہاں ہیں وہ۔۔؟؟ ارم نے تجسس سے پوچھا۔ وہ۔۔ وہ بھی تب سے نہیں آ رہے جب سے کسویٰ نہیں آ رہی۔۔۔! اب کہاں ہیں۔۔؟؟ یہ تو سر ندیم کو ہی پتہ ہو گا۔ ہممممم۔۔۔ ارم مزید کچھ نہ پوچھ سکی۔

جہان دروازہ لاک کرتا جا چکا تھا۔ جب کہ کسویٰ ابھی بھی آندھیوں کی زد میں تھی۔ نہیں۔۔۔ مسٹر جہان ہی چوہدری جہانزیب۔۔؟؟ ایسا۔۔ ایسا۔۔

کیسے ممکن ہے۔۔؟؟ مسٹر جہان۔۔؟؟ مجھ سے ونی میں نکاح نہیں کر سکتے۔۔وہ ایسے نہیں ہیں۔۔وہ۔وہ۔۔تو مجھ سے محبت۔۔۔؟؟؟

جس مقام پے تم کھڑی ہو۔۔۔اب کہنے کو کچھ نہیں بچا۔۔۔!اب تم نے صرف سننا ہے۔۔میرا حکم۔۔۔اور اسے پورا کرنا ہے۔۔۔کیونکہ۔۔اب تم ۔۔۔محبت نہیں رہی میری۔۔۔!اب تم میری ملکیت ہو۔

جہان کے کہے گ ےئے الفاظ کی بازگشت ہوئی تو وہ ڈھے سی گ ئی۔۔کیا واقعی۔۔؟؟جہان کے دل سے میری محبت ختم ہو گ ئی۔۔؟؟ گرم سیال ماہ آنکھوں کے رستے بہنے لگا۔اس کا دماغ آج ایک بار پھر ماؤف ہوا تھا۔اس نے کبھی سوچا نہ تھا کہ جہان ہی چوہدری جہانزیب ہو گا۔اور یوں ایک فن مد مقابل آئے گا کہ اسکی روح تک فنا ہو جائے گی۔پلٹ کے بند دروازے کی

جانب دیکھا جہاں سے وہ ابھی ابھی باہر نکلا تھا۔ مسٹر جہان۔۔۔! پلیز ڈونٹ ڈو دس۔۔۔! دل ہی ل میں اسے مخاطب کیا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ رہے اس زمین کے پیپرز۔۔۔! آپ کو آپ کی بیٹی کو مبارک۔ آج کے بعد اپنے دل و دماغ سے یہ نکال دیں کہ میں آپ کی بیٹی سے شادی کروں گا۔ چوہدری جہانزیب نکاح کر چکا ہے۔ چاہے ونی میں کیا۔ لیکن نکاح ہو چکا ہے اور چوہدری جہانزیب کے لیے یہ نکاح اہم ہے۔ ٹھیک اسیطرح جس طرح میری بیوی۔ سمجھے آپ سب۔۔۔! چوہدری جہانزیب سب کو ایک ہی بار میں سمجھاتا وہاں سے باہر نکلا۔ اسی پل اس کے نمبر پے کال آنے لگی جسے سنتا وہ پریشانی سے حویلی سے باہر نکل گیا۔

تمنے بہت غلط کیا سعدیہ۔۔۔ایک زمین کے ٹکڑے کے لیے تم نے ہیرا گنوا دیا۔اسلم چوہدری نے دکھ سے کہا۔امی۔۔۔؟؟؟ جسمن روتی ہوئی ان کے پاس آئی۔مجھے یہ سب نہیں چاہیے امی۔۔۔۔!وہ روتے ہوئے ان سے التجا کرنے لگی تو وہ پتھرائی نظروں سے بیٹی کو دیکھتی رہ گئیں۔اس کے بعد وہ وہاں نہیں رکی بھاگتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔یہ سب۔۔ صحیح نہیں ہوا۔چوہدری مرتسم نے غزالہ بیگم کے پاس آتے کہا کیا بولوں۔۔؟؟ چوہدری صاحب۔۔؟؟آپ کا بیٹا سردار ہے۔اس گاؤں کا۔وہ جو بھی فیصلہ کرے گا وہی آخری تصور کیا جائے گا۔اب۔۔۔خاموشی ہی بہتر ہے۔

غزالہ بیگم ویسے بھی پری کی وجہ سے پریشان تھیں۔اس لیے مرتسم چوہدری سے اکھڑے لہجے میں بولتیں اندر کی جانب بڑھ گئیں۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

کوئی کام تم سے صحیح نہیں ہوتا۔۔۔ہاتھ جلالیا۔۔؟؟ برہان فوراًاٹھتااسکے پاس آیا۔جسے ماریہ نے غصہ سے دیکھا۔میں ٹھیک ہوں۔پری نے اپناہاتھ چھڑاناچاہا۔جب کہ تکلیف سے اسکے آنسو نکل آئے تھے۔اس کادایاں ہاتھ کافی زیادہ جل گیاتھا۔چلو۔۔۔میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس۔۔۔!برہان اسے لیے ڈاکٹر کے پاس جانے لگا۔جوماریہ کو برداشت نہ ہوا۔افففف۔۔۔۔ برہان۔۔۔!اب اس ملازمہ کے لیے تم اتناسخت بی ہیوکررہے ہو۔۔؟اُتنی فکرمندی۔؟؟چھوڑو۔لگالے گی کچھ۔۔!تم آؤ۔کھاناکھاؤ۔جسٹ شٹ اپ۔۔۔۔!برہان نے پلٹ کے اسے اتنی سخت آواز میں کہاکہ وہ سہم سی گئی۔لب بھینچے خود کومزید کچھ بھی کہنے سے بازرکھااورپری کاہاتھ تھامے وہ باہر نکلا۔گاڑی میں بیٹھنے تک۔۔اس کاہاتھ اب لال ہونے لگاتھا۔تکلیف کی شدت سے اس کے آنسواب نہیں رکے تھے پھسل کے گالوں کاسفر طے کرنے لگے تھے۔برہان نے بیس منٹ کاراستہ پندرہ منٹ میں طے کیاتھا۔

ڈاکٹر اس کے ہاتھ کی ٹریٹمنٹ کر رہی تھی۔اور برہان کا بے چینی سے برا حال تھا۔

ڈونٹ وری مسٹر برہان۔۔۔! میں نے بینڈ تج کر دی ہے۔انجکشن ہے یہ۔۔ اور۔۔ میڈیسن۔۔ رد کا آرام آجائے گا۔پانی سے بچا کے رکھیے گا اور۔۔۔؟؟

مجھے انجکشن نہیں لگانا۔۔۔پری نے بچوں کی طرح کہا تو ڈاکٹر مسکرا دی۔ کیوں نہیں لگانا بھئی۔؟ مجھے درد ہو گا۔۔۔مجھے نہیں لگانا۔پری اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ڈاکٹر نے برہان کی جانب دیکھا تو اس نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ سنبھال لے گا۔اور پھر پری کی ایک نہ سنی برہان نے اسے انجکشن لگوا کے ہی دم لیا۔درد ہو رہا ہے۔۔؟؟گاڑی میں بٹھاتے گاڑی گھر کی جانب موڑتے اس نے نرمی اور فکر مندی سے پوچھا۔

اب عادت ہو گئی ہے۔۔آگے بھی درد سہنے کی عادت ہو جائے گی۔میری فکر کرنا بند کریں۔پری نے اپنے درد کا سارا غصہ برہان پہ اتار دیا۔اور عادت کے برخلاف وہ بھی چپ ہو گیا شاید اسے بھی احساس تھا اس کی تکلیف کا۔ایک نظر اس کے پاکیزہ چہرے پہ ڈالی۔اور خاموشی سے ڈرائیونگ کرنے لگا۔

Zubi Novels Zone

ارم کو وہاں کام کرتے ایک ہفتہ ہونے کو آیا تھا۔وہ سب کام سمجھ گئی تھی۔ سیلری پیکج بھی بہت اچھا تھا۔جس سے وہ خوش اور مطیمن تھی۔ کہ تب ہی ایک دن ندیم صاحب آفس نہیں آئے انہیں میجر ہارٹ اٹیک آیا تھا۔ سبھی آفس ورکرز نے ان کے لیے دل سے دعائیں کیں تھیں۔اللہ کا شکر تھا کہ کوئی سخت آزمائش نہیں آئی تھی۔ لیکن اب وہ آفس نہیں آسکتے تھے۔

اور سننے میں آیا تھا کہ بہت جلد ان کے بیٹے نے اس آفس کی پاور آف آٹرنی لے لینی تھی۔ سبھی کے چہروں پے ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔

ان کے بیٹے کو کون نہیں جانتا تھا۔۔؟؟ جو ھڑے کھڑے ورکر کو فائی ر کر دیتا تھا۔اس کا اس آفس میں آنا۔۔م؟ سمجھو۔۔ کسی بھی وقت نوکری ہاتھ سے جا سکتی تھی۔ لیکن ارم کو اپنے رب پے پورا بھروسہ تھا۔ کہ وہ اسے کبھی خالی ہاتھ نہیں رکھے گا۔ایک طرف وہ آفس ورک میں جٹی تھی۔دوسری طرف گھر اور ماں کو بھی دیکھتی تھی۔اور اپنی بہن کو بھی ڈھونڈنے کا دل سے پورا تہیہ کیے بیٹھی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

خوشی ہوئی۔۔۔ کہ ہمارا بیٹا واپس لوٹ آیا ہے۔۔

تھوڑی دیر پہلے ہی وہ ہاسپٹل سے گھر لوٹے تھے۔ لبنٰی بیگم نے مصطفٰی کو سینے سے لگایا تھا۔ جب کہ وہ سخت دل اب بھی ان سے دل سے راضی نہ ہوا تھا۔ باپ کی بیماری کا سنتے وہ چلا آیا تھا۔ لیکن وہ بھولا۔ کچھ بھی نہ تھا۔ مسٹر ندیم اب ٹھیک ہیں۔۔ مجھے چلنا چاہیے۔۔! مصطفٰی نے غیرت بھرے لہجے میں کہا تو لبنٰی بیگم کی آنکھیں نم ہوئی یں۔ کہاں تو وہ بابا کہتا نہیں تھکتا تھا۔ اور آج۔۔؟؟ خوش رہو۔۔ بیٹا۔۔۔! جہاں بھی رہو۔۔۔! ہمارے لیے تم ہمیشہ ہمارے بیٹے رہو گے۔ ہمری آخری سانس تک۔ لبنٰی بیگم اموشنل ہو رہی تھیں۔ تبھی ملازم نے بتایا کہ ندیم صاحب نے ان دونوں کو اپنے کمرے میں بلوایا ہے۔ آگے پیچھے وہ کمرے میں داخل ہوئے۔ وہ بیڈ کراؤن کے سا تھ نیم دراز تھے۔ دو دن پہلے جو ان کی حالت تھی۔ سبھی ڈر گئے تھے۔ لیکن اب وہ بہتر لگ رہے تھے۔ ان کو دیکھ کے دل ہی دل میں مصطفٰی نے رب کا شکر ادا کیا تھا۔

یہاں آؤ۔۔۔! انہوں نے مصطفٰی کو پاس بلایا۔ تھوڑی دیر میں عندلیب اپنے شوہر مجتبیٰ اور وکل کے ساتھ وہاں موجود تھی۔ اس وقت واں کیا ہونے جارہا تھا۔ اندازہ لگانا تھوڑا مشکل تھا۔ لیکن مصطفٰی سمجھ گیا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کتنے دن بعد وہ لوٹا تھا۔ بے شک وہ اسے معاف نہیں کر پایا تھا۔ لیکن اسکی ایک جھلک دیکھنے کو دل بے قرار ہوا تھا۔ اس وقت اس کے غصہ پے اس کا جنون حاوی ہوا تھا کہ وہ رات کے ایک بجے اپنے فارم ہاؤس سے اپنے گھر کے لیے نکلا تھا۔ حویلی میں قدم رکھا تو ہر سو سناٹا چھایا ہوا تھا۔ دل میں ایک درد سا جاگا تھا۔ وہ کتنے مان اور عزت سے اسے یہاں رسم و رواج کے ساتھ بیاہ کے لانے والا تھا۔ لیکن۔۔۔ اس کی ایک حرکت نے سب کچھ چوپٹ کر

کے رکھ دیا۔اگراس دن چوہدری جہانزیب کو نہ پتہ چلتا کہ کسویٰ اسی کے گاؤں میں ہے۔۔اور ونی کی جارہی ہے۔تو وہ۔۔؟؟کیا کرتا۔۔؟؟اگر وہ چوہدری فراست کے نکاح میں۔۔؟اس سے آگے کا وہ سوچنا بھی اس کے لیے سوہانِ روح تھا۔دبے قدموں سے وہ اپنے کمرے کا رخ کر گیا۔جو لاک تھا۔اپنے کمرے کی کیز جیب سے نکالتا وہ دروازہ ان لاک کر گیا۔دھیرے دھیرے چلتا وہ بیڈ کے پاس آیا۔جہاں کسویٰ گہری نیند میں سوئی ہوئی تھی۔ اس کا یوں بے فکری سے سونا۔۔جہان کو سخت غصہ دلا گیا۔اسے زرا احساس نہیں تھا۔کہ اس نے کا کیا ہے۔۔؟کتنی گہری نیند میں تھی۔کہ ارد گرد کا ہوش بھی بھلائے ہوئی تھی۔اس کے پاس بیڈ پے نیم دراز ہوتا اسے دیکھے گیا۔ایک پل کو اس کا جی چاہا۔کہ وہ اسے پکڑ کے جھنجھوڑ ڈالے۔لیکن۔۔اس کا معصوم چہرہ دیکھتا وہ خود کو ایسا کچھ بھی کرنے سے باز کر گیا۔بہت ظالم ہو تم کسویٰ۔۔۔!اسکے قریب جھکتا وہ اسکے گالوں کو لبوں سے چھو گیا۔

لیکن۔۔کسویٰ میں کوئی ہلچل نہ ہوئی۔جس سے وہ چونکا۔جتنا وہ کسویٰ کے

متعلق جانتا تھا۔ کسویٰ کی چھٹی حس بہت تیز تھی۔ وہ اسے چھوتا اسکی گردن کے پاس آتا اپنے لبوں کو مس کرتا اس کے بالوں کو پیچھے کرتے اس کے چہرے پہ جھکا جو ابھی بھی ایسا تھا جیسے گہری نیند میں ہو۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ جہانزیب جھٹکا کھاتے پیچھے ہٹا اور بیڈ کے سائیڈ دراز کو کھولا۔ اور تھوڑی ہی دیر میں اسے مطلوبہ چیز مل گئی تھی۔ ایک قہر کی نظر اس نے سوئی ہوئی کسویٰ پہ ڈالی۔ اس کا شک صحیح نکلا تھا۔ وہ نیند کی گولیاں لے رہی تھی۔

ZNZ Zubi Novels Zone

صبح ہوئی تو کسویٰ کو روز کی طرح اپنا سر بھاری بھاری سا محسوس ہوا۔ مندی مندی آنکھوں سے سامنے دیکھا۔ تو صوفے پہ بڑے شاہانہ انداز میں بیٹھے جہانزیب پہ نگاہ جا ٹھہری۔ کسویٰ فوراً اپنے حواسوں میں لوٹی۔ یااللہ یہ کب

آئے۔پاس ہی پڑادوپٹہ اٹھاکے اپنے گرد لپیٹا۔اور اٹھتیھوئی جہانزیب کے سامنے جاکھڑی ہوئی جہنازیب نے ماتے پے بل ڈالے بناپلک جھپکے اسکا سراپادیکھا۔وہ بہت کمزور لگ رہی تھی۔اس کا بھرا بھرا جسم اب کانٹا بنتا جارہا تھا۔جہانزیب کو پورا یقین تھا۔اس نے اچھا خاصا وزن کم کر لیا ہو گا۔

آپ۔۔۔؟؟آپ۔۔۔؟؟کب آئے۔۔؟؟وہ تھوڑا گھبرائی تھی۔کسوٰی اکمل شیخ گھبرائی تھی۔جہانزیب نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔میں کبھی بھی کسی بھی وقت آسکتا ہوں۔یہ میرا گھر ہے۔۔۔میرا کمرہ۔۔اور تم۔۔۔میری ملکیت۔۔۔۔!جہانزیب نے اٹھ کے اس کے پاس آتے اسکی کمر کے گرد بازو حائل کیے۔تو وہ اسکے سینے سے جالگی۔سانسوں کے ارتعاش نے کسوٰ کو کچھ بولنے کے قابل ہی نہ چھوڑا۔دونوں یک ٹک ایک دوسرے کو دیکھے گئے۔جانتی ہو تم۔۔۔!بہت بڑی ساحرہ ہو۔۔۔۔! لیکن۔۔۔اس بار۔۔۔میں تمہیں اپنے دل سے کھیلنے نہیں دوں گا۔بلکہ نفرت

کی ایسی مار ماروں گا۔ کہ تم۔۔ ساری زندگی محبت کو ترسو گی۔۔! اسکی انگلیاں کسویٰ کی کمر میں پیوست ہوتی جا رہی تھیں۔ جہان۔۔۔! زیر لب وہ اسے پکارتی پھر سے اپنی محبت کا جادو اس پہ پھونکنے لگی تھی۔ جہان کی گرفت نرم پڑی۔ ایم سوری۔۔۔! یہ وہ لفظ تھا۔ جسے نجانے کتنی بار وہ خیالوں ہی خیالوں میں جہانزیب کو کہہ چکی تھی۔ تمہارا سوری۔۔۔! مائی فٹ۔۔۔ جھٹکے سے چھوڑا تھا۔ آئی ندہ۔۔۔ کبھی نیند کی گولیاں لیں تو ایسی نیند سلاؤں گا۔ کہ زندگیبھر جاگ نہیں پاؤ گی۔ اسے بالوں سے پکڑ کے جھٹکا دیتے وہ غرایا تھا۔ مزید وہاں رکنا اس کی برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔ وہ کسویٰ کو زید کوئی درد نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس لیے خاموشی سے باہر نکلا۔ کسویٰ سنبھلتی اس کے پیچھے لپکی۔ لیکن دروازہ ایک بار پھر بند ہو چکا تھا۔

پلیز۔۔۔ جہان۔۔۔! مجھے ایک بار اپنی صفائی میں بولنے کا موقع تو دیں۔۔ پلیز۔۔۔! آپ مجھے یوں سزا نہیں سنا سکتے۔۔۔ کسویٰ کی آنکھوں سے نیر

بہہ رہے تھے۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ رب کی اس نعمت کا شکر ادا کرے۔۔یا اسے اپنے لیے ایک اور کڑی آزمائش سمجھے۔وہ شخص جسے دل سے چاہا۔جس کی خواہش دل نے کی۔اللہ نے کیسے اس کے صبر پے اسکی جھولی میں ڈال دیا۔لیکن۔۔اسکی بدگمانی کو وہ دور کیسے کرے۔۔؟؟وہ اس سے سخت ناراض تھا۔اور اسکی ناراضی کسویٰ کی جان لے رہی تھی۔

جہان۔۔۔؟پلیز۔۔اوپن دا ڈور۔۔۔؟؟وہ دروازہ پیٹ رہی تھی۔لیکن وہ اسے لاک کرتا وہاں سے جا چکا تھا۔اتنی آسانی سے تو وہ اسے بخشنے کے موڈ میں نہ تھا۔ابھی دونوں ہی محبت کی پہلی سیڑھی پے تھے۔اس لیے اپنی اپنی محبت کو سمجھ ہی نہیں پا رہے تھے۔ایک نے اعتبار نہ کر کے محبت کو مار ڈالا کو مر رہا تھا۔جب کہ محبت تو تھا۔اور دوسرا بدلہ لینے کی غرض سے محبت قربانی مانگتی ہے۔درد دیتی ہے تاحیات دیتی ہے۔پھر بھی زندہ رہتی ہے۔اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے پنپتی محبت کا گلہ گھونٹ رہے تھے۔

بابا۔۔۔!کیا ضرورت تھی اس وصیت کی۔۔۔؟؟عندلیب نے ان کی ساری وصیت سنتے ناراضی کا اظہار کیا۔۔یہ ضروری تھا۔بیٹا۔۔۔زندگی موت کا کوئی بھروسہ نہیں۔۔۔کب بلاوا آ جائے۔۔۔؟؟ان کی نظریں مصطفیٰ پے ٹکیں ہوئی تھیں جو بالکل خاموش سر جھکائے بیٹھا تھا۔اس نے کسی قسم کا کوئی اظہار نہیں کیا تھا۔بابا۔۔۔۔؟؟اللہ آپ کو لمبی زندگی دے آمین۔عندلیب دکھی ہوئی۔جب کہ لبٰی بیگم نے پاس بیٹھے مصطفیٰ کا ہاتھ تھاما۔تو وہ چونکا۔مجھے آپ بھی یہاں اپنے پاس چاہیے۔مصطفیٰ۔۔۔کیا اپنے ماں باپ کو معاف نہیں کر سکتے۔۔؟؟بہت مان سے پوچھا۔

مما۔۔۔؟؟میں کون ہوتا ہوں۔۔آپ کو معاف کرنے یا نہ کرنے والا۔۔۔؟میری تو کوئی پہچان ہی نہیں۔۔۔مجھے یہ تک نہیں پتہ۔۔۔میرا باپ کون ہے۔۔؟میری ماں۔۔؟؟نے مجھے کیوں چھوڑا۔۔؟؟مجھے تو۔۔؟؟کوئی حق نہیں۔۔آپ پر۔۔۔آپ کی جائیداد پر۔۔۔آپ کی

نہیں۔۔!ایسی باتیں مت دوت پر۔۔۔میرا۔۔۔میرا کوئی حق

کرو۔۔ مصطفیٰ۔۔۔سب کچھ تمہارا ہے۔بھلے تم۔۔ہمارے سگھے بیٹے

نہیں۔۔۔لیکن۔۔۔کوئی بھی قسم لے لو۔۔ کبھی یہ نہیں سوچا۔۔۔۔

بلکہ۔۔۔عندلیب سے زیادہ چاہا ہے۔۔اور اس بات کا رب گواہ ہے۔ لبنیٰ

بیگم نے طروندھی ہوئی آواز میں کہا تو مصطفیٰ نے انہیں سینے سے لگایا۔تو وہ

جو ضبط کیے بیٹھی تھیں۔رودیں۔آپ کا احسان ہے مجھ پے۔۔۔؟؟میری

ماما کو احسان کہہ کر اسے گالی مت دو مصطفیٰ۔۔۔!انہوں نے نم لہجے میں سر

اٹھا کے اسے کہا تو وہ شرمندہ سا ہو گیا۔ان کا ماتھا چوما۔معاف کر دیں۔۔۔

آئندہ کبھی ایسا کچھ نہیں کہوں گا۔ مصطفیٰ نے انہیں اپنے سینے میں بھینچا۔یار

مجھے بھی گلے سے لگا لو۔ریض میں ہوں۔۔ندیم صاحب نے ب مسکراتے

کہا تو مصطفیٰ نے اٹھ کے ان کے پاس بیڈ پے جاتے انہیں سینے سے لگایا۔ندیم

صاحب کے جلتے سینے میں ٹھنڈ سی پڑ گ ئی۔بس اب۔آپ ریسٹ کریں

گے۔۔سارے کام میں دیکھ لوں گا۔کسی بھی چیز کی ٹینشن نہیں لینی۔ مما

آپ کا خیال رکھیں گیں۔آپ گھر پے ہی رہیں گے۔ مصطفیٰ نے انہیں پیار سے کہا۔بیٹے کے ہوتے باپ کیوں فکر مند ہونے لگا۔عندلیب۔۔بیٹا۔۔ کبرڈ سے وہ گرین فائل نکال کے لانا۔ندیم صاحب نے عندلیب کو کیز دیں تو وہ اٹھتی ان کی برڈ سے گریب فائل نکال لائی۔بیٹا۔اس فائل کو سنبھالو۔۔۔یہ پاور آف اٹرنی ہے۔میرا بزنس اب تمہارے حوالے ہے۔ باقی ڈیٹیلز۔۔۔۔۔؟؟؟

بابا۔۔۔؟؟اس بارے میں بعد میں بات کر لیجیے گا ابھی بس اچھی اچھی باتیں کریں۔ مصطفیٰ نے فائل ایک طرف رکھی تو ندیم صاحب مسکرا دیئے۔ چلو۔۔پھر یہ بتاؤ۔۔ہماری بہو کب تک لا رہے ہو۔۔؟؟ان کی بات پے مصطفیٰ اور عندلیب کی نظریں ملیں تھیں۔عندلیب نے والدین کو نہیں بتایا تھا۔کہ ارم کے رشتے سے مصطفیٰ نے انکار کر دیا ہے۔اس لیے وہ انجان

تھے۔آجائے گی وہ بھی۔۔۔۔!آپ کی میڈیسن کا وقت ہو گیا ہے۔عندلیب نے بات کو ٹالا۔جس پہ مصطفیٰ نے تشکر سے اسے دیکھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں کہتی ہوں۔۔آپ مانیں نہ مانیں۔۔وہ لڑکی برہان کے ساتھ تعلق میں ہے۔جس طرح برہان اسکی تکلیف پہ تڑپا ہے۔میں حیران رہ گئی ہوں۔۔ماریہ فون پہ کسی سے بات کر رہی تھی۔اور کل کے ہوئے واقعے کی تفصیل دے رہی تھی برہان ابھی گھر نہیں تھا۔اس لیے وہ اپنے کمرے میں دھڑلے سے فون پہ لگی تھی۔لیکن اچانک سے پری کے وہاں آنے پہ وہ چونکی۔اور کال کاٹ دی۔تمہیں مینرز نہیں۔۔کسی کے روم میں آنے سے پہلے اجازت لیتے ہیں۔۔آپ کو باہر بلا رہے ہیں کوئی ملنے آیا ہے۔اسکی بات کو سرے سے ہی نظرانداز کرتی پری نے اسے اطلاع دی۔مجھ سے

کون۔۔؟ن ملنے۔۔۔؟؟ماریہ سوچ میں پڑ گ ئی۔ باہر آئی تو سمیر کق دیکھ بری طرح ٹھٹھکی۔ کیسی ہو ماریہ۔۔؟؟ وہ اسکے پاس آتا اس سے گلے ملا پری نے بہت گہری نظروں سے یہ منظر دیکھا۔ تم۔۔۔ تمہیں یہاں کا پتہ کس نے دیا۔ ؟؟ گڑ بڑاتے پوچھا۔ بس۔۔ دیکھ لو۔۔۔ ڈھونڈ ہی لیا تمہیں۔ وہ سے بولا۔ تم۔۔ یہاں کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو۔۔؟ جاؤ۔۔ فریش خوشی جوس لے کے آؤ۔ ماریہ نے ری کو وہاں سے ہٹانا چاہا۔ تو پری چپ چاپ کچن کی جانب بڑھ گ ئی۔ ڈونٹ ٹیل می۔۔ شی از سرونٹ۔۔۔؟؟ سمیر کو وہ ملازمہ کہیں سے بھی نہ لگی۔ ملازمہ ہی ہے۔۔ جسٹ فار گیٹ اٹ۔۔۔ تمہیں یہاں فی الحال نہیں آنا چاہیے تھا۔ ماریہ نے اپنی ط ئی یں اسے کہا جب کہ وہ پری کے دلکش سراپے کو دیکھنے میں محو تھا۔ پری نے اسے جوس تھمایا۔ تو سمیر نے جان بوجھ کے اسکی انگلیوں کے ساتھ انگلیاں مس کیں۔ پری نے کرنٹ کھاتے ہاتھ پیچھے کھینچا۔ جب کہ سمیر مسکرا رہا تھا۔ ابھی سمیر چجبس کا گلاس منہ کے ساتھ لگاتا۔ ک کسی نے اچانک سے ہی اس کا جوس سے بھرا

گلاس اس کے منہ پے دے مارا۔ماتیہ بھی اپنی جگہ گنگ رہ گئی۔وٹ از دس۔۔۔نان سینس۔۔۔؟؟سمیر غصہ سے چلایا۔جس پے برہان نے ایک زوردار پنچ اس شخص کے منہ پے رکھ کے دیا۔کہ وہ تڑپ گیا۔برہان۔۔؟؟ پیز۔سٹاپ اٹ۔۔۔سمیر از مائی فرینڈ۔ماریہ چلائی۔اپنے دوست کو سمجھا دو۔۔۔میری بیوی سے دور رہے ورنہ۔۔۔؟؟ابھی صرف منہ توڑا ہے۔ اگلی بار۔۔پورا توڑ دوں گا۔برہان غراتے ہوئے بولا۔اس کے بیوی والے الفاظ پے ماریہ تو ساکت ہی ہو گئی۔یہ۔۔۔یہ کیا کہہ رہے ہو۔۔؟؟ بیوی۔۔؟؟ماریہ کی زبان لڑکھڑائی۔جب کہ برہان اسکی بات کا جواب دئیے بنا پرہ کا ہاتھ تھامے کمرے کی جانب بڑھا۔پری نے اپنا ہاتھ زور سے اسکے ہاتھ سے کھینچا۔

آپ کیسے دشمن ہیں جسے دشمنی بھی ٹھیک سے کرنی نہیں آتی۔۔؟ایک طرف آپ مجھ سے نفرت کا دم بھرتے ہیں۔۔لیکن اگلے ہی پل۔۔۔

آپ۔۔اپنی ہی بات کی نفی کرتے ہیں۔کیا چاہتے ہیں آپ۔۔۔؟؟پری برہان کی باتوں اور اس کے ہر عمل سے اب زچ آگئی تھی۔محبت سے انکاری ہونے کے باوجود پری کو اس کے ہر انداز سے محبت چھلکتی دکھائی دے رہی تھی۔اور اسے ہی سمجھنے سے وہ قاصر تھی۔وہ سب سچ جاننا چاہتی تھی۔برہان نے اس سے نکاح کیوں کیا۔۔؟؟کیا سازش تھی۔۔؟؟کیونکہ اس کی نظروں میں پری کو آج بھی اپنے لیے وہی محبت دکھائی دیتی تھی۔ جس کے لیے وہ سب سے چھپ کے نکاح جیسا بڑا قدم اٹھا چکی تھی۔یو نو۔۔۔مسز برہان راجپوت۔۔۔!تمہیں پیار کرنے۔۔کا۔۔تمہیں تکلیف دینے کا حق۔۔۔۔تمہیں ازیت دینے حق صرف برہان راجپوت کا ہے۔کسی اور کا نہیں۔اسلیے اپنے دل اور دماغ کو اس فتور سے نکال باہر کرو۔۔ورنہ نے آج پھر اپنے جذبوں سے انکار کرتے پری کو روتی رہ جاؤ گی۔برہان عرش سے فرش پے پھینکا تھا۔اگ ایسی بات ہے تو۔۔جب اس نے مجھے چھوا۔۔تو آپ کو کیوں تکلیف ہوئی۔۔۔؟اِچھونے دیتے۔۔۔اچھا تھا

ناں۔۔آپ کو سکون ملتا۔۔۔اس کے قاتلانہ الفاظ پے برہان کو اپنا آپ انگاروں پے جھلستا محسوس ہوا۔ بالوں سے دبوچے اسکا چہرہ خود سے قریب تر کرتے وہ ایک سخت گستاخی کر گیا۔ کہ پری جی جان سے لرزا ٹھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

مصطفیٰ نے باپ کے بزنس کو ہینڈ آور کر لیا تھا۔ سب ڈیٹلیز کے بعد ایک اور فائل تھی جس میں اس کمپنی کے تمام پروجیکٹس کی ڈیٹیل تھی۔ آفس جانے کی بجائے اس نے وہ فائل گھر منگوائی تھی۔اور بحالت مجبوری ارم کو ہی وہ فائل لے کے جانا پڑی۔ آفس ہاورز ختم ہونے میں کچھ عقت باقی تھا ابھی۔ وہ فائل سنے سے لگائے مطلوبہ پتہ پہ پہنچی تو حیران رہ گئی۔ کیونکہ وہ کسی اور کا نہیں۔۔ ایم کے کا ایڈریس تھا۔ایک دل کیا کہ وہ واپس چلی جائے۔ لیکن پھر لچھ سوچتے نبے دھڑک وہ اس کے خان منشن میں داخل ہو

گ ئی۔دھیرے دھیرے وہ ایم۔کے کے ملازم کے پچھ چلتی جارہی تھی۔ کہ اچانک سے اسے اپنے پیچھے غرانے کی آواز سنائی دی۔ارم۔نے گھبرا کے پیچھے مڑ کے دیکھا تو ایکالے رنگ کا بڑا سائز کا کتا اسے ہی دیکھتے گھور رہا تھا۔ ارم کا سانس تو بری طرح حلق میں اٹکا۔وہ پھر سے غرایا۔تو ارم جو ملازم کے تھی۔ملازم بنا اس کیجانب آگے دیکھتا چلتا جارہا ساتھ چلتے ہوئی پیچھے رگ ئی تھا اس کتے نے ارم پے بھونکنا شروع کیا ارم جس کی کتوں سے جان جاتی تھی۔اس اتنے بڑے کتے کو خود پے بھونکتا دیکھ سرپٹ بھاگی۔

Zubi Novels Zone

سوئی منگ پول کے ٹھنڈے پانی میں وہ مسلسل پچھلے دو گھنٹے سے سوئی منگ کر رہا تھا۔لیکن اس کا دماغ ایک آتش فشاں بنا ہوا تھا۔رہ رہ کے اسے وہ سب یاد آرہا تھا جو وہ یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔وہ تیراکی کرتا دوسری جانب پہنچا پانی

سے سر باہر نکالتا اپنے چہرے کو صاف کرنے لگا کہ اسی وقت اسے اپنے پیچھے پانی میں کچھ گرنے کی آواز آئی۔ روشن ماتھے پہ بل ڈالے اس نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔ زرتار آنچل پانی کے اوپر لہراتا نظر آیا۔ اور ساتھ ہی ایک لڑکی کا چہرہ ابھرا لیکن پھر سے پانی میں ڈوبی تھی۔ وہ پانی میں بمشکل خود کو اوپر کی طرف اچھالتی ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ جب کہ مصطفیٰ اسے اس طرح یہاں دیکھ سخت حیران ہوا۔ اپس پانی میں ڈبکی لگاتا وہ اسکی جانب تیرتا ہوا بڑھا تھا۔ اسکے قریب جاتے اسے کمر سے پکڑ کے اوپر کی طرف اچھالا۔ اس نے گہرا چلا گیا۔ سانس بھرا تھا۔ آنکھیں اسکی بند تھیں۔ مصطفیٰ تو اسے دیکھے ہی چاندی جیسا صاف شفاف دمکتا چہرہ دیکھ وہ بنا پلک جھپکے اسے نہار رہا تھا۔ اور وہ نازک مزاج سی ڈری سہمی مصطفیٰ کے گلے میں بانہیں ڈالے خود کو واپس پانی میں ڈوبنے سے بچانے لگی۔ اس نسوانی وجود کو خود سے لگا محسوس کرتا مصطفیٰ جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔ اور اسے خود سے پرے جھٹکا۔ لیکن ارم نے مچلتے ہوئے اسکی جانب ہاتھ بڑھایا۔ اسکی بڑی بڑی آنکھوں میں التجا تھی۔ مصطفیٰ نے

لب بھینچے اسے واپس اپنی طرف کھینچ کے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالے ایک طرف لے جاتے پول سے باہر بٹھایا۔ارم نے شکر کا کلمہ پڑھا۔

جب کہ سامنے اس وجود پے نظریں پڑتے ہی اسکے اوسان خطا ہوئے۔بار بار پلک جھپکتے اس شخص کو دیکھا۔کہ وہ خواب تھا یا حقیقت۔۔۔؟؟ مصطفٰی کی غصیلی نظریں خود پے محسوس کرتے اس نے تھوک نگلا۔وہ شرٹ لیس تھا۔لیکن شکر تھا پانی میں تھا۔اعم شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی

کیا کر رہی ہو یہاں۔۔؟؟ مصطفٰی کی سرد آواز پے اسکا جی چاہا خود کو کہیں چھپا لے۔کچھ پوچھ رہا ہوں تم سے۔،،،! وہ اتنی زور سے دھاڑا کہ ارم گھبرا کے اپنی جگہ سے ہل ہی گ ئی اور واپس پول میں گری۔مصطفٰی نے غصہ سے سر نفی میں جھٹکا۔اور اسے کھینچ کے واپس اوپر کیا۔اسکے چہرے کو دیکھتا وہ اس کے نرم و نازک وجود کو بھی محسوس کر رہا تھا۔وہ۔۔۔۔وہ۔۔۔پانی نے اسکے

چہرے کومزید دلکش بنادیا تھا۔۔ایم۔کے تواس کے اس معصوم حسن پے دل وجان سے فدا ہوا تھا۔وہ۔۔۔۔آپ کا۔۔۔کتا۔۔۔؟؟ارم بمشکل بولی تھی۔ مصطفیٰ اپنی سوچوں کو جھٹکتا فوراً ہوش میں آیا۔اس کی بات سنتا اسے سخت غصہ آیا کتا نہیں ہے وہ۔۔شفرڈ نام ہے اس کا۔۔۔۔!ارم اسکے گلے کے گرد بانہیں ڈالے اسکے بے حد قریب تھی۔اس کا نرم ملائم وجود ایم۔کے کے ہاتھوں میں تھا۔جسے وہ ابھی بھی سمجھ نہیں پارہی تھی۔کہ وہ کسی مرد کے جذبات کو بری طرح جھنجھوڑ گئی تھی۔نام آپ شیر رکھ لیں ۔۔یا۔۔ٹائیگر۔۔رکھ لیں۔۔کتا پھر بھی کتا ہی ہوتا ہے۔۔۔ارم کی بات پے مصطفیٰ نے اسکی دیدہ دلیری پے بھنوئیں اچکائیں۔

ہوش میں تو ہو۔۔؟کیا بولے جارہی ہو۔۔؟؟ایم۔کے نے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کرتے خود سے قریب تر کر گیا۔کہ ارم کی جان ہتھیلی پے آئی۔چھوڑیں مجھے۔۔۔۔!ارم نے اسکے بازو ہٹانے چاہے۔سوچ

لو۔۔۔! چھوڑ دیا۔۔۔تو کیا ہو گا تمہارا۔۔؟؟؟ایم۔کے اسکے نازک سراپے کی رعنائیوں میں اس قدر کھو رہا تھا کہ وہ بھول گیا تھا۔کہ یہ وہی لڑکی ہے جسے اس نے ٹھکرایا تھا۔آج اسکی قربت اسے دیوانہ کر رہی تھی۔

مجھے باہر نکالیں پلیز۔۔اس کے قریب اسکے سہارے پے کھڑی وہ لڑکی اس سے منت بھرے لہجے میں بولی۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

Zubi Novels Zone

وہ بھول گیا تھا۔کہ یہ وہی لڑکی ہے جسے اس نے ٹھکرایا تھا۔آج اسکی قربت اسے دیوانہ کر رہی تھی۔مجھے باہر نکالیں پلیز۔۔اس کے قریب اسکے سہارے پے کھڑی وہ لڑکی اس سے منت بھرے لہجے میں بولی۔ایم۔کے نے ہاتھ بڑھا کے اسکے چہرے پے چپکے بالوں کو پیچھے کیا۔تو ارم لرز سی گئی۔مسٹر ایم۔کے۔۔۔پانی ٹھنڈا ہے۔۔پلیز۔۔مجھے باہر نکالیں۔

ارم۔ کیلرزتی آواز پہ وہ ہوش میں آیا۔اور فوراً سے اسے یے باہر آیا۔

ارم۔ باہر آتے گہرے سانس بھرنے لگی۔اپنے سینے پہ ہاتھ رکھے وہ لرز رہی تھی۔اسکے کپڑے گیلے ہوئےاس کے جسم کے ساتھ چپکے ہوئے تھے۔

ایم۔کے کے ماتھے پہ بل پڑے۔ارد گرد دیکھ تو کوئی نہیں تھا۔اپنا سوئی منگ روب اسے پہنایا۔تو وہ اسے ڈبڈبائی نظروں سے دیکھنے لگی۔کیوں آئی ہو اس وقت یہاں۔۔۔؟؟؟ماتھے پہ بل ڈالے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

آپ۔۔۔آپ نے بلایا تھا وہ فائی ل۔۔۔؟؟سوں سوں کرتی وہ اس وقت انتہائی معصوم بچی لگ رہی تھی۔کونسی فائی ل۔۔؟؟ایم۔کے نے اسکی بات کاٹی۔وہ پیچھے مڑ کے تلاشتی نظروں سے دیکھتی پریشان ہوئی۔وہ وہیں کہیں۔پیچھے گر گ ئی ہے۔جہاں وہ آپ کا کتا۔۔۔؟؟؟کتا کہتے وہ اٹکی تھی۔جبکہ ایم کے نے اسے سخت گھوری سے نوازا تھا.وہی آپ کا کتا والا شیفرڈ۔۔۔وہ ہکلاتے ہوئے تیزی سے بولی۔میرے پیچھے لگ گیا تو فائی ل وہیں کہیں گر گ ئی۔اور میں بھاگی اور۔۔۔یہاں پانی میں آ گری۔۔۔

پول۔۔۔۔!ایم۔کے نے تصحیح کی۔جی جی آپ کا ٹھنڈا پانی والا پول۔۔۔۔!

چھینک مارتے ارم نے مزید بولا۔تو ایم .کے نے چہرہ موڑا۔مطلب اتنے

مینرز نہیں۔۔کہ چھینکتے ہوئے منہ پہ ہاتھ ہی رکھ لے۔اتنے میں ملازم

وہاں پہنچا اور فائی ل ایم۔کے کو تھائی۔ایم۔کے نے ایک نظر اس فائی ل کو

دیکھا اور واپس ملازم کو دے دی۔اور اپنے لیے سوئی منگ روب منگوایا۔وہ

شرٹ لیس تھا۔اور شرم سے ارم کی تو نظریں ہی جھکی جا رہی تھیں۔

ایم۔کے نے ایک نظر اس کے گلابی چہرے کو دیکھا۔تو ایک ہارٹ بیٹ مس

ہوئی۔کچھ تو خاص بات ہے اس لڑکی میں۔۔جو مجھے اٹریکٹ کر رہی ہے۔

ایم۔کے نے رخ پھیرا۔وہ ایک عام سی لڑکی اس کے دل ودماغ پہ بری

طرح حاوی ہو رہی تھی۔

جہانزیب نے حویلی آنا پھر سے چھوڑ دیا تھا۔ وہ چاہ کے بھی کسوی کو معاف نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ سوچتا کہ اس کی جانب قدم بڑھائے۔ لیکن نجانے کیوں۔۔ وہ لمحے بھلا نہیں پا رہا تھا۔ آج جرگہ تھا۔ دوسرے گاؤں کے ایک آدمی کو چوہدری فراست کے بیٹے چوہدری ابرار نے قتل کر دیا تھا اور اب انہیں خون بہا چاہیے تھا۔ وہ لوگ بھی کافی اثر رسوخ والے تھے۔ خون کے بدلے خون یا خون بہا چاہتے تھے۔ ایسے میں چوہدری فراست کی ایک بیٹی تھی۔ سمارا۔ اس کو خون بہا میں مانگ رہے تھے۔ چہدری فراست بہت برے طریقے سے پھنسا تھا۔ ایک طرف بیٹا تھا تو دوسری طرف بیٹی۔ کس کو بچاتے۔۔؟ اور کس طرح۔۔؟؟ فیصلہ جرگے میں سردار چوہدری جہانزیب کے سپرد کر دیا گیا۔ جہانزیب نے دونوں اطراف سے بات سنی۔ چوہدری فراست۔۔۔ ان کا بائی مرا ہے۔ جو کہ ایک قتل ہے۔ وجہ جو بھی رہی ہو۔۔ اہے جھگڑا تھا۔ یا دشمنی۔۔۔ لیکن خون کے بدلے خون۔۔؟؟

چوہدری جہانزیب۔۔۔! زرادھیان سے۔۔۔بیٹاے وہ میرا۔۔۔چودری فراست نے آنکھیں دکھائی یں۔اور جو قتل ہوا ہے وہ بھی ان کا بیٹا تھا۔

چوہدری جاہنزیب غصہ سے اپنی جگہ سے اٹھا۔تو ٹھیک ہے خون بہا میں بیٹی کو دیتا ہوں۔فوراً سے فیصلہ ہوا۔چوہدری جہانزیب نے غصے سے جبڑے بھینچے۔جتنا وہ اس رسم کے خلاف تھا۔اور اسے رسم۔کو ختم کرنا چاہتا تھا اتنی ہی تیزی سے چوہدری فراست اسے فروغ دے رہا تھا۔آپ لوگ کیا چاہتے ہیں۔گلریز جس کا بھائی مرا تھا اس کی جانب مڑتے جہانزیب نے پوچھا۔ان کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔کچھ دن پہلے خود تم نے خون بہا میں لڑکی لائی ہے۔اب اسکے خلاف تو تم بھی نہیں جا سکتے۔ابرار کا خون کھول رہا تھا۔اس کے الفاظ پہ چوہدری جہانزیب نے پلٹ کے غصہ سے اسکی جانب دیکھا۔

بات اس وقت تمہاری ہو رہی ہے۔سردار چوہدری جہانزیب کی نہیں۔اور دیتا کہ وہ میری ذات چوہدری جہانزیب تم جیسے کو تو بالکل اجازت نہیں

میں دخل اندازی کرے۔چوہدری جہانزیب جس قدر سخت اور کھردرے لہجے میں بولا۔ایک پل کو سب کو چپ سی لگ گئی۔جہانزیب کو کال آئی۔تو اس نے کچھ وقت کے لیے جرگہ رودیا۔اور وہاں سے حویلی چلا آیا۔چوہدائین کی طبعیت اچانک سے خراب ہوئی تھی۔جہانزیب ان کی خاطر حویلی آیا تھا۔اسے دیکھ چوہدرائین جی اٹھیں تھیں۔کافی وقت وہ ان کے پاس بیٹھا رہا۔ان کو میڈیسن دے کے سلاتے وہ باہر نکلا تو اپنے کمرے کیجانب نگاہ اٹھی۔

آج اتنے دنوں بعد وہ اس بند کمرے کو دیکھ رہا تھا۔جہاں اس سے جڑا ایک رشتہ رہ رہا تھا۔اور وہ رشتہ بہت خاص تھا۔کیا ہوا۔۔؟؟کیا سوچ رہے ہو۔۔؟؟جسمین کی آواز پہ وہ چونکا۔چہرے پہ سختی در آئی۔اور سر جھٹکا۔بہت خوبصورت ہے وہ۔جہانزیب آگے بڑھنے لگا کہ جسمین کی بات پہ رکا۔لیکن ہے تو ونی ہی ناں۔۔؟؟کیا حیثیت ہے اسکی اس حویلی میں۔۔؟؟

جسمین اسکے سامنے کھڑی اس سے سوال کر رہی تھی۔اس حویلی میں ایک سردارنی ہونے کا درجہ وہ کیسے حاصل کر سکتی ہے۔۔؟؟جب کہ وہ میرا مقام تھا۔۔کسیے دے سکتے ہو۔۔؟؟بولو۔۔۔بتاؤ۔۔ناں۔۔؟؟وہ تڑپ کے بولی تھی۔تمہاری اتنی حیثیت ہے کہ تم مجھ سے سوال وجواب کر سکو۔۔۔

چوہدری جہانزیب نے انتہائی سنجیدگی سے کہا تو وہ تھوڑا گھبرائی۔چوہدری جہانزیب اس کے پاس دو قدم چلتا قریب ہوا۔تم کیا۔۔؟؟کوئی بھی کروں میرے اور میری بیوی کے بیچ میں آئے گا۔۔تو اس کا بہت برا حال گا۔سخت لہجے میں کہتا وہ آگے بڑھا تھا کہ پھر پلٹا۔اور ہاں۔۔۔چوہدری جہانزیب کی بیوی کا وہی مقام ہو گا جو چوہدری جہانزیب کا ہے۔قطعی انداز میں کہتا وہ سیڑھیاں چڑھتا اوپر جا چکا تھا۔جسین نے اپنے آنسو پونچھے۔تمہاری بیوی کو تمہارے لیے ناسور نا بنا دیا تو میرا نام بھی جسمین اسلم نہیں۔دل ہی دل میں اس نے معصم ارادہ کیا۔

۔۔۔۔۔۔۔

وہ کمرے میں آیا۔تو کسویٰ اسی وقت شاور لے کے باہر نکلی تھی۔دونوں کی نظریں پل بھر کو ایک دوزرے سے ٹکرائی یں۔وقت جیسے ٹھہر سا گیا اس کے گیلے بال ایک طرف ڈھلکے ہوئے تھے۔بنا دوپٹے کے اس کا دلکش سراپا جہانزیب کے دل کی دھڑکنوں میں بری طرح ارتعاش برپا کر گیا۔لیکن اگلے پل اس نے سر جھٹکتے نظروں کا زاویہ بدلا۔اور وہاں سے ڈریسنگ روم کا رخ کیا۔

مسٹر جہان۔۔!وہ بے اختیاری سے اسکی جانب لپکی۔اتنے دن سے وہ اسکا ویٹ کر رہی تھی۔ایک سکون تھا کہ وہ اس کا نصیب بنا۔لیکن ایک خلش۔۔کہ وہ ناراض ہے۔اس خلش کو ختم کرنے کے لیے اس نے کتنی بار خود کو خود حوصلہ دیا تھا اور آج جب وہ سامنے تھا تو الفاظ ساتھ چھوڑ رہے تھے وہ اسکے

سامنے کھڑی انگلیاں چٹخاتے اسے بے چینی سے دیکھے جارہی تھی۔ جو اس وقت کاٹن کی بلیک قمیض شلوار میں ماتھے پے دو بل ڈالے انتہائی غصہ میں لگ رہا تھا۔ میری طرف دیکھیں مسٹر جہان۔۔۔! دھیرے سے کہتی وہ قریب ہوئی۔ راستے سے ہٹو۔۔۔۔! وہ سخت غصیلی نظروں سے دیکھتا ایک طرف سے ہوتا جانے لگا۔ کہ کسویٰ نے اسکی کلائی تھامی۔

مسٹر جہان جب تک آپ سارا سچ جان نہیں لیتے۔۔ آپ مجھے سزا نہیں دے سکتے۔ کسویٰ تڑپ کے بولی تھی۔ کیسا سچ۔۔۔؟؟ جہانزیب نے اسے بازوؤں سے پکڑ کے خود سے قریب کیا۔ یہ کہ تمھیں ونی کیا گیا۔۔؟؟ یا یہ۔۔۔ کہ تم نے میری محبت کا ق+ت+ل کیا۔ میرے دل کی دنیا کو برباد کیا۔ بتاؤ۔۔۔؟؟ کیا سچ۔۔؟؟ بتانا چاہتی ہو مجھے۔۔؟؟ جہان کی باتوں پے کسویٰ مسمرائز ہوئی تھی۔ مطلب۔۔۔ وہ ساری سچائی جانتا تھا۔ پھر بھی۔۔ اس سے بدگمان تھا۔ کیوں۔۔۔؟؟ آپ۔۔۔ آپ کو پتہ

ہے۔۔۔؟؟ٹوٹے الفاظ لبوں سے ادا ہوئے۔جہان نے افسوس سے سر نفی میں ہلایا۔میری بات بچپن میں ماموں کے بیٹے سے طے ہو گئی ہے۔اور زبان کی۔۔بہت ویلیو ہے۔ایسا کچھ کہہ کے میری محبت کو ٹھکرایا تھا ناں۔۔؟؟کہاں گیا وہ ماموں کا بیٹا۔۔؟؟بولو۔۔؟؟جواب دو۔۔؟؟جہان چلایا تھا۔کہ کسویٰ نے سہم کے آنکھیں سختی سے میچیں۔گالوں پے آنسو کیوں نہ خیال آیا۔۔۔؟وہ شخص۔۔؟؟ لڑھک کے گرے تھے۔ونی ہوتے چوہدری فراست۔۔۔؟؟کیسا ہو گا۔۔؟خود کو کسی کو بھی سونپ سکتی ہو۔۔۔۔۔؟؟لیکن مجھ پے اعتبار نہیں کر سکتی تھی۔۔کرب سے کہتے جھٹکے سے کسویٰ کو چھوڑا تو وہ اسے بے یقینی سے دیکھنے لگی۔جہان۔۔۔۔؟؟ آنسوؤں میں ڈوبی آواز ابھری۔

جانتی ہو۔۔۔کون ہے وہ۔۔؟انتہائی سفاک انسان۔۔۔جس نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنا تھا تم سوچ بھی نہیں سکتی۔۔اور تم نے۔۔۔اپنی جان

کو۔۔اتنا ارزاں کر دیا۔ کہ اپنا آپ۔۔دان کرنے چلی گ ئی۔۔کیا تمہیں میرے جذبات کا نہیں پتہ تھا۔۔؟؟وہ اب کی بار غصہ سے پھنکارا۔

جہان۔۔؟؟پلیز۔۔مجھے۔۔۔غلط نہ سمجھیں۔۔۔؟ایک بار۔۔میری جگہ خود کو رکھ کے سوچیں۔۔۔وہ بے خودی میں اسکے پاس آتی اسکے ہاتھ تھامے روتے ہوئے بولی۔ تمہاری جگہ میں کبھی ہو ہی نہیں سکتا کسوی۔ کیونکہ تم۔۔ نے اتنی جلدی ہار مان لی۔۔؟؟جب کہ جہانزیب چوہدری۔۔۔اپنی آخری سانس تک ہار نہیں مانتا۔اسکے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑاتا وہ ڈریسنگ روم کی جانب بڑھتا دروازہ لاک کر گیا۔وہ منہ پے اتھ رکھے روتی رہ گ ئی۔

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ کہ کیسے وہ جہان کو راضی کرے۔۔۔؟؟

آج ایک بار پھر عندلیب ارم کے گھر پہنچی تھی۔ابھی تسلیم بیگم کی عدت پوری نہیں ہوئی تھی۔آج وہ اپنی ساس کے ساتھ یہاں آئی یں تھیں۔ ایم۔کے کی خواہش پے۔۔۔فائی نلی ایم۔کے ارم کے لیے راضی ہو گیا تھا اور اس نے عندلیب کو دوبارہ سے اس رشتے کی اجازت دے دی تھی۔ عندلیب کے تو پاؤں ہی زمین پے نہیں ٹک رہے تھے۔جب کہ اس کے پیچھے کیا سچائی تھی۔یہ ارم اچھی طرح جانتی تھی۔تیار ہوتے اس نے خود کو آئینے میں دیکھا۔کل ہی تو ایم۔کے نے اس سے ڈیل کی تھی۔اور آج عندلیب کا آنا اسی ڈیل کا حصہ تھا۔

مس شیخ۔۔۔!یاد رکھیے گا۔یہ صرف ایک کانٹریکٹ میرج ہو گی۔اس سے زیادہ کچھ نہیں۔۔۔اور کانٹریکٹ میرج بزنس ڈیل کی طرح ہوتی ہے۔اپنے مقررہ وقت پے دی اینڈ۔ایم۔کے نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے کہا۔ ارم کے دل میں بہت کچھ ٹوٹا تھا۔لیکن وہ خود پے کمال کا ضبط کیے بیٹھی

رہی۔ کیونکہ اس کے پاس سیکنڈ آپشن نہیں تھا۔ اسے یہ قدم اٹھانا تھا۔ ہر حال میں۔ جانتی ہوں۔۔ مسٹر ایم۔ کے۔۔ کبھی نہیں بھولوں گی۔ لیکن آپ بھی اس بات کو یاد رکھیے گا۔ ارم نے بھی دو بدو جواب دیا۔ اہم۔ کے زیرِ لب مسکرایا۔ پہلی بار کوئی لڑکی ٹکر کی ملی تھی۔ جس کی نگاہوں میں ایم۔ کے اپنے لیے جذبات دیکھ چکا تھا۔ لیکن اب اس کا ضبط آزمانا چاہتا تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا۔ کہ اس آزمائش میں وہ اپنا سب کچھ ہارنے والا تھا۔

ارم نے دل پے پتھر رکھتے ان پیپرز پے سائن کیا۔ اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ ڈیل کے مطابق کل میری بہن آئیں گیں آپ کے گھر۔ اور کل ہی رشتہ پکا ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ آفیشلی تو اب تم میری لیگل وائف بن ہی گئی ہو. باقی فارمیلیٹیز رہ گئی ہیں۔ وہ بھی پوری ہو جانی چاہیئیں۔۔ قریب ہی کہیں ایم۔ کے کے کہے الفاظ کی بازگشت ہوئی۔ تو وہ چونکی۔ سر پے اچھے سے دوپٹہ اوڑھے وہ باہر آئی تھی۔ عندلیب اور اسکی والدہ سے ملتی وہ وہیں بیٹھی تھی۔ اسکی والدہ اپنے کمرے میں تھیں۔ وہ نہ کسی سے ملتی تھیں۔ نہ انہں

کوئی ڈسٹرب کرتا تھا عندلیب بھی اسکی بی جان اور اس سے مل کے رشتے کی بات کرنے لگیں۔ عندلیب آپی۔۔۔! سب فیصلوں کا اختیار امی کے پاس ہے۔اور رشتے کی بات تو۔۔امی ہی کریں گیں۔ پلیش۔۔۔جب تک امی ٹھیک نہیں ہو جاتیں۔۔تب تک۔۔میں؟؟ارم کو بات سنبھالنا نہ آرہا تھا۔

کون ہیں یہ۔۔۔؟؟ماموں کی اچانک آمد پے وہ سب چونکے۔ کس رشتے کی بات ہو رہی ہے۔۔۔؟؟ تھوڑا درشتگی سے بولے تھے۔ان کی آواز پے لبنیٰ ماضی کی کچھ تلخ یاد نے دماغ کو جھنجھوڑا تھا۔ بیگم پہلے بری طرح چونیں۔ اٹھتی ہوئی یں اس شخص کیجانب مڑیں۔وہ شخص جو مزید گوہر فشانی کرتا سامنے لبنیٰ بیگم کو دیکھتا سکتے میں آیا۔اس وقت دونوں ہی کی حالت ایسی تھی۔کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

اس کے قاتلانہ الفاظ پے برہان کو اپنا آپ انگاروں پے جھلستا محسوس ہوا۔ بالوں سے دبوچے اسکا چہرہ خود سے قریب تر کرتے وہ ایک سخت گستاخی کر گیا۔ کہ پری جی جان سے لرز اٹھی۔

برہان کی اس حرکت نے پری کو اچھا خاصا ہلا کے رکھ دیا۔ پتھرائی نظروں سے اس ظالم کو دیکھا۔ اور اپنے لبوں کو ہاتھ کی پشت سے ڈھکا۔ اسکا چہرہ لہو چھلکا رہا تھا۔ آپ۔۔۔؟؟؟ شرم کے مارے اس سے کچھ بولا نہ جا رہا تھا۔ برہان نے اسے کھینچ کے خود سے قریب کیا۔ آج کے بعد اگر کسی اور کا ذکر بھی ان لبوں پے آیا تو ایسی سزا دوں گا نہیں۔ کہ شکوہ بھی کرنا چاہو گی۔ تو کر نہ سکو گی۔ اس کا شدت بھرا انداز پری کو اندر تک لرزا گیا۔ وہ اسکی شدت پسندی سے سخت گھبرائی تھی۔ برہان کے موبائل پے آتی کال نے فسوں خیز لمحات کو توڑا۔ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے وہ کال پک کر گیا۔ جب کہ اسکی اٹھتی گرتی پلکیں برہا کے دل کے تار چھیڑ رہی تھیں۔ یہ فسوں تو تب ٹوٹا جب

فون پہ مقابل کی بات سنتا اس کے چہرے کے تاثرات بدلے۔میں آرہا ہوں۔کال کاٹتا وہ ایک نظر اس پہ ڈالتا اس کی ناک کے ساتھ ناک رب کرا اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے لگا جو کال سننے کے بعد اس پہ حاوی ہوا تھا اور یہ سچ تھا وہ اسکا سکون تھی اس کا پاس ہونا برہان کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا تھا۔جلدی آؤں گا انتظار کرنا میرا اسکی چھوٹی سی ناک پہ لب رکھتا وہ جا چکا تھا۔جب کہ پری تو اس کے بدلے بدلے تیور دیکھ ہی حیران تھی۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

تم ایسا کیسے کر سکتے ہو۔۔۔؟؟تم نے اس انسان کی بہن سے شادی کر کے گھر میں رکھا جس نے مجھے برباد کر دیا۔۔۔؟؟وہ رو رہی تھی۔اور برہان لب سیے بیٹھا تھا۔تم ایسا کیسے کر سکتے ہو۔۔بھائی ہو میرے۔۔۔!بھائی ہو کے میرے درد کا احساس نہ کیا۔اس کی بہن کو عزت و احترام سے رکھا ہوا ہے۔۔۔؟آپ ک یہ سب خبریں آپ کون دے رہا ہے۔۔؟؟برہان کا

پوچھا گیا سوال ایک پل کو بیلا کو سٹپٹا گیا۔ بات یہ نہیں۔۔ کہ کون پہنچا رہا ہے۔۔ بات یہ ہے کہ یہ سچ ہے یا نہیں۔۔؟؟ برہان اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ بیلا آپی۔۔۔! پری سے نکاح کی وجہ آپ ہیں۔ یہ ونی کا نکاح ہے۔ لیکن۔۔۔ اس کے ساتھ دو سچ اور بھی ہیں۔ برہان کی بات پے بیلا اپنی جگہ سے اٹھتے اپنے گالوں پے آئے آنسو پونچھ گ ئی۔ ونی کا نکاح آپ کی بربادی پے ہوا۔ جب کہ آپ بالکل آباد ہیں۔ برہان کی بات پے بیلا کے چہرے کا رنگ متغیر کو بتاؤں گا۔ ابھی تک کے ہوا۔ اور دوسرا سچ۔۔؟؟ وقت آنے پے آپ لیے اتنا کافی ہے۔ وہ پاکٹس میں اتھ ڈالتا بے فکری سے بولا تھا۔ اس کا مطلب ہے برہان تم مانتے ہو کہ تم چودھری جہانزیب کی بہن کو اپنی بیوی مان چکے ہو اور اسے بیوی والا رتبہ دے چکے ہو۔۔۔؟؟ بیلا نے پھر سے وہ جراح کی۔ بیلا آپی! آپ کو جو سمجھنا ہے آپ سمجھ لیں فی الحال میں آپ کے کسی بھی سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ برہان نے گہرا سانس خارج کرتے ہوئے بیلا سے کہا اور انہی قدموں پہ واپس پلٹا جب کہ بیلا کی نظروں نے دور

تک اس کا تعاقب کیا تھا۔ کبھی نہیں۔۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔ برہان راجپوت! تم میرے بھائی ہو اور جو کچھ جہانزیب نے میرے ساتھ کیا ہے میں اس کا بدلہ اس کی بہن سے ضرور لوں گی میں اسے تمہاری بیوی کبھی تسلیم نہیں کروں گی اور بہت جلد اسے تمہاری زندگی سے نکال باہر کروں گی یہ بیلا راجپوت کا وعدہ ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

Zubi Novels Zone

وہ شخص جو مزید گوہر فشانی کرتا سامنے لبنیٰ بیگم کو دیکھتا سکتے میں آیا۔ اس وقت دونوں ہی کی حالت ایسی تھی۔ کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ شیخ گلفراز نے فوراً خود کو سنبھالا۔ کچھ پوچھ رہا ہوں میں۔۔؟ ارم کا رشتہ کس سے طے کیا جا رہا ہے۔۔؟ شیخ گلفراز نے بی جان کی جانب دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو وہ ارم کی جانب دیکھنے لگیں۔ بڑے ماموں! امی نے ان سے بہت پہلے

بات کی ہوئی تھی لیکن۔۔۔۔۔۔؟؟ لیکن۔۔۔ لیکن کیا شیخ گلفراز غصے سے
ارم کیبات کاٹتے بولے جہاں میں چاہوں گا میری بھانجی کا رشتہ وہیں ہو گا اور
برائے مہربانی اب دوبارہ اس گھر میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جاسکتی
ہیں آپ دونوں یہاں سے۔۔۔ کھردرے لہجے میں کہتے وہ سب کو ہی حیران
کر گئے۔ کچھ پل کے لیے وہاں بالکل خاموشی سے چھا گئی۔ ارم کو اپنے
ماموں کا یہ رویہ بالکل سمجھ میں نہ آیا۔ جبکہ لبنا بیگم دھیرے دھیرے چلتے
ہوئے ان کے پاس آئیں۔ شیخ گلفراز نے اپنی نظریں چراتے ہوئے ارم کی
جانب دیکھا۔ ہم پہلے بھی کہیں مل چکے ہیں میرے خیال سے۔۔۔؟؟ لبنیٰ
بیگم نے دماغ پہ تھوڑا زور دیتے ہوئے کہا تو شیخ گلفراز نے ان کی جانب گھور
کے دیکھا۔ جی نہیں۔۔۔۔ ہماری آج یہاں پہلی ملاقات ہے۔ اس سے پہلے
میں آپ سے کبھی نہیں ملا اور اور نہ ہی دوبارہ ملنے کی کبھی کوئی خواہش ہے
اب آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں شیخ گلفراز کا اس بار لہجہ لڑکھڑایا تھا۔
بالکل نہیں۔۔۔ ہم یہاں سے کہیں نہیں جائیں گے ہم نے ارم کا رشتہ مانگا

ہوا ہے اور اس کی والد اور والدہ نے ہمیں انکار نہیں کیا۔ ٹھیک ہے۔۔۔تو اب ہم اپنی امانت کو لے جانے چاہتے ہیں اور اچھا ہے جب باپ سر پہ نہ رہے تو بیٹیاں اپنے گھر کی ہی ہو جائیں تو زیادہ اچھا ہے۔ عندلیب نے بیچ میں دخل اندازی کرتے ہوئے پرسکون انداز سے بات کی کیونکہ تسلیم بیگم نے عندلیب کو اس رشتے کی ہامی دے دی تھی۔ بھلے وہ اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہ تھیں۔ان کا علاج چل رہا تھا۔ لیکن عندلیب کسی طور اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہتی تھی۔ کتنی مشکل سے تو مصطفیٰ کسی لڑکی کے لیے مانا تھا۔اور اب انکار کی صورت میں وہ کیا بھونچال لاتا عندلیب اچھے سے جانتی تھی اس لیے اسے ابھی سٹینڈ لینا پڑا۔ بڑے ماموں! یہ امی کا فیصلہ تھا۔اور وہ انہیں زبان دے چکی ہیں۔اور مجھے اس رشتے پے کوئی اعتراض نہیں۔ ارمنے نہایت ہی ادب سے سر جھکائے کہا۔جب کہ ماتھے کے بل صاف نظر آرہے تھے۔ہاں بھئی۔۔۔! کرو فیصلے۔۔۔میں کون ہوتا ہوں۔ بولنے والا۔ باپ کو مرے ہوئے ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔۔؟؟ ماں کی حات ٹھیک

نہیں۔۔وہ عدت میں ہے۔اور یہاں ایک بیٹی تو سرے سے ہی غائب ہے۔اور دوسری بیٹی کو گھر بسانے جا رہی ہے۔۔شاباشے بچے شاباشے۔۔ ماموں کے طنز پہ وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگیں۔ہم دھوم دھام سے تو شادی کا نہیں کہہ رہے۔۔۔سادگی سے نکاح ہو گا۔اور رخصتی۔۔۔عندلیب نے کہنا چاہا۔اور ماں۔۔؟؟اسکی ماں کا کیا۔۔؟؟ شیخ گلفراز اب اموشنلی ان کو بلیک میل کر رہے تھے۔۔مسٹر آپ بے فکر رہیں جب تک تسلیم انٹی تو بھی ٹھیک نہیں ہو جاتی ہم یہ رخصتی نہیں کریں گے ٹھیک ہے اب تو آپ کو کوئی مسئلہ نہیں اندلیب نے آخر کار ان کی بات مان ہی لی جو بھی تھا وہ بڑے تھے اور صحیح کہہ رہے تھے۔لیکن میں راضی نہیں۔اچانک سے ارم گھبراتے ہوئے بولی تو وہ تینوں چونکے۔کیا مطلب۔۔؟ گلفرز شیخ کو اچھنبا ہوا۔مجھے یہ نکاح کرنا ہے جلد ہی کرنا ہے ارم نے قطعی انداز میں کہا۔اس کا مطلب ہے ضرور تم نے کہیں نین مٹکا لگایا ہے اس وجہ سے تم یہ نکاح کرنا چاہتی ہو۔شیخ اکمل خود تو مر گیا لیکن اپنی بیٹیوں کو بہت اچھی سیکھ دے کے گیا ہے گلفراز شیخ نے

اس بار ارم کے کردار کو نشانہ بنایا۔ماموں اگر آپ بڑے بن کر میرے سر پر ہاتھ نہیں رکھ سکتے تو آپ یہاں سے جا سکتے ہیں مجھے آپ کی کوئی ضرورت نہیں اور ایک بات یاد رکھیے گا میری ماں کو آپ لے کر آئے تھے اس گھر میں۔۔۔وہ کس حالت میں تھیں اپ اچھی طرح سے جانتے ہیں۔۔۔ان کے ساتھ کیا ہوا۔وہ اس حال تک کیسے پہنچیں۔۔؟؟مجھے یقین ہے کہ اس معاملے میں کچھ نہ کچھ آپ بھی ضرور جانتے ہیں جو ہم سے چھپا رہے ہیں۔۔۔اور میری بہن کہاں ہے؟؟آپ بھلے نہ بتائیں لیکن میں ضرور پتہ لگا کے رہوں گی کہ آخر میری بہن ہے کہاں۔۔۔اس بات کو میں بھی فراموش نہیں کر سکتی۔اس لیے بہتر ہے کہ ہمارے معاملات سے آپ دور ہو جائیں۔ارم ان کے مقابل کھڑی ہوتی ہوئی دو ٹوک انداز میں کہتی انہیں چپ کروا گئی۔شیخ گلفراز نے ایک قہر کی نظر ارم پہ ڈالی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے وہاں سے باہر نکل گئے۔ارم۔۔۔!تم نے یہ اچھا نہیں کیا جو بھی تھا وہ تمہارے بڑے تھے تمہارے ماموں تھے اور۔۔۔؟؟نہیں۔۔۔

آنٹی۔۔۔! آپ نہیں جانتی یہ ہمارے کبھی سگھے تھے ہی نہیں۔۔۔ ارم ہچکیوں سے رودی۔ انہوں نے جو کیا وہ آپ نہیں جانتیں۔۔۔ بس چھوڑ دیں انہیں۔ اور اپ بے شک جب چاہیں جس وقت چاہیں رخصتی لے سکتی ہیں۔ میں بالغ ہوں میں خود فیصلہ لے سکتی ہوں۔ ارم کہتے ہوئے اپنے آنسو پونچھ گئی۔ بس۔۔۔؟ میں اپنی ماں اور بھائی کو نہیں چھوڑوں گی۔ باقی میری اور کوئی شرط نہیں۔۔۔ ارم نے نہایت دھیرے لہجے میں کہا۔ ہمیں اس بات سے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن تمہاری امی کی عدت کے ختم ہونے کے اگلے دن ہم برات لائیں گے۔ اور یہی میرا فیصلہ ہے۔ لبنیٰ بیگم نے ارم کو پیار کرتے کہا تو ارم کی آنکھیں تشکر سے پانیوں سے نم ہوگئیں۔

وہ اسے انتظار کرنے کا کہہ کے گیا تھا اور وہ بے اختیاری ہی اس کا انتظار کر بھی رہی تھی حالانکہ وہ جانتی تھی کہ ان کے بیچ میں اب وہ محبت والا تعلق نہیں رہا اس کے باوجود اس نے برہان کا انتظار کرنا تھا کیونکہ وہ اس کی آنکھوں میں اپنے لیے وہ پہلے جیسا ٹھاٹیں مارتا محبت کا سمندر دیکھ چکی تھی لیکن پھر بھی اس کا دماغ یہ سب قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ کہ وہ واقعی اس سے محبت کرتا ہے۔ کیونکہ اب تک جو کچھ ہو چکا تھا اس کے بعد وہ کوئی امید نہیں لگانا چاہتی تھی۔ رات کے 12 بج رہے تھے لیکن ابھی تک برہان نہیں لوٹا تھا۔ نیند پری کی انکھوں سے کوسوں دور تھی دل اس کا بے چین ہو رہا تھا تو دروازہ کھولتی باہر نکلی اتنے میں برہان غصے سے اندر آتا دکھائی دیا۔ اس کا انداز اس کے ماتھے کے دو بل اور اس کے عنابی لب۔۔۔ یک دم پری کے چہرے پہ ایک کھلتی ہوئی مسکان چھائی وہ واقعی آگیا تھا۔ لال رنگ کا سوٹ پہنے ہوئے وہ اس وقت ہلکے پھلکے میک اپ میں اس کا کھلتا گلابی رنگ بھی برہان کو دیکھ کے گلال ہو رہا تھا وہ بھول گئی تھی کہ وہ ونی میں ائی ہوئی تھی۔ یاد تھا تو صرف دل

میں بستا وہ شخص جو آج بھی مکمل طور پر اسے اپنے حصار میں لیے ہوئے تھا

ابھی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اچانک برہان کا رخ ماریہ کے کمرے کی جانب

دیکھتی وہ ٹھٹکی اسے لگا اس کے دل کی دھڑکن رک سی گئی ہو اس نے پلکیں

جھپکاتے ہوئے برہان کی جانب دیکھا جس نے ماریہ کے کمرے کا دروازہ

کھولتے ہوئے اندر کی جانب قدم رکھتے دروازہ بند کیا تھا۔ وہیں پری

لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے کی جانب ہٹی۔ اس کی آنکھوں سے گرم سیال مادہ بہنے

لگا اس کا دل سختی سے اس بات سے انکاری تھا کہ برہان اسے چھوڑ کر کسی اور

لڑکی کے ساتھ انوالو ہو سکتا ہے لیکن اس نے اپنی انکھوں سے یہ منظر دیکھا

تھا جسے وہ چاہ کے بھی جھٹلا نہیں سکتی تھی واپس پلٹتے وہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے

کی جانب گئی اور اندر سے لاک لگا لیا۔ نہیں۔۔۔۔! دروازے کے پاس

بیٹھتے ہوئے وہ اپنے انسو روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی لیکن اس کا

سانس اکھڑنے لگا اس کا بس چل رہا تھا کہ وہ سب کچھ تہس نہس کر دے وہ

سب برداشت کر سکتی تھی بر ہ۔ ان کا دیا ہوا ہر زخم۔۔۔ ہر دکھ۔۔۔ ہر

تکلیف۔۔۔۔ سہن کر جاتی لیکن اس کی بے وفائی کا دکھ وہ برداشت نہیں کر پا رہی تھی اس کا دل چاہا وہ دھاڑیں مار مار کر روئے۔ لیکن اپنے آپ کو وہ مضبوط کرتی اٹھی پر دوبارہ انہی قدموں پہ واپس نیچے گری وہ اب ہچکیوں سے رو رہی تھی اس کی آنکھوں سے وہ منظر ہٹ ہی نہیں رہا تھا اس کا دماغ ایک جگہ پر آ کر رک گیا تھا کہ برہان بے وفا ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ZNZ Zubi Novels Zone

چھوڑو۔۔۔۔ کیا کر رہے ہو برہان۔۔؟؟ تم پاگل ہو گئے ہو۔۔۔ میرا اگلا چھوڑو تم۔۔۔۔! برہان نے سیدھا اس کے گلے پہ اٹیک کیا تھا. ماریہ کا سانس حلق میں ہی رک رہا تھا لیکن برہان کا غصہ کسی طور پر کم نہیں ہو رہا تھا وہ جان گیا تھا کہ بیلا تک ساری انفارمیشن ماریہ نے پہنچائی ہے اور وہ ایسا کیوں کر رہی ہے۔ یہ بات بھی برہان بہت اچھی طرح سے جانتا تھا اور وہ کسی صورت ماریہ

کو معاف نہیں کر سکتا تھا اس لیے حویلی میں اتے ہی سیدھا اس نے ماریہ کے
کمرے کا رخ کیا۔ تم نے جو بیلا آپی سے کہا۔ تمہیں کیا لگتا ہے اس کے بعد
میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟؟ پلیز میری بات سنو۔۔۔! ماریہ نے اٹکتی ہوئی
سانسوں میں اسے کے ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے کہنے کی کوشش کی۔ میں نے
انہیں ککککچھ نہیں بتایا۔ اچھا۔۔۔۔۔۔ پھر انہیں سب کچھ کیسے پتہ چلا؟؟
کہ پری میری بیوی ہے میں نے اسے نکاح کیا ہے بولو۔۔۔ جواب دو۔۔۔؟؟
برہان اس پے غصہ سے چلایا تو وہ سہم گئی برہان نے جھٹکے سے اسے چھوڑا تو وہ
جا کے زمین پہ منہ کے بل گری۔ اپنا سامان پیک کرو اور یہاں سے نکلو۔ اس
سے پہلے کہ میرا دماغ خراب ہو اور میں تمہیں وہ سزا دوں جو تم سہن نہ کر
پاؤ۔ میری انکھوں سے دور ہو جاؤ۔ برہان نے اسے دوٹوک انداز میں کہتے
ہوئے باہر کا رخ کیا اور برہان پلیز۔۔۔؟؟ ایک منٹ میری بات سن لو۔۔
دیکھو تم جو کر رہے ہو وہ صحیح نہیں ہے وہ لڑکی تمہارے قابل نہیں ہے وہ ونی
میں آئی ہوئی لڑکی ہے اس کے بھائی نے بیلا اپی کے ساتھ کیا کچھ نہیں

کیا۔۔۔اس کے باوجود تم اسے بیوی کا درجہ کیسے دے سکتے ہو؟ ماریہ چیخی تھی۔ تم میرے معاملات میں نہ پڑو تو بہتر ہو گا۔ برہان نے سختی سے کہا تمہاری حیثیت اتنی نہیں کہ تم برہان راجپوت کو مشورے دو۔ دفع ہو جاؤ۔۔۔یہاں سے۔۔۔! برہان راجپوت نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اسے اپنے سے دور دھکا دیا۔ تو وہ دوبارہ زمین بوس ہوئی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ لیکن وہ ہار نہیں مانی پھر سے اسکے دوبدو ہوئی۔ میں اتنی اسانی سے پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ برہان راجپوت۔۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم یہ سب کچھ کرو گے اور میں پیچھے ہٹ جاؤں گی کبھی نہیں بیلا آپی تو جو کریں گی سو کریں گی۔ تم مجھے نہیں جانتے کہ میں کیا کروں گی میں پری کو ۔۔۔؟ اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی برہان نے ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پہ رسید کیا۔ ماریہ کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ آئندہ اگر اپنی گندی زبان سے میری پری کا نام لیا تو میں بھول جاؤں گا کہ تم ایک لڑکی ہو۔ چمڑی ادھیڑ کے رکھ دوں گا میں تمہاری۔۔۔! سخت ترین لہجے میں کہتے

ہوئے وہ وہاں سے باہر نکلا اب اس کا رخ اپنے کمرے کی جانب تھا۔اپنے سکون کی جانب۔اپنی بیوی کی جانب۔اپنے محبت کی جانب۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے لیے اگے ایک بہت بڑی ازمائش کھڑی ہوئی ہے۔

____

جب ہمارے بیچ میں یہ طے ہو چکا ہے۔بلکہ نکاح ہو چکا ہے پھر دیر کس بات کی ہے؟تم اپنی امی کی عدت کا اب انتظار کرو گی تو ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں تو میری طرف سے تم کسی بھی مدد کی امید مت رکھنا۔فون پر ایم کے نے ارم کو کھری کھری سناتے ہوئے کہا۔آپ نے مجھے جو کہا تھا میں نے وہی کیا ہے اب امی کی عدت کا معاملہ۔۔۔آپ کی امی نے چھیڑا ہے۔ لبنی انٹی چاہتی ہیں امی کی عدت پوری ہو تو میں کیا کر سکتی ہوں۔آپ اپنی امی سے بات کریں۔۔۔پلیز مجھے مت کچھ کہیں۔ارم نے زچ اتے ہوئے کہا۔وہ

ایک حد تک ہی بول سکتی تھی اب وہ بے شرموں کی طرح یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی کہ نہیں مجھے آج ہی رخصت کر کے لے کے جائیں اور ایم کے کی باتوں سے اسے مزید غصہ آ رہا تھا۔وہ میں نہیں جانتا۔۔۔وہ تم نے ہینڈل کرنا ہے کانٹریکٹ کے مطابق تمہیں اج رخصت ہونا تھا تم کیوں نہیں تنگ کر رہا تھا۔آپ۔۔۔آپ تو ہوئی۔۔۔؟؟ایم۔کے جان بوجھ کے اسے ایسے بات کر رہے ہیں جیسے آپ بارات لے کے ائے ہوئے ہیں اور میں رخصت نہیں ہونا چاہتی ہوں اور میں چھپ کر بیٹھی ہوئی ہوں۔اب کی بار ارم بھی سخت غصے سے بولی اس کی بات پر ایم۔کے زیر لب مسکرایا اس کی یہی باتیں تو ایم۔کے کو دیوانہ کر رہی تھیں۔جو بات ایم۔کے خود بھی نہیں جانتا تھا۔جس دن بارات لے کراؤں گا اس دن سب کے سامنے تمہیں بٹھا کر تم سے نکاح کروں گا۔اور ڈنکے کی چوٹ پر کروں گا اور کسی مائی کے لال میں اتنی ہمت یا جرات نہیں ہوگی کہ وہ اس نکاح کو روک سکے۔میں انتظار کروں گا۔۔۔بائے!ایم۔کے نے سخت سنجیدگی سے کہتے ہوئے کال کاٹ

دی۔ارم نے غصے سے موبائل کو دیکھا۔اور سائیڈ بستر پہ پھینکا۔نہ جانے یہ شخص خود کو سمجھتا کیا ہے بہت بڑا کوئی۔۔۔۔۔۔ گینگسٹر کہیں کا۔۔۔!ارم کی آنکھوں کے گوشے نم ہوئے۔وہ یہ سب کیوں کر رہی تھی یہ صرف وہی یا ایم۔کے۔اس سب کے پیچھے بھی ایک راز تھا جو وقت کے جانتی تھی ساتھ کھل جانا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اپنے موبائل پہ مسلسل کسی کی کال آتے دیکھ کر جہاں زیب کو میٹنگ چھوڑنی پڑی۔کچھ دن پہلے ہی جرگے میں ایک فیصلہ ہوا تھا جس میں ابرار شیخ کو بچالیا گیا تھا اور اس کی جگہ اس کی بہن کو ونی کر دیا گیا تھا اس بات سے جہاں سے بہت زیادہ افسردہ تھا وہ چاہ کر بھی اس رسم کو روک نہیں پا رہا تھا اس کے لیے اب اس نے قانون کی مدد لینے کا سوچا اس سلسلے میں وہ اپنے وکیل کے ساتھ

مل کر اس معاملے میں عدالت کی طرف سے رجوع کر رہا تھا تا کہ اس کی گاؤں میں یہ رسم مکمل طور پر ختم ہو جائے آج بھی اس کی ایک جج کے ساتھ میٹنگ تھی میٹنگ کے دوران اس کے نمبر پر مسلسل ایک ہی نمبر سے فون آ رہا تھا جسے وہ بار بار اگنور کر تا اب غصے میں آتے ہوئے ایکسکیوز کر تا اٹھا کال اٹینڈ کر گیا دوسری جانب سے اسے جو سننے کو ملا اس سے اس کی موبائل پہ ہاتھ کی گرفت سخت ہوئی۔ میں فوراً آ رہا ہوں۔ کہتے ساتھ ہی اس نے کال کٹ کی اور ایڈوکیٹ ضمیر سے ایمر جنسی کا کہتے ہوئے وہاں سے باہر نکلا تو ڈرائیور گاڑی لیے کھڑا تھا۔ فوراً فارم ہاؤس چلو اسے آرڈر دیتا ہے وہ گاڑی میں بیٹھا اور کسی اور نمبر پے کال ملا گیا۔ کال تو جا رہی تھی لیکن کوئی فون اٹھا نہیں رہا تھا۔ ڈیم اٹ۔۔۔ نہیں کسویٰ۔۔۔ اس بار نہیں۔۔ میں کچھ نہیں ہونے دوں گا تمہیں۔۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے اس بار نہیں۔۔۔ وہ دل ہی دل میں کسویٰ کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ جب کہ دل بری طرح گھبرا رہا تھا۔

جہانزیب کارخ فارم ہاؤس کی جانب تھا۔ جہاں اس وقت دھوکے سے جسین نے اسے بھیجا تھا۔اور کس پلاننگ کے تحت بھیجا تھا۔ یہ جہانزیب اچھی طرح جان گیا تھا۔ وہ فارم ہاؤس جیسے ہی پہنچا بارش نے ہر طرف جل تھل مچادی تھی۔ اتنی طوفانی بارش کو دیکھ جہانزیب کے دل میں کسوی کے لیے سخت پریشانی پیدا ہونے لگی۔ وہ گاڑی سے باہر نکلتا اندر کی جانب عجلت سے بڑھا۔ جہاں گھپ اندھیرا تھا۔ وہ کم و بیش ہی وہاں جاتا تھا۔ اور تقریباً کافی وقت سے اس نے وہاں کارخ نہیں کیا تھا۔ نہ ہی وہاں کسی کا آنا جانا تھا۔ اسلیے اندھیرے اور خاموشی کا راج تھا۔ جہانزیب نے ساری لائٹس ملازم زرمان سے کہہ کے آن کروائی ہیں۔ کیا ہوا چوہدری جی۔۔۔؟؟ کسے ڈھونڈ رہے ہیں۔۔؟؟ وہاں موجود رمضان بابا جو فارم ہاؤس کا خیال رکھتے تھے۔ جہانزیب کو پورے فارم ہاؤس میں پاگلوں کی طرح چکر لگاتے دیکھ رہ نہ

سکے تو پوچھ ہی بیٹھے۔رمضان بابا۔۔؟؟ایک لڑکی آئی ہے یہاں؟کدھر ہے وہ۔؟؟بے چینی سے پوچھا۔نہیں۔۔چوہدری جی۔۔۔!یہاں تو کوئی لڑکی نہیں آئی۔۔۔وہ حیرانی سے بولے۔کیا ہو گیا ہے۔۔؟؟آپ کو؟؟وہ آئی ہے یہاں۔۔مجھے اطلاع ملی ہے۔۔ڈھونڈیں اسے۔۔۔!یہیں کہیں ہو گی۔ وہ بے حد پریشانی سے بولا۔چوہدری جی۔۔۔!یں تو سارا وقت یہیں تھا۔نہ گیٹ کھلا نہ کوئی لڑکی آئی۔اور نہ ہی کوئی اور۔۔۔آپ کو کسی نے غلط اطلاع پہنچائی ہو گی۔۔۔رمضان بابا نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا تو جہانزیب بری طرح چونکا۔اس کے دماغ میں کچھ کلک ہوا۔وہ سب کچھ دوبارہ اپنے دماغ میں ریمائنڈ کرنے لگا۔وہ کہاں جا سکتی ہے۔۔۔؟؟اسے۔۔کہاں بھیجا جا سکتا ہے۔۔؟؟وہ اپنی سوچوں کے گھوڑوں کو تیزی سے دوڑا رہا تھا۔اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ واپس حویلی جاتا اور جسمین سے حساب کتاب کرتا۔تب تک بہت دیر ہو جانی تھی۔یہی سوچتا وہ آنکھیں بند کرتا اللہ سے مدد طلب کر تھا۔اس وقت اسے خود ہی سب کچھ کرنا تھا۔اپنی کسویٰ کو ڈھونڈنا تھا۔ رہا

ـــــ

آج کتنے دن بعد ملازمہ نے اس سے بات کی تھی کسوی کو تھوڑا اچھا لگا لیکن بات بھی کیا کہی تھی اس نے پیغام دیا تھا کہ چوہدری جہانزیب نے اسے فارم ہاؤس پر بلوایا ہے پہلے تو وہ سخت حیران ہوئی کہ جہاں تو اس سے بات ہی نہیں کرتا پھر اسے فارم ہاؤس پہ کیوں بلوایا ہے؟؟ لیکن اسے جانا تھا کیونکہ جہاں زیب نے بلایا تھا وہ انکار نہیں کر سکی۔ دل ہی دل وہ خوش ہوئی تھی شاید جہان اسے ایک موقع دینا چاہتا تھا۔ شاور لے کے اس نے ایک ڈیزائنر جوڑے کا انتخاب کیا اور ہلکا ہلکا میک اپ کرتی ہوئی وہ جہانزیب کی کبرڈ کی جانب بڑھی اور اس کی شالز پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے زیر لب مسکرائی اسے ایسے لگا جیسے جہان اس کے پاس ہی ہو اس میں سے ایک بلیک کلر کی شال کو اس نے نکالا اور اپنے ارد گرد لپیٹا۔ مسٹر جہان کیا ہوا اگر آپ میرے ساتھ

نہیں آپ کی شال سے مجھے آپ کی خوشبو محسوس ہوتی ہے یہ میرے پاس ہوتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے آپ میرے ساتھ ہیں۔ کسویٰ دل ہی دل میں جہان کو مخاطب کرتے ہوئے سوچ رہی تھی اتنے میں ملازمہ واپس اندر ائی اور کسویٰ کو چلنے کا کہا کسوا اپنے اپ کو ائینے میں ایک دفعہ دیکھتی ہوئی مسکرا کے ملازمہ کے پیچھے چل دی اس وقت حویلی میں کوئی بھی سامنے نہیں تھا ملازما اسے نہ جانے کن راستوں سے لے کے جاتی ہوئی حویلی سے باہر لے ائی۔ کسویٰ نے زیادہ دھیان نہ دیا۔ باہر گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس میں ملازمہ نے اسے اشارہ کیا کہ وہ جا کر بیٹھ جائے۔ کسویٰ نے ایک نظر حویلی کی جانب دیکھا اور پھر قدم آگے بڑھائے۔ اور اوپر کھلے آسمان کی جانب دیکھا جہاں اس وقت بادلوں نے ڈیرا جمایا ہوا تھا اور کسی وقت بھی وہ برسنے کو تیار تھے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اسے چھو کے گزرتی تو ایک پل کو اس پہ لرزہ طاری ہو جاتا وہ جلدی سے آگے بڑھ کر گاڑی میں بیٹھی۔ کتنے دنوں بعد تو مسکراتے ہوئے وہ ایسے ہر طرف دیکھ رہی اس نے آج کھلا آسمان دیکھا تھا۔

تھی جیسے پہلی دفعہ دیکھ رہی ہو۔ گاڑی اپنی منزل کی جانب آگے بڑھ چکی تھی جبکہ جسمین اور ملازمہ دونوں ایک دوسرے کا چہرہ دیکھا۔ بی بی جی دیکھ لیں کہیں ہم پھنس ہی نہ جائیں۔۔۔۔؟؟ ملازمہ نے گھبرائے ہوئے جسمین سے کہا تم بس بے فکر رہو اب نکلنے کی کرو یہاں سے۔۔۔! تم یہاں پر ہو ہی نہیں تو تم کیسے اس کو بھیج سکتی ہو؟؟؟ بس جاؤ اب تم یہاں سے۔۔۔۔! باقی میں دیکھ لوں گی۔ جسمین نے اس کے ہاتھ میں نوٹ پکڑاتے ہوئے اسے وہاں سے چلتا کیا اور خود اندر آگئی۔ دیکھتے ہیں۔۔۔اب کیسے چوہدری جان زیب تمہیں اپنی عزت بنا کر اس حویلی کی مالکن بناتا ہے جسمین نے شاطرانہ دماغ کے ساتھ سوچتے ہوئے مسکرائی تھی۔

۔۔۔۔۔

۔اونچے نیچے کچے راستوں سے ہوتی ہوئی گاڑی بہت تیزی کے ساتھ سڑک پر رواں دواں تھی ارد گرداب ٹریفک کی بجائے اکادکا گاڑیاں ہی نظر آرہی تھیں روڈ کے دونوں اعتراف پراب گھنے درخت دکھائی دے رہے تھے۔

کسوانے گہرا سانس خارج کرتے ہوئے گاڑی کی سیٹ کے ساتھ ٹیک لگالی اور اس کے خیالوں میں جہانزیب ان سمایا کس طرح اس نے اسے بچایا تھا۔ یہ سب سوچتے ہوئے اس کے لب مسکرائے تھے ایک بار جہان راضی ہو جائے اس کے بعد مسٹر جہان کے ساتھ میں اپنی امی ابو سے بھی ملنے جاؤں گی وہ ضرور میری راہ دیکھ رہے ہوں گے۔کسویٰ من ہی من اگے کی پلاننگ بنا رہی تھی اتنے میں گاڑی ایک بہت بڑے بنگلے کے پاس جاکرر کی بارش اور اندھی کی وجہ سے بالکل اندھیرا چھاچکا تھا کہیں کہیں دور پرے بجلی چمکتی تو ارد گرد کا منظر واضح ہوتا۔اچانک سے کسویٰ کو ڈر سالگا اتنی تیز بارش اور شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے اور اس دوران جہان نے اسے اس فارم ہاؤس میں بلایا تھا اسے کچھ کھٹک رہا تھا بی جی اپ اندر جائیں۔ صاحب اندر

ہی ہیں ڈرائیور نے پیچھے کی طرف گردن ترچھی کرتے ہوئے کسویٰ سے
کہا۔ تو کسویٰ اپنے ارد گرد جہاں زیب کی شال کو اچھی طرح لپیٹتی ہوئی باہر
نکلی آن ہی آن میں بارش کی موٹی موٹی بوندوں نے اسے مکمل طور پے بھگو
ڈالا۔ ایک ملازم کے ذریعے وہ اندر کی جانب بڑھتی چلی گئی۔ شیڈ کے پاس
رک کے اس نے اس ملازم کی جانب دیکھا مسٹر جہان کہاں ہیں؟ اس نے
پہلا سوال یہی پوچھا تو اس ملازم نے اندر کی جانب اشارہ کیا کسویٰ کی نظر ایک
راہداری کی جانب اٹھی وہ تھوڑا جھجھکی کہ آگے بڑھے یا نہ۔۔؟؟؟ پلٹ کے
دیکھا تو ملازم بھی وہاں سے غائب تھا اب چار و ناچار اسے آگے جانا ہی تھا اپنے
بھیگے کپڑے دیکھتی ہوئی وہ ماتھے سے پانی کی بوندوں کو ہٹاتی آگے کی جانب
میں پہنچی تو بڑی راہداری عبور کرتے ہوئے وہ ایک بڑے سے ہال نما کمرے
ایک پل کو اس کے قدم وہیں جامد ہوئے۔ ایک نسوانی وجود کو وہاں دیکھ کر
سامنے بیٹھے تین آدمی بھی حیران ہوئے پلٹ کر تینوں نے آنے والی اس
دوشیزہ کو دیکھا اور جسے دیکھتے ہی ان تینوں کی آنکھوں میں ایک شیطانی چمک

ابھری۔ یار یہ ابرار نے اتنی حسین دوشیزہ کو یہاں بھیج دیا آج تو لگتا ہے کچھ زیادہ ہی موڈ میں ہے۔۔۔ ان میں سے ایک شخص نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اسکی بات سنتے کسوا کا پورا جسم لرزا۔ واقعی یہ تو تم صحیح کہہ رہے ہو یقیناً یہ خوبصورتی تو ابرار نے کہیں چھپا کر ہی رکھی ہوئی تھی دوسرا شخص بھی اٹھتا ہوا وہ بولتے ہوئے زور سے قہقہہ لگاتے ہوئے کسویٰ کی جانب پیش قدمی کرنے لگا۔ کسویٰ کو یہ اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی۔ کہ وہ غلط جگہ پر آئی ہے یہ ایک ٹریپ تھا جس میں اسے پھنسایا گیا ہے نہ یہاں جہان تھا نہ ہی یہ اس کا فارم ہاؤس۔ اسے یہ بات سمجھنے میں پل لگا وہ الٹے قدموں پیچھے مڑی تھی اور اسی راہداری کی طرف بھاگتی ہوئی وہ باہر نکلی بارش پورے زور و شور سے برس رہی تھی وہ تینوں شخص بھی اس کے پیچھے ہی لپکے تھے کسویٰ باہر نکلی تو گیٹ بند تھا اس نے بارش میں بھیگتے ہوئے گیٹ کو زور زور سے ہلایا۔ وہ وہاں سے نکلنا چاہتی تھی لیکن گیٹ بند ہونے کی وجہ سے وہ وہاں سے نہیں نکل پا رہی تھی اسے سمجھ نہ آیا کہ وہ کیا کرے بارش نے اسے مکمل طور پر بھگو دیا تھا اور

اس پے ٹھنڈ اور لرزہ طاری ہو چکا تھا۔ اتنے میں وہ تینوں ادمی بھی اس کے سامنے ان کھڑے ہوئے ان تینوں کو دیکھتی ہوئی کسوا جہانزیب کی شال کو مزید مٹھیوں میں بھینچے مضبوطی سے اپنے اگے تھام گئی اس کا دل بہت سخت دھڑک رہا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہاں کیسے نکلے اس سے پہلے کہ وہ کچھ کر پاتی یا سوچتی۔۔۔؟؟ ان میں سے ایک ادمی نے آگے بڑھ کر کسویٰ زوردار چیخ نکلی شال اس نے اس طرح کی شال کو کھینچا کسویٰ کے منہ سے لپیٹی ہوئی تھی کہ اس کے کھینچنے سے وہ گھوم کے جا کر گیٹ کے ساتھ لگی اور اس کا سر بری طرح زخمی ہوا۔ بنا شال کے اس کے کپڑے اس کے جسم کے ساتھ چپکے دیکھ کر وہ تینوں شخص اپنی چہرے پہ کمینگی ہنسی سے سجائے آگے بڑھے۔ کسویٰ انہیں دیکھتے ہوئے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کرنے لگے کہ ان میں سے ایک ادمی نے اسے بازو سے پکڑتے دبوچا کسویٰ نے کھینچ کر اس کے منہ پہ تھپڑ رسید کیا تو وہ شخص اگ بگولا ہو گیا اور الٹا کسویٰ کو ایک اس سے بھی زیادہ زور کا تھپڑ رسید کیا کہ کسوا دور زمین پہ جا گری اس کے ہونٹ کا

کنارہ پھٹ گیا گہرے سانس لیتی ہوئی اس نے پلٹ کے ان تین شیطانوں کو دیکھا اور نفی میں سر ہلاتی ہوئی پیچھے ہوئی۔ وہ تینوں بارش میں بھیگتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہے تھے اور وہ بیٹھے ہوئے ہی رینگتے ہوئے پیچھے کی طرف کسوی کا دوپٹہ کھسک رہی تھی اس میں سے ایک شخص نے اگے بڑھ کر تھامنا چاہا۔ کہ اسی لمحے اس کی کلائی پہ ایک مردانہ ہاتھ نے مضبوط گرفت جمائی۔ اس شخص کا ہاتھ کسوا کے دوپٹے تک نہیں پہنچ سکا تھا کسوی نے پلکیں اٹھا کر سامنے دیکھا تو اس کی جان میں جان ائی۔ اس کا مجازی خدا اس کا محافظ اس کا شوہر اس وقت جہان زیب وہاں موجود تھا اور جس قہر کی نظر سے وہ ان تینوں کو دیکھ رہا تھا کسوی کو یقین تھا کہ وہ اب ان لوگوں کو نہیں چھوڑے گا اور ویسا ہی ہوا جہان زیب نے اس شخص کی کلائی کو سختی سے مروڑا کہ وہ چیخ اٹھا دو پیچھے کھڑے ادمیوں نے بھی جہانزیب کو دیکھا تو ڈر کر ایک لمحے کے لیے وہ بھی پیچھے ہٹے چوہدری جہانزیب کو کون نہیں جانتا تھا اور اس سے وہ کیا مقابلہ کرتے وہ باڈی بلڈر باڑی کا مالک تھا۔ جب کہ ان کی آدھی ان تو

حرام مشروب نے ہی ختم کر ڈالی تھی۔ وہ نشے میں تھے۔ اس لیے انہوں نے انہیں چھوڑنے والوں میں پیچھے ہٹ جانا ہی مناسب سمجھا لیکن جہاں زیب سے نہیں تھا ایک کے بعد ایک کو وہ مارتا گراتا چلا گیا ان تینوں کو ادھ موا کرتا وہ واپس کسویٰ کی جانب پلٹا بارش میں بھیگ جانے کی وجہ سے اس کے حواس معطل ہو رہے تھے جہانزیب نے اسے اپنی بانہوں میں اٹھایا اور باہر کی جانب قدم بڑھائے۔ گیٹ کو زوردار ٹانگ ماری تو وہ کھلتا چلا گیا گیٹ پہ کھڑا گارڈ موت کی نیند سو چکا تھا جہاں زیب کے سیکیورٹی گارڈ بھی وہاں پہ موجود تھے جنہوں نے جہانزیب کو کور کرتے ہوئے گاڑی تک جانے میں اس کی حفاظت کی یہاں سے جہاں زیب کا فارم ہاؤس کچھ ہی میل کی دوری پہ تھا۔ جہاں جہانزیب کسویٰ کو لیے اپنی گاڑی میں بیٹھتا ادھر کا رخ کر چکا تھا۔

فارم ہاؤس میں آتے ہی جہانزیب کسویٰ کو لیے اپنے روم کی جانب بڑھا کسوا
اس وقت نیم بھی ہوشی کی حالت میں تھی وہ جہاں کو دیکھ کر جی اٹھی تھی
لیکن اس کے حواس پوری طرح نہیں جاگ رہے تھے بارش نے اور جو
حالات ابھی گزرے تھے اس نے اسے بری طرح جھنجوڑ ڈالا تھا
جہان۔۔۔؟؟؟اس نے دھیرے سے جہان کو پکارا اس نے جہان نے اسے
کھڑا کیا تو وہ لڑکھڑائی۔جہانزیب نے فوراً اسے تھاما تو اس نے ایک پیاری سی
مسکان سے جہاں زیب کو دیکھا جہانزیب اس کا ٹھنڈا پڑتا جسم محسوس کرتا
سخت پریشان ہوا تھا۔آپ۔۔۔؟؟؟آپ۔۔۔مجھے معاف۔۔۔؟؟؟کسویٰ
کے ان الفاظ پے جہانزیب کا دل ڈوب کے ابھرا۔وہ گرنے والی تھی جب
اسکے نازک وجود کو جہانزیب نے اپنی بانہوں میں سمیٹا۔اور وہ لڑکھڑا کے
اسکی بانہوں میں ہی جھول گئی۔کسویٰ آنکھیں کھولو۔۔۔؟؟پلیز۔۔؟؟؟
جہانزیب نے پریشانی کے عالم میں اسے پکارا۔جب کہ وہ ہوش و خرد سے
بیگانہ ہوتی اسے عجیب دوراہے پے لا کھڑا کر گئی۔۔پلیز۔۔۔یار ڈونٹ ڈو

دس۔۔۔وہ اسکے گال تھپتھپاتے ہوئے پریشانی سے بولا۔اپنی بانہوں میں اٹھائے وہ اسے بستر پے لایا تھا۔اسے بستر پے لٹاتے اس پے کمفرٹر ڈالا۔لیکن اسکا سرد پڑتا وجود جہانزیب کو بے سکون کر رہا تھا۔پلیز۔۔کسوئ ویک اپ۔۔۔اسکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیے وہ رگڑتے ہوئے بولا۔ایک ٹھنڈ اور اوپر سے بارش میں بھیگنے سے کسوئ کا وجود نیلا پڑ رہا تھا۔جس سے جہانزیب کی بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا۔۔روم کا ہیٹر تیز کیا۔باہر بارش کا زور بھی ٹوٹ نہیں رہا تھا۔سگنل اس علاقے کا سب سے مین مس ئی لہ تھا۔ اور۔۔۔اس وقت کوئی حل اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔لیکن کسوئ کے گیلے کپڑں کو چینج کرنا لازمی تھا وہ اپنے ہی کپڑے کبرڈ سے نکال کے لاتا تمام لائٹس آف کر گیا۔اس کے نرم نازک وجود کو اپنی آغوش میں لیے وہ اسکے کپڑے چینج کرتا دوبارہ سے لائٹس آن کر گیا۔اس پے پورا اختیار ہوتے ہوئے بھی وہ اس کے قریب نہ جا سکا۔لیکن اس کا خیال رکھنا ایک شوہر ہونے کے ناطے اس کا فرض تھا۔اور وہ اس نے نبھانا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس شادی کو ہونے سے کسی کا باپ بھی نہیں روک سکتا۔تو آپ کیا چیز ہیں۔۔؟ایم۔کے کی گونجتی للکار پے وہاں موجود سبھی ایک پل کو ٹھٹھکے تھے۔وہ دلہابنا اس وقت غضب ڈھارہا تھا۔اس کی چھب ہی نرالی تھی۔اور شیخ گلفراز کی تو ایک بولتی ہی بند کر دی۔تم جانتے بھی ہو۔۔؟؟یہ لڑکی ہے کون؟اسکا وجود کیسا ہے۔۔؟؟اس کا اصل باپ کون ہے۔۔؟؟جانتے ہو کیا۔۔؟؟شیخ گلفراز کے الفاظ کسی برچھی کی طرح ارم کے دل میں پیوست ہوئے۔نجانے اور کتنی حقیقتیں تھیں جو آشکار ہونی تھیں۔مولوی صاحب نکاح پڑھائیں۔ان کو نظر انداز کرتا ایکمے مولوی صاحب کی جانب مڑا۔ جب کہ پردے کی دوسری جاب بیٹھی ارم کا دل زوروں سے دھڑکا۔ارم اکمل بنتِ اکمل شیخ۔۔ایک منٹ مولوی صاحب۔۔۔!ایم۔کے نے ٹوکا۔

اورایک گھوری سے شیخ گلفراز کو نوازا۔نکاح کے وقت اصل باپ کا نام لیا جاتا ہے۔تو مولوی صاحب اصل نام لیں۔ارم وجاہت۔بنتِ وجاہت خان۔بنا پلک جھپکے کہتا وہ وہاں موجود سبھی کو ساکن کر گیا۔ارم نے کرنٹ کھاتے جھٹ سے اپنا گھونگھٹ ہٹایا تھا۔

اتنا غصہ میں کیوں ہیں۔۔؟؟ کیا ہوا ہے۔۔؟؟ بانو بیگم نے شیخ گلفراز وہ غصہ سے ادھر سے ادھر چکر لگا رہے تھے۔آج ارم جس طرح ان کے منہ پڑی تھی۔وہ قطعی برداشت نہیں کر پا رہے تھے۔ان کا بس نہیں چل رہا تھا۔کہ وہ ارم کا منہ تھپڑوں سے لال کر دے۔لیکن وہ بے بسی اب گھر آ کے نکل رہی تھی۔شیخ اکمل خود تو مر گیا۔لین اولاد ایسی چھوڑی ہے۔۔جو سر میں مٹی ہی ڈالے گی۔ایک بیٹی۔۔غائب ہی ہو گئی۔۔۔اب دوسری۔۔کسی سے چکر چلا کے شادی کے لیے مری جا رہی ہے۔شیخ گلفراز کا غصہ سے برا

حال تھا۔ جو منہ میں آرہا تھا۔ بولے چلے جا رہے تھے۔اس لیے کہہ رہا ہوں۔بتادیں مجھے۔۔کہاں ہے کسویٰ۔۔؟؟میں لے کے آؤں گا۔ اسے۔۔۔واپس۔۔۔۔۔!میری منگیتر ہے وہ۔۔ تیمور غصہ سے بولا۔تو شیخ گلفراز نے اسے ایک سخت گھوری سے نوازا۔ تمہیں ایڈریس دے دوں اسکا۔۔؟؟جانتے بھی ہو کیا کہہ رہے ہو۔۔؟؟وہاں تمہارے ماموں سرفراز ہاسپٹل میں زندگی موت سے لڑ رہے ہیں۔اس کو بچانے کی خاطر کسویٰ نے اپنے آپ کو ونی میں دیا ہے۔لیکن نکاح بھی کیا ہے۔اس نے۔۔۔ اور نکاح کی اہمیت زیادہ ہے یا منگنی کی۔۔۔؟؟؟وہ کھردرے لہجے میں بولے۔بھلے نکاح کی اہمیت زیادہ ہے میں مانتا ہوں لیکن وہ زبردستی کا نکاح ہے آپ ایک بار مجھے اس کا ایڈریس دے دیں آپ یقین مانیں بابا۔۔۔! میں اس کو لے کراؤں گا تیمور نے جنون بھرے انداز میں کہا بانو بیگم اپنے اس سر پھرے بیٹے کو سمجھالو۔۔۔کسویٰ کا یہاں انا سرفراز کو موت کے منہ میں ڈال دے گا اور مجھے میرا بھائی بہت عزیز ہے سمجھا دو اسے اچھی طرح

سے شیخ گلفراز غصے سے بولتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گئے۔ جبکہ تیمور پاس پڑی ٹیبل کو ٹھوکر مارتا ہوا گھر سے باہر نکل گیا۔ یااللہ میں کیا کروں میں کیسے ان دونوں باپ بیٹے کو سمجھاؤں بیٹا کسوئی کے پیچھے دیوانہ ہے تو باپ۔۔۔۔؟؟اللہ ہی معاف کرے ان سے بانو بیگم سر جھٹکتی ہوئی اندر چلی گئیں۔ جبکہ شیخ گلفراز کو ایک اور ہی ٹینشن لاحق ہوئی جن خاتون کو انہوں نے آج اس گھر میں دیکھا اس ٹینشن میں اب ان کی راتوں کی نیندیں اڑنے والی تھی۔

برہان نے جیسے ہی دروازہ کھولتے ہوئے کمرے میں قدم رکھا تو ایک دم شاک رہ گیا سامنے ہی پری گھٹنوں کے بل بیٹھی ارد گرد سے بیگانہ تھی اس کی حالت دیکھ کر ایک پل کو برہان ٹھٹکا تھا۔ پری۔۔۔۔؟؟ دھیرے چلتا ہوا اس

کے پاس آیا اس کو پکارا۔ لیکن جواب ندارد۔ برہان نے ایک سے دو دفعہ پھر اسے پکارا لیکن اس نے سر نہیں اٹھایا برہان نے جھکتے ہوئے اس کا سر اوپر کیا تو آنسوؤں سے تر چہرہ اس کے سامنے تھا تم رو کیوں رہی ہو؟؟ کیا ہوا۔؟؟ برہان نے حیرت سے اس کے آنسو گالوں سے صاف کرتے ہوئے اس کی لال اور سوجی ہوئی آنکھوں کو دیکھا جب کہ ان آنکھوں میں کہیں شکوے تھے کہیں شکایتیں تھیں۔ لیکن لب سلے ہوئے تھے پری میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔ آواز میں بے چینی تھی۔ پری۔۔۔؟؟ یہاں دیکھو میری طرف۔۔۔؟ برہان اسے پکار رہا تھا۔ جب کہ وہ بس خلاؤں میں گھورے جا رہی تھی جیسے کسی بات کا غم کھائے رہی تھی۔ اس کی حالت قابل رحم تھی۔ نجانے اسے کس بات کا غم کھائے جا رہا تھا۔ برہان سمجھ نہیں پایا تھا۔ پری۔۔؟؟ لسن ٹومی۔۔۔! برہان اب کی بار چلا کے بولا تو وہ چونکی۔ برہان کی شکل میں اسے ماریہ اپنی آنکھوں کے سامنے مسکراتی ہوئی دکھائی دی۔ پری نے غصہ سے اپنی کلائیاں برہان کے ہاتھ سے چھڑائیں۔۔ برہان کے ماتھے پے بل پڑے۔ دور۔۔۔۔ دور

۔۔۔رہیں۔۔ مجھ سے۔۔۔! وہ ایسے ہی ہیو کر رہی تھی۔ جیسے اسے کوئی اچھوت ہو گیا ہو۔ ہوش میں آؤ۔۔ کیا ڈرامہ لگا یا ہوا ہے۔؟؟ برہان نے اس بار غصے سے پکڑ کے اسے جھنجھوڑا تو وہ دکھ اور غصہ سے برہان کو دیکھنے لگی۔

کیوں آئے ہیں یہاں۔۔؟ بولیں۔۔؟؟ کیوں آئے ہیں میرے پاس۔۔؟؟ وہ برہان کے گریبان تک پہنچ گئی تھی۔ برہان نے حیرت سے اس کا نیا روپ دیکھا۔ برہان راجپوت۔۔۔ صرف۔۔ پری کا تھا ناں۔۔؟؟ پھر کیوں۔۔ کی بے وفائی۔۔۔؟؟ وہ چلائی تھی۔ اور جھٹکے سے اس کا گریبان خود ہی چھوڑ دیا وہ کیا کہنا چاہ رہی تھی برہان سمجھ نہ پایا۔ آج مجھے آپ سے نہیں۔۔ خود سے نفرت ہو رہی ہے۔ گھن آ رہی ہے۔۔ خود سے۔ وہ رخ پھیرے خود کو نوچتے ہوئے بولی۔ پاگل ہو گئی ہو کیا کہہ رہی ہو یہ؟؟ یہ کیا پاگل پن ہے؟ کیوں خود کو تکلیف دے رہی ہو برہان نے اس کی کلائیوں کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے اسے خود سے قریب کیا چھوڑ دیں مجھے۔۔۔ مت چھونا مجھے۔۔۔ آپ مجھے چھو رہے ہیں تو میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں اپنے جسم

کے اس حصے کو آگ لگادوں جہاں آپ۔۔۔۔۔؟؟ تو لگادو آگ میں چاہتا ہوں تم اپنے آپ کو مکمل آگ لگادو۔اب کی بار برہا کی بس ہوئی۔اس نے غصے سے اس کی بات کو کاٹتے اسکی کلائی یوں کو کمر کی طرف مروڑتے ہوئے کہا تو وہ دکھ اور درد اور تکلیف سے برہان کا چہرہ دیکھنے لگی ائی ہیٹ یو برہان ائی ہیٹ یو۔پری گل اذیت سے کہتے ہوئے بے جان ہو رہی تھی۔ جتنی تم نفرت کرتی ہونا اس سے کہیں زیادہ نفرت میں تم سے کرتا ہوں۔سنا تم نے جھٹکے سے اسے چھوڑا۔کہاں تو وہ اس کی خاطر نے۔۔۔۔۔؟؟ برہان سب سے لڑ کر آ رہا تھا اسے بیوی کا درجہ دے رہا تھا اور یہاں پہ محترمہ۔۔ اس سے نفرت کا برملا اظہار کر رہی تھی۔برہان کو اسکے انداز سخت تپا گئے تھے وہ پلٹا تھا کہ ایک بار پھر پری کے لفظوں نے اس کے قدموں کو زنجیر پہنائی۔ صحیح کہہ رہے ہیں آپ نفرت ہی کریں گے نا اب آپ مجھ سے۔۔۔۔! کیونکہ ایک اور جو مل گئی ہے اپ کو اپنا دل بہلانے کے لیے۔۔۔۔! وہ حیرت سے پلٹا کہ ایک بار پھر وہ اسکے گریبان تک پہنچی۔

لیکن یاد رکھنا مسٹر برہان راجپوت۔میرا نام پری گل ہے اور رشتے میں اپ کی بیوی ہی ہوں سب کچھ برداشت کرلوں گی جو جو زخم دو گے جو جو اذیت دو گے جس طرح کا بدلہ لو گے ہنس کے سہ لوں گی لیکن بے وفائی کبھی نہیں سہوں گی آپ کو بھیجان سے مار ڈالوں گی۔اور خود کو بھی۔وہ جنونی انداز میں کہتی اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہیں گ رہی تھی۔اس کی باتوں سے برہان کو لگا شاید اس نے ایک غلط لڑکی سے محبت کرلی جو اس کی محبت کے قابل نہیں تھی وہ اس سے پیار تو کرتی تھی لیکن اعتبار نہیں کرتی تھی یہ سوچ آتے ہی برہان کے لیے پری کے دل میں ایک بہت بڑی دراڑ ڈلی وہ دراڑ جو ماریہ نہیں ڈال سکی۔بیلا نہیں ڈال سکی۔پری کے الفاظ نے خود اپنے لیے برہان کے دل میں ڈال دی برہان نے اس کے ہاتھوں کو سختی سے پکڑتے ہوئے اپنے گریبان سے ہٹایا اور اسے خود کے قریب کرتا ہوا دیوار کے ساتھ جھٹکے سے لگایا۔بہت جلد تمہیں بتاؤں گا کہ بے وفائی کی اذیت کیا ہوتی ہے۔۔۔ تمہیں یہ لگتا ہے کہ میں نے بے وفائی کی تو تمہیں اس کا ایک عملی

نمونہ دکھاؤں گا جب تم اپنے ہاتھوں سے میری دلہن کو سجاؤ گی اس کمرے میں لے کے اؤ گی۔ میری سیج سجاؤ گی۔۔۔اور اس دن تمہیں اس کمرے سے میں نکال باہر کروں گا تب تمہیں پتہ چلے گا کہ ونی میں آئی ہوئی لڑکی کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے نفرت اور غصے سے کہتے ہوئے وہ اس کے ہاتھوں کو جھٹکتا پیچھے ہٹا اور اس لمحے پری کو لگا شاید اس نے سب کچھ کھو دیا ہے اس نے محبت کو بھی کھو دیا اور اس نے برہان کو بھی کھو دیا اس کا جی چاہا کہ وہ برہان کو پکارے۔ لیکن برہان وہاں مزید نہیں رکا وہ جانتا تھا اگر وہ وہاں رکتا تو پری کو ایسی سزا دیتا جس پے شاید وہ پھر ساری زندگی خود ہی پچھتاتا رہتا اس نے وہاں سے جانا ہی مناسب سمجھا جبکہ پری ہاتھ بڑھا کر اس کو روکنے کی کوشش کرنے کے باوجود نہیں روک پائی۔اور لڑکھڑا کر گر گئی۔۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کسویٰ۔۔۔میری بیٹی کسویٰ۔۔۔رک جاؤرک جاؤ۔۔۔! کسیو۔۔۔
اچانک رات کو سوتے ہوئے تسلیم بیگم کی آنکھ کسی خواب کے زیرِاثر سے
کھل گئی تھی وہ بہت بری طرح ڈری ہوئی تھیں۔ارم نے فوراًاٹھ کرانہیں
دیکھااورلائٹس ان کی۔امی کیا ہو گیا ہے؟؟؟آپ ٹھیک ہیں۔؟؟کتنے
عرصہ بعدارم نےان کی آواز سنی تھی۔وہ رورہی تھیں۔ارم بھی رودی۔
امی۔۔۔کچھ بھی نہیں ہوا ادھر دیکھیں میری طرف۔۔۔؟؟ارم نےان کا
چہرہ اپنی طرف موڑا۔ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔وہ۔۔۔
کسویٰ کو۔۔۔۔کسویٰ کو لے کے جارہے ہیں میری بیٹی کو بچالو وہ روتے
ہوئے بلکتے ہوئے ارم سے التجا کررہی تھیں۔امی میری بات سنیں کچھ بھی
نہیں ہوا۔کسویٰ آپی کو کوئی نہیں لے کے جارہا ہیں وہ۔۔۔ادھر
دیکھیں میری طرف۔۔۔!ارم کی آنکھوں میں انسو بہنے لگے وہ چاہ کر بھی
اپنی ماں کو اس لمحے سے باہر نہیں لا پا رہی تھی کسویٰ کہاں ہے ارم؟؟؟یہ
پہلا سوال تھا جو انہوں نے بہت ارام اور تحمل سے پوچھا تھا۔ارم نے چونکتے

ہوئے انہیں دیکھا۔اسکی امی اپنے ہوش وحواس میں واپس لوٹ رہی تھیں۔

امی کسوی کی تو شادی ہو گئی ہے ناہم سب نے انہیں رخصت کر دیا ہے ارم نے مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے تسلیم بیگم کے دماغ سے وہ سب کچھ ہٹانے کی کوشش کی جس وجہ سے ان کا دماغ ایک نقطے پہ اٹکا ہوا تھا

شادی۔۔۔؟؟رخصت۔۔۔؟؟وہ دماغ پے زور دینے لگیں۔اچھا وہ رخصت ہو گئی تمہارے بابا تو بہت روئے ہوں گے۔وہ دکھ سے بولیں۔

تسلیم بیگم کی بات پر ارم کی ہچکیوں سے رودی۔ان کا ہاتھ تھامے اس نے اپنے انسو پر بند باندھنے کی کوشش کی امی۔۔۔!ابواب اس دنیا میں نہیں رہے ارم نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں اپنی ماں کو بتایا تو انہوں نے خالی خالی نظروں سے ارم کی جانب دیکھا ایسا مت بولو ارم۔۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ کہہ دو کہ تم جھوٹ کہہ رہی ہو؟؟وہ کیسے جا سکتے ہیں ہمیں چھوڑ کر۔۔؟؟

اب کی بار وہ ارم کو جکڑے جھنجھوڑنے لگیں۔امی یہی سچ ہے۔۔اب وہ اب ہم میں نہیں رہے۔۔ارم نے اونچی اواز میں کہا جب کہ اپنے اندر کا غم اج وہ

بھی آنسوؤں کے ذریعے نکال رہی تھی اور اس پر ماں اور بیٹی ایک دوسرے کے گلے لگ کر خوب روئی یں۔میری کسویٰ کہاں ہے؟اسے تو لے آؤ۔۔۔! تسلیم بیگم نے اپنے انسو پونچھتے ہوئے کہا۔امی وہ بھی آجائیں گی۔ بہت جلد وہ ہمارے ساتھ ہوں گی۔بس آپ خود کو سنبھالیں۔ارم نے انہیں اپنے گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔ارم۔۔۔۔یہ دنیا بہت ظالم ہے یہ کسی کو نہیں چھوڑتی میں اسے نہیں بچا پائی۔۔۔ تمہیں کیسے بچاؤں گی۔۔؟؟ تمہاری حفاظت کرنا بھی میرے بس کی بات نہیں۔۔۔بیٹیاں۔۔۔؟؟اللہ بیٹیاں دیتا ہے تو حفاظت کے لیے باپ کا سر پے بھی تو ہونا ضروری ہے نا۔۔۔؟امی!آپ ہیں نا کیوں فکر کرتی ہیں ارم نے ان کی ڈھاس بڑھائی وہ چاہتی تھی کہ وہ خود بتائیں کہ کسویٰ کدھر ہے۔لیکن فلحال وہ آہستہ آہستہ خود ہی کھل رہی تھیں۔اور شاید خود ہی وہ بتادیتیں کہ کسویٰ کہاں پر ہے۔۔۔اس لیے ارم ان سے وہی بات کر رہی تھی جو وہ کرنا چاہ رہی تھیں۔ نہیں بیٹا میں کسویٰ کو نہیں بچا پائی۔۔۔وہ بہت۔ظالم لوگ ہیں۔۔میں

نہیں۔۔بچاپائی اس معصوم کو۔۔۔۔میں تمہیں کیا بچاؤں گی۔۔۔؟؟؟

بس اللہ سے دعا ہے۔۔اچھا سا رشتہ آئے اور تمہاری شادی کر دوں. اور جتنیجفی ہو سکے۔۔۔میں اس فرض کا ادا کرنا چاہتی ہوں۔تاکہ مرے سے پہلے۔۔۔ تمہیں مضبوط ہاتھوں میں سونپ سکوں۔ لیکن۔۔۔ایک بار کسویٰ سے مل کے اس سے معافی ضرور مانگوں گی۔ارم۔۔۔؟وہ مجھے معاف کر دے گی...بولو نا معاف کرے گی نا۔۔۔؟؟انہوں نے ہچکیوں سے روتے ہوئے ارم سے پوچھا ارم نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے انہیں پھر سے گلے سے لگالیا۔آنسو اس کے بھی تھے کہ رک نہیں رہے تھے اس وقت تو کل سویٰ اسے بھی بہت یاد آرہی تھی لیکن اس تک پہنچنا ہی تو ابھی اس کا مقصد تھا اور اسی مقصد کے لیے وہ ایم کے سے شادی کر رہی تھی.

\-------------

اسکی آنکھ کھلی تو سر بھاری بھاری ہو رہا تھا۔اپنے پیٹ پے وزن محسوس کرتی اس نے زرا کا زرا سر اٹھایا۔اور پیٹ پے دھرے ہاتھ کو چھوا۔تو کچھ پل تو سمجھنے میں لگے۔وہ کہاں ہے اور کس کے ساتھ ہے۔؟؟مردانہ ہاتھ محسوس کرتی اسکا دل زوروں سے دھڑکا۔وہ بالکل ساکت ہوئی۔یااللہ۔۔۔

یہ۔۔؟؟مسٹر جہان۔۔؟؟وہ دل ہی دل میں دعا مانگتی گردن کو زرا کا زرا موڑتی اپنے بہت ہی قریب سوئے جہان کو دیکھنے گی۔اسکی رکی سانس بحال ہوئی۔وہ سوئے میں اتنا پیارا الگ رہا تھا۔کہ کسویٰ اس وقت سب کچھ بھولے بس اسے دیکھے جا رہی تھی۔یہ لمحہ کتنا سکون دے رہا تھا۔یہ صرف اسکا اللہ اور اسکی روح جانتی تھی۔جہان کا اس کے پاس ہونا۔۔اس بات کا سب سے بڑا ثبوت تھا۔کہ وہ ایک لمحے کو بھی اس سے بے خبر نہیں ہوا تھا۔وہ اس سے دور ہو کے بھی پل پل کی رپورٹ رکھتا تھا۔اور یہی وجہ تھی۔کہ کل رات وہ اسے ایسے بچا کے لایا جیسے مصیبت اسکے ہوتے کسویٰ کو چھو بھی نہیں سکتی تھی۔رات کا سارا منظر کسویٰ کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تو اس نے یک دم

جھجھری سی لی۔اور پلٹ کر اس نے جہان کی جانب رخ کیا تو اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کا دل زوروں سے دھڑکا۔ماتھے پے گرے سلکی بال ہلکی ہلکی بیرڈ عنابی لب بند آنکھوں پے جو نظر گئی تو دائیں آنکھ پے پیارا سا تل اسے اپنی طرف مائل کرنے لگا ہونٹوں کے پاس کا تل تو کسویٰ کو ہمیشہ ہی اپنی جانب متوجہ کرتا تھا۔کسویٰ کا جی چاہا اسے ہاتھ لگا کے چھوئے۔ان پے اپنے لبوں کا خراج پیش کرے۔لیکن اسے اپنی خواہش دل ہی میں مارنی پڑی جب جہان نے کسمسا کے اپنی آنکھیں کھولیں۔اور اسی لمحے کسویٰ نے جھٹ سے اپنی آنکھیں بند کرلیں یہاں تک کہ سانس بھی روک گئی۔ جہان اسے اپنے اتنا قریب دیکھتے ماتھے پے بل ڈال گیا۔لیکن پھر اسکے ماتھے تک تو اتر چکا تھا۔ کو فکر مندی سے چھوتا اسکا بخار چیک کرنے لگا۔جواب تشکر سے گہرا سانس خارج کیا رات کو اسے اپنے قریب سلاتا وہ اس کی طرف سے اپنا فرض پورا کر گیا تھا۔لیکن اپنے حقوق پھر بھی نہیں حاصل کیے تھے۔ وہ جانتا تھا۔یہ لڑکی اس سے بہت محبت کرتی ہے۔لیکن جس دن یہ اپنے

لبوں سے اظہار کرے گی۔اس دن وہ اسے اپنی محبت کی شدت بتائے گا۔

دھیرے سے کسویٰ کا سر اپنے سینے سے ہٹاتا۔بہت آرام کے ساتھ تکیے پے

رکھتا پیچھے ہٹنے ہی لگا تھا کہ کسویٰ نے اسے جھٹ سے کالر سے پکڑے اسے

اپنے قریب واپس جھٹکا دیا تو وہ بوکھلا کے اس کے اوپر جھکا۔۔ مسٹر

جہان۔۔۔! مان جائیں۔۔آپ مجھ سے اب بھی محبت کرتے ہیں۔اب

بھی میں آپ کی محبت ہوں۔ملکیت نہیں۔۔۔وہ ایک ایک لفظ پے زور دیتی

سرگوشیانہ انداز میں کہتی جہان کو غصہ دلا رہی تھی۔تم میری اجازت کے بنا

گھر سے کیسے نکلی۔بنا ذرا سا بھی لحاظ کیے وہ بولتا کسویٰ کا دل پھر سے دھڑکا گیا

میچتے لب دانتوں تلے دبائے۔چہرے پے ایک کسویٰ نے آنکھیں

مسکراہٹ تھی۔جہان تو اس مسکراہٹ میں کھو سا گیا اس کے گال پے نظر

گ ئی تو اب بھی اسکا گال لال تھا اور ہونٹ کا کنارہ سوجھا ہوا تھا۔جہان کا جی

چاہا وہ شخص سامنے ہو تو اس کا قتل کر ڈالے دھیرے سے اسکا گال چھوتا وہ

اسکے لبوں کے زخم پے انگوٹھا رکھتا مسلنے لگا کہ وہ سسکی بھر گ ئی۔اور دھیرے سے آنکھیں وا کیں۔

دھیرے سے اسکا گال چھوتا وہ اسکے لبوں کے زخم پے انگوٹھا رکھتا مسلنے لگا کہ وہ سسکی بھر گ ئی۔اور دھیرے سے آنکھیں وا کیں۔اور یہ فسوں خیز لمحے اپنے اختتام کو پہنچے۔جہان نے پیچھے ہوتے کمفرٹر ہٹایا۔اور اٹھتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پے پڑا موبائ ل اٹھا کے چیک کرنے لگا۔اس میں حشام کے میسج پڑھ کے اسکے ماتھے کی رگیں تنیں تھیں۔آگے سے اسے مزید کارائی کا ے متعل بتاتا وہ اٹھتا ہوا واشروم جانے لگا کہ کسوئی اچانک سے اٹھتی اسکی راہ میں حائ ل ہوئی۔

آپ ایسے نہیں جا سکتے۔۔۔آپ کو مجھے معاف کرنا ہو گا۔کسویٰ نے لاڈ سے جہان کا راستہ روکتے محت سے کہا۔آگے سے ہٹو۔۔۔۔جہان نے سرد لہجے میں اسے وارن دیتی نظروں سے کہا۔بالکل نہیں۔۔۔یا تو آپ۔۔۔مجھے معاف کریں گے۔۔یا سزا دیں گے۔۔۔جو آپ کا دل کرے آپ کر سکتے ہیں۔۔لیکن ابھی اسی وقت فیصلہ لیں۔آج کسویٰ کے تیور ہی نرالے تھے۔ بڑی دلربائی والے انداز میں اس نے اپنے ہاتوں کی انگیوں کی پوروں سے جہان کی شرٹ کو کالر سے چھوا تھا۔جب کہ اسکے ٹراؤزر اور شرٹ پہنے اس وقت وہ کوئی چھوٹی سی بچی ہی لگ رہی تھی۔اس کے حسن سے نظریں چراتا وہ سائیڈ سے نکلنے لگا۔کہ وہ پھر سے سامنے آئی۔اس بار اسکے گلے میں بانہیں ڈال دیں اس کی اتنی دیدہ دلیری پہ جہان نے ایک نظر اسے اور دوسری نظر اسکے بازؤں پہ ڈالی۔جو جہان کے گلے کے گرد ہار بنائے ہوئے چونکا تھیں۔جزا یا سزا۔۔؟؟وہ قریب ہوتی نم لجے میں بولتی جہان کو گ ئی۔جہان نے یکدم اسکی کمر کے گرد بازو کو حمائل کرتے اسے خود کی

سانسوں سے بھی زیادہ قریب کر گیا۔ کہ وہ دھک سے رہ گئی۔ سانسیں ساسوں سے ٹکرا رہی تھیں دونوں کے دلوں نے ایک دوسرے کی سنگ کی شدید خواہش کی۔ جہان کو کسویٰ کا دل اپنے دل کے ساتھ دھڑکتا محسوس ہوا۔ تمہاری اتنی جان ہے۔۔ کہ میری دی ہوئی سزا سہہ سکو۔۔؟؟ انتہائی گھمبیر لہجے میں کہتا وہ کسویٰ کا چہرہ گلال کر گیا۔ اسکے گال دھک اٹھے جھٹ سے آنکھیں میچ لیں۔ وہ ان لمحوں کے زیرِ اثر تھی۔ اور جہان اسکے چہرے کے نین نقش میں کھوتا اسکے گالوں پے جھکتا اس پے اپنے لب رکھ گیا۔ کسویٰ کو پورے جسم میں کرنٹ سا دوڑتا محسوس ہوا۔ سانسیوں کا بھاری پن محسوس کرتا جہان اس کے وسرے گال پے بھی لبوں سے چھو گیا۔ کسویٰ کی سراسیمگی والی حالت دکھتا وہ اچھا خاصا محظوظ ہوا تھا۔ مزید کی بے باکی کی گنجائش ہی کھڑی تھی۔ اسکی ٹانگوں سے تو جا نہیں بچی تھی۔ وہ مکمل اسکے آسرے پے ہی نکل رہی تھی۔ جہان پیچھے ہٹنے لگا کہ وہ بھی اسی کے سہارے اس کے قریب ہوتی چلی گئی۔ جہان نے اسے کمر سے پکڑتے اوپر کی طرف کرتے

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

اسکا چہرہ اپنے چہرے کے قریب لایا۔جو اس وقت شرم و حیا کے رنگوں سے سجا ہوا تھا۔بس۔۔۔؟؟اتنی سی ہی ہمت تھی۔۔؟؟میری زرا سی قربت سے تمہارا یہ حال ہے۔۔مکمل سزا دی تو کیا حال ہو گا تمہارا۔۔؟؟وہ معنی خیزی سے کہتا اسے تھامے بستر پہ بٹھاتا خود وہاں سے واش روم کی جانب بڑھ گیا جب کہ کسوئی کو ابھی بھی اپنے گال دہکتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔اپنے گالوں کو چھوتی وہ جہان کو سوچنے لگی چہرے پہ دلفریب مسکان سج گئی۔ تبھی اسکی نظر اپنے کپڑوں کی جانب مبذول ہوئی۔اور وہ ساکت رہ گئی۔

ماریہ گھر چھوڑ کے جا چکی تھی۔لیکن برہان اور پری کے بیچ جو دراڑ ڈلی تھی۔ وہ شاید ہی اب ختم ہو پاتی۔پری دو دن سے کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ اور کسی نے آ کے اسکا حال تک نہ پوچھا تھا۔بس تین ٹائم کا کھانا اسے پہنچا دیا

جاتا۔جسے پری صرف زندہ رہنے کے لیے کچھ نوالے زہر مار کھالیتی۔آج صبح سے ہی اس کی حالت گری گری ہوئی تھی۔زہنی کوفت اس قدر تھی کہ جسمانی کمزوری محسوس ہی نہ ہو رہی تھی۔وہ باتھ روم سے نکلتی چکراتے سر کے ساتھ باہر نکلی۔اور شیشے کے سامنے کھڑی ہوئی۔خود پے نظر ڈالی تو مرجھایا ہوا چہرہ اور سوجھی ہوئی آنکھیں اس کے گہرے رنج و ملال میں ہونے کا پتہ دے رہی تھیں۔ نظریں آئی ینے سے چراتی وہ بستر کی جانب بڑھ کے دوپٹہ اٹھانے لگی۔کہ اسی وقت برہان راجپوت اندر داخل ہوا۔ ایکھسر کی نظر پری پے ڈالی۔اور آگے بڑھ کے اسے بازو سے پکڑا اپنی طرف کھینچا۔کون سا سوگ لگا ہے تمھیں۔؟جو کمرے سے بار نہیں نکل رہی ہو۔۔؟؟وہ پھنکارتے ہوئے اس سے مخاطب تھا۔چھوڑیں میرا بازو۔۔۔! وہ خود کو چھڑاتے ماتھے پے بل ڈالے بولی۔زیادہ نخرے دکھانے کی ضرورت نہیں۔۔۔!اہر نکلو۔۔اور باقی ملازماؤں کی طرح گھر کے کام کرو۔۔میں تمھیں یہاں آرام کے لیے نہیں لایا۔برہان نے تھوڑا سختی سے

کہا تو پری کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ کس طرح وہ اس سے بات کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ اسکی حالت کی پرواہ بھی نہیں کی۔۔۔۔؟؟ بند کرو اپنے یہ ڈرامے۔ برہان نے غصہ ضبط کرتے پیچھے مڑ کے بستر اے اسکا دوپٹہ اٹھایا۔ اور اسکی طرف اچھالا۔ جو اسکے منہ پے جا لگا۔ نکلو باہر۔۔اور۔۔ہاں۔۔امی جان آئی ہیں۔۔ان کی خاطر مدارت میں مجھے کوئی کمی یا کوتاہی نظر آئی تو۔۔وہ سزا دوں گا۔۔کہ تم ساری زندگی یاد رکھو گی۔ چلو۔۔۔اب۔۔۔! اسے باہر لے جانے کی وجہ اب پری کو سمجھ آئی تھی۔ برہان تقریباً اسے گھسیٹتا ہوا باہر لے کے گیا جہاں ہال میں بڑے صوفے پے ارجمند بیگم بڑی شان سے براجمان تھیں۔ وہاں پہنچتے برہان نے اسے جھٹکے سے چھوڑا کہ وہ گرتے گرتے بچی۔ پری نے ایک نظر سامنے بیٹھی خاتون کو دیکھا۔ جو غرور و تکبر کے تاثرات لیے پری کو دیکھ رہی تھیں۔ ارجمند بیگم پری کا سوگوار حسن دیکھ تھوڑا خائف ہوئی تھیں۔ اتنا مکمل اور پاکیزہ حسن دیکھ ان کا بیٹا کیسے خود پے کنٹرول کیے بیٹھا تھا وہ حیرت زندہ تھیں۔ جب کہ راجپوت تو ایک چھوڑ

دو چھوڑ تین تین شادیاں کرنا اپنا حق سمجھتے تھے۔ کیا نام ہے تمہارا۔۔؟؟ یک ٹک اس پری پیکر کو دیکھتیں وہ تھوڑا خائف ہوتے بولیں تھیں۔ پری نے مڑ کر ایک نظر برہان راجپوت کو دیکھا جو سپاٹ انداز میں اپنی ماں کی طرف دیکھ رہا تھا پری نے واپس نظریں سامنے ٹکائی یں۔ جہاں ارجمند بیگم اس کے جواب کا انتظار کر رہی تھیں۔ جی۔۔۔ پری۔۔۔ پری گل۔۔۔ رک رک کے اپنا نام بتاتی وہ چھوٹی سی لڑکی ارجمند بیگم کو بہت بھائی تھی۔ برہان راجپوت۔۔۔! آپ جائیں ہمیں پری سے اکیلے میں بات کرنی ہے۔ ارجمند بیگم کے کہنے پے برہان رخ پھیر کر وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا باہر چلا گیا پری گل کو سامنے بیٹھی خاتون کی نظروں سے گھبراہٹ سی محسوس ہوئی۔ یہاں آؤ۔۔ ہمارے پاس! ارجمند بیگم نے پری گل کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ تو وہ تھوڑا گھبراتی ہوئی ان کی جانب بڑھی۔ کب سے ہو یہاں۔۔؟؟ جی کچھ مہینوں سے پری گل نے دھیرے سے جواب دیا ٹھیک ہے جاؤ ہمارے لیے کھانے کا بندوبست کرو ارجمند بیگم نے اس کو ہاتھ

کے اشارے سے جانے کا کہا اور خود پرس سے موبائل نکال کر اس پر نمبر ڈائل کرنے لگیں۔پری گل نے سر جھکائے وہاں سے کچن کی جانب رخ کیا جہاں تین ملازمیں پہلے سے ہی کھانا بنانے میں لگی ہوئی تھی وہ تینوں ہی عجلت میں محسوس ہوئیں۔اشتہا انگیز کھانے کی خوشبوئیں ہر سو پھیلی ہوئی تھی کہ ان کی خوشبو پری کے انک کے نتھنوں سے ٹکرائی تو اس کی بھوک بھی چمک اٹھی۔آپ کیا بنا رہی ہیں؟پری گل نے معصومیت سے پوچھا۔کیوں آپ کو نہیں پتا۔۔۔؟مم بڑی بیگم صاحبہ آئی ہوئی ہیں اور ایک لمبی لسٹ ہے کھانے کی۔۔جو سب ہم نے بنانا ہے۔آپ کو کچھ چاہیے اس میں سے ایک ملازمہ نے اپنا کام کرتے ہوئے تفصیل سے آگاہ کیا۔نہیں کچھ نہیں چاہیے۔۔۔مجھے۔۔۔۔!!میں یہاں ہیلپ کے لیے ائی ہوں مجھے بتائیں۔۔مجھے کیا کرنا ہے؟پری گل نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا تو تینوں ملازمائیں ایک دوسرے کو معنی خیزی سے دیکھتی ہوئی مسکرا دیں۔جب کہ پری کو سمجھ نہ آیا کہ وہ کیا کرے۔

ــــــــــــــــــــ

تسلیم بیگم کو ارم ڈاکٹر کے پاس لے گئی تھی جو ان کا علاج کر رہے تھے۔ انہی کے بتانے پر ارم کو سکون آیا تھا کہ اب اس کی ماں پہلے سے بہتر ہے۔ وہ باپ کو تو کھو چکی تھی لیکن اب ماں کو نہیں کھونا چاہتی تھی گھر واپسی پر تسلیم بیگم تھوڑی خاموش خاموش سی تھیں۔ گاڑی کو گھر کے سامنے رکواتے ہوئے وہ گاڑی کا کرایہ دے کے تسلیم بیگم کو گھر کے اندر لے آئی۔ کیا بات ہے امی؟؟ کیوں چپ چپ ہیں؟؟ ارم سے رہا نہ گیا تو پوچھ بیٹھی۔ دو تین ہوئے تھے ان کی عدت کو پورا ہوئے لیکن ان کے بھائیوں میں سے کسی نے بھی ان کے گھر کا رخ نہیں کیا تھا اس بات کا انہیں دلی افسوس تھا لیکن وہ خاموش تھیں۔ ان کے نہ انے کی وجہ نہیں جانتی تھی لیکن اس دوران لبنیٰ بیگم اور عندلیب نے تین سے چار چکر لگائے جس میں انہوں نے نکاح اور رخصتی کی

ڈیٹ فکس کی تھی تسلیم بیگم کا بہت دل تھا کہ ان کے بڑے بھائی شیخ گلفراز فیصلے میں ساتھ ہوں۔دل کے مجبور کرنے پے انہوں نے خود ان کے اس ہی پہل کی اور اپنے بھائی کو فون کیا حالانکہ چاہیے ان کو تھا کہ وہ بہن کے پاس آتے اور اس سے پوچھتے کہ اسے کوئی تکلیف تو نہیں۔لیکن وہ تو ناک کان پنکھیں بند کر کے بیٹھے تھے اس سب کے باوجود تسلیم بیگم نے انہیں فون کیا لیکن انہوں نے فون نہیں اٹھایا ارم ماں کی تکلیف سمجھتی تھی۔اس لیے زیادہ نہیں کریدا لیکن اج تو وہ بہت ہی چپ چپ سی تھی اور ارم پوچھ ہی بیٹھی۔

تسلیم بیگم نے گہرا سانس خارج کیا لیکن پھر بھی خاموش رہیں۔

امی۔۔۔؟؟ ماموں سے ملنے چلیں۔۔۔؟؟ ارم کو ان کی خاموشی کی وجہ یہی لگی کہ شاید وہ اپنے بھائی سے ملنا چاہتی ہوں اور اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں تسلیم بیگم نے اسے خالی خالی نظروں سے دیکھا اور سر نفی میں ہلایا۔پھر کیا ہوا ہے امی؟ آپ اتنی چپ چپ کیوں ہیں۔۔؟؟ تسلیم بیگم کی انکھوں کے گوشے نم ہوئے۔ارم برداشت نہ کر سکی۔تو ان کا ہاتھ تھام لیا۔

ارم۔۔۔؟ کیا بھائی ایسے ہوتے ہیں ایک بار بھی کسی نے پلٹ کر نہیں دیکھا کہ ہم جی رہے ہیں یا۔۔۔؟؟؟ اپنے انسوؤں کو گلا گھونٹتے ہوئے وہ دکھ سے بولیں ارم نے انہیں گلے سے لگا لیا۔امی دنیا ایسی ہی ہے۔مت کریں اتنی پرواہ۔ چھوڑ دیں سب کو ان کے حال پے۔ارم نے ان کی تسلی کرائی ان کا ہاتھ تھاما۔ لیکن ان کے بے قرار دل کو سکون کہاں انا تھا دو دن بعد تمہارا نکاح رکھا ہے اگر وہ اس طرح سے چپ کر کے بیٹھے رہے۔۔ تو کیا وہ تمہاری رخصتی میں بھی نہیں آئیں گے۔۔۔باپ سر پہ نہیں تو کیا باپ کا فرض ادا نہیں کریں گے وہ۔۔۔؟؟امی ان کی مرضی ہے وہ آتے ہیں ائیں نہیں آتے نہ آئیں۔میرے لیے میرے امی بھی اپ نے میرے ابو بھی۔ارم نے ان کے آنسو پونچھتے مضبوط لہجے میں کہا۔تو وہ اس کی بات پر سر ہلاتی ہوئی اٹھ کر اندر چلی گئیں۔اور ارم انہیں جاتا ہوا دیکھتی رہ گئی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نکاح کے روز تسلیم بیگم نے بہت کم لوگوں کو بلوایا تھا۔ شیخ گلفراز کے گھر ارم کی شادی کی دعوت دینے وہ خود گ ئی تھیں۔ لیکن انہوں نے آنے سے صاف انکار کر دیا۔ کہ جب ان سے کسی بات کا مشورہ نہیں لیا گیا تو وہ کیوں آئی یں۔۔۔؟؟اس سب عرصے میں مہدماں کے ساتھ ساتھ رہا محلے کے چند ایک معزز لوگ اس شادی میں شامل تھے۔ جب ان کے بھائی ہی اس شادی میں شامل نہ تھے۔ تو وہ کسی اور کو کیا کر تیں۔ دل تو ان کا سخت دکھا تھا لیکن ارم کو لے کے وہ اب مزید کسی قسم کی تاخیر نہیں چاہتیں تیں۔ انہیں ڈر تھا۔ کہ کہیں تیمور کسویٰ کا بدلہ ارم سے نہ لے لے۔ اس لیے انہوں نے اپنی بیٹی کے آگے اپنے بھائی یوں کو بھی چھوڑ دیا تھا۔ بارات پہنچ چکی تھی۔ دلہا بنے مصطفیٰ کی چھب ہی نرالی تھی۔ ہر ایک کی نظروں میں وہ چھایا تھا۔ بارات میں بھی بہت مختصر تھی۔۔اور مصطفیٰ بھی بہت سادگی سے دلہا بنا گھر بیگم نے اسکا ماتھا چوما۔ سادگی میں بھی اسکی شخصیت میں داخل ہوا۔ تسلیم

محفل پے چھاسی گ ئی تھی۔ نکاح کی رسم سے کچھ دیر پہلے ہی شیخ گلفراز اور عباد شیخ نے تیمور کے ساتھ انٹری دے کے بہن کے گھر اس خوبصورت ماحول کو خراب کرنا چاہا۔

تسلیم بہتر ہو گا۔ اس شادی کو روک دو۔۔ اور ارم کا نکاح تیمور سے کر دو۔ اچانک سے ان کی کہی بات پے تسلیم بیگم کو شدت کا جھٹکا لگا۔ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ سمجھے آپ۔۔۔! تسلیم بیگم کا غصہ سے چہرہ سرخ ہوا۔ کیوں۔۔؟؟ کیوں نہیں ہو سکتا۔۔؟؟ تیمور گھر کا بچہ ہے۔ اور ارم بھی۔۔ تو باہر نکاح کیوں کرنا۔۔؟؟ بس میں نے کہہ دیا ارم کا نکاح تیمور سے ہی ہو گا۔ میری بیٹی کی شادی میری مرضی سے ہو گی۔ بھائی صاحب۔۔۔۔! اور آج ہی ہو گی۔ تسلیم بیگم غصہ سے بھائی سے مخاطب ہوئی یں۔ جو منہ بگاڑتے سخت گیر لہجے میں بولیں۔ جانتی بھی ہو۔۔۔؟؟ کہ کیا بول رہی ہو۔۔؟؟ ہفتہ ہوا۔ عدت ختم ہوئے۔۔۔ اور اچانک سے آج نکاح رکھ لیا۔۔؟؟ کیسی ماں ہو

تم۔۔؟اب کی بار شیخ گلفراز نے اموشنلی بہن کو بولا۔تو وہ سر جھٹک گئی یں۔یہ میرے گھر کا زاتی معاملہ ہے۔آپ اس معاملے سے دور رہیں۔تسلیم بیگم کی باتوں سے سبھی کو شاک لگا۔اچانک سے اتنی ہمت۔۔؟؟کہاں سے آگئی۔۔؟؟اور وہ اپنے بھائی جن پے وہ جان نچھاور کرتی تھیں۔آج پہلی بار ان کے خلاف بولی تھی۔مولوی صاحب نکاح شروع کریں۔تسلیم بیگم نے اپنی اونچی آواز میں کہا تو مولوی صاحب نے نکاح شروع کیا۔ایک منٹ۔۔۔؟؟شیخ گلراز نے مولوی صاحب کو روک دیا۔جب کہ مصطفی اس تمام عرصہ میں اس شخص کا ڈرامہ دیکھ رہا تھا جس کا ابھی خود کا تماشا لگنے والا تھا۔

ایک منٹ۔۔۔؟؟ شیخ گلفراز نے مولوی صاحب کو روک دیا۔جب کہ مصطفیٰ اس تمام عرصہ میں اس شخص کا ڈرامہ دیکھ رہا تھا جس کا ابھی خود کا تماشا لگنے والا تھا۔

سب کی نظریں شیخ گلفراز پے اٹھیں ہوئی تھیں۔

یہ شادی نہیں ہو سکتی۔۔۔بارات واپس لے جاؤ۔۔۔ تکبر سے بولتے وہ تسلیم بیگم کو غصہ دلا گئے۔مصطفیٰ بھی اپنی جگہ پے بیٹھا پہل بدل گیا۔وہ فی الحال چپ ہی تھا۔۔میں نے آپ کو ہمیشہ اپنا بھائی مانا ہے۔اور آج آپ میری بیٹی کی خوشیوں میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔۔؟؟ تسلیم بیگم کی آواز روندھ گئی۔جب کہ گھونگھٹ کیے دوسری طرف بیٹھی ارم کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا۔ہال میں ایک طرف مرد اور ایک طرف عورتیں تھیں درمیان میں جالی کا پردہ لگا کے دلہا دلہن کو بٹھایا گیا تھا۔اور

اسوقت ہونے والا بحث ومباحثہ سب دیکھ رہے تھے۔مجھے بھائی مانتی تو۔۔۔ کم از کم مشورہ کرلیتی۔اب فیصلہ میں کروں گا۔اور میرا یہی فیصلہ ہے۔یہ شادی نہیں ہوگی۔اس شادی کو ہونے سے کسی کا باپ بھی نہیں روک سکتا۔ تو آپ کیا چیز ہیں۔۔؟ایم۔کے کی گونجتی للکار پے وہاں موجود سبھی ایک پل رہا تھا۔اس کی چھب ہی نرالی کو ٹھٹھکے تھے۔وہ دلہا بنا اس وقت غضب ڈھا تھی۔اور شیخ گلفراز کی تو ایک سیکنڈ میں بولتی ہی بند کردی۔تم جانتے بھی ہو۔۔؟؟یہ لڑکی ہے کون؟اسکا وجود کیسا ہے۔۔؟؟اس کا اصل باپ کون ہے۔۔؟؟جانتے ہو کیا۔۔؟؟شیخ گلفراز کے الفاظ کسی برچھی کی طرح ارم کے دل میں پیوست ہوئے۔نجانے اور کتنی حقیقتیں تھیں جو آشکار ہونی تھیں۔مولوی صاحب نکاح پڑھائیں۔ان کو نظرانداز کرتا ایم۔کے مولوی صاحب کی جانب مڑا۔جب کہ پردے کی دوسری جاب بیٹھی ارم کا دل زوروں سے دھڑکا۔تم ایک ایی لڑکی سے نکاح کررہے ہو۔جس کے باپ کا ہی نہیں پتہ۔۔۔۔۔!ایک اور تیر چلایا۔مصطفی نے ان کی بات کو نظر

انداز کیا۔اور نکاح کے لیے مولوی صاحب کو اشارہ کیا جب کہ ارم کی آنکھوں سے خاموش آنسو بہہ نکلے تھے۔ارم اکمل بنتِ اکمل شیخ۔۔ایک منٹ مولوی صاحب۔۔۔!ایم۔کے نے ٹوکا۔اور ایک گھوری سے شیخ گلفراز نام لیا جاتا ہے۔تو مولوی صاحب کو نوازا۔نکاح کے وقت اصل باپ کا اصل نام لیں۔ارم وجاہت۔بنتِ وجاہت خان۔بنا پلک جھپکے کہتا وہ وہاں موجود سبھی کو ساکن کر گیا۔ارم نے کرنٹ کھاتے جھٹ سے اپنا گھونگھٹ ہٹایا تھا۔

ZNZ Zubi Novels Zone

گھونگھٹ الٹے وہ حیرت سے پھٹی پھٹی نظروں سے مصطفیٰ کو دیکھ رہی تھی۔ جب کہ مصطفیٰ کے چہرے پہ کسی قسم کی بھی جھجک نہ تھی۔اسی لمحے ایک شخص وہاں آتا دکھائی دیا۔بھاری بوٹوں کی چاپ پہ سب نے پلٹ کے آنے والے کو دیکھا۔جو تھری پیس سوٹ میں اندر کی جانب آتا دکھائی دیا۔تسلیم بیگم کو لگا ان کے دل کی دھڑکنوں نے دھڑکنا ہی بند کر دیا ہو۔اپنے ساکت

پوتے وجود کے ساتھ وہ اس شخص کو آج اتنے عرصے بعد اپنے سامنے دیکھ رہی تھیں۔وہ کیسے۔۔؟؟ یہاں۔۔؟؟ آ سکتے تھے۔۔؟؟ خود سے سوال کرتیں وہ ایک سسکی بھر گئی یں۔اس شخص نے تسلیم بیگم کی طرف ایک نظر بھی دیکھنا گوارانہ کیا۔ان کی نظریں اپنی بیٹی پے تھیں۔ارم۔۔ارم ان کی سگھی بیٹی تھی۔انہوں نے ارم کے پاس پہنچتے اس کے سر پے دست شفقت رکھا تو ان کا ہاتھ لرزا۔جسے ارم نے بخوبی محسوس کیا۔اس کی آنکھوں نے اس دن کے گوشے نم ہوئے تھے۔کیونکہ یہ وہی تھے۔جسے ارم ایکسیڈینٹ میں بچایا تھا۔ مصطفیٰ کے انکل۔ارم وجاہت بنتِ وجاہت خان۔ میں ہی ارم کا باپ ہوں۔مضبوط لہجے میں کہتے وہ مولوی صاحب سے مخاطب ہوئے۔اس پل سبھی نے خاموشی سادھ لی۔وجاہت خان کو کون نہیں جانتا تھا۔۔؟؟ شیخ گلفرازان سے پنگا نہیں لے سکتے تھے۔ان کے اثر ورسوخ سے وہ اچھے سے واقف تھے اس لیے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔نکاحکی رسم کے دوران کوئی بھی نہیں بولا تھا۔یہ سب کیا ہو رہا تھا۔ارم سمجھنے سے قاصر

تھی لیکن جب اسکی ماں نے نہیں روکا تھا۔تو وہ بھی فی الحال خاموش ہی رہی۔

بیٹا۔۔؟؟ کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے۔؟؟ مولوی صاحب نے دوبار اپنے

الفاظ دہرائے تھے۔ارم اپنے خیالوں سے چونکی۔جب تسلیم بیگم نے اس

کے کندھے پے ہاتھ رکھتے نم آنکھوں سے اسے حوصلہ دیا تو وہ قبول ہے۔

کہتی اپنے اور مصطفیٰ کے بیچ اس نکاح کے پاک رشتے کو قول کر گئی۔

مولوی صاحب نے وہی الفاظ مصطفیٰ سے دہرائے۔اسے بھی قبول ہے

کہتے دل سے ارم کے لیے ایک احساس جاگتا محسوس کیا۔نکاح نامے پے

دونوں نے سائن کیے تھے۔سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ارم کے

دعا میں اٹھے ہاتھ کانپے تھے۔اس پل اسے کسویٰ شدت سے یاد آئی تھی۔

کاش وہ یہاں ہوتی۔ لیکن۔۔اگر وہ یہاں ہوتی۔۔تو یہ نکاح کبھی نہ ہو رہا

ہوتا۔۔یہ نکاح اس نے کسویٰ کی خاطر ہی تو کیا تھا۔مبارک ہو۔نکاح مکمل

ہوا۔مبارک باد کیے شور پے مصطفیٰ ارو جاہت خان مسکراتے ہوئے ایک

دوسرے کے گلے لگے تھے۔مصطفیٰ نے آگے بڑھ کے تسلیم بیگم سے

دعائیں لیں۔انہیں کچھ احساس ہو رہا تھا کہ وجاہت خان اور مصطفیٰ کے بیچ کوئی تعلق ہے۔ لیکن وہ یہ بھی جانتی تھیں۔کہ وجاہت خان ارم کا باپ ہے۔وہ بھیتجی ارم کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دے گا۔ایک طرح سے وہ دل ہی دل میں مطمئن تھی کہ ارم اپنے باپ کے سائے یہاں میں ہی جا رہی تھی۔اس تمام عرصے میں شیخ گلفراز اور اس کے بھائی بالکل خاموش رہے اور نکاح ہوتے ہی وہ وہاں سے غصے سے واک آؤٹ کر گئے۔ مسٹر وجاہت خان نے ایک دفعہ بھی تسلیم بیگم کی طرف دیکھنا تک گوارا نہیں کیا تھا ندیم خان نے مصطفیٰ کو گلے سے لگایا اور اسے مبارک باد دی جبکہ لبنیٰ بیگم اور عندلیب نے بھی مصطفیٰ ورارم کو بہت پیار سے مبارکباد دی۔ سبھی خوش تھے۔

کھانے کے کچھ ہی دیر بعد رخصتی کا شور اٹھا۔تسلیم بیگم نے دھیرے سے ارم کو اٹھایا اور اس کے گرد شال لپیٹی مہد نے ارم کو گلے سے لگایا تو ارم سے رہا نہ گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔امی کا خیال رکھنا۔مہد۔۔۔! انہیں کوئی

تکلیف نہ ہو۔ارم نے مہد کو روتے ہوئے سمجھایا مہد نے اثبات میں سر ہلایا جبکہ وہ بیچارا اس وقت خود بھی ارم کے رخصت ہونے پر آبدیدہ تھا۔

جہانزیب کسویٰ کو لیے بڑی حویلی پہنچ چکا تھا۔لیکن اچانک سے کال آنے پے وہ وہیں باہر رک گیا۔کسویٰ کو اندر جانے کا اشارہ کرتے خود اس سے فاصلہ بنا کے کھڑا خود موبائل پے بات کرنے لگا۔کسویٰ نے تھوڑی دیر رک اسے دیکھا لیکن پھر شال اچھے سے لپیٹے اس نے اندر کی جانب قدم بڑھائے جہاں اس وقت جرگہ بیٹھا ہوا تھا۔لیں آگئی۔۔۔منہ کالا کر کے۔سعدیہ بیگم تنفر سے بولیں۔کسویٰ کے چہرے کی دھیمی مسکان یکدم خغائب ہوئی۔چوہدرائین بھی کسویٰ کو حویلی کی دہلیز پے دیکھا۔وہیں رک جاؤ۔۔لڑکی۔۔۔!ان کی للکار پے کسویٰ کے قدم تھمے۔اور حیرت سے

سب کو دیکھا۔سب کی نظروں میں اسے اپنے لیے حقارت نظر آئی۔کہاں سے آرہی ہو۔۔؟کس کی اجازت سے حویلی سے باہر قدم رکھا تم نے۔۔؟؟

چوہدرائی ین نے غصہ سے پوچھا۔ارے چوہدائی ین جی۔۔اس سے پوچھیں۔۔کس کے ساتھ رات گزار کے آئی ہے۔۔؟؟ہماری عزت کا جنازہ نکال کے آئی ہے۔سعدیہ بیگم سخت غصہ اور حقارت سے بولیں۔ کسوی حیرانی کیکیفیت میں سب کو دیکھ رہی تھی۔اس کے کردار پہ کیپچڑ اچھالا جارہا تھا۔یہ جھوٹ ہے۔۔اپنی بکواس بند کرو۔چوہدرائی ن جی۔۔۔!میں تو کہتی ہوں۔ابھی اسی وقت جہانزیب کو بلوایں اور اسے بتائی یں۔اسکی بیوی رات کے اندھیرے میں منہ چھپا کے کسی کے ساتھ بھاگ گ ئی اور اب صبح کے اجلے میں واپس لوٹی ہے۔سعدیہ بس کر جاؤ۔۔اس کی بات تو سن لو۔۔۔!غزالہ بیگم سے برداشت نہ ہوا تو بیچ میں بول دیں۔دیکھ لیا ہے بھابھی۔۔۔!آپ کے بیٹے نے میری بیٹی کو ٹھکرا کے ٹاٹ میں پیوند لگایا ہے۔نجانے کس گھٹیا خاندان سے اٹھا کے لے آیا

ہے۔۔۔؟؟حسب ونسب کا بھین ہیں پتہ۔۔؟؟ان کے لہجے میں اتنی
حقارت تھی۔کہ کسوئی کولگا وہ جلتے کوئی لوں پے لٹادی گئی ہو۔اپنے اوپر
وہ سب سنتی چلی گئی لیکن جب بات اس کے والدین پے آئی وہ برداشت
اور لفظ بھی کسی نے نہ کر سکی۔بس۔۔۔۔!بہت ہو گیا۔اب اگرایک
میرے خادان کے بارے میں کہا۔۔تو اچھا نہیں ہو گا۔انگلی اٹھا کے وارن کیا
جب کہ آواز میں کپکپاہٹ تھی۔لیں۔۔جی۔۔۔چوہدائی ین کو
دھمکیاں۔۔؟؟سعدیہ بیگم نے جلتی پے تیل کا کام کیا۔تم واقعی ایک گھٹیا
خاندان کی لڑکی ہو۔۔۔جسے چھوٹے بڑے کا لحاظ تک نہیں۔۔۔کہ کس سے
کس انداز میں بات کرنی ہے۔چوہدرائی ن اب کی بار اسکے مقابل کھڑی
ہوئی ین۔میرے خاندان کو تو آپ رہنے ہی دیں۔لیکن آپ کی باتوں سے
میں آپ کے خاندان کو بہت اچھے سے جان گئی ہوں۔کہ آپ کا خاندان
کتنا اعلیٰ ہے۔چٹاخ۔۔۔گستاخ لڑکی۔!تمہاری جرات بھی کیسے
ہوئی۔۔۔ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بات کرنے کی۔تمہاری اتنی

اوقات نہیں۔۔ کہ ہم سے نظر اٹھا کے بات کر سکو۔ ہو تو ایک ونی ہی
ناں۔۔! اس لیے آئندہ اپنی اوقات میں رہ کے بات کرنا۔ چوہدرائن
اس قدر غصہ سے بولیں کہ سبھی منہ پہ ہاتھ رکھے دیکھتے رہ گئے۔ جب
کہ کسویٰ کو پھر اسی گال پہ تھپڑ پڑا تھا جس پہ کل رات اس شخص نے مارا
تھا۔ وہ گال پہ ہاتھ رکھے چوہدرائن کو غصیلی نظروں سے دیکھنے
لگی۔ نظریں نیچی کرو۔۔۔ وہ دراڈئن کو اسکا یوں آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا
سخت ناگوار گزرا۔ ان کا بات کا بنا کوئی اثر لیے کسویٰ انہیں بنا پلک جھپکے
دیکھتی رہی۔

کسویٰ۔۔۔؟؟ اچانک سے جہان کی پکار پہ سبھی نے مڑ کے اسے دیکھا۔ کیا
ہو رہا ہے یہ سب۔۔۔؟؟ اس کی سخت گیر آواز پہ کسی کی ہمت نہ ہوئی کچھ
بولنے کی۔ تمہاری بیوی کو چھوٹے بڑے کا کوئی لحاظ نہیں۔۔ دیکھو تو۔۔ کیسے
ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کھڑی ہے۔ چوہدرائن نے دانت

پیستے ہوئے کہا۔ جہان نے ایک نظر کسویٰ کو دیکھا۔ جو ابھی چوہدرائن کو
گھور رہی تھی۔ جہانزیب نے دل ہی دل میں اسکی حرکت پہ سر جھٹکا۔
کسویٰ۔۔۔! اپنی حد میں رہو۔۔۔! اور نظریں نیچی کرو ابھی اسی وقت۔۔
جہان نے غصہ سے اسے پکارا تو وہ دانت پیستی نظریں جھکا گئی۔ لیکن اپنی
صفائی میں اس بار ایک لفظ تک نہیں بولی۔ تمہاری بیوی رات بھر۔۔۔؟

دادی جان۔۔۔! کسویٰ میرے ساتھ تھی۔ اس سے پہلے کے وہ کچھ غلط
کہتیں جہانزیب نے فوراً بات اچکی غزالہ بیگم نے تشکر کا گہرا سانس خارج
کیا۔ اور سعدیہ کو دیکھا جس نے اس بار پہلو بدلا تھا۔ اگر وہ تمہارے ساتھ تھی
تو حویلی سے چھپ کے نکلنے کی کیا ضرورت تھی۔۔؟؟ کسی کو بتا کر جانا چاہیے
تھا ناں۔۔؟؟ اوپر سے سچ بتانے کی بجائے بحث کر رہی ہے۔ بد تمیزی کر رہی
ہے۔ چوہدرائن پھر بھی اپنی بات سے پیچھے نہ ہٹیں۔ کسویٰ۔۔۔! سادی
جان سے معافی مانگو۔ جہان نے ان کی بات کا جواب دیئے بنا کسویٰ سے

کہا جو زمین کو گھور رہی تھی۔ سب اسکی جانب متوجہ تھے۔ جہان کو اپنی بات ویوں اگنور کرنا ناگوار گزرا۔ کسویٰ۔۔۔۔! معافی مانگو۔۔ابھی اسی وقت۔ جہان نے غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا تو کسویٰ کی آنکھوں میں آنسو بہہ نکلے۔ میرا کوئی قصور نہیں۔ کسویٰ نے ہمت کرتے کہا۔ سنائی نہیں دیا۔۔؟؟ معافی مانگو دادی جان سے۔ اب کی بار اونچی آواز میں دھاڑا۔ کہ سبھی ایک پل کو سہم کے جہانزیب کو دیکھنے لگے۔ کسویٰ نے دانت پہ دانت رکھے چوہدرائی ین کو دیکھا۔ مجھے معاف کردیں۔ دھیرے سے کہتے وہ شکوہ کناں انداز میں جہان کو دیکھنے لگی جب کہ چوہدرائی ین نے رخ پھیر لیا۔ روم میں جاؤ۔ جہان کا اگلا حکم جاری ہوا تو کسویٰ نے ایک منٹ کی دیری کیے بنا کمرے کا رخ کیا۔ کمرے میں پہنچتے ہی اس نے جہان کی شال کو خود سے الگ کرتے دور بستر پہ اچھالا تھا۔ تھپڑ کی وجہ سے اسکا گال ابھی بھی دہک رہا تھا۔ اس کا سوجھا گال مزید سوجھ گیا تھا۔ لیکن اسے تھپڑ سے زیادہ ان الفاظ کی تکلیف پہنچی تھی جو چوہدرائی ین نے اس کے والدین کے لیے بولے تھے۔

وہاں لفظوں کو چاہ کے بھی نہیں بھلا پا رہی تھی۔ تھوڑی دیر خاموش آنسو بہانے کے بعد اس نے باتھ روم کا رخ کیا۔ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے سے چہرے پہ ڈالے تو دہکتے گال کو کچھ راحت ملی۔ اپنے سوجھے گال پہ ہاتھ پھیرا تو جلن سے ہوئی آنکھیں پھر سے آنسوؤں سے بھر گئی ہیں۔ گہرا سانس خارج کیا لیکن کسویٰ وہبکسویٰ تیمتار نے والوں میں سے نہیں تھی آج جو کچھ ہوا بہت غلط ہوا تھا۔ اور اینٹ کا جواب وہ پتھر سے دے گی۔ باہر نکلی تو تاول سے چہرہ پونچھنے لگی۔ اسی لمحے جہانزیب غصہ سے کمرے میں داخل ہوا۔ کسویٰ ٹھٹھکی۔

ارم کی رخصتی کے وقت تسلیم بیگم نے خود کو بامشکل سنبھالا ارم کی رخصتی ہوتے ہی ان کی نظریں وجاہت خان پہ جا ٹکیں نہ چاہتے ہوئے بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر لکھنے والے کا بچہ حضرت علی خان کی طرف قدم بڑھائے

مجاہد علی خان نے ان کا اپنی طرف انا محسوس کرتے وہاں سے باہر کی جانب قدم بڑھا دیے۔ مسٹر خان برسوں بعد وہی طرز تخاطب سنتے وجاہت خان کے قدم تھمے تھے دل بھی اختیار سے باہر ہوا تھا لیکن انہوں نے ان کے قدم تو تھمے لیکن وہ پلٹے نہیں جانتے تھے پلٹے تو مجسم بن جائیں گے ان کا نہ پلٹنا تسلیم بیگم کو دہری اذیت سے میں مبتلا کر گیا میلوں کے فاصلے تھے صدیوں کے فاصلے تھے جو سمٹ نہیں سکتے تھے ہماری بیٹی کا خیال رکھیے گا ڈھیرے سے کہتے ہیں وہ اپنے انسو ضبط کرتی رخ پھیر رہی تھی ان کی بات سنتے ہوئے جہاں خاموش ہی رہے جیسے لفظ لیے ہوئے تھے چاہتے تو بہت کچھ کہہ سکتے نہیں رہا تھا کہ وہ کچھ بھی کہتے اس لیے خاموشی کے تھے لیکن اب وقت ساتھ بارات کے ہمراہ باہر نکل گئے ماہ ماں کے قریب ایا اور ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھا امی یہ شخص کون تھا مہت کے سوال پہ انہوں نے روتی انکھوں سے بیٹے کو دیکھا اور اس کے گلے لگ گئی لیکن ان کے لب سے ادا نہ ہو سکا کہ وہ ارم کے والد تھے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کسویٰ جیسے ہی باتھ روم سے باہر نکلی جہان کمرے کا دروازہ کھولتا ہوا اندر داخل ہوا ٹاول سسے چہرہ خشک کرتی وہ سامنے تھی۔ جہان اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا کسویٰ نے اس کی جانب سے رخ پلٹ لیا. جواج جہاں زیب کو بری طرح چبھا تھا اور اگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے ٹاول لیا۔ بے اختیار ہی نظر اس کے گال پہ جا کہ رہی کسو یا یک بات ہمیشہ یاد رکھنا میں سب کچھ برداشت کروں گا لیکن دادی کے ساتھ کبھی بدتمیزی مت کرنا وہ اس گھر کی بڑی ہیں وہ جو کہتی ہیں اس کو سن لینا جہاں زیب نے اسے بہت پیار سے سمجھایا تو اس نے شکوہ کرنا انداز میں جہاں زیب کو دیکھا مسٹر جہان وہ مجھے کچھ بھی کہہ دے میں برداشت کرلوں گی لیکن انہوں نے میرے بابا کے بارے میں۔۔۔؟؟ ایک بار پھر کسویٰ کا لہجہ روندگیا وہ اپنی بات مکمل نہ کر

پائی جہانزیب نے گہرا سانس خارج کیا. جانتا ہوں دادو نے کچھ غلط ہی کہا ہو گا بعد کبھی تمہیں کوئی کچھ بھی نہیں کہے گا یہ وعدہ ہے میرا۔ لیکن اج کے یہاں آؤ۔۔۔میرے پاس! جہان نے اسے کھینچ کے اپنے قریب کیا۔ تو وہ منمناتے ع ئے خود کو چھڑانے لگی۔ کسوئ کا اتنا غصہ۔۔۔؟؟ جہان نے لب دانتوں تلے دبائے۔اب اگر بات نہ کی تو ایک لگا دوں گا۔۔؟؟ جہان نے پیر سے کہا۔

لیں۔۔۔یہ گال حاضر ہے۔۔جو کسر رہ گ ئی ہے۔وہ آپ تھپڑ مار کر پوری کر لیں۔۔ کسوئ نے بے تاثر انداز میں کہتے اپنا سوجھا ہوا گال جہان کے آگے کیا تو ایک پل کو جہانزیب کا دل اسکے سوجھے گال پے بری طرح دکھا۔اور اسکی کمر میں ہاتھ ڈالے خود سے قریب کیا۔کسوئ نے ناراضی سے نظریں جھکائی یں رکھیں۔اس لمحے وہ سیدھا جہان کے دل میں اتری جا رہی تھی۔ اس کے گالوں پے لبوں سے مرہم رکھتا وہ اس کی اذیت کو کم کرنے کی

کوشش کرنے لگا۔اس کے لبوں کا لمس کسویٰ کے دل پہ ہلکی ہلکی پھوار بن کے برسنے لگا۔اس کی پلکیں مزید جھکتی چلی جا رہی تھیں اس کی شرم وحیا جہان کو ہمیشہ سے بھاتی تھی۔اور اب تو اس پہ حق تھا پورا پورا۔اور اپنا حق تھوڑا سا وصول کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ایم سوری۔۔۔!جہان کے سرگوشی میں کہے الفاظ نے کسویٰ کو سخت حیرت میں ڈال دیا۔جس شخص سے وہ اتنے معاف کرنے کی بجائے اسے چھوڑ وقت سے معافی مانگ رہی تھی۔اور جو کے چلا جاتا تھا۔آج وہ معافی مانگ رہا تھا۔۔۔۔کیا ہوا ہے ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔۔۔؟؟اسکے دھیان سے دیکھنے کے انداز پہ تھوڑا محظوظ ہوا۔آپ۔۔مجھ سے معافی مانگ رہے ہیں؟اپنی بھنوئیں اچکاتے ہوئے اس نے بہت معصومیت سے جہاں زیب سے سوال کیا۔کیوں۔۔۔؟جہاں زیب اپنی بیوی سے معافی نہیں مانگ سکتا۔۔۔؟؟اس کے اتنے دلفریب انداز سے کہنے پہ کسویٰ کا دل بہت خوش ہوا تھا لیکن اس نے پھر بھی ظاہر نہ ہونے دیا چوہدری جہانزیب نہیں معافی مانگ سکتا لیکن مسٹر جہان مانگ سکتے ہیں اس

کے اترا کے کہنے پہ جہاں زیب نے اسے کی کمر کے گرد دونوں بازو حمائل
کرتے ہوئے اسے بہت ہی قریب کر لیا تھا چلو مسٹر جہان ہی سمجھ
کے۔۔۔! معاف کردو۔۔۔! اس کی ناک سے ناک رب کی تو کسویٰ کے
دل میں عجیب سی گدگدی ہوئی۔اور اگر میں معاف نہ کروں تو۔۔۔؟؟
ایک دلفریب ادا سے مسکرا کے کہا۔کیوں۔۔؟ کیوں معاف نہیں کرو
گی۔۔؟؟ کسویٰ جتنا بولنے کی ہمت کرتی۔اسکی کمر پے رقص کرتا جہان کی
انگلیوں کا لمس اسے شرم وحیا کے لبادھے میں لپیٹ رہا تھا. کیوں معاف
نہیں کریں گیں۔۔؟؟ جہان نے بھی سب کچھ بھلاتے اسے خود سے قریب
تر کرتے اسکی سانسوں کی گرمائش کو محسوس کیا۔اسکا دھڑکتا دل اس وقت
جہان باآسانی محسوس کر سکتا تھا۔آپ نے بھی تو مجھے اتنا عرصہ سزا دی۔۔۔
جب کہ میں نے آپ کو اپنے شوہر کے روپ میں دیکھتے رب کا شکر ادا کیا تھا۔
اور۔۔آپ۔۔۔مجھے سزا دے کے چلے گ ئے۔۔؟ شکوہ کناں انداز میں
کہتی وہ ایک بار پھر سے جہان کو وہ سب یاد کروا گ ئی۔جو وہ بھولنے کی

کوشش کررہاتھا۔خاموشی سے ہاتھ کھینچتاہٹاتاوہ پیچھے ہٹا تھا۔اور رخ پلٹا۔کہ کسویٰ نے اس کاہاتھ تھام لیا۔ایسے کریں گے۔تو میں کبھی معاف نہیں کروں گی۔آنکھیں پانیوں سے بھر گئی یں۔جہان نے ایک نظر اسکی آنکھوں کی سرخی پے ڈالی۔اور پھر سے اسکے گال کو دیکھتے وہ اب کی بار پوری شدت سے اسکے گال پے جھکتا اس کو حواس باختہ کر گیا۔اسکا یہ شدت بھرا انداز دیکھتی کسویٰ جی جان سے لرزی تھی۔کسویٰ! تمہارے سامنے کھڑا یہ شخص صرف تمہارا ہے۔مجھے تم سے صرف بھروسہ چاہیے۔۔۔آج کے بعد۔۔۔چاہے کچھ بھی ہو جائے۔۔۔مجھ سے کچھ مت چھپانا۔۔۔! اسے میرا حکم سمجھو۔ورنہ تم جانتی نہیں۔۔مسٹر جہان کو چوہدری جہانزیب بننے میں زیادہ وقت نہیں لگتا۔اور چوہدری جہانزیب اتنا سویٹ نہیں جتنا تمہارا مسٹر جہان ہے۔جہانزیب اسکے کانوں میں تنبیہہ بھری سرگوشی کرتا اسے بہت کچھ باور کروا گیا۔اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامے وہ اسے دیکھتی

اس کی صبیح پیشانی پے محبت کی پہلی مہر ثبت کر گئی۔جس نے جہان کے دل ودماغ میں سکون کی ایک لہر دوڑادی۔

مصطفی ارم کو رخصت کر کے مسٹر وجاہت خان کے گھر لا یا تھا۔عندیب اور لبنیٰ بیگم نے کافی اصرار کیا۔کہ وہ اسکے ساتھ اس کے گھر چلیں لیکن وہ نہ مانا۔اور اپنی ہی کر کے دم لیا۔وجاہت خان کے اچانک وہاں پہنچ جانے اور اس انکشاف پے کہ ارم ان کی بیٹی ہے۔فی الحال لبنیٰ بیگم اور ندیم صاحب نے چپ سادھی ہوئی تھی۔وجاہت صاحب کا ان کے ساتھ کیا تعلق تھا۔یہ بھی ابھی ایک راز تھا۔اور لبنیٰ بیگم وہ ایک سچائی جو چھپائے ہوئے تھیں۔اب دیکھنا تھا وہ کب کھلتی تھی۔کیونکہ اس سچائی کے کھلنے کے بعد۔۔بہت کچھ بدلنے والا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آؤ بیٹا۔۔۔! اسے اپنا گھر ہی سمجھو۔ اتنے بڑے بنگلے میں داخل ہوتے ارم نے گھونگھٹ سے ہی خوبصورت ماربلز کو دیکھا تھا۔ یہ وہ گھر نہیں تھا جہاں وہ مصطفی سے ملنے آچکی تھی۔ یہ کوئی اور گھر تھا۔ مصطفی اس کے ساتھ نہیں تھا شاید وہ اندر نہیں آیا تھا۔ ارم۔۔ نے صرف اندازہ ہی لگایا۔ اوگہرا سانس خارج کرتے اپنا گھونگھٹ الٹ دیا۔ سامنے کھڑے شخص کو دیکھتے اسکے ماتھے پے بل پڑے تھے۔ ان کے چہرے پے ابھی بھی چوٹوں کے نشان تھے۔ یا شاید وہ خود کو کمپوز کر رہے تھے کہ وہ ٹھیک ہیں۔ ارم وک ایسا محسوس ہوا۔ ان کی آنکھوں میں ارم کے لیے تڑپ اور محبت تھی۔ ارم بیٹا۔۔۔! آپ۔۔۔؟؟ روم کس طرف ہے۔۔؟ مجھے نیند آرہی ہے۔ رخ پھیرے بنا کسی تاثر کے کہا۔ تو وہ لب بھینچ گئے۔ میڈ کو پکارا۔ اور ارم کو روم میں لے جانے کا کہا۔

ارم انہیں نظر انداز کرتی آگے بڑھ گ ئی۔اس کے جاتے ہی ان کی آنکسوں میں رے آنسو بہہ نکلے۔وقت نے ان سے کڑے امتحان لیے تھے۔اور آگے بھی نجانے کیا کچھ انہیں دیکھنے کو ملنے والا تھا۔کیا ہوا انکل۔۔؟؟آپ کی آنکھوں میں آنسو۔۔۔؟؟مصطفیٰ نے ان کی نم آنکھیں دیکھ لی تھیں۔جب کہ ارم کو منہ بنا کے وہاں سے جاتے بھی وہ دیکھ چکا تھا۔ارے نہیں۔۔کچھ نہیں۔۔س اتنے عرصے بعد اپنی بیٹی کو دیکھا تو۔۔۔آنکھیں نم ہو گ ئی یں۔چھوٹی سی تھی۔جب دیکھا تھا۔اب تو ماشاءاللہ بڑی ہو گ ئی ہے۔انہوں نے بات کو ٹالا تھا۔انکل!آپ چلیں روم میں۔۔آرام کریں۔صبح بات ہو گی۔ریلیکس رہیں پلیز۔۔۔!انہیں کمرے تک لے جاتے وہ محبت اور فکر مندی سے بولا۔تو وہ اثبات میں سر ہلاتے اس کے ہمراہ ادا سی سے چل دئی یے۔انہیں کمرے می ں لے ھاتے میڈیسن وغیرہ دیتے مصطفیٰ کا اچھا خاص وقت لگ گیا تھا۔لائی ٹ آف کرتا وہ باہر نکلا۔اب اس کا رخ اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔جو آج سے اب صرف اس کا نہیں رہا تھا۔بکہ

بانٹنا پڑتا۔ دھاڑ کی آواز سے دروازہ کھلا تھا۔ ایک عدحسین دوشیزہ کے ساتھ ارم کی نظریں اا طرف اٹھیں۔ کیا بے ہودگی ہے یہ۔۔؟؟ تمہیں کوئی احساس ہے۔۔؟؟ تم نے انکل کا کتنا دل دکھایا ہے۔۔؟؟ مصطفیٰ جارحانہ تیور کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ جہاں ارم پہلے ہی غصہ سے بھری بیٹھی تھی۔ دل۔۔۔؟؟ ان کے پاس دل ہے۔۔؟؟؟ الٹا وہ اس سے دوبدو سوال و جواب کرنے لگی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو مصطفیٰ اسکا یہ گھائل کر دینے والا روپ بھی اگنور نہ کرتا۔ لیکن بات اس وقت بات اسکے انکل کی تھی۔ اور ان کے لیے وہ کوئی کمپرومائز نہیں کر سکتا تھا۔ اپنی زبان کو کنٹرول کرو۔ اس زبان کے جوہر صرف میرے سامنے دکھایا کرو۔ سب کے سامنے نہیں۔۔۔ اور آئندہ اگر انکل کے ساتھ بدتمیزی کی یا ان کا دل دکھایا۔ تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ مصطفیٰ نے اسے انگلی اٹھا کے وارن کیا۔ تو ارم نے سر جھٹکا۔ ارم کے ! آپ سے برا اور کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔۔۔ مسٹر ایم۔کے۔۔۔ اندر بہت کچھ ٹوٹ چکا تھا۔ سبھی نے ہمیشہ اپنے مطلب کے لیے اسکی زات کا

استعمال کیا۔اور مصطفیٰ جسے وہ ایک اچھا انسان سمجھی تھی۔جو کسوی کو ڈھونڈنے میں اسکی مدد کرنے والا تھا۔اب اسے مصطفیٰ بھی ان سب میں سے ہی ایک نظر آرہا تھا۔اس کا بھروسہ اٹھ گیا تھا۔ایم۔کے نے بازو سے پکڑ کے اسے غصہ سے اپنی جانب کھینچا کے وہ لڑکھڑائی تھی۔ابھی تم نے میرا برا روپ تو دیکھا ہی نہیں۔۔۔جس دن دیکھ لو گی۔۔دوبارہ دیکھنے کی حسرت نہیں رہے گی۔مجھے کسی بھی چیز کی اب کوئی حسرت نہیں رہی۔۔۔۔مسٹر مصطفیٰ!اس لیے مجھ پہ یہ شوہروں والا رعب ڈالنا بند کریں۔ارم بنا اس سے ڈرے یا دھمکے اپنی بات مکمل کرتی اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔جو اس وقت شدتِ غضب سے انتہائی لال ہو چکا تھا۔میرے انکل کو تمہاری وجہ سے کچھ بھی ہوا۔۔۔یا تم نے ان کا دل دکھایا۔تو ہمارے بیچ کی ڈیل اسی وقت ختم۔تم اپنے راستے۔۔۔میں اپنے راستے۔آآآآآپ۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ اپنی بات سے مکر رہے ہیں۔۔۔یہ شادی۔۔ایک ڈیل کے تحت ہوئی ہے۔آپ کو میری بہن کو ڈھونڈنا ہوگا۔ارم تیز لہجے میں بولی تھی۔اس ڈیل کے

مطابق۔۔۔ تمہیں میرے والدین سے عزت سے پیش آنا ہو گا۔اوت انکل وجاہت میرے لیے اس دنیا میں سب سے بڑھ کر میرے انکل ہیں۔اس لیے ان کی تللیف پے مجھے تکلیف ہو گی۔اور جب مجھے تکلیف پو گی۔۔۔ تو ظاہری بات ہے ڈیل کو کون چلائے گا۔۔۔؟؟اس لیے ابھی بھی وقت ہے خود وسدھار لو۔۔۔اب کی بار ٹھنڈے لہجے میں کہا تو ارم خاموش رہی۔

لیکن آنکھیں نم ہوئی تھیں۔یہ فضول کے ٹسوے میرے سامنے مت بہانا۔روتی ہوئی لڑکیوں سے سخت چڑ ہے مجھے۔پاکٹ می ں ہاتھ ڈالے ماتھے پے دو بل سجائے بہت سنجیدہ انداز میں بولا تھا۔مجھے بیکوئی شوق نہیں۔۔اپنے آنسو آپ جیسے بے حس انسان پے ضائی ع کروں پاؤں پٹخ دل کے بولتی وہ اندازے سے باتھ روم کارخ کر گ ئی۔جب کہ مصطفیٰ سے مسکایا تھا۔بناپٹری کے ایکسپریس۔۔۔ چلتی ہی جاتی ہے سر جھٹکتا وہ بستر پے نیم دراز ہوا۔ابھیتو سونے پے ایکنالگ دین کری ایٹ کرے گی

میڈم۔۔۔مزہ آئے گا۔۔۔وہ پر سوچ انداز میں دل ہی دل میں ارم کو سوچتے مسکرا رہا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔

پری! ڈونٹ موو۔۔۔! اس وقت برہان کا دل سوکھے پتے کیمانند لرز رہا تھا۔جب کہ پری اسے حیرانی سے دیکھتی بھنوئیں اچکا گئی۔جب کہ برہان اسے چاہ کے بھی نہ بتا سکا کہ۔۔۔؟؟؟

برہان کمرے میں آیا تو پری شیشے کے سامنے کھڑی بال سنوار رہی تھی۔ برہان نے اسے نظر انداز کیا تو پری نے بھی اسے اسی کے نظر انداز کر دیا۔

برہان کبرڈ سے فائل نکالتا ایک اچٹتی نگاہ اس پہ ڈالتا ٹھٹکا۔اس کا دل جیسے ساکت ہوا۔

پری! ڈونٹ موو۔۔۔! اس وقت برہان کا دل سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔جب کہ پری اسے حیرانی سے دیکھتی بھنوئیں اچکا گئی۔اور برہان اسے چاہ کے بھی نہ بتا سکا کہ۔۔اس وقت اسکی پشت پہ کیا ہے۔فائل دھیرے سے ایک طرف رکھتے ہوئے ایک ایک قدم بڑھاتا پری کے پاس آیا۔پری اسٹیچو بنی کھڑی تھی۔وہ ہلتی کہ برہان نے نفیمیں سر ہلاتے اسے روکا۔اور پری کا دوپٹہ دھیرے سے اسکے کندھے سے اتارنے لگا۔پری تو جان سے لرز ہی اٹھی۔وہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔۔؟؟ ماتھے پہ بل ڈالے برہان کو دیکھا۔جس کی نظریں اسکی پشت پہ تھیں۔اس کی ایکٹنگ پہ پری کا جی چاہا اسے اچھی خاصی سنا دے۔جو نجانے کیا کر رہا تھا۔اچانک سے برہان نے وہ دوپٹہ اس کی کمر پہ ڈال کے اس چیز کو دبوچا تھا۔پری کی

چینخ نکل گ ئی۔ فوراً گنگ بنی منہ پے ہاتھ رکھے برہان کو دیکھنے لگی۔ اور نظ جس میں سے ایک بہت بڑا اس کے ہاتھ میں پکڑے دوپٹے پے جا ٹھہری۔ کالا بچھو جھانک رہا تھا۔ اسے دیکھتے پری کے رونگٹے کھڑے ہوئے۔ اس کی حالت بگڑنے لگی تھی۔ اپنیکمر کو وہ بے ارادی ہی جھاڑنے لگی۔ بری طرح ڈر گ ئی تھی وہ۔۔۔ اپنے جسم پے اسے اب بچھو ہی رینگتے محسوس ہو رہے تھے۔ برہان اسے باہر گیلری میں لے جاتا اس کا کام تمام کر چکا تھا۔ واپس پلٹا تو پری ابھی بھی خود کو جھاڑنے میں لگی تھی۔ اسکے جسم کے دلنشیں رعنائیوں پے وہ ٹھٹھکا تھا۔ وہ مکمل حسن اس کا تھا۔ اس کی ملکیت تھا۔ اس پے پورا پورا اختیار رکھتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اسے وہ ملہت دی ئے ہوئے تھا۔ کیوں۔۔؟؟ یہ وہ سوال تھا۔ جو آج پہلی بار برہانےنے خود سے کیا تھا۔ وہ اس سے آج بھی محبت کرتا تھا۔ اس بات کا ادراک ہوتا وہ بری طرح گڑبڑایا۔ اور نظریں پھیر گیا۔ لیکن بھٹکتی ہوئی اسکے حسین سراپے پے جا ٹھہری۔ اس بار وہ نگاہوں کو نہیں ہٹا پایا تھا۔ اور میکانکی سی کیفیت میں

اسکیجانب پیش قدمی کی جو ابھی تک اپنے کپڑوں کو جھاڑتے روہانسی ہو گئی تھی۔ برہان قریب آیا۔اس نے محسوس ہی نہ کیا۔اچانک اس کی نظر ایک چھپکلی پے جا ٹھہری اور وہ اپنے سامنے کھڑے برہان کے سینے سے جا لگی۔اور رونے لگی۔ شی۔۔۔۔۔۔! برہان نے اسے اپنے سینے سے لگاتے بہت نرمی سے اسکے نرم و نازک وجود کو سمیٹا تھا۔خود پے فوراً قابو پاتی اپنی پوزیشن کا احساس ہوا تو نظریں جھکائے زرا کی زرا پیچھے ہوئی۔وہ بچھو۔۔۔؟؟؟بچوں کی طرح ہکلائی تھی۔کوئی نہیں۔۔۔۔ہے یہاں۔! ہمم۔۔۔۔برہان نے بہت پیار سے اس کے گال پے آئے آنسو صاف کیے۔ اس پل پری کی تمام حساسیات جاگیں۔اور خود کو برہان سے الگ کرنا چاہا۔ برہان کا ہاتھ جھٹکا تھا۔اچھا ہوتا مر جاتی۔۔جان چھوٹ جاتی آپ کی بھی۔۔۔ اور میری بھی۔وہ روہانسے ہوتے بولی تھی۔جب کہ برہان نے ابھی تک رہا اسے اپنے سینے میں بھینچ رکھا تھا۔اور نظریں پورے کمرے میں دوڑا تھا۔کہ کہیں مزید کوئی خطرہ تو نہیں۔یار رونا تو بند کرو۔۔۔۔! برہان زچ

ہوا تھا۔ پری نے سر اٹھا کے اسے دیکھا اور خود کو اس کے حصار سے چھڑانا چاہا لیکن برہان کا ارادہ اسے بالکل چھوڑنے کا نہ تھا۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔! وہ روتی ہوئی نروٹھے انداز میں بولی۔ چھوڑنے کے لیے نہیں تھاما تھا۔ اسے سختی سے خود میں بھینچا۔ شکوہ کناں انداز میں برہان کو ایک نظر دیکھتی وہ اسکے سینے پے دونوں ہتھیلیاں جما گئی۔ اپنے جذبات اپنی نئی بیوی کے لیے سنبھال کے رکھیں۔ اس کے خفگی بھرے انداز سے کہنے پے برہان بمشکل اپنی مسکراہٹ چھپا پایا۔ اس کے لبوں کے قریب جھکتے وہ اسے سمیٹنے پے مجبور کر گیا۔ دوسری تو بعد میں آئے گی۔ پہلے پہلی والی پے تو اپنے جذبات نچھاور کر لوں۔ وہ بے اختیار ہوتا اسکے گلابی لبوں پے جھکا تھا۔ کہ اسی لمحے دروازہ پے دستک ہوئی۔ وہ دونوں ہی چونکے۔ جب کہ برہان اچھا خاصا بدمزہ ہوا تھا۔ پر کی طرف اسکا دوپٹہ بڑھاتے وہ خود دروازہ کھولنے کے لیے آگے بڑھا۔ کیا ہے۔۔۔؟؟ بولو۔۔۔؟؟؟ برہان دروازے پے ایستادہ گھبرائی ہوئی ملازمہ کو دیکھا۔ جو حیران وپریشان نظروں سے برہان کو دیکھ رہی تھی۔ برہان کے

سر لہجے پہ وہ گڑ بڑا گ ئی۔جی وہ۔۔؟؟ بڑی بیگم صاحبہ نے۔۔۔۔پری
بی بی کو بلایا ہے۔وہ ملازمہ فوراً اپنی صفائی دینے لگی۔ٹھیک ہے تم جاؤ۔۔۔!
برہان تھوڑا کرخت لہجے میں کہتے دروازہ زور سے بند کر گیا۔ملازمہ سرپٹ
بھاگی تھی دروازے سے لوٹتا وہ پری کے پاس آیا جو سلیقے سے سر پہ دوپٹہ
اوڑھ رہی تھی۔اب کافی حد تک اسکی حالت سنبھل چکی تھی۔لیکن برہان کی
حالت اب شاید ہی سنبھل پاتی وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈالت اسے خود سے
قریب کرتا بہکا تھا۔برہان۔۔۔؟؟ کیا کر رہے ہیں۔۔؟؟ چھوڑیں مجھے۔۔۔
وہ بری طرح جھٹپٹائی۔لیکن برہان نے اسکی ایک نہ سنی۔اور بستر پہ لے
پن کیا۔لیومی۔۔۔۔! وہ غصہ سے جاتے اسکی کلائی یوں کو تکیے کے ساتھ
غراتے بولی۔چھوڑنے کے یے نہیں نکاح کیا تھا۔گھمبیر لہجے میں کہتے وہ اسکی
گردن میں منہ چھپا گیا اور اتنے سخت غصہ کے باوجود پری کی ہنسی نکل
گ ئی۔برہان نے ماتھے پہ بل ڈالے اسے گھورا۔پلیز۔۔۔مت
کریں۔۔۔وہ منت بھرے لہجے میں بولیم جب برنہان نے اپنا نرم لمس اسکی

گردن پے چھوڑا تو وہ کھلکھلا کے مسکرائی۔پری۔۔۔؟؟ برہان کو اس کے ہنسنے کی وجہ بالکل سمجھ نہیں آ رہی تھی۔اس وقت اسے پری کی قربت کا نشہ تھا۔اور وہ سمجھ نہ پا رہا تھا کہ بجائے شرمانے لجھانے کے وہ ہس کیوں رہی ہے۔۔؟؟ بررررررہاااانن۔۔۔۔۔مجھے۔۔۔مت کریں ایسا۔۔پلیز۔۔اسکی آنکھوں میں آنسو بھر گئے تھے۔کیوں۔۔۔؟؟ کیوں نہ کروں۔۔؟؟ حق رکھتا ہوں تم پے۔۔۔پورا پورا۔۔۔! برہان زرا کا زرا بگڑا۔پری لب کاٹنے گی لیکن برہان کو وجہ نہ بتا سکی برہان کو اس کا لب کاٹنا گوار گزرا۔دھیرے جھکتا اسکے لبوں کو اپنے شکنجے میں لیا۔کہ وہ ساکت سے اسکے لبوں پے آنکھیں پھاڑے برہان کی بند آنکھوں کو دیکھے گئی جو شاید کسی اور ہی دنیا میں تھا قطرہ قطرہ اس کی سانسوں کو پیتا وہ اس کے ہوش ٹھلانے لگا گیا۔

آئندہ میرے سامنے ان لبوں کو تکلیف دی۔۔تو اس سے بھی بڑی سزا دوں گا۔اس کے گیلے شربتی ہونٹوں کو انگوٹھے سے مسلتا وہ پیچھے ہٹا تھا۔پری کی قربت اس کے دل پے ٹھنڈی پھوار بن کے برس رہی تھی۔اسکے اٹھتے ہی

پری اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنبھالتی برہان کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ جو کبرڈ میں سر گھسائے کچھ تلاش کر رہا تھا۔ اب یہاں میرے پاس آ کے مت کھڑی ہو۔ جاؤ۔۔! امی جان بلا رہی ہیں۔۔ برہان نے بنا اسکی جانب دیکھے کہا تو وہ غصہ سے اسکی پشت کو گھورا۔ کتنی جلدی بدل گیا تھا۔۔۔ ابھی کچھ دیر پہلے کیسا جنونی ہو تھا۔ اور اب۔۔۔ کیسے انجان بن رہا تھا۔ ایسے مت دیکھو۔۔۔ جذبات بے قابو ہوئے تو بہت مشکل میں پڑ جائے گی تمہاری ننھی سی جان۔ کبرڈ کو بند کر کے اسکی جانب گہری نظروں سے دیکھتا وہ گہری سانس بھر گیا۔ اسکی بات کا مفہوم سمجھتے اسکے گال دہک اٹھے تھے۔ اور بنا ایک پل کی دیری کیے وہ کمرے سے ہی باہر نکل گ ئی۔ اسکی پھرتیاں دیکھتا برہاز یرِلب مسکرایا۔

ساری رات صوفے پہ سونے سے اسکی کمر اکڑ گئی تھی۔ کتنے آرام سے وہ بستر پہ سویا تھا۔ ارم نے کلس کے مصطفیٰ کی جانب دیکھا۔ اور گردن پہ ہاتھ پھیرتے اسے جھٹکا دیا۔ بے مروت انسان۔۔۔! زرا سی بھی انسانیت نہیں۔۔۔ نئی نویلی دلہن کی یہ عزت ہے۔۔۔ ارم نے روہانسے ہوتے سوچا۔ لیکن اپنی بات پہ خود ہی ٹھٹھکی۔ نئی نویلی دلہن۔۔؟؟ ہونہہ۔۔۔۔ شادی کہاں ہے یہ۔۔؟؟ جسٹ ایک ڈیل۔۔ چھ ماہ اور آپی کے مل جانے کے بعد۔۔ یہ ڈیل ختم۔۔۔۔ اور شادی۔۔۔؟؟ کیا۔۔۔ ہمارا نکاح بھی ختمہو جائے گا۔۔؟؟ ارم خود کی ہی سوچوں میں گھری تھی۔ جب مصطفیٰ کی آنکھ کھلی۔ مراقبے سے باہر آجاؤ۔۔ تو مجھے بیڈ ٹی بنا کے لاؤ۔ مندی مندی آنکھوں سے ارم کو دیکھتے وہیں سے آرڈر جاری کیا۔ ارم کے تو سر لگی پیر بجھی۔ دماغ تو ٹھیک ہے آپ کا۔۔؟؟ شادی کی پہلی صبح میں آپ کے لیے بیڈ ٹی بنا کے لاؤں گی۔؟؟ ارم پاؤں پٹختی اسکے سر پہ جا پہنچی۔ مصطفیٰ نے دھیرے سے آنکھیں وا کرتے اس بپھری شیرنی کو دیکھا جو آپے

سے باہر ہو رہی تھی۔ بنا ایک پل کی دیری کیے بنا مصطفی نے اسکی کلائی تھامے اپنی طرف کھینچا۔ وہ ان بیلنس ہوتی اس کے اوپر جا گری۔ اس اچانک افتاد پے اس کا رنگ لٹھے کی مانند سفید ہوا۔ سر اٹھا کے اسکو دیکھا جس کی آنکھوں میں خماری تھی۔ کیا کہا۔۔۔؟؟ شادی کی پہلی صبح۔۔۔؟؟ مجھے تو احساس ہی نہیں ہوا۔۔ ہماری شادی ہوئی۔۔؟؟ نیند کی خماری میں آنکھوں میں لال ڈورے لیے وہ ارم کو ساکت کر گیا۔ ارم کو سمجھ نہ آیا وہ کا بولے۔ اس شخص کا حصار اسے ہر طرف سے غافل کر دیتا تھا۔ عجیب سا طلسم تھا اس شخص کی قربت میں کہ ارم کا دل پسلیاں توڑ کے باہر آنے کو مچلتا تھا۔ کیا ہوا۔۔؟ ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔۔؟؟ اتنا خوبصورت اور ہینڈسم شخص پہلے کبھی دیکھا نہیں۔۔؟؟ مصطفی نے اس کا محویت سے دیکھنا نوٹ کر لیا تھا۔ ارم گڑ گبڑ گئی۔ اور مصطفی کے سینے پے ہاتھ رکھتے اٹھنا چاہا۔ کہ اسکی کمر پکے گرد مصطفی نے حصار مضبوط کیا۔ مسٹر۔۔۔ ایم۔ کے۔۔۔۔۔۔؟؟؟ وہ ماتھے پے بل ڈالے بولی۔ یس مسز۔۔ ایم۔ کے۔۔ اسی انداز میں جواب دیا۔ پلیز۔۔

مجھے چھوڑیں۔۔مجھے باتھ روم جانا ہے چبا چبا کے ایک ایک لفظ کہا۔اور میری بیڈٹی۔۔؟؟ایم۔کے کی سوئی ابھی بھی وہیں اٹکی تھی۔آپ چھوڑیں گے تو جاؤں گی ناں۔۔؟؟ارمنے زچ آتے کہا تو مصطفیٰ نے اپنا حصار توڑ دیا۔

مسٹر ایم۔کے وہ رہا انٹرکام۔۔۔۔میڈ کو آرڈر کریں۔آپ کی بیڈٹی پہنچا دے گی۔بائی۔جھٹ سے کہتے وہ جھپاک سے باتھ روم کے دروازے میں غائی ہوئی۔مصطفیٰ واپس آنکھیں موندے لیٹ گیا۔ارم کا نازک سراپہ آنکھوں یں گھوم رہا تھا۔اس کا نرمو نازک سراپا وہ ابھی بھی محسوس کر رہا تھا۔اسے چھونے کا ہر عمل بے اختیار ہوتا تھا۔جسے وہ اپنی ملکیت سمجھ کے چھوتا تھا۔اور یہی سچ تھا ارماسکی لائی ف میں ہلچل مچانے والی اور اس کے دل تک رسائی حاصل کرنے والی پہلی لڑکی تھی۔

شام کو ولیمہ کا فنکشن اپنے اختتام کو پہنچا تھا تقریباً کافی مہمان اب جا چکے تھے۔اسی وقت مصطفٰی کے نمبر پے کسی کی کال آنے لگی تو اسکے چہرے پے مسکان سج گ ئی۔کال رسیو کرتا وہ اسٹیج سے اتر گیا اس کا چہرہ بہت ہشاش بشاش لگ رہا تھا.ارم نے کن اکھیوں سے اسکا مسکراتا چہرہ دیکھا۔وہ بہت کم مسکراتا تھا۔کسی بات پے وہ قہقہ گا کے ہنسا تو ارم مزید حیران ہوئی۔بالکل۔۔ جہان بھائی۔۔۔!آپ بلائیں اور ہم نہ آئیں۔۔ایسا ممکن ہے بھلا۔۔؟؟ مصطفٰی نے جہان کی شادی میں شرکت نہ کرنے کی معذرت کے ساتھ انہیں گاؤں آنے کی دعوت بھی دے ڈالی۔جسے مصطفٰی نے فوراً قبول کر لیا۔کال بند کرتا وہ واپس مڑا تو عندلیب نے اسے روک لیا۔اور دعوت کا پوچھنے گی۔

مصطفٰی نے فی الحال انکار کر دیا۔اسے کل ارم۔کو لے کے ایک دوست کی پارٹی میں جانا تھا۔اور پھر جہان کے گاؤں۔۔وہاں کافی وقت لگ جانا تھا اسے۔عندلیب کی دعوت کو پھر کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھا۔آج مسٹر

ندیم اور لبنیٰ بیگم کے اصرار پہ وہ ارم کو لیے ان کی طرف گیا تھا۔ارم کو تو لبنیٰ بیگمو یسے بھی بہت پسند تھیں.اور اس رات وہ وہاں خود نہ رہا۔بلکہ ارم کو لبنیٰ بیگم کے پا چھوڑ کے وہ خود وجاہت انکل کی طرف چلا گیا وہ اکیلے تھے۔ اور ان کے اکیلے پن کے خیال سے وہ وہاں ان کے پاس ہی رکنا چاہتا تھا ارم البتہ بہت خوش تھی۔ تسلیم بیگمو لیمہ پے بہت کم وقت کے لیے آئی تھیں۔ انکی طبعیت ٹھیک نہیں تھی ارم کے ساتھ جانے کے اصرار کے باوجود وہ اسے ساتھ لے کے نہیں گ ئی تھیں۔ مہد کو امی کا خیال رکھنے کا کہہ کے انہیں رخصت کیا۔جب کہ ماموں کی فیملی سے کوئی نہیں آیا تھا۔ جس کا ارم بس افسوس ہی کر سکی۔ لیکن دکھ رتی برابر نہ تھا۔

صبح ہوتے ہی مصطفیٰ وہاں آن پہنچا۔ناشتے کی ٹیبل پے اس نے بھی سب کو جوائن کیا۔جب کہ ایک سرسری نظر ارم پے بھی ڈالی جو کافی خوش باش لگی۔لبنیٰ بیگم نے انہیں ناشتے کے بعد رخصت کیا۔ندیم صاحب اور بلبنیٰ بیگم نے ارم اور مصطفیٰ کو شادی کا گفٹ دیا۔ایک اینولپ تھا جسے ارم نے بعد میں کھولنے کا ارادہ کیا اور خشی سے ان کا شکریہ ادا کرتے وہ مصطفیٰ کے ہمراہ گھر آگئی۔جہاں وجاہت خان بے صبری سے ان کا انتظار کر رہے تھے۔

مصطفیٰ کی گھوری کی وجہ سے ارم نے آگے بڑھ کے وجاہت خان کو سلام کیا۔تو انہوں نے مسکرا کے اس کے سر پے ہاتھ رکھا۔ارم بنا کچھ بھی مزید کہے سنے بغیر کمرے میں آگئی۔ابھی اس نے اینولپ کھولا نہیں تھا۔کہ مصطفیٰ کمرے میں آیا۔آج شام تیار رہنا۔۔ایک دوست کی طرف پارٹی ہے۔وہاں جانا ہے۔ارم۔کو اس کی بات سنتے پھرپتنگے لگے۔اینولپ وہیں ایک طرف چھوڑے وہ اسکے پاس پہنچی۔

ہمارے بیچ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی مسٹر ایم۔کے۔۔۔؟؟میں آپ کے ساتھ کسی پارٹی میں نہیں جاؤں گی۔ارم اسکے دئیے ہوئے ڈریس کو ایک طرف غصہ سے رکھتی ایم۔کے کو بھی غصہ دلا گئی۔وہ اس کی طرف جارحانہ انداز میں بڑھا۔جانتا ہوں۔۔بہت اچھی طرح۔کیا طے ہوا تھا کیا نہیں۔۔لیکن چھپا کے نہیں رخصت کر کے لایا تمہیں۔۔پوری دنیا کے سامنے نکاح کیا ہے۔بیوی ہو میری۔۔۔!اور جب جب جہاں جہاں میں جاؤں گا۔تمہیں ساتھ جانا ہو گا۔ سمجھی تم۔۔۔!اب جاؤ اور ریڈی ہو۔

ایم۔کے قطعی انداز میں مخاطب ہوتا ارم کو باغی کر رہا تھا۔آپ مجھ پے حکم نہیں چلا سکتے۔۔۔ملکیت نہیں آپ کی۔خریدا نہیں آپ نے مجھے۔جو میرے ساتھ زور زبردستی۔۔؟؟اپنی زبان کو اتنا ہی کھولو۔۔۔جو بعد میں سہہ سکو۔مسز ارم مصطفی خان!نکاح میں ہو میرے۔بیوی ہو میری۔۔۔اور سب کی رضامندی سے رخصت کروا کے لایا ہوں۔اس لیے یہ ملکیت کا شور شرابا بند کرو۔تم واقعی میں اب میری ملکیت ہو۔

مسز ارم مصطفیٰ خان! نکاح میں ہو میرے۔بیوی ہو میری۔۔۔اور سب کی رضامندی سے رخصت کروا کے لایا ہوں۔اس لیے یہ ملکیت کا شور شرابا بند کرو۔تم واقعی میں اب میری ملکیت ہو۔مصطفی خان اس کی باتوں سے بہت زیادہ غصے میں ایا تھا اس لیے وہ سب بول دیا جو وہ نہیں بولنا چاہتا تھا اس کی باتیں سنتی ہوئی ارم ایک پل کو سکتے میں چلی گئی وہ کیا کہہ رہا تھا یہ ایک ڈیل تھی جو کبھی بھی ختم ہو سکتی تھی اور اب وہ اسے کہہ رہا ہے کہ وہ اس کی ملکیت ہے۔۔۔۔وہ کیسے اس کی ملکیت ہو سکتی ہے۔۔۔۔؟؟جب کہ ڈیل ختم ہونے کے بعد اس کے اور ارم کے راستے الگ ہو جانے تھے ارم نے غصے سے اپنا بازو وایم۔کے کے ہاتھوں سے جھٹکا دیتے چھڑایا۔نہں ہوں میں آپ کی بیوی۔۔۔صرف ایک کانٹریکٹ میرج ہے۔ہمارے بیچ۔آپ کی خواہش پے یہ کانٹریکٹ ہوا تھا۔اب آپ مجھ پے نکاح کو لے کے حق نہیں جتا

سکتے۔ارم کوایم۔کے کا حق ملکیت جتاناطیش دلا گیا تھا۔ تم۔۔۔م؟ وہ کچھ کہتا کہ اسی وقت اس کے موبائ ل پہ کال آنے لگی۔ موبائ ل کو غصہ سے دیکھتا وہ اسے اگنور کر گیا۔اور ارم کی طرف مڑا۔یونو۔۔۔!جب کسی کو اوقات سے بڑھ کے مل جائے۔تو ایسا ہی ہوتا ہے۔وہ کہہ کے جانے گا۔کہ ارم نے اسکی بازو پکڑ کے اپنی طرف موڑا۔کہنا کیا چاہتے ہیں آپ۔۔؟؟ارم کو اس وقت اسکی یہ بات بہت سخت دل میں کبھی تھی۔وہی جو تم نے سمجھا تمہاری اتنی اوقات نہیں تھی۔کہ تمہیں ایم۔کے ملتا۔۔۔لیکن اب اوقات سے بڑھ کے مل گیا ہے۔تو اپنی لمٹس کراس کر رہی ہو۔۔۔۔ایم۔کے بنا کسی لحاظ کے بولتا اسے گنگ کر گیا۔ہو گیا آپ کا۔۔؟؟بول لیا آپ نے۔۔؟ تو اب میری بھی سنیں۔ارم اکمل شیخ نے کبھی ایم۔کے کی خواہش کی ہی نہیں۔۔اس لیے خود کو آسمان مت سمجھیں۔۔۔جس کو چھونے کے یے ارم نے ان پیپرز پہ سائ ن کیا۔دراز سے پیپرز نکال کے لاتے وہ ہذیانی انداز میں بولی تھی ایمکے اس کے تیور ہی دیکھے جارہا تھا۔آپ۔۔۔ہو کیا۔۔؟کیا ہے

آپ میں۔۔؟؟جو میں آپ کی طلب کروں۔۔؟؟ارم نے اسکے سینے پے ہتھیلی سے دھکا دیا۔لیکن وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہٹا۔تمہاری اتنی حیثیت ہیںنہیں کہ تم میری طلب کرو۔۔۔اسکی کلائی کو سختی سے دبوچے وہ غراتے ہوئے بولا۔ناچاہتے ہوئے بھی بہت ضبط کے باوجود ارم کے آنکھوں کے رونے بھیگ گ ئے۔وہ اتنی مضبوط نہ تھی کہ سامنے والے کی اتنی زیادہ تزی سہہ سکتی۔اور ایک بات اور۔۔۔تمہارے باپ کا نام وجاہت خان ہے۔نہ کہ اکمل شیخ۔۔اس لیے آئندہ۔۔؟؟

Zubi Novels Zone

بہت ہو گیا۔۔مسٹر ایم۔کے۔۔۔!آپ چاہتے ہیں ناں۔۔میں آپ کے ساتھ پارٹی پے چلوں تو ٹھیک ہے میں چلوں گی۔خود کو آپ کی بیوی کی حیثیت سے متعارف کرواؤں گی۔لیکن۔۔۔باپ کی جگہ صرف اکمل شیخ کا نام ہی لکھا جائے گا۔آپ کے انکل کا نہیں۔۔۔۔۔!اسلیے ان کا نام میرے سامنے لینا بند کر دیں۔میرے لیے وہ اس دنیا میں ایگسزٹ ہی نہیں کرتے۔

تم۔۔چاہے جتنا مرضی انکار کرلو۔۔ لیکن تمہارے باپ وہی ہیں۔ایم۔کے اب کی بار تحمل سے بولا۔اور آپ چاہیں جتنی مرضی کوشش کرلیں۔۔ میں انہیں کبھی بھی اپنا باپ نہیں تسلیم کروں گی۔ارم غصہ اور قطعی انداز میں کہتی کبرڈ سے ایک ڈریس لیے چینجگ روم کی جانب بڑھ گئی۔یہ تو وقت طے کرے گا مسز۔۔۔کہ کون کس کی حیثیت کو تسلیم کرتا ہے۔

مہارانی نہیں ہو کہیں کی۔۔؟؟جو آرام فرما رہی تھیں۔چلو کام پے لگو۔۔۔ سعدیہ بیگم نے ملازمہ کے ہاتھ پیغام بھجوا کے کسویٰ کو روم سے کچن میں بلوایا اور وہاں کے ڈھیروں کام اسے سونپ دی ئے۔کسویٰ بالکل خاموش رہی۔اور اسی خاموشی میں اس نے سینک کا رخ کیا۔جہاں برتنوں کا ڈھیر لگا تھا۔رکیں کسویٰ۔۔۔!غزالہ بیگم نے اسے برتنوں کو ہاتھ نہیں لگانے دیا

تھا۔ان کی آواز پہ وہ چونکی۔اپنے روم میں جائیں۔غزالہ بیگم تھوڑا سختی

سے مخاطب ہوئیں۔کسوی' شش و پنج میں پڑ گئی۔کیسے روم میں

جائے۔۔۔۔؟؟ونی میں آئی ہوئی ہے۔ملازمہ کی سی حیثیت ہے اسکی۔

سعدیہ بیگم پھر سے آگ بگولہ ہوئیں۔کسوی' آپ نے سنا نہیں میں نے کیا

کہا۔۔؟؟غزالہ بیگم نے سعدہ بیگمکی بات کو نظر انداز کرتے کسوی' سے کہا تو

کسوی' سر جھکائے کچن کے دروازے کی جانب بڑھی۔رکو۔۔۔۔!سعدیہ

بیگمغصہ سے بولیں۔بھابھی۔۔۔آپ ہماری رسں ورواج کے خلاف جا رہی

ہیں۔آپ اچھی طرح جانتی ہیں۔ونی میں آئی لڑکی کی کیا حیثیت ہوتی ہے۔

آپ اسے سر کا تاج نہ بنائیں۔مجھے رسم ورواج کا پاٹ بتانے والی تم کون

ہو۔۔؟؟غزالہ بیگم نے ماتے پہ بل ڈالے سخت لہجے میں سعدیہ بیگم سے

کہا۔میں وہی ہوں۔۔جو آپ ہیں۔۔اس گھر کی بہو۔۔۔سعدیہ بیگم اترا کے

بولیں۔وہ بہو۔۔۔جو ونی میں آئی۔۔۔غزالہ بیگم نے انہیں آئینہ دکھایا۔

تو وہ اچانک سے ان کی بات پہ آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھنے لگیں۔یہ وہ بات

تھی۔ جس کا طعنہ آج تلکسی نے انہیں نہیں دیا تھا۔ بلکہ بہت عزت پیار اور رتبے سے انہیں اس گھر میں ایک بو کی حیثیت دی گ ئی تھی۔ کہ وہ خود بھی بھول گ ئی یں۔ کہ وہ بھی برسوں پہلے ایک دن ونی ہو کے آئی تھیں۔ کیا ہوا۔۔؟؟ ماضی نے لگتا ہے بہت زور کا دھچکا مارا ہے۔ کہ سارے الفاظ ہی ختم ہو گ ئے ہیں۔۔؟؟ غزالہ بیگم سینے پے ہاتھ باندھے بہت مطمئین انداز میں کھڑے ہوتے سعدیہ سے بات کا سلسلہ جوڑا۔ بھا ئبھی۔۔۔؟ وہ تلملائی یں تھیں۔ چوہدرائی ن جی۔۔۔! چوہدری جہانزیب کسویٰ بی بی کو بلا رہے ہیں۔ ابھیمزید کوئی بات کرتا کہ ایک ملازمہ نے آ کے انہیں چونکایا۔ غزالہ بیگم نے کسویٰ کو جانے کا اشارہ کیا تو کسویٰ اثبات میں سر ہلاتی وہاں سے چلی گ ئی۔ سعدیہ۔۔۔ امید کرتی ہوں۔ اگلی بار میری بہو سے بات کرنے سے پہلے سوچ سمجھ لو گی۔۔۔

کیونکہ ہر بار میں لحاظ نہیں کروں گی۔ سختی سے انگلی اٹھا کے کہتیں وہ سعدیہ کو لاجواب کر چکی تھیں جب کہ ان کے دل میں نفرت کی ایک نہ بجھنے والی چنگاری جل چکی تھی۔

......

ارم تیار ہوتی اس وقت سیڑھیاں اترتی نیچے آرہی تھی۔ موبائل پے بات کرتا مصطفیٰ بری طرح اس کا قیامت خیز حسن دیکھتا چونک تھا۔اس کے گندمی رنگ کو ہلکے پھلکے میک نے ہی چار چاند لگادئیے تھے۔ مہرون کلر کی ساڑھی میں جس کے گرد اس نے اچھی طرح سے شال کو لپیٹا ہوا تھا۔اس کی بڑبڑی آنکھیں اور گھنیری پلکیں بے انتہا خوبصورت لگ رہی تھیں۔ کہ ایم۔کے محویت سے دیکھتا رہ گیا۔آجاؤ۔۔بیٹا۔۔۔! بہت پیاری لگ رہی ہے میری بیٹی۔ مسٹر وجاہت نے ارم کے سر پے ہاتھ پھیرا۔تو وہ رخ پھیر

گ ئ ی ایم۔کے غصہ سے آگے بڑھا کہ مسٹر وجاہت خان نے نفی میں سر ہلاتے اسکو کلائی سے تھاما۔جاؤ۔۔بچو!آپ کو دیر ہو رہی ہے۔۔۔انہوں نے متانت سے کہا۔تو ایم۔کے انہیں خدا حافظ کہتا باہر نکلا۔جب کہ ارم نے ایک غلط نگاہ بھیان پہ نہ ڈالی۔اور خاموشی سے باہر نکل آئی۔مسٹر وجاہت کی زندگی سے خان ماضی میں کھوسے گ ئے۔آج سے اٹھارہ سال پہلے ان ان کی بیٹی اور ان کی بیوی کیسے نکلے تھے۔وہ سب یاد کر کے ان کی آنکھیں نم ہوئی یں تھیں۔

پارٹی اپنے عروج پے تھی۔ہ طرف گہما گہمی تھی۔ایم۔کے کے بہت قریبی دوست مسٹر عزیز نے یہ پارٹی رکھی تھی۔ویلکم مسٹر ایم۔کے۔۔اینڈ مسز ایم کے۔بہت بے صبری سے انتظار تھا۔آپ کا۔مسز عزیز نے بہت شاندار

انداز میں ان کا استقبال کیا۔ایم۔کے مسکراتے ہوئے ان سے بغل گیر ہوا۔
ارم نے دھیرے سے سلام کیا۔تو وہ مسکرا کے سر اثبات میں ہلاتے انہیں
لیے ایک طرف چلے گ ئے۔اپنی مسز سے ملوایا جو ارم کو لیے لیڈیز کی
جانب بڑھیں۔ سبھی ایم۔کے کی بیوی سے بہت ادب سے مل رہی تھیں۔ اتنی
عزت پے ارم حیران تھی۔یو آر لکی ون۔۔ کتنی لڑکیوں کا کرش تھا۔
ایم۔کے۔ لیکن منظور نظر تم ٹھہری۔ مسز عزیز نے مسکرا کے کہا۔جب کہ
ان کے دو بچے تھے۔اور مسٹر عزیز ایم کے سے اتج میں بھی بڑے تھے۔ لیکن
ایم۔کے ان کی دل سے عزت کرتا تھا۔اور ہمیشہ بڑے بھائی کا درجہ دیا تھا۔
ان کی شادی پے بھی نہوں نے شرلت کی۔ لیکن کسی وجہس ے وائی ف
شرکت نہ کر سکی۔اس لیے ارم کو اندازہ نہ تھا۔ان سے باتیں کرتے ارم کو زرا
احساس نہ ہوا۔کہ وہ غیروں میں کھڑی ہے۔ہر طرف سے انہوں نے خاطر
مدارت کی۔جب کہ کسی کی نظروں کی تپش کو وہ مسلسل خود پے محسوس کر

رہی تھی۔اسے لگاایم۔کے ہے۔ایک دو بار اس نے ایمکے کی جانب بھی دیکھا۔لیکن وہ کہیں اور بزی تھا۔

اوہ۔۔۔تو تم ہو مسز ایم۔کے۔؟؟اپنے عقب سے جانی پہچانی آواز سنتی وہ چونک کے پلٹی تھی۔اور پھر گنگ ہی رہ گئی۔حیرت نہیں ہوئی مجھے۔۔تمہیں۔۔یہاں دیکھ کے۔۔۔؟؟تم جیسی لڑکی سے یہی امید کی جاسکتی ہے۔سامنے کھڑی لڑکی آج موقع ملنے پے دل کے ارمان نکال رہی تھی۔
ایکسکیوز می۔۔؟؟وٹ ڈو یو مین۔۔۔؟؟؟مصطفی جس نے دور سے ہی ارم کا چہرہ سرخ ہتا دیکھا فوراًاسکی جانب بڑھا۔اور اس لڑکی کی بات سنتا ناگواری سے بولا۔ایم۔کے کو اس لڑکی کا طرزِ تخاطب بالکل پسند نہ آیا۔اس لیے اسی وقت ٹوک دیا۔ارے۔۔۔مسٹر ایم۔کے آپ نہیں جانتے۔۔۔؟؟آپ سے بھی چھپایا ہے اس نے۔۔؟؟ویسے چھپانا بنتا بھی تھا۔اپنے عشق و محبت کے قصے کون سناتا ہے۔۔؟؟وہ بھی اتنے امیر شوہر کو۔۔؟؟

ول یو شٹ اپ پلیز۔۔۔؟؟مصطفیٰ کی برداشت کی حد ختم ہوئی تھی۔ارم کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کے گال پہ گرا۔وہیں اس نے فوراً رخ پلٹا۔اور وہاں سے باہر کا رخ کیا۔ویسے کمال ہیں آپ۔۔۔؟؟ایک کریکٹر لیس لڑکی۔۔۔؟شٹ یور۔۔۔۔!مصطفیٰ نے انگلی اٹھا کے وارن کرتے سرخ آنکھوں سے دیکھتے کہا۔اب۔۔۔مجھے اپنی بیوی کی عزت کا سرٹیفکیٹ ایک ناچنے والی کی بیٹی سے لینا ہو گا۔۔؟؟مصطفیٰ کی بات پہ ایک پل کو وہاں مکمل خاموشی چھا گئی۔بریرہ کا جی چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔اس کا پورا جسم لڑکھڑا یا تھا۔مسز فرحانہ۔۔۔؟؟ایم۔کے اونچی آواز میں دھاڑا۔ جب کہ سخت نظریں بریرہ پہ ہی تھیں۔مسٹر ایم۔کے۔۔۔؟؟معاف کر دیں۔۔پلیز۔۔مسز فرحانہ سر جھکائے وہاں کھڑی ہوئی یں۔اپنی بیٹی کو اچھی طرح سمجھا دیں۔کہ کسی بھی عزت دار گھرانے کی بہو بیٹی پر انگلی نہ اٹھائے۔ ورنہ دوسروں کو کریکٹر سرٹیفکیٹ تھماتے تھماتے اس کی اپنی ذات پے

سوالیہ نشان نہ لگ جائے۔اور سب کے سامنے ایک تماشا بن جائے۔

ایم۔کے کے سخت ترین الفاظ پے سبھی کو وہاں سانپ سونگھ گیا۔مسز فرحانہ نے ہاتھ جوڑے۔۔تو ایم۔کے وہاں ے غصہ سے باہر نکلا۔

آپ یہ فیصلہ سوچ سمجھ کے لے رہے ہیں؟چوہدری جہانزیب۔۔۔؟؟

چوہدرائی ن کی بات پے جہانزیب مسکرایا۔اول تو کسویٰ کے معاملے میں بالکل نیں سوچتا۔لیکن اگر ایک چوہدری کی حیثت سے سوچنے کا ارادہ کروں تب بھی کسویٰ سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔جہانزیب کے واشگاف الفاظ نے چوہدرائی ن کو بہت کچھ سوچنے پے مجبور کر دیا۔دیکھ لو۔۔۔ونی میں آئی لڑکی کو تم سر کا تاج بنا رہے ہو۔۔چوہدری فراست کی بہن مری ہے۔اور ونی میں آئی لڑکی کو سردارنی کے روپ میں کیا یہ گاؤں والے قبول

کریں گے۔۔؟؟وہ بھی تب جب چوہدری فراست اپنے داؤ پیچ کھیلے گا۔
چوہدرائی ن نے جہانزیب کی توجہ اصل معاملے پہ کروائی جو کافی سنجیدہ معاملہ تھا۔آپ بے فکر رہیں دادو۔۔۔!میں سب ہینڈل کرلوں گا۔بس آپ۔۔۔ولیمہ کی اجازت دیں۔جس میں پورے گاؤں کے لوگوں کی دعوتِ عام ہوگی۔اور اسی میں کسویٰ کے لیے سردارنی کا اعلان بھی ہوگا۔ آپ کی اجازت چاہیے۔جہانزیب نے جس قدر مہذب انداز میں کہا۔
چوہدرائی ین۔۔۔انکار نہ کر سکیں اور اجازت دے دی

Zubi Novels Zone

جہانزیب نے دادی کا ہاتھ چوما۔خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔فائی نلی کسویٰ اس کی زندگی میں اب آرہی تھی۔اور اب وہ اسے دل سے اپنانے والا تھا۔ان کے روم سے نکلا تو اسے زنان خنے سے کچھ آوازیں سنائی دیں۔بے اختیار اس طرف گیا تو کچن میں کھڑی خواتین کی باتیں سنتا وہیں تھم گیا۔لیکن اپنی والدہ کے اقدام سے وہ خوش ہوا۔اور اپنے کمرے کا

رخ کیا۔ جاتے ہی اس نے کسویٰ کے لیے پیغام بھیجا۔ اور اس کا انتظار کرنے لگا۔

مصطفی پارٹی چھوڑتا ہوا باہر ارم کی جانب ایا اس سے پہلے کہ وہ گیٹ کراس کرتی مصطفی نے اس کو جالیا کہاں جا رہی ہو. اس کا بازو تھامے اپنی طرف موڑا۔ چھوڑیں مجھے۔ وہ بھی غصہ سے پلٹی۔ آنکھیں بے شمار آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ اندر چلو۔۔۔! مصطفیٰ کے سنجیدہ انداز میں کہنے پے وہ بھڑک ہی گ ئی۔ مسٹر ایم کے مجھے اندر نہیں جانا۔ ان گھٹیا لوگوں کے بیچ۔۔۔ تو ہر گز نہیں جانا۔۔۔۔ اپنی زبان کو کنٹرول کرو۔ سب ایک جیسے نہیں ہوتے۔ یہ پارٹی عزیز بھائی نے دی ہے اور ہم ایسے نہیں جا سکتے۔ چلو میرے ساتھ۔ مصطفی نے اس بار تھوڑا نرمی سے کہا۔ وہاں جا کے میں دوبارہ اپنی بے عزتی نہیں کرواسکتی۔۔۔۔ ارم نے بمشکل خود پے ضبط کرتے کہا۔

کوئی بھی تمہارے اوپر انگلی نہیں اٹھائے گا یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ چلو
اؤ۔۔۔! میرے ساتھ! مصطفی نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے
اندر کی جانب واپس قدم بڑھائے ارم بھی خود پے ضبط کرتی ہوئی اس کے
ساتھ اندر بڑھی۔اور واقعی اس دفعہ کسی نے بھی اس کے ساتھ دوبارہ ایسا
مس بی ہیو نہیں کیا جس طرح بریرہ نے کیا تھا اور وہاں تو بریرہ کہیں نظر ہی
نہیں آرہی تھی۔اندر انے کے بعد ارم کو مزید زیادہ پروٹوکول دیا جانے لگا
لیکن ارم پھر بھی چپ چپ سی رہی. مزید تھوڑی دیر اور پارٹی میں رک کے
وہ گھر واپسی کے لیے نکلے لیکن ارم کی چپ نہ ٹوٹی مصطفی کو اس کا یوں
خاموش ہو جانا سخت چبھ رہا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ اس لمحے جس سچویشن
سے گزر رہی ہے۔یہ ای فطری عمل تھا۔ مسٹر عزیز نے انہیں مزید اور رکنے
کہا لیکن موسم کے تیور بہت خطرناک لگ رہے تھے کسی وقت بھی بارش ہو
سکتی تھی اس لیے مصطفی ارم کو لیے گھر واپس آرہا تھا کہ راستے میں ہی بارش

شروع ہو گئی مصطفی نے ایک نظر ارم کو دیکھتے ہوئے گاڑی میں میوزک پلیئر ان کیا۔

پہلی پہلی بار بلیے۔۔۔

دل گئی ہار بلیے۔۔

ربا مینوں پیار ہو گیا۔۔ہائے۔۔۔۔

جینا دشوار ہو گیا۔۔۔

گانے کے بول پے ارم نے پہلو بدلا۔اس کا دماغ ابھی بھی بریرہ کی باتوں میں الجھا ہوا تھا۔

گھر پہنچے تو بارش نے اچھی خاصی جل تھل مچا کے رکھ دی تھی۔گاڑی سے باہر قدم رکھا تو ایک دم ہی مصطفیٰ پوری طرح بھیگ گیا۔ارم باہر مت آنا۔۔ میں۔۔ابھی آتا ہوں۔ارم کی فکر میں بولتا وہ اندر کی جانب گیا۔اس وقت کوئی بھی وہاں نہیں تھا۔ جمیل ملازم نے فوراً آگے بڑھ کے سلام کیا۔ جمیل چھتری لاؤ فوراً۔۔۔؟؟ عجلت سے حکم صادر کیا۔تو وہ بھاگتا ہوا۔ چھتری لے آیا۔ تم جاؤ۔۔یہاں سے۔۔ مصطفیٰ نہیں چاہتا تھا۔کہ کوئی بھی ارم کو بھیگا ہوا دیکھے۔اس لیے جمیل کو بھی وہاں سے روانہ کیا۔پیچھے مڑتے وہ چھتری کھول رہا تھا۔کہ ایک لمحے کو سکتے میں رہ گیا۔ارم گاڑی سے باہر کھڑی تھی۔ گارڈن کی طرف۔وہ بھی تیز و طوفانی بارش میں بھیگتی چلی جا رہی تھی۔ نفی میں سر ہلاتا وہ غصہ سے آگے بڑھا۔کہ بری طرح چکرا گیا۔دیوار کا سہارا لیتا لیکن وہ کھڑا ہوا۔یہ مجھے کیا ہوا۔۔؟؟ایم۔کے سر پے ہاتھ رکھتا سوچنے لگا۔ جب پھر سے نظر ارم پے پڑی تو فوراً اسکی جانب لپکا۔

ارم۔۔۔؟ کیا ہو گیا ہے۔۔؟؟ میں نے منع کیا تھا۔۔ باہر نہیں آنا پھر کیوں آئی۔۔؟ وہ اونچی آواز میں چھتری کھولے بولا جب کہ ہوا اتنی تیز تھی کہ چھتری سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔ ارم اسکی بات پے چپ ہی رہی۔ مصطفیٰ کو اب اس پے غصہ آنے لگا۔ ارم۔۔۔؟؟ وہ چلایا تو اس کے جسم میں حرکت ہوئی۔ اور سوالیہ نظروں سے ایم۔کے کو دیکھا۔ تم پاگل ہو گ ئی ہو۔۔؟ بارش دیکھو۔۔ اور اپنا بھیگنا دیکھو۔۔۔ اندر چلو۔۔۔۔! مصطفیٰ اس پے چلایا تھا۔ نہیں۔۔۔ آپ جائیں۔۔ مجھے یہیں رہنے دیں پلیز۔۔ مجھے نہیں جانا۔۔۔ وہ رو رہی تھی۔ رات کے پہر وہ ایسی ضد لگا کے بیٹھی تھی۔ جو ایم۔کے کو زچ کر رہی تھی۔ میں نے جو کہا وہ سنا نہیں تم نے۔۔؟؟ اگر اب بھی تم اندر نہیں بڑھی تو میں۔۔۔؟؟ اپنے طریقے سے لے کے جاؤں گا۔ اور پھر پرواہ نہیں کروں گا۔ تمہارے چینخنے چلانے کی۔ مصطفیٰ نے اسے اچھی خاصی دھمکی دی۔ وہ لرز رہی تھی۔ لیکن اندر جانے کو تیار نہ تھی۔ اپنے

گیلے بالوں پہ ہاتھ پھیرتا وہ اب چھرتری کو چھوڑ چکا تھا جو اڑ کے کہیں دور چلی گ ئی تھی۔آگے بڑھ کے اسے اپنی بانہوں میں بھر گیا۔وہ کانپ سی گ ئی۔اور لائ ٹ کی مدھم روشنی میں اس وقت وہ اسے بانہوں میں اٹھائے گارڈن سے اندر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ارم پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھتی رہ گ ئی۔ مصطفٰی۔۔۔؟اس کی آواز میں لغزش تھی۔وہ خود کو مصطفٰی کے سینے میں چھپا رہی تھی۔وہ بہت زیادہ ڈسٹرب تھی۔کمرے میں لاتے اسے فرش پہ کھڑا کیا تو وہ اسکے سہارے کھڑی ہوتی ملتجئ نظروں سے اسے دیکھے گ ئی۔ارم۔۔؟؟کسی کی بات کو مت سوچو۔۔۔میں ایم۔کے ہوں۔۔جو تمہیں تمہارے اصل والد تک پہنچا گیا۔کیا وہ تمہارے بارے میں اور کچھ نہیں جانتا ہو گا۔۔؟؟مصطفٰی نے اسک تسلی کرانی چاہی۔ مطلب۔۔؟؟آپ جانتے ہیں۔۔بریرہ کو۔۔؟؟ارم کو حیرت ہوئی۔سب ایک پرفیوم بھی لیتا ہے جانتا ہوں۔بے خبر نہیں تم سے۔۔۔ایم۔کے اگر تو اسکا مکمل بائی یو ڈیٹا جان کے لیتا ہے یہ تو پھر نکاح تھا۔بیوی کا معاملہ تھا۔

مصطفیٰ کی باتوں پہ ارم نے اسے گھور کے دیکھا۔اب ایسے مت دیکھو۔۔ کہیں پیار ہو گیا۔۔تو روتی رہو گی بیٹھ کے کانٹریکٹ کو۔۔۔! مصطفیٰ مزاق میں بات کہتے اسے ریلیکس کرنا چاہا۔اور وہ ہو بھی گ ئی تھی۔جاؤ۔۔ چینج کرلو۔۔ورنہ۔ٹھنڈ لگ جائے گی۔اس کے نازک سے سراپے کو ساڑھی میں دیکھتا اسکا من بری طرح مچلا تھا اسے پانے کے لیے۔دل ہمک ہمک کے اسکی طرف راغب ہو رہا تھا لیکن اپنے سر کو تھامے وہ بری طرح آنکھیں بند کر گیا اور ارم سے مخاطب ہوا اسے اچانک سے سر میں شدید درد جاگا تھا۔ایسا پہلی بار ہوا تھا۔اور وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔اسے کیا ہو رہا ہے۔ارم خاوشی سے اپنے کپڑے کبرڈ سے لیتی باتھ روم کا رخ کر گ ئی۔جب کہ مصطفیٰ بھی چینجنگ روم کیجانب بڑھا۔

تھوڑی دیر میں ہی ارم سادہ سے شلوار قمیض میں باہر آئی۔ایم۔کے کہیں نہ تھا۔اسی لمحے موبائ ل پہ کال آنے لگی۔ارم جو ہاتھوں پہ لوشن لگا رہی

تھی۔موبائل کو دیکھتی چونکی۔موبائل ایم۔کے کا تھا۔جو وہ نہیں اٹھا سکتی تھی۔کال بند ہو کے دوبارہ آنے لگی چینجنگ روم کے دروازے کو دیکھتی وہ آگے بڑھ کے کال اٹھا گئی۔ابھی وہ ہیلو کہتی کہ آگے سے کوئی بہت تیزی سے بولا۔سر۔۔! آپنے جو ڈرنک لی تھی پارٹی میں۔اس میں نشہ آور دوا تھی۔اس کا اثر ایک گھنٹے بعد شروع ہوتا ہے۔پلیز۔۔خود کو سنبھال لیجیے گا۔۔۔اور سب سے دور رہیے گا۔میں انٹی ٹوڈ لے کے جلد از جلد پہنچتا ہے۔بس میرے پہنچنے تک خود کو سنبھال لیجیے گا۔اس کا قریبی وفادار آدمی گلفام فکر مندی سے بولے جا رہا تھا۔ہیلو۔۔۔؟ہیلو۔؟؟سر۔۔؟؟آپ ٹھیک ہیں۔۔؟وہ پھر سے فکر مندی سے بولا جب کہ ارم کا تو سانس ہی حلق نہ پا رہی تھی سر پلیز۔۔خود پے قابو رکھیے میں اٹک گیا تھا۔وہ کچھ بول ہی گا۔۔خود کو کوئی نقصان نہ پہنچائیے گا۔ہیلو؟؟ہیلو۔۔۔؟؟سر۔۔۔؟؟ اچانک سے سگنل چلے گئے تھے۔باہر بجلی زور سے کڑکی تھی۔ارم اک دل دہل گیا۔اسے خوف سا محسوس ہوا۔کیا ملایا ہو گا۔۔؟؟ان کی ڈرنک میں

کسی نے۔۔؟؟اور کیوں؟؟؟ارم ادھر سے ادھر چکر لگاتی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔بار بار نظریں ڈریسنگ روم کی جانب اٹھتیں۔جہاں کب سے مصطفیٰ بند ہوا تھا۔لیکن ابھی تک وہ باہر نہیں آیا تھا۔گہرا سانس خارج کرتی وہ اس دروازے کی جانب بڑھی۔کہ ڈرسینگ روم کا دروازہ دھیرے سے کھلا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آپ نے بلایا۔۔؟؟اندر آتے وہ جہان کو دیکھتی بولی۔کافی وقت لگا دیا آنے میں۔۔؟؟کہاں تھی۔۔۔؟؟وہ جو ونڈو سے باہر دیکھ رہا تھا کسویٰ کی پکار پے پلٹتا اس کے قریب آیا۔اور نرم لہجے میں مخاطب ہوا۔وہ۔۔کچن میں۔۔؟؟ بولتے بوتے وہ ٹھٹکی۔آج آپ جلدی آگ ئے۔۔؟؟کسویٰ کو وہ کچھ زیادہ سنجیدہ لگا۔ہمم۔ مممم۔۔۔کچھ بات کرنی ہے تم سے۔۔۔۔دھیرے سے کسویٰ کے گلے سر دوپٹہ اتارتے ایک طرف رکھا۔کسویٰ اسکے عمل سے گھبرا

کے نظریں جھکا گئی۔ہاتھ بڑھا کر اسے کلائی سے اپنی طرف کھینچا۔تو وہ جہان کے سینے میں سما گئی۔مجھے تمہاری طلب ہو رہی ہے۔

کسویٰ۔۔۔؟؟وہ اسکے چہرے سے باوں کو کالن کے پیچھے اڑستے ہوئے گھمبیر لہجے میں بولا۔شرم کے مارے کسویٰ سر ہی نہیں اٹھا پا رہی تھی۔اس کا نازک سراپا اب لغزش کا شکار ہوا تھا۔جسے محسوس کرتا جہان اپنی آنکھیں میچ کرتے اس کے گیا۔کسویٰ۔۔گیومی آنسر۔۔۔!وہ اسکے کان میں سرگوشی ہوش اڑا رہا تھا۔آپ۔۔۔۔آپ۔کسویٰ کو بولنا ہی محال لگا۔جہان اس کے دل میں گھر کرنے والا پہلا شخص تھا۔شوہر کے رتبے پہ پہنچ کے وہ اسکے جسم و جان کا مالک بن بیٹھا تھا۔

اس کے گالوں پہ جھکتا وہ شدت سے اپنے لب پیوست کر گیا۔کسویٰ اسکے کالر کو دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں سے دبوچے دل و جان سے لرزی تھی۔لو یو سو مچ۔۔مائی لائف لائن۔۔۔۔!آئی ڈونٹ نو۔۔ہاؤ۔۔مچ آئی لو

یو۔۔!پر تمہارے ہونے سے اس شخص کی سانسیں چلتی ہیں۔۔۔بہت ضروری ہوگئی ہو۔سانسوں کی طرح۔۔تم میرے لیے۔۔۔!جہان میٹھے لہجے میں دھیرے دھیرے کہتا اس کے چہرے کے ہر نقش پے محبت کی مہر ثبت کر رہا تھا۔اور کسویٰ اسکی محبت میں خود کو بھیگتا محسوس کر رہی تھی۔

کسویٰ کا نازک وجود اسکی زرا سی قربت پے بے حال ہو چکا تھا وہ اسے لیے صوفے پے جا بیٹھا۔کسویٰ کو گود میں بٹھائے وہ اس کے ہاتھوں کے ساتھ کھیلنے لگا۔وہ اس وقت کوئی دیوانہ ہی لگ رہا تھا کسویٰ نے پلٹ کے اسے دیکھا۔جو گہری سوچ میں گم تھا۔آپ۔۔۔ٹھیک ہیں۔ناں۔۔؟؟کسویٰ کو اسکی حالت عجیب سی لگی۔جہانزیب نے دھیرے سے سر اٹھاتے اسکی جانب دیکھا۔اور اس کا رخ اپنی طرف موڑتے خود سے قریب تر کیا۔جب تک تم پاس ہو۔۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔مجھے کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔وہ اسے کیا باور کروانا چاہ رہا تھا۔کسویٰ سمجھ نہ سکی۔کل ہمارا ولیمہ ہے۔۔۔بہت بڑا فنکشن ہوگا۔پانچوں گاؤں اکٹھے ہوں گے۔جہاں مسز کسویٰ جہانزیب کو سردارنی

بنانے کا اعلان کیا جائے گا۔ جہانزیب نے اس کو دھیرے سے بتایا تو وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔ مسٹر جہان۔۔؟؟ونی میں آئی لڑکی سر درانی۔۔۔؟؟ شی۔۔۔۔۔۔۔اس نے کسویٰ کے نرم گلابی لبوں پے انگلی رکھتے چپ کروایا۔ تم صرف سردار جہانزیب چوہدری کی محبت ہو اسکی بیوی سب گاؤں کی سر درانی۔ وہ سخت اور سنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔ اگر یہ سر درانی۔۔اپنے سردار کو کوئی حکم دے تو کیا وہ مانیں گے۔۔؟؟ کسویٰ نے لاڈ سے تھوڑی اسکے سینے پے جماتے محبت سے کہا۔ جہان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ ابھی نہیں۔۔۔کل بتاؤں گی۔ جب آپ کے لیے خود کو سجاؤں گی۔ شرارت سے کہتی وہ فوراً تیزی سے اٹھتی باتھ روم میں بند ہوئی تھی۔ اس کی بات پے جہان کے لب مسکرائے تھے۔

۔۔۔۔۔۔

آج آپ ملیں گے سردرانی سے۔ سبھی گاؤں کی خواتین وہاں موجود تھیں۔ سبھی کو اپنی سردارنی دیکھنے کا بہت شوق ہو رہا تھا۔ جو اس وقت گھونگھٹ میں تھی۔ ہر طرف گہما گہمی تھی۔ جہانزیب مردان خانے میں تھا۔ جب کہ کسوئی دلہن بنی اندر زنان خانے میں۔ لیکن ابھی تک کسی نے اسکا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ اور جہانزیب تو اس کی من موہنی صورت کو دیکھتا خراج بھی پیش کر آیا تھا۔ اس وقت وہ باہر سب لوگوں کے ساتھ مصروف تھا کہ ایک گولی چلنے کی آواز آئی۔ ایک پل کو سب طرف سناٹا چھا گیا۔ بے اختیار نظریں حویلی کے اندرون حصہ کی جانب اٹھیں۔ گولی کی آواز زنان خانے سے آئی تھیں۔ جہاں عورتوں کا ایک غم گفیر جمع تھا۔ جہانزیب کا پورا وجود زلزلوں کی زد میں تھا۔ کسوئی۔۔۔۔۔؟؟؟؟ جہانزیب اندر کی جانب بھاگا۔ جب کہ اسی لمحے مصطفیٰ کی گاڑی آ کے وہاں رکی تھی۔ وہ اپنی بیوی ارم کے ساتھ اس تقریب میں شامل ہونے گاؤں آیا تھا۔ لیکن آگے بھگدڑ مچی دیکھ وہ

حیران ہوا۔ جہانزیب اندر پہنچا تو دلہن خون میں لت پت زمین پے پڑی تھی۔ اور۔۔۔۔

ارم ادھر سے ادھر چکر لگاتی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔ بار بار نظریں ڈریسنگ روم کی جانب اٹھتیں۔ جہاں کب سے مصطفیٰ بند ہوا تھا۔ لیکن ابھی تک وہ باہر نہیں آیا تھا۔ گہرا سانس خارج کرتی وہ اس دروازے کی جانب بڑھی۔ کہ ڈریسنگ روم کا دروازہ دھیرے سے کھلا۔ ارم کی بے چین نظریں ایم۔ کے پے اٹھیں۔ جس کی حالت ابتر ہو چکی تھی۔ شرٹ کے سارے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھیں حد درجے لال ہو رہی تھیں۔ جیسے نجانے وہ کس کس کو مار گرائے گا۔ ارم خوف کھا کے وہیں تھم گئی۔ اس نے کمرے میں آتے ہی دیوار کا سہارا لیا۔ اس کا سر ابھی بھی بری طرح چکرا رہا تھا۔ اور شدتِ درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ اس کے دماغ کی نسیں

پھول رہی تھیں۔اچانک سے اس نے دیوار پہ زور زور سے مکے برسانے شروع کر دی ئے۔ارم ڈر کے پیچھے ہٹی۔ مصطفیٰ اپنے ہوش و حواس بمشکل سنبھالے سوچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ آج اس کے ساتھ ہوا کیا۔۔؟؟کس چیز کی وجہ سے اس کا یہ حال ہوا۔۔؟؟لیکن اس کا دماغ کام ہی نہیں کر رہا تھا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سب کچھ تہس نہس کر دے۔

مصطفیٰ۔۔۔؟ارم نے اسے پکارا۔تو قہر کی نظروں اسے مصطفیٰ نے اسے دیکھا۔ارم کا دل سخت گھبرا رہا تھا۔ایک دل کیا کہ وہاں سے باہر بھاگ جائے۔اس کے انکل کو بلا لائے۔لیکن وہ ایسا نہ کر سکی۔آج کس طرح سب کے سامنے مصطفیٰ نے اسکے لیے اسٹینڈ لیا۔وہ اسے اس حال میں اکیلا کیسے چھوڑ دیتی۔جب اسے سہارے کی ضرورت تھی۔تو مصطفیٰ سہارا بنا تھا اب مصطفیٰ کو ضرورت تھی تو وہ کیسے پیچھے ہٹ جاتی۔۔۔؟ارم جاؤ۔۔۔یہاں سے۔۔۔!مصطفیٰ خود پہ ضبط کرتا چلایا تھا۔ارم کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی یں۔وہ نفی میں سر ہلاتی اس کے رب جانے لگی۔

دور رہو مجھ سے۔۔۔! مصطفیٰ اپنے آپ کو کنٹرول کرتا ارم سے بولا۔اس وقت وہ سخت طیش میں تھا۔اس کا خود پے سے اختیار ختم ہو رہا تھا وہ خود کو نقصان بھی پہنچا سکتا تھا۔اور وہ یہ بات بھی جان گیا تھا کہ اس کے ساتھ کچھ غلط ہوا ہے۔موبائل کہاں ہے میرا۔۔؟ وہ سب چیزوں کو ادھر سے ادھر پھینکتا موبائل ڈھونڈ رہا تھا جسے ارم چھپا چکی تھی۔وہ نہیں چاہتی تھی۔کہ مصطفیٰ کو پتہ چلے اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔مصطفیٰ۔۔۔پلیز۔۔میری بات سنیں۔۔آپ۔۔۔! وہ اسکے قریب آئی۔تو مصطفیٰ نے اسے خود سے پرے جھٹکا دیا۔سمجھ نہیں آتی ایک بات۔۔؟؟ قریب مت آؤ۔ارم کی آنکھیں مزید آنسوؤں سے لبریز ہونے لگیں۔بارش کے زور و شور پے ارم کا دل مزید خوف سے بھر گیا تھا۔مصطفیٰ ایک دم اپنا دماغ پکڑ کے چینخا تھا۔اس کا چہرہ خطرناک حد تک سرخ پڑا تھا۔ارم کی بھی چینخ نکل گ ئی۔وہ منہ پے ہاتھ رکھے ڈر کے مارے دیوار سے جا لگی۔خونخوار نظروں سے مصطفیٰ نے

ارم کو دیکھا۔اور اسکی طرف پیش قدمی کی۔تو ارم کا تو سانس ہی حلق میں اٹک گیا۔وہ کیوں آرہا تھا۔۔پاس۔۔؟؟ارم سخت گھبرائی۔اس سے پہلے کہ وہ دروازے کی جانب بڑھتی۔ مصطفیٰ نے اسے جا لیا۔اور زور سے دیوار کے ساتھ پٹخا۔ارم درد سے بلبلا اٹھی۔ مصطفی کی گرفت بہت سخت تھی ارم کو ایسے لگا اس کی انگلیاں اس کے جسم میں دھنس جائیں گی۔ مجھ سے دور جانے کا کہا۔تو پاس کیوں آرہی تھی۔وہ غرایا۔ارم سانس بھی گن گن کے لے رہی تھی۔کیوں آئی میرے پاس۔۔۔؟؟وہ چلاتا اسکے قریب ہوا۔تو ارم نے ڈر کے آنکھیں میچ لیں جب کہ ایک پل کو مصطفیٰ شانت سا ہوا اس کے بہت قریب ہوتا وہ اسکی خوشبو کو اپنی سانسوں میں اتارتے سکون سا محسوس کر رہا تھا۔آنکھیں بند کیے وہ ارم کے بہت قریب کھڑا اسکی دھڑکنوں کو روک چکا تھا جب کہ اس کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑ رہے تھے۔ارمنے ڈرتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔نگاہیں پھیرتی وہ مصطفیٰ کو ای نظر دیکھتی سہمی تھی۔ لیکن وہ بہت زیادہ پر سکون تھا۔ارم کو حیرت کا جھٹکا لگا۔ارم نے اس سے دور

ہونا چاہا تو وہ پھر سے سرخ آنکھیں کھولے اسے گھورنے لگا۔کیوں دور جا رہی ہو۔۔؟؟جب کہا تھا تب گ ئ ی نہیں۔۔اب گ ئ ی تو جان سے مار ڈالوں گا۔ وہ آپے سے باہر ہو رہا تھا۔نہیں۔۔۔نہیں۔۔جاؤں گی۔۔۔ارم نے گھبرا کے کہا تو وہ پھر سے پر سکون ہوتا اسکے قریب ہوتا اسکی گردن پے اپنی ناک رب کرنے لگا ارم کانپ سی گ ئ ی مصطفیٰ کو اسکی قربت میں سکون محسوس ہو رہا تھا۔یو آر اونلی مائی ن۔۔۔جسٹ مائی ن۔۔۔وہ اسکے گردن پے لب رکھتا پہلے نرمی سے پھر شدت سے بولا۔اور ساتھ وہاں دانت گاڑھ دی ئے ارم نے سسکاری لی اس کے لمس پے وہ بے جان ہو رہی تھی۔وہ اس نشے میں بہکتا جا رہا تھا۔اس کی شدتوں کا دائرہ بھی بڑھتا جا رہا تھا اسکی نازک سی جان پے وہ جا بجا اپنا لمس بکھیر رہا تھا۔اور وہ آنسو بہاتی اسکے وحشیانہ لمس کا مقابلہ کرتی ہلکان ہو رہی تھی۔کہ اگلے ہی پل وہ ارم کے گلے سے دوپٹہ اتار کے دور پھینکتا اسے بستر پے دھکا دے گیا ارم نے گھبرا کے اسکی جانب دیکھا۔ لیکن وہ اپنے آپ میں ہوتا تو ہی کچھ سوچتا۔۔اس وقت اس پے اس نشے کا

بری طرح اثر ہو چکا تھا۔اس سے پہلے ارم سنبھل پاتی وہ اس پے سایہ فگن ہوا۔ارم نے گھبرا کے سر تکیے پے گرایا۔وہ پھر سے اس کے جسم کی خوشبو میں خود کے محو اس پر سکون ہوتے محسوس کر رہا تھا۔ارم نے ڈر کے آنکھیں میچ لیں تھیں۔وہ مزید اسکے قریب ہوتا ارم نے اس کے سنے پے ہاتھ رکھتے اسے دور کرنا چاہا۔کہ مصطفیٰ نے اسکی دونوں کلائیوں کو بستر پے لاک کیا۔

بیوی ہو میری۔۔ملکیت میں ہو۔۔۔مجھے خود سے دو کیسے جھٹک سکتی ہو۔۔؟؟مصطفیٰ غرایا تھا۔اسکی آنکھوں میں ارم کوئی اور ہی داستان پڑھے جا رہی تھی۔مصطفیٰ۔۔۔پلیز۔۔۔آپ۔۔۔ہوش میں نہیں ہیں۔۔۔ارم نے اسے روکنا چاہا۔کون کمبخت ہوش میں رہنا چاہتا ہے۔۔؟؟میں تو اپنا ہوش کیا سب کچھ آج کھوتا ہوا محسوس کر رہا ہوں۔۔وہ ارم کو کوئی اور ہی مصطفیٰ لگا۔ارم ک آنکھوں پے محبت بھرا لمس چھوڑتے وہ ارم کا پورا جس لرزتا محسوس کر رہا تھا۔پلیز۔۔۔؟؟مصطفیٰ۔۔۔ڈونٹ ڈو دس۔۔۔۔!ارم۔ملتجی انداز میں بولی وہ عام حالات میں اس باڈی بلڈر باڈی کا مقابلہ نہیں کر سکتی

تھی تو ابھی تو وہ تھا بھی نشے میں۔ارم کی تو سٹی ہی گم ہو رہی تھی۔ارم۔۔۔وہ اس کے کان قریب لب کرتے دھریرے سے اسکا نام پکار گیا۔تو ارم کو زور کا جھٹکا لگا کیا وہ واقعی نشے میں تھا اگر وہ نشے کی حالت میں تھا تو کیسے وہ اس کا نام پکار رہا تھا۔۔۔؟؟ارم نے اسے پیچھے دھکیلنا چاہا۔لیکن وہ ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔تمہارے قریب آنے سے ہوش و حواس کام کر رہے ہیں دور جانا چاہ رہا ہوں لیکن جا نہیں پا رہا۔۔۔میرے اختیار میں نہیں ہے۔۔۔وہ بے بسی کی آخری حد کو چھو رہا تھا۔ارم اس کی بے بس کو سمجھتے آنکھوں سے نیر بہا رہی تھی۔میں چاہ کے بھی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ارم۔۔۔میں ہٹ رہا ہوں۔۔میرے ہٹتے فوراً اس کمرے سے باہر نکل جانا۔۔۔! قریب مت آنا۔۔میرے۔۔۔وہ سرخ آنکھوں سے اسے وارن کر رہا تھا۔ اور جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔کہ لمحے کے ہزارویں حصے میں۔ارم نے اسے اپنانے کا فیصلہ کیا۔اور واپس اسے اپنی طرف کھینچا وہ واپس اس کے قریب ہوتا حیرانی سے اسے دیکھے گیا۔جب کہ وہ مصطفیٰ کے ماتھے پے لب رکھتی اپنی

رضامندی اسے تھما گ ئی۔ مصطفیٰ نے اپنی آنکھیں سختی سے میچتے خود پے اختیار کرنا چاہا۔ لیکن اختیار کھو رہا تھا۔ قربت او تملکیت کا نشہ سر چڑھ کے بول رہا تھا۔ اس کے لبوں پے جھکتا وہ اپنے اندر کی تشنگی کو مٹاتا خود کو ارم کے وجود سے سراب کر رہا تھا۔ اسکے لمس میں شدت تھی۔ جنونیت تھی۔ ارم سہم سی گ ئی۔ لیکن اگلے ہی پل مصطفیٰ خود پے قابو پاتا فوراً اٹھتا پیچھے ہٹا تھا۔ اور ڈریسنگ روم کی طرف جاتے فوراً سے دروازہ لاک کیا تھا۔ گہرے گہرے سانس لیتا وہ خود کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جو اس وقت ناممکنات میں سے تھا۔ نشے کا اثر اب اسکے دماغ کو بھی سن کر رہا تھا۔ وہ آگے بڑھتا آئینے میں خود کو دیکھتا اس پے مکا مارتا اس کا کانچ توڑ گیا تھا۔ ارم جو بمشکل خود کو سنبھالتے اٹھی تھی۔ اس کی سانسیں بی ناہموار ہو ہی تھیں۔ ہونٹوں پے ایک گہرا زخم تھا۔ ابھی وہ اپنی بکھری حالت سمیٹ نہ پائی کہ اسے ڈریسنگ روم سے کچھ کانچ ٹوٹنے کی آواز آئی۔ وہ گھبرا کے اس طرف لپکی۔ دروازہ بجایا مصطفیٰ۔۔۔؟؟ مصطفیٰ۔۔۔؟؟ پلیز۔۔ اوپن دا

ڈور۔۔؟؟کہیں وہ خود کو کوئی نقصان نہ پہنچالیں۔۔یااللہ مدد کر۔۔۔وہ اللہ سے فریاد گو تھی۔ مصطفیٰ ارمکو تو بچا گیا۔لیکن خود کو کیسے بچا پاتا۔۔۔؟؟وہ تھاارم بہت نازک ہے۔اوراس کے زرا سے لمس پے اسکی بری حالت جانتا ہوتی ہے۔اوراس وقت ہ جس قدر جنون میں تھا۔وہ ضروراس کی نسوانیت کوروندھ ڈالتا۔اس لیے اس سے دوری بنانے میں ہی بہتری جانی۔ عجیب دوراہے پے زندگی ان دونوں کو لے آئی تھی۔ایک در کے اس پار تڑپ رہا تھاتوایک در کے اس پار۔۔دونوں ہی ایک دوسرے کو تکلیف سے بچانا چاہتے تھے۔اور دونوں ہی نہیں جانتے تھے۔کہ ایک دوسرے کے لیے وہ کتنے ضروری ہوگئے ہیں۔

جو میری روح کو چین دے پیار دے

وہ خوشی بن گئے ہو تم

زندگی بن گ ئے ہو تم۔

آپ ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔۔؟میں بدلی نہی ں ہوں مسٹر برہان راجپوت۔۔۔! وہی ہوں۔۔ہاں البتہ۔۔آپ۔۔کافی دن بعد مجھے دیکھ رہے ہیں۔اس لیے اس طرح کاری ایکٹ کر رہے ہیں۔اسکی زبان آج بھی قینچی کی طرح چل رہی تھی۔جو بالوں کو کنگھی کرتے سادہ سے حلیے میں برہان کا ایمان ڈگمگا رہی تھی۔ویسٹ پے ہاتھ رکھے وہ اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔کیونکہ ابھی جو خبر وہ اسے سنانے جا رہا تھا۔اس کے بعد اس کی حالت کو بھی وہ اچھی طرح انجوائے کرنے والا تھا۔ایسے دیکھنے کی وجہ۔۔؟؟اس نے برش زور سے ٹیبل پے پٹخا۔اور گھور کے برہان کو دیکھا۔

برہان نے نظریں پھیرتے گہرا سانس بھرا۔ پھر سے نظریں اس ظالم حسینہ کا طواف کرنے لگیں۔ کل تمارے بھائی چوہدری جہانزیب کے ولیمہ کا بہت بڑا فنکشن ہے۔ سبھی گاؤں کو مدعو کیا گیا۔ پر افسوس۔۔۔ اسے بہن نہیں پے رکھتا بستر یاد۔! مصنوعی افسوس سے سر ہلاتا وہ گھڑی اتارتا سائیڈ دراز پے بیٹھا تھا۔ کیا۔۔۔؟؟ کیا کہہ رہے ہی آپ۔۔؟؟ بھائی سا کا ولیمہ۔۔؟؟ پری بے چینی سے اسکی جانب بڑھی۔ آپ۔۔۔؟؟ مذاق کر رہے ہیں؟؟ ہیں ناں۔۔؟؟ وہ گھٹنوں کے بل برہان کے سامنے بیٹھی تھی۔ برہان نے حیرت سے سے دیکھا۔ میرا تمہارے ساتھ کوئی مذاق ہے کیا۔۔؟؟ ایک آئی برو چڑھاتے کف لنکس کھولتے پوچھا۔ کیا۔۔؟؟ کیا واقعی۔۔؟؟ بھائی سا۔۔؟؟ اس بار وہ بے یقینی سے زمی کو گھورتے بولی تھی۔ ونی میں لے کے آئی لڑکی کو گاؤں کی سردرانی بنا رہا ہے۔ آئی ینے کے سامنے کھڑا ہوتا مزید معلومات دینے لگا۔ پری کی آنکھیں نم ہوئی یں۔ برہان اسکے پاس آیا۔ ویسے تو تمہارے بھائی نے تمہیں بلانا بھی گوارا نہ کیا۔ لیکن۔۔۔ میں اتنا ظالم

نہیں۔۔اگر تم چاہو تو۔۔ تمہیں لے چلوں گا۔ تمہارے بھائے سا کے ولیمہ پے۔۔۔ بر ہا طنزیہ بولا تھا۔ آنسو لڑھتا گال پے بہا اور بے مول ہوا۔ پری نے جھٹ سے گال صاف کیا۔ نہیں۔۔۔ مجھے نہیں جانا۔۔۔! وہ کرب سے بولی تھی اسکے بعد وہ رکی نہیں باتھ روم کا رخ کیا اور دروازہ بند کرتے پھوٹ پھوٹ کے رودی۔ آج احساس ہو رہا تھا۔ جب اپنے چھوڑ دیتے ہیں۔ تو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔۔۔؟؟؟

ZNZ
Zubi Novels Zone

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رات سے صبح ہو گئی۔ بارش کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ دونوں نے ہی دروازے کے آر پار بیٹھے رات بتائی تھی۔ ابھی وہ اٹھتی کے کمرے کا دروازہ زور زور سے بجنے لگا۔ ارم بمشکل اٹھتے اپنے حلیہ درست کتی سر پے دوپٹہ اوڑھے کمرے کا دروازہ کھول گئی۔ سامنے ہی کوئی شخص کھڑا تھا۔ ارم کو دیکھتے

اسکی نظریں جھکی تھیں۔ سر۔۔؟؟ایم۔کے کدھر ہیں۔۔؟اس کے لہجے میں بے چینی تھی۔وہ۔۔وہاں اندر۔۔۔!اس شخص کے ساتھ مسٹر وجاہت بھی کھڑے تھے۔دونوں ہی اندر آگ ئے۔سر۔۔۔؟؟سر دروازہ کھولیں۔۔؟؟وہ شخص ایم۔کے کو پکار رہا تھا۔لیکن دروازہ نہ کھلا۔سر؟ کیز۔۔؟؟اس شخص نے مسٹر وجاہت سے کہا۔تو ملازمہ سے فوراً ساری کیز منگواتے وہ ارم کی حالت دیکھتے پریشان ہو رہے تھے۔نجانے کیا ہوا تھا۔ رات کو۔۔وہ کافی ڈر حالت میں تھی لیکن مسٹر وجاہت سے اب بھی بات کرنا تو دور کی بات دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔۔دروازہ کھولتا وہ شخص اندر بڑھا جہاں ایک طرف دیوار کے مصطفیٰ زمین پے بیٹھا تھا اس کا ہاتھ لہولہان تھا۔ اس شخص نے آگے بڑھ کے ایم۔کے کو سنبھالا۔جو ہوش وحواس میں نہ تھا۔ اسے بستر پے لاتے اسے آرام سے لٹایا۔شکر ہے زیادہ خود کو تکلیف نہیں پہنچائی۔اس شخص نے ایک انجکشن میں کچھ میڈیسن ایڈ کرتے ایم کے کو لگایا۔تھوڑی دیر تک انہیں ہوش آجائے گا۔اور بالکل ٹھیک ہوں گے۔بس

آپ میں سے کوئی نہ کوئی ان کے پاس لازمی رہے۔وہ شخص دھیرے سے بولتا مصطفیٰ کو محبت سے اور فکر مندی سے دیکھ رہا تھا۔فرسٹ ایڈ باکس منگواتے مصطفیٰ کے ہاتھ پے بینڈیج کی تھی۔ مسٹر وجاہت نے سوالیہ نظروں سے اس شخص کو دیکھا۔تو وہ انہیں اشارہ کرتے باہر لے گیا۔جب کہ ارم وہیں مصطفیٰ کے پاس بیٹھ گئی۔اس شخص کی تکلیف وہ اپنے دل پے محسوس کر رہی تھی۔

سبھی کی آنکھیں اشک بار تھیں کوئی بھی تو دلہن کے بے جان وجود کے پاس جانے کی ہمت نہیں جٹا پا رہا تھا۔غزالہ بیگم نم آنکھوں سے اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں۔جس کی زندگی کی پہلی خوشی تھی۔جسے وہ دھوم دھام سے منانے والا تھا وہی چھن گئی تھی۔جہانزیب مرے ہوئے قدموں سے چلتا اس

بے جان وجود کے پاس آیا تھا جو ابھی گھونگھٹ میں تھا۔اسے لگا اس کا سنس بند ہو جائے گا۔کسوئیٰ اسے چھوڑ کے نہیں جاسکتی۔اس کا دل کہہ رہا تھا۔کہ یہ سب ایک خواب ہو۔وہیں اس وجود کے پاس وہ گھٹنوں کے بل ڈھے سا گیا۔گہرا سانس بھرا۔کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے گھونگھٹ کو الٹنا چاہا۔کہ۔۔۔نہیں۔۔یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔سعدیہ بیگم کی کانپتی آواز ان سب کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ سبھی چونکے۔وہ دلہن کی جانب دیکھتیں اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھیں۔ایسا۔۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔؟؟ وہ۔۔وہ کیسے مر سکتی ہے۔۔۔؟وہ پاگلوں کی طرح آنسو ضبط کرتے سبھی کو خالی خالی نظروں سے دیکھتیں بولیں۔یکبارگی جہانزیب کے دماغ میں کچھ کلک ہوا۔پلٹ کے جھٹ سے گھونگھٹ الٹا۔اور۔۔۔؟؟

وہ۔۔۔وہ کیسے مر سکتی ہے۔۔۔؟وہ پاگلوں کی طرح آنسو ضبط کرتے سبھی کو خالی خالی نظروں سے دیکھتیں بولیں۔یکبارگی جہانزیب کے دماغ میں کچھ کلک ہوا۔پلٹ کے جھٹ سے گھونگھٹ الٹا۔اور۔۔۔تو جیسے اس کے دل کی رکی دھڑکن بحال ہوئی تھی۔ گھنگھٹ میں کسویٰ نہیں تھی۔ہاں وہ کسویٰ کا بے جان وجود نہ تھا وہ تو جسمین تھی۔یہ یک بہت بڑا سوالیہ نشان تھا کہ کسویٰ کی جگہ جسمین کیسے پہنچ گئی تھی۔لیکن ایک پلمحے کو جہانزیب کو دل کو یہ سکون ضرور حاصل ہوا۔کہ کسویٰ زندہ ہے۔

اب کیسی طبعیت ہے آپ کی۔۔؟؟ارم ہاتھ لے کے آئی تھی۔فریش ہوتی وہ کچن کا رخ کر گئی تھی۔اپنے لیے ملازمہ سے ناشتہ بنواتی وہیں بیٹھ گئی تھی۔ملازمہ کو دیر تھی ابھی تو اٹھ کے کمرے میں آگئی۔اسے

مصطفیٰ کی فکر ہو رہی تھی کمرے میں آئی تو مصطفیٰ کو جاگا پایا۔جو سر پے ہاتھ رکھے آنکھیں میچے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹا تھا۔ارم نے اسے ہوش میں دیکھتے شکر کا سانس بھرا۔اس کے فکر مند لہجے پے وہ اس کی جانب متوجہ ہوا۔مجھے کیا ہونا تھا۔۔؟؟ وہ ماتھے پے بل ڈالے بولا۔اور بستر سے اٹھا۔اس کا انداز بتا رہا تھا۔کہ اسے رات کے بارے میں کچھ بھی یاد نہیں۔ارم نے بھی مزید اس بارے میں کچھ نہ کہا۔آپ فریش ہو جائیں۔ میں آپ کا ڈریس۔۔؟؟ بچہ نہیں ہوں چھوٹا سا۔۔۔جو مجھے وں حکم سنا رہی ہو۔۔۔جاؤ۔۔کام کرو اپنا۔مجھے اچھے سے پتہ ہے مجھے کیا پہننا ہے۔۔ مصطفیٰ نے اسے بری طرح ڈانٹ دیا تو وہ ایک دم سے چپ ہو گئی لیکن مزید ایک لفظ کہے بنا وہ باہر نکل گئی ملازمہ کے ساتھ مل کے ناشتہ لگوایا۔۔ اسے لمحے مسٹر وجاہت ڈائی ننگ ٹیبل کی طرف آتے دکھائی دئیے۔ارم بالکل سنجیدہ ہو گئی۔ساتھ ہی نظر سیڑھیاں اُترتے نک سک سے تیار مصطفیٰ پے جا ٹھہری۔جو شاید کافی عجلت میں کہیں جا رہا تھا۔السلام علیکم

انکل۔۔۔۔ مصطفیٰ کے لہجے میں پیار ہی پیار تھا وہ مکرا کے جواب دیتے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسکی نظر اتار رہے تھے ارے کہاں جارہے ہو۔۔؟ بریک فاسٹ تو کرلو۔۔۔؟؟ انہوں نے اسے باہر کی طرف قدم بڑھاتے ٹوکا تھا۔ مصطفیٰ نے ایک گہری نظر ارم پے ڈالی جو اسی کی جانب دیکھے جارہی تھی۔ انکل۔۔۔! ایک بہت ضروری۔ میٹنگ ہے۔ وہ اٹینڈ کرنی ہے۔ اور پھر شہرہ کوٹ کے لیے بھی نکلنا ہے۔ آج جہان بھائی کا ولیمہ ہے۔ سب کو بلوایا ہے۔ امی ابو تو نہیں جا پا رہے آپ چلیں ہمارے ساتھ۔۔؟؟ کہتے ہی آفر کی۔ ارم چونک گئی۔ مطلب وہ اسے ساتھ لے کے جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ارے نہیں بیٹا۔۔۔ تم لوگ جاؤ۔ اور اچھے سے انجوائے کرو۔۔ میں پھر بھی چلا جاؤں گا۔ اور ہاں۔۔ انہیں اپنی طرف دعوت دینا نہ بھولنا۔۔ وہ مکراتے وئے کہہ رہے تھے۔ جب کہ مصطفیٰ ارم کو ایک گھوری سے نوازتا باہر نکل گیا۔ یہ مسٹر جلاد کو کیا ہوا۔۔؟؟ مجھے اتنا گھور کیوں رہے تھے۔۔؟؟ ارم منہ بناتی رہ گئی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔۔۔! کسویٰ جو مکمل تیار ہو چکی تھی۔ ڈارک میرون رنگ کے لہنگے پہ اس کا کھلتا چاندنی جیسا سنہری رنگ بہت کھل رہا تھا۔ جو جسمین کو انگاروں پہ گھسیٹ گیا تھا۔ لیکن کاش۔۔۔ جتنی تم خوبصورت ہو۔۔ اتنی تمہاری قسمت ہی خوبصورت ہوتی لیکن

افسوس۔۔۔۔ کہ جتنی تم خوبصورت ہو تمہاری قسمت اتنی خوبصورت نہیں۔ جاسمین کی باتوں پہ قصبہ کے ماتھے پہ بل پڑے وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے جہاں سے مل کر خوش تھی وہ اسے دیکھ کر سراہ کے گیا تھا اور وہ بہت خوش تھی۔ لیکن ایسے پل میں اس کے جانے کے فوراً بعد جسمین اندر آئی تھی اس کی کڑوی کسیلی باتیں سنتی کسویٰ نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔ لیکن وہ کہاں چپ رہنے والوں میں سے تھی۔۔۔؟؟ کیا ہوا سمجھ نہیں آئی

تمہیں میری بات ؟؟؟ چلو سمجھاتیہوں ۔۔ تفصیلاً ۔۔۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے چوہدری جہانزیب تم سے پیار کرتا ہے ۔۔۔؟؟ سینے پہ ہاتھ باندھے لہجے نفرت لیے پوچھا۔ ہونہہ ۔۔۔۔ پیار ۔۔۔؟ سر جھٹکا۔ وہ صرف ایک میں چوہدری ہے ظالم اور سفاک چوہدری ۔۔۔ اسے صرف چھیننا آتا ہے۔ اپنی بکواس بند کرو۔ اگر اب تم نے مسٹر جہان کے بارے میں ایک لفظ بھی بولا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ کسویٰ نے انگلی اٹھاتے اسے وارن کیا۔ اگر وہ تم سے پیار کرتا ہوتا تو تم سے اتنی بڑی سچائی کبھی مت چھپاتا۔ جسمین نے اب کی بار دھیمے لہجے میں کہتے چنگاری بھڑکائی۔ کیا کہنا چاہ رہی ہو تم کون سے سچائی؟ کسویٰ غصہ سے اس کی جانب مڑی وہ اتنا تو جانتی تھی کہ جسمین جانزیب کو پسند کرتی ہے اور ضرور کوئی نہ کوئی سازشی سوچ کرائی ہو گی لیکن پھر بھی وہ اس کی بات سننا چاہتی تھی کتنا زہر اگلتی تھی آج وہ ۔۔۔؟ اچھا تو تم نہیں جانتی ۔۔۔ تمہارے شوہر نے تم سے اتنی بڑی بات چھپائی کہ تمہارے والد اس دنیا میں نہیں رہے ان کی ڈیتھ ہو گئی ہے اس کے باوجود

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

باپ کی قبر پہ لے کے جانے کے۔۔۔ تمہارا شوہر بجائے تمہیں اپنے تمہارے ساتھ ولیمے کا فنکشن کر رہا ہے وہ بھی بہت دگوم دھام سے۔اور اس نے ایک دفعہ نہیں سوچا تمہارے باپ۔۔۔؟؟ کسویٰ کا ہاتھ اٹھا تھا۔

چپ رہو۔۔۔! تم۔۔۔۔؟؟ کسویٰ کی انکھیں شدتِ غصہ سے نم ہونے لگیں۔آواز کپکپا گئی۔میرے پاپا کو کچھ نہیں ہو سکتا۔وہ زندہ ہیں۔تم جھوٹ بول رہی ہو۔کسویٰ نے اس کی بات پہ یقین نہ کیا۔ جسمین تھپڑ کھا کے مزید نفرت سے اسے دیکھنے لگی۔لیکن فی الحال وہ صبر سے کام لے رہی تھی۔

اچھا تو تمہیں لگتا ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں تو جاؤ پوچھو اپنے شوہر سے۔۔ کیا وہ نہیں جانتا تمہارے والد تمہارے ہی غم میں اسی دن انتقال کر گئے۔ جس دن تمہارا یہاں جہانزیب کے ساتھ نکاح ہوا تھا اور یہ بات جانزیب بہت اچھی طرح سے جانتا ہے کیونکہ اگر وہ نہ جانتا ہوتا تو مجھے کہاں سے علم ہونا تھا؟؟ لیکن اس نے یہ سچائی تم سے چھپائی ہے کیونکہ اسے صرف چھیننا اتا ہے وہ تم سے پیار نہیں کرتا صرف تمہیں حاصل کرنا چاہتا ہے

نہیں ایسا نہیں ہو سکتا مسٹر جہان ایسا نہیں کر سکتے وہ مجھ سے جھوٹ نہیں بولیں گے اور کبھی بھی یہ سب نہیں چھپائیں گے اور میرے پاپا کو کچھ نہیں ہوا تم جھوٹ بول رہی ہو میرے ابو۔۔۔۔وہ۔۔۔وہ۔۔۔ٹھیک ہیں۔۔۔ بالکل ٹھیک ہیں۔ کسوی' پتھرائی ہوئی اواز میں کہتے ہوئے دیوار کے ساتھ جا لگی۔اس کا دل نہیں مان رہا تھا ان سب باتوں کے لیے۔ لیکن جسمین اپنی بات پے اب ابھی قائم تھی۔میرا کام تھا تمہیں بتانا سو تمہیں بتادیا آگے تمہاری مرضی جس شخص نے تمہارے باپ کی موت کو تم سے چھپایا اسی شخص کو آج تم اپنا آپ سونپنے جا رہی ہو دل سے اس کو اپنانے جا رہی ہو اس کے ساتھ رشتہ جوڑنے جا رہی ہو۔۔۔؟؟ لیکن وہ شخص تمہارے قابل تو نہیں۔۔۔؟؟ سوچو۔۔۔۔اس پے۔۔۔آگے جیسے تمہاری مرضی۔۔۔! میں کون ہوتی ہوں کچھ کہنے والی۔ جہانزیب کے ساتھ تعلق بنانا ہے تو سو پہ اپنی سیج سجاؤ گی تم۔ جسمین دفعہ بناؤ۔ لیکن یاد رکھنا اپنے باپ کی موت

سخت ترین الفاظ کہتی وہاں سے باہر کی جانب بڑھی۔جب کہ چہرے پے ایک مکروہ مسکان تھی۔چنگاری جو وہ چھوڑ کے آئی تھی اب آگ پکڑ چکی تھی۔کسویٰ کے دل و دماغ میں صرف اس کا باپ تھا۔دل کر رہا تھا۔کہ جہان سے سارے حساب کتاب جا کے ابھی کے ابھی کرے۔لیکن پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے چپ سادھ لی۔مسٹر جہان۔۔!آپ سب کچھ جانتے ہوئے بھی مجھ سے چھپا گئے۔۔۔صرف اپنی خوشیوں کو پورا کرنے کی خاطر۔۔۔؟آپ نے ایک بار بھی نہیں سوچا۔؟کہ مجھ پے۔۔۔کیا۔۔بیتے گی۔۔۔؟؟آپ کیوں چپ رہے مسٹر جہان۔۔۔؟؟وہ آنسوؤں سے تر اپنی آنکھوں کو رگڑتے ہوئے سوچ رہی تھی۔بدگمان ہو رہی تھی۔اب میں آپ کو بتاؤں گی۔چپ کی مار کیا ہوتی ہے۔۔۔؟؟آگے بڑھ کے اپنا زرتار آنچل اتار کے بیڈ پے پھینکا اور بڑی سی شال لیے وہ کمرے سے نکلتی بیرونی رہا راستے کی طرف بڑھی۔ایک پل کو اس کے قدم ڈگمگائے۔اس کا دل کہہ تھا وہ غلط کر رہی ہے۔۔۔ایک بار جہان سے پوچھ لے۔۔۔لیکن۔۔اس کا

دل بار بار اپنے باپ کو فیکھنے کے لیے مچلا۔ تو باپ کو شوہر پے فوقیت دیتی وہ اا اپنے قدم اس حویلی سے نکال چکی تھی۔ جسمین اسے فالو کر رہی تھی جیسا اس نے پلان کیا تھا سب ویسا ہو رہا تھا کسویٰ کو انجانے میں ہی سہی لیکن اس کے وہاں سے نکلنے میں مکمل مدد کی تھی۔ حویلی کے بیرونی راستے سے ہوتی وہ باہر نکل گئی۔ دور ہی اسے ایک ٹیکسی نظر آئی۔ کوئی بنا کچھ سوچے سمجھے اس میں جا بیٹھی اور اسے اپنے گھر کا ایڈریس بتائے وہ آنکھوں سے آنسوؤں کو صاف کرنے لگی۔ گاڑی چل پڑی تھی۔ مسٹر جہان اگر اس بات میں زرا بھی سچائی ہوئی۔۔ تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔ وہ دل ہی دل میں تہیہ کر چکی تھی۔ جب کہ وہ گاڑی والا بھی جسمین نے ہائیر کیا تھا اس کے نکلتے ہی جسمین نے اپنے ہاتھ جھاڑے۔ خس کم جہاں پاک۔ وہ واپس کمرے میں آئی۔ اور کسویٰ کے جیسا لہنگا پہنتی تیار ہوئی۔ زرتار آنچل اپنے سر پے اوڑھا۔ تو خود کو آئینے میں دیکھتی شرمگیں مسکراہٹ دی تم جانتی نہیں کسویٰ۔۔۔ تم نے کیا چھوڑ دیا ہے۔ یہ عام آنچل تو نہیں۔۔۔ یہ ہمارا

خاندانی دوپٹہ ہے۔جو صرف سردارنی کو ہی ملتا ہے۔آج جب مجھے سب اس میں دیکھیں گے تو سب مجھے سردارنی سمجھیں گے۔اور پھر چوہدری جہانزیب کو مجھ سے نکاح کرنا ہوگا۔وہ دل ہی دل میں اپنی پلاننگ سے بہت خوش تھی۔آنے والے وقت سے انجان۔کہ اس زرتار آنچل میں جب کوئی اس کا چہرہ دیکھے گا۔تب وہ ان لمحات کو محسوس کرنے کے لیے زندہ ہوگی بھی یا نہیں۔۔۔؟؟اس سب میں اس کے ساتھ حویلی میں سے اور کون کون شامل تھا یہ۔۔۔تو وقت نے سامنے لانا تھا۔

Zubi Novels Zone

مصطفی ارم کو لیے شہرہ کوٹ کی جانب روانہ ہو چکا تھا سارے راستے دونوں میں سے کسی نے کوئی بات نہ کی۔ایک خاموشی کی دیوار تھی۔جو ان دونوں کے بیچ حائل تھی۔کافی لمبے سفر کے بعد وہ منزل مقصود پہ پہنچے۔گاؤں

میں شادی کا اتنا بڑا انتظام دیکھ ارم تھوڑا گھبرا گئی۔ اتنی بڑی شادی۔۔۔؟؟ ارم کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ کیونکہ جیسے ہی وہ گاؤں کی حدود میں داخل ہوئے پورے گاؤں کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ مصطفیٰ نے اسکی جانب دیکھا۔ چوہدری جہانزیب کی شادی ہے اس گاؤں کے سردار کی۔ ابھی وہ مزید بات کرتے کہ پنڈال میں سے گولی چلنے کی آواز آئی۔ سبھی دنگ رہ گئے۔ بے اختیار مصطفیٰ نے ارم کا ہاتھ تھاما۔ ارم نے رخ پھیرتے مصطفیٰ کو دیکھا۔ اور پھر اناًفاناً ہوا۔ جس کا کسی کو یقین نہ آیا۔

Zubi Novels Zone

کہاں ہے کسویٰ۔۔۔؟ جہانزیب کی دبنگ دھاڑ پہ اک پل کو پورے مجمع کو سانپ سونگھ گیا۔ ہائے میری بچی کو مار ڈالا ظالموں نے۔۔۔ سعدیہ بیگم زور زور سے چیخ وپکار کر رہی تھیں۔ جاہنزیب کی صبر کی انتہا یہیں تک تھی۔ آگے بڑھ کے سعدیہ بیگم کو کندھوں سے تھامے جھنجھوڑ ڈالا۔ میں نے پوچھا۔ میری بیوی کہاں ہے۔۔۔؟؟ ایک پل کو سعدیہ بیگم کی نظرں

پتھرائی یں خوف کا سایہ لہرایا۔ لیکن اگلے ہی پل غصہ اور حقارت نے لے لی
بھاگ گئی ہے وہ۔۔۔ تمہاری۔۔ ہماری۔۔ ہم سب کی عزت کا جنازہ
نکال کے بھاگ گئی ہے وہ۔۔ صرف اس خاندان کی عزت بچانے کو اپنی
بیٹی کو گھونگھٹ اوڑھا کے بٹھایا تھا کہ ہمارے خاندان کی عزت رہ جائے۔۔
ہائے۔۔ ہائے۔۔ مجھے کیا پتہ تھا۔۔۔؟؟ میری بیٹی کسی اندھی گولی کا نشانہ بن
جائے گی۔۔؟؟ ماردیا ظالموں نے میری بچی کو۔۔۔؟؟ وہ پھر سے بین ڈالنے
اور لگیں تھیں۔ سبھی کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ اپنی بکواس بند کریں۔
سیدھی طرح بتائی یں مجھے۔۔؟؟ کدھر ہے کسویٰ۔۔؟؟ جہانزیب کو نہ ہی
ان کی بیٹی جسمین کے مرنے کا ملال تھا اور نہ ہی ان کی کسی بات پے یقین
۔۔۔! سعدیہ بیگم کی بازو دبوچے وہ سخت غصہ سے غرایا۔ جہان۔۔۔! چھوڑ
دو۔ سعدیہ کا ہاتھ۔۔۔ وہ جو کہہ رہی ہے سچ کہہ رہی ہے۔ تمہاری بیوی
بھاگ گئی ہے۔ چوہدرائی ین کی بات پے جہانزیب کا دل ڈوب کے
ابھرا۔ جھوٹ بول رہی ہیں۔۔ آپ۔۔۔! کسویٰ ہیں جاسکتی۔۔۔۔!

جہانزیب خود کو یقین دلاتا ہمکلامی میں بولا جب کہ ارم نم آنکھوں سے مصطفیٰ کو دیکھنے لگی۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی تو وہاں پہنچے تھے۔ کسویٰ کا نام سن کے ارم کو لگا۔ اس کی بہن کی بات کی جارہی ہے اس بات کو کنفرم کرنے کے لیے اس نے موبائل نکالا اپنی اور کسویٰ کی ایک تصویر نکالتے سیدھا جہانزیب کے پاس جا پہنچی۔ آپ اسکی بات کر رہے ہیں۔۔؟؟ مصطفیٰ بھی اسے دیکھتا سر پیٹ کے رہ گیا۔ جہانزیب نے حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا۔ جس کی آنکھوں میں آس تھی۔ کون ہو تم۔۔؟؟ کرخت لہجے میں پوچھا۔ میں۔۔میں۔۔بہن۔۔؟؟ یہ۔۔یہ۔۔میری۔۔آپی۔۔؟؟ آپ کو پتہ ہے یہ کہاں ہیں۔۔؟؟ پلیز۔۔۔بتائیں مجھے۔۔؟ ارم نے ملتجی انداز میں پوچھا۔ دیکھ لو۔۔۔ سازشی لوگ یہاں پہلے سے موجود ہیں۔۔۔ چوہدرائن کو موقع مل گیا تھا اپنی بات کو سچ ثابت کرنے کا۔ یہ۔۔۔یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔؟؟ میری بہن آپ کے پاس ہے۔۔ بتائیں ناں وہ کہاں ہے۔۔؟ ا مصطفیٰ۔۔۔؟؟ پلیز آپ پوچھیں ان سے۔۔؟؟ ارم مصطفیٰ کے پاس کھڑی

بے چینی سے بولی۔ کہاں ہے کسویٰ۔۔؟؟ مصطفیٰ۔۔۔؟؟؟ جہانزیب اونچی آواز میں دھاڑا تھا مصطفی نے حیرت سے جہانزیب کو دیکھا۔ بہن کو یہاں سے چھپا کے اب یہ دونوں یہاں تماشا دیکھنے آئے ہیں۔۔ چوہدرائی ن نے توپوں کا رخ ان دونوں کی طرف موڑ دیا تھا۔ مصطفیٰ مجھے سچ سچ بتاؤ۔۔ کسویٰ کہاں ہے۔؟؟

جہان بھائی۔۔۔؟؟ یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔۔؟ ہم بھلا ایسا کیوں کرنے لگے۔۔؟؟؟ مصطفیٰ کو سخت شاک لگا۔ جب کہ ارم اس کی بازو کو سختی سے دبوچے اس کے ساتھ چپک کے کھڑی تھی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ جھوٹ مت بولو۔ تم اور یہ تمہاری بیوی دونوں اس سازش کا حصہ ہو۔ مل کے گیم پلان کیا ہے۔ تم دونوں کے یہاں آتے ہی گولی چلی۔ اور کسویٰ کا یہاں سے غائب ہونا۔۔۔ یقیناً۔۔ اس کی بہن اور بہنوئی یعنی تمہارا ہی ہاتھ ہو گا اس میں۔۔ قبضے میں لو انہیں۔۔۔ چوہدائین اونچی آواز میں

دھاڑی تھی۔ جہانزیب ابھی بھی بے یقینی سے مصطفیٰ کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن یہ بات واقعی نظر انداز کرنے والی نہ تھی۔ کہ سامنے کھڑا شخص تو اس کا اپنا تھا۔ لیکن اس کی بیوی۔۔ کسویٰ کی بہن تھی۔ جس کے یہاں آتے ہی کسویٰ اچانک سے غائب ہوئی تھی۔ خبر دار۔۔۔ خبر دار۔۔۔ جو ہمیں کسی نے سے لگائے اب کی بار مصطفیٰ ہاتھ لگایا تو۔۔ ہاتھ توڑ دوں گا۔ ارم کو اپنے سینے بھی سخت آواز میں غرایا ارم ڈری سہمی مصطفیٰ کے سینے سے لگی سامنے کھڑے جہانزیب کو ابھی تک ملتجئ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

ارم کو اپنے سینے سے لگائے اب کی بار مصطفیٰ بھی سخت آواز میں غرایا ارم ڈری سہمی مصطفیٰ کے سینے سے لگی سامنے کھڑے جہانزیب کو ابھی تک ملتجئ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جہانزیب نے آگے بڑھ کے ایک پنچ ایم۔ کے کے منہ پہ مارا۔ ارم کی چینخ نکل گئی۔ وہ سہم کے ایم۔ کے کو

دیکھتی مزید اس میں سمٹ گ ئی۔ ایم۔ کے نے ایک ہاتھ ارم کی کمر میں حائل کیا ہوا تھا۔ جب کہ دوسرے ہاتھ سے اپنے ہونٹ سے نکلتا خون صاف کیا۔ اور دکھی نظروں سے جہان کو دیکھتے سر نفی میں ہلایا۔ یادر کھنا اگر مجھے زرا بھی یہ معلوم ہوا کہ کسویٰ کے غائب ہونے کے پیچھے۔۔ تم دونوں کا ہاتھ ہے۔۔ تو میں بھول جاؤں گا۔۔۔ کبھی تمہیں بھائی کہا تھا۔ جہانزیب نے انگلی اٹھاتے وارن کرتے کہا۔ اور اگر یہ ثابت ہوا کہ اس میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں۔۔ تب۔۔؟؟ تب آپ کیا کریں گے۔۔؟؟ مصطفیٰ نے سخت لہجے کو جہانزیب چپ سا میں پوچھا۔ لیکن ادب ولحاظ کا دامن نہ چھوڑا۔ ایک پل ہوا۔ جب کہ مصطفیٰ نے ایک سخت نظر چوہدرائن پہ ڈالی۔ جہنوں نے جہانزیب کے ماغ میں یہ سب ڈالا تھا۔ جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ ہم پہ الزام ہے۔ تو جس نے یہ سازش رچی ہوئی۔ اسے آپ کڑی سے کڑی سزا دیں گے۔ جہان بھائی۔! مصطفیٰ نے دھیمے لہجے میں قہر بھری نظریں چوہدرائین پہ گاڑتے ہوئے کہا وہ غصہ سے پہلو بدل کے رہ گ ئی یں۔

لے جاؤ انہیں۔۔اور قید خانے میں ڈال دو۔۔وہ اونچی آواز میں بو تیں اپنا رعبودبدبہ جتارہی تھیں۔ مصطفیٰ اور ارم کو قید خانے میں ڈال دیا گیا۔جب کہ بڑی حویلی میں

ہر طرف ایک کہرام مچ گیا تھا۔شادی والا گھر اچانک ہی ماتم کدہ بن گیا تھا۔ جہاں کچھ دیر پہلے بینڈ باجے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔اب ہر طرف چیخ و پکار تھی۔کچھ دیر پہلے جہاں لوگ شادی کا کھانا کھانے آئے تھے۔اب وہاں میت پڑی تھی۔جوان جہان لڑکی کا یوں سرعام قتل۔۔۔؟؟وہ بھی سردار کی بیوی کا نشانہ لیا گیا۔یہ سب سردار جہانزیب چوہدری کی سرداری پے ایک بہت بڑا سوالیہ نشان تھا۔جہانزیب اس وقت بالکل خاموش کھڑا تھا۔ہر طرف گہما گہمی تھی۔اسے ابھی بھی یقین نہیں آرہا تھا۔کہ کسویٰ وہاں نہیں تھی۔اسے یہی لگ رہا تھا کہ وہ ضرور اسکے ساتھ کوئی مذاق کر رہی ہے۔۔ ابھی کہیں سے ہنستی ہوئی آئے گی۔۔اور۔۔اس کے گلے لگ جائے گی۔۔

لیکن۔۔یہ سب جہانزیب کی خام خیالی تھی۔پولیس وہاں پہنچ گئی تھی۔ وہ لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے لے جانا چاہتے تھے۔ہرگز نہیں۔۔میری بیٹی کو کسی نے بھی چھوا تو میں۔۔اسے مار ڈالوں گی۔سعدیہ بیگم روتے ہوئے چلائی یں۔ سبھی نے ترحم بھری نظر ان پے ڈالی۔انسپکٹر فراز آپ لاش کو لے جائیں۔جہانزیب نے سختی چہرے پے سجائے اجازت دی۔بالکل نہیں۔۔۔اس سے پہلے پولیس کاروائی کرتی چوہدرائین نے ہاتھ اٹھاتے غصہ سے انہیں روکا۔آج تک ہمارے گاؤں کا کوئی بھی فیصلہ کورٹ کچہری میں نہیں ہوا۔اور آگے بھی کبھی نہیں ہوگا۔میرا پوتا میرا جانشین سردار جہانزیب چوہدری اتنا کمزرو نہیں ہوا۔کہ اب وہ اپنے فیصلے عدالتوں کو سونپے۔ایک کٹیلی نظر جہانزیب پے ڈالی۔جو انہیں خالی خالی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔چوہدرائن نے جہانزیب کی آنکھوں میں بغاوت دیکھ لی تھی۔ وہ دھیرے دھیرے چلتیں اس کے قریب آئی یں۔اگر پولیس کو شامل کرنا ہی ہے تو وہ جو دو قیدی قید خانے میں بند کیے ہیں۔انہیں بھی پولیس کے

حوالے کروتا کہ پتہ چلے کہ اس سب کے پیچھے ان دونوں کا ہاتھ ہے۔

باور کروانا چاہ رہی تھیں۔جہانزیب اچھے سے چوہدرائن جہانزیب کو کیا سمجھ رہا تھا اس لیے ماتھے پے بل ڈالے وہ پولیس آفیسر کو لیے حویلی کے بیرونی حصہ کی جانب گیا۔اور اس معاملے کو وہیں ختم کرتا واپس مڑا تھا۔کہ اچانک اس کی نظر ایک چمکتی چیز پے جا ٹھہری۔جہانزیب نے وہ اٹھایا۔تو وہ ایک جھمکا تھا۔میری زندگی کے مالک۔۔۔میرے دل پے ہاتھ رکھ دے۔۔ تیرے آنے کی خوشی میں میرا دم نکل نہ جائے۔۔۔۔بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔۔۔کسویٰ کی کان کی لو کو لبوں سے چھوتے وہ اس کو سمٹنے پے مجبور کر رہا تھا۔س کے جسم کا دھیرے دھیرے لرزتا جہانزیب کے جذبوں کو ہوا دے رہا تھا۔جہان۔۔۔۔۔؟؟؟اس کے نازک لبوں کا تھر تھرانا۔۔

جہانزیب کی گردن کی گلٹی ڈوب کے ابھری۔اسکے گالوں کو چھوتے اس کا چہرہ اپنے قریب کیا۔اس کے ماتھے پے اپنے سلگتے لب رکھتا وہ خود بھی سکون محسوس کر رہا تھا کسویٰ بھی اپنے اندر سکون اترتا محسوس کر رہی تھی۔

دھیرے سے پلکیں اٹھائیں تو وہ لرز رہی تھیں۔اس کی پلکیں جہانزیب کو اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔دھیرے سے لب اسکی پلکوں پے رکھتے وہ اس کے گالوں پے لب کھتا اپنے دل کو تقویت پہنچا رہا تھا۔لبوں کی ہلکی سی سرسراہٹ سے اسکی دھڑکنوں کو ارتعاش بڑھتا جا رہا تھا۔

ججججہاااننننن۔۔۔وہ گھبرا کے پیچھے کو ہٹتی گہرا سانس بھر گئی۔تو جہانزیب نے کھینچ کے اسے سختی سے اپنے سینے میں بھینچا۔کسویٰ۔۔۔اب مزید دوری نہیں سہی جاتی۔تمہاری روح میں اتر جانا چاہتا ہوں۔۔وہ جذبات سے لبریز ہوتے بوجھل لہجے میں بولا۔تو کسویٰ کی نظریں جھک گئیں۔جیسے وہ اب جہان کی مزید قریب سہنے کی ہمت نہ جتا پا رہی تھی۔ جہان نے آگے بڑھ کے گھونگھٹ اس پے اوڑھایا۔اور اسکے ماتھے پے پیار کی مہر ثبت کی۔ایک شرمگیں مسکراہٹ نے کسویٰ کے لبوں کا احاطہ کیا۔ شام کو ملاقات ہو گی۔بہت مشکل سے اسکے حسین سراپے سے نظریں چراتے وہ باہر نکلا تھا۔نہیں جانتا تھا۔کہ وہ آخری بار اسے دیکھ رہا تھا۔ورنہ

اسے چھوڑ کے کبھی باہر نہ جاتا۔۔۔ جھمکا ہاتھ میں تھامے وہ دروازہ کی جانب بڑھا اس گیٹ کو وہ پار کر کے گ ئی تھی۔ کس دل سے۔۔۔؟ وہ اس سنسنان سڑک کو دیکھ رہا تھا۔ کہاں جا سکتی ہے وہ۔۔؟؟ بظاہر وہ پر سکون کھڑا تھا۔ لیکن دل میں عجیب سی کھلبلی تھی۔ پیچھے پلٹا تو بری طرح ٹھٹھکا۔ اسے یاد آیا پچھلے ماہ اس نے یہاں ایک سپائی کیمرہ لگوایا تھا۔ ضرور اس میں کچھ نہ کچھ کیپچر ہوا ہو گا۔ موبائل جیب سے نکالتا وہ اپنے قریبی اور وفادار آدمی کو کال کرتا سب سمجھاتا اندر داخل ہوا۔ کہ اس کے قدم ٹھٹھکے۔

ہائے میری بچی کی قسمت۔۔۔؟؟ کیسا نصیب ہے۔۔ پہلے وہ لڑکی اس کا نصیب کھا گ ئی۔ آج اس کے حصے کی گولی بھی کھالی میری بچی نے۔۔ ہائے۔۔۔ وہ وہی ہوتی۔۔۔ تو وہ مر جاتی۔۔ میری بچی تو زندہ

رہتی۔۔۔سعدیہ بیگم کے بین ڈالے پے جہانزیب نے چونک کے انہیں دیکھا۔ان کی کہی بات جہانزیب کے دماغ میں کلک ہوئی۔گولی۔۔۔دلہن کے لیے تھی۔مطلب کسویٰ کے لیے۔۔۔؟؟اور کسویٰ کی جان کو ابھی بھی خطرہ تھا۔۔۔۔وہ سختی سے آنکھیں میچ گیا۔

سعدیہ۔۔۔یہ سب اللہ کی طرف سے ہوا ہے۔جو کوئی کسی دوسرے کے لیے گھڑا کھودت ہے خود ہی اس میں جا کے گرتا ہے۔تمہارا اور تمہاری بیٹی کا یہی حال تھا۔اس نے کسویٰ کی جگہ لینی چاہی۔۔دیکھو۔اللہ نے کیسا سبق دیا۔غزالہ بیگم کے سخت ترین لفاظ پے سعدیہ بیگم اپنے لب ایک دوسرے میں پیوست کیے انہیں دیکھے گ ئی یں۔بڑی بہو۔۔۔! تھوڑا لحاظ رکھو۔اس کی بیٹی اس دنیا سے چلی گ ئی۔۔۔اور تم۔۔۔؟؟اس کا دکھ سمجھو۔۔۔!

چوہدرائی ن نے بیچ میں دخل اندازی کی۔چوہدرائی ن جی۔۔۔آپ بیٹی کا چلا جانا کسے کہتے ہیں۔۔؟وہ دکھی لہجے میں پوچھ بیٹھیں۔جب کہ وہاں موجود

عورتوں نے اپنے منہ پے ہاتھ رکھ لیا۔آج پہلی بار چوہدرائی ن کے مقابل کوئی عورت کھڑی ہوئی تھی۔ صرف بیٹی کا اس دنیا سے چلے جانا منوں مٹی تلے دفن ہو جانا ہی اس کی موت نہیں۔۔جب بیٹیوں کو ونی کر دو۔۔تب بھی وہ مر جاتی ہیں۔۔۔اور اس دکھ کا احساس صرف اسی کو ہوتا ہے جس پے بیت تیتی ہے۔دکھ سے روتے ہوئے بولتی وہ جہانزیب کو بھی آج آئی ینہ دکھاگ ئی تھیں۔ان کی بات سنتا وہ وہاں رک نہ پایا۔

اندھیر کال کوٹھری میں ان دونوں کو قید کیا گیا تھا۔ایک چھوآسا روشندان تا جہاں سے ہلکی ہلکی روشنی چھنتی اندر آرہی تھی۔ارم کو سمجھ نہیں آرہا تھا۔ کہ بہن کے مل جانے کی خوشی منائے یا پھر سے کھو جانے کا غم۔وہ بہت زیادہ افسردہ ہو رہی تھی۔پھر ای دم سے مصطفیٰ کا خال آیا۔وہ اتنا اثر ورسوخ والا

تھا۔اسی وجہ سے اس نے مصطفیٰ سی شادی کی تھی۔کہ وہ اسے اسکی بہن تک پہنچائے گا۔یہ کیسا ملنا تھا۔۔۔؟کہ وہ مل کے بھی دور تھی۔اس شخص کے اتنا بااثر ہونے کا کیا فائدہ کہ آج خود بھی قید خانے میں قید تھا۔اوسے بھی قید کر دیا گیا تھا۔یار اپنا رونا تو بند کرو۔۔۔۔مصطفیٰ نے اسکی سوں سوں سنی تو زچ ہوا۔وہ ناک اور گال پونچھتی اندھیرے میں بھی اسے گھورنے سے باز نہ آئی۔

آپ تو اتنے بڑے گینگسٹر ہیں۔۔ان کا مقابلہ کیوں نہیں کر رہے؟ارم کے برجستہ کہنے پہ مصطفیٰ نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا۔اور گہرا سانس خارج کیا۔دونوں اس وقت اندھیرے قید خانے میں قید تھے۔دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔۔جہانزیب چوہدری۔۔۔میرے بھائی ہیں۔۔مجھے بہت عزیز ہیں۔جب انہیں احساس ہو گا تو وہ خود ہمیں یہاں سے باہر نکالیں گے۔مصطفیٰ نے دھیمے سے سمجھایا۔

ہائے اللہ۔۔۔! اچانک سے ارم چینخ مارتی مصطفیٰ کے گلے جا لگی۔ اس کے گلے کے گرد بانہیں حمائل کیے وہ ڈر سے کانپی تھی۔ جب کہ مصطفیٰ کو اس کا یوں خود کے قریب آنا ایک سکون دے گیا تھا۔ کیا ہوا؟؟؟ مصطفیٰ نے اسکے گرد بانہوں کا حصار بناتے دھیرے سے پوچھا۔ وہ اسکی گود میں بچوں کی طرح بیٹھی ڈر رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا۔ ہر طرف چوہے ہوں۔ جو اس پے مارلی تھی کسی بھی وقت جھپٹا ماردیں گے۔ عجیب سے ڈر نے دل میں کنڈلی وہ چوہوں کاکروچز سے بہت سخت ڈرتی تھی۔ اور چھپکلی سے تو اسکی جان جاتی تھی۔ اس وقت اس چوہے سے بچنے کے لیے وہ یہ بھی بھول گئی کہ وہ کس پوزیشن میں مصطفیٰ کے قریب ہے۔ پلیز۔۔ یہاں سے نکلیں۔۔ وہ روتے ہوئے مصطفیٰ کے قریب ہوتے اسکے چہرے کے قریب چہرہ لاتے رو دی تھی۔ مصطفیٰ اسکا یوں رونا دیکھ ایک دم سے پریشان ہوا۔ ریلیکس۔۔۔ ارم۔۔۔! کچھ نہیں ہوا۔۔ اتنا ڈر کیوں رہی ہو۔؟؟ اس کی کمر تھپتھپاتے وہ فکرمندی سے بولا۔ پلیز۔۔ مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔۔ باہر نکالیں۔۔ ہم نے

توکچھ کیا بھی نہیں۔۔ پھر کیوں ہمیں یہاں قید کر دیا۔۔؟ آپ کچھ کریں
ناں۔۔۔ وہ اسکے ساتھ چپکی اسکے صبر کا امتحان لیتی اپنی ہی کہے جا رہی تھی۔
شی۔۔۔۔۔ کچھ نہیں ہوتا۔۔ ہم جلد ہی باہر نکلیں گے۔۔ او میرے ہوتے
کیوں ڈرتی ہو۔۔؟؟ میں ہوں ناں۔۔۔ تمہارے ساتھ۔۔ تمہارے
سے اس پے پاس۔۔۔! اس کے گالوں سے آنسو پونچھتے وہ اپنے لفظوں
محبت کا سحر پھونک رہا تھا۔ جس میں ارم جکڑے جا رہی تھی۔ دونوں ہی اس
پل کو محسوس کرتے اس وقت سب کچھ بھولے تھے۔ مصطفیٰ نے اس کا چہرہ
اندھیرے میں بغور دیکھتے اس کا سر اپنے سینے پے ٹکایا۔ ارم کو جیسے محفوظ پناہ
گاہ مل گئی اس کا دل جیسے پر سکون سا ہو رہا تھا۔ جب کہ مصطفیٰ اتنا ہی بے
چین۔ وہ اس کے نکاح میں ہوتے ہوئے بھی اس سے دوری بنائے بیٹھا تھا
اس کے جذبات میں ارم کے ریب آنے سے طغیانی سی برپا ہوئی تھی۔ اس
کے کمر کو سہلاتے وہ اس کے حواسوں پے چھانے لگی تھی۔ دل اسکی قربت کا
متلاشی ہونے لگا۔ دھیرے سے اس کے بال کمر سے پیچھے ہٹاتا اس کی نازک

گردن پے اپنا نرم گرم لمس رکھ گیا۔ارم تو سن ہی ہو گئی۔اسے مصطفیٰ سے ایسی حرکت کی امید نہ تھی۔اسے یقین ہی نہ آیا۔کل بھی مصطفیٰ نے جو کا۔وہ نشہ میں تھا۔اس لیے اس نے ان باتوں کو نہ سیریس لیا۔نہ دوبارہ لیکن۔۔آج۔۔؟؟آج تو وہ اپنے پورے ہوش و حواس میں تھا۔پھر۔۔وہ ایسا کیسے کر سکتا تھا۔دل ہی دل میں خود سے الجھ رہی تھی۔کہ مصطفیٰ کی جسارتیں بڑھتی جا رہی تھیں۔وہ گھبراتے ہوئے جھٹکے سے پیچھے ہٹتی اسکے سینے پے ہاتھ رکھ گئی۔یہ۔۔۔یہ۔۔آپ کیا کر رہے ہیں۔۔۔؟؟گھبرائی سی لجائی سی ارم۔۔۔؟مصطفیٰ کو مزید اپنا دیوانہ بنا رہی تھی۔کیا کر رہا ہوں۔۔؟؟گھمبیر لہجے میں بولتے کلائی سے جکڑے خود سے قریب کیا۔مصطفیٰ۔۔۔!پلیز۔۔۔دور ہٹیں۔۔۔وہ تڑپ گئی تھی۔اس کے اس شدت بھرے لمس سے۔کیوں۔۔۔؟؟کیوں ہٹوں۔۔۔؟؟

ہاں۔۔؟؟نکاح میں ہو میرے۔۔۔تمہارے۔۔۔جسم و جاں کا ملک ہوں۔۔حق رکھتا ہوں پورا پورا تم پے۔۔۔خود سے یوں نہیں دور کر سکتی تم

مجھے۔۔۔وہ جنونی کیفیت میں بولا تھا۔ ہمممماارررییی۔۔۔شادییییی۔۔۔ ایکلکلک ڈیلل تھی۔۔۔۔ بمشکل حلق سے الفاظ ادا کرتی وہ مصطفیٰ کے غصہ کو میں گ ئی ڈیل۔۔۔ کھینچ کے مزید اپنے سینے میں ہوا دے رہی تھی۔ بھاڑ بھینچا کہ ارم کو لگا اسکی سانسیں ہی رک جائی یں گیں۔ تمہیں کیا لگتا ہے۔۔۔؟؟ تمہاری بہن مل جائے گی۔اور مصطفیٰ تمہیں چھوڑ دے گا۔۔؟ وہ غصہ سے دبی آواز میں پھنکارا۔ارم اس کا انداز دیکھتی سہم گ ئی تھی۔اپنے اس چھوٹے سے دماغ میں ایک بات بٹھالو۔۔۔ تم صرف میری ہو۔۔میری ملکیت ہو۔۔میں جو چاہے تمہارے ساتھ کروں۔۔ تم۔۔ کچھ نہیں کر سکتی۔۔ سمجھی تم۔۔۔! وہ اسے کیا باور کروانا چاہ رہا تھا۔ارم نہیں جانتی تھی۔لیکن اس کا دھونس جمانے والا انداز ارم کو بالکل اچھا نہ لگا۔ایسا کچھ نہیں ہے مسٹر ایم۔کے۔۔۔! ہمارے بیچ کبھی کچھ نہیں ہو سکتا۔نہ آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں۔۔نہ میں۔۔ تو اس رشتے کا کوئی انجام نہیں ہو گا۔اینڈ۔۔ایٹ دی اینڈ۔۔ہم۔۔۔جدا۔۔۔؟؟۔۔۔کہتے ہوئے ارم کا

لہجہ روندھ گیا۔وہ مزید کچھ کہتی۔۔۔ایم۔کے نے اسکی سانسوں پہ قابض لفظوں کو ہی چن لیا وہ بے آب ماہی کی طرح تڑپی۔اور ہوتے اس کے مصطفیٰ کو خود سے دور کرنا چاہا۔لیکن اس کی مزاحمت پہ مصطفیٰ کا لمس جنونیت اختیار کر گیا۔اس کی شدت کے آگے وہ نازک سی لڑکی ہمت ہار گ ئی۔آنسو ٹوٹ کے گالوں پہ گرے تو مزاحمت بھی ترک کر دی۔

مصطفیٰ نے بہت نرمی سے اسکے لبوں کو آزادی بخشی۔اگر اپنی چلتی سانسیں عزیز ہیں۔تو آئندہ جدا ہونے کی بات مت کرنا۔۔۔۔اسے وران کرتا اسکے گیلے لبوں پہ انگوٹھا سے رب کرتا وہ اسکے دل کے تار چھیڑ رہا تھا۔شرم و خفت کے مارے ارم کا سر ہی نہیں اٹھ رہا تھا۔اس کی نظروں کے حصار سے نکلنے کے لیے اپنی ناہموار تنفس کو درست کرتی اسی کے سینے میں جا چھپی۔

مصطفیٰ نے کسی قیمیتی متاع حیات کی طرح اسے اپنی باہوں میں سمیٹا۔وہ اس کے لیے خاص ہو چکی تھی۔بہت خاص۔۔کہ وہ خود کو اسکی طرف بڑھنے سے روک نہیں پایا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

گھر کی دہلیز پے قدم رکھا تو ایک پل کو کسویٰ کے قدم ڈگمگا ئے۔

بابا۔۔۔؟؟ سارے رستے وہ روتی آئی تھی۔اب۔۔کھلے دروازے سے اندر کیجانب بڑھتی اسکی بے قرار نظروں سے نے اپنے باپ کو ڈھونڈا۔اسکا جسم دھیرے دھیرے لرز رہا تھا۔چہرے کے آگے کیا نقاب گرا دیا تھا سب طرف نگاہ دوڑائی۔لیکن ہر سو ایک خاموشی کا رج تھا۔چاروں اور دیکھتی وہ خود کو وہاں اجنبی محسوس کر رہی تھی کہ تبھی سامنے۔۔۔؟؟

جسمین کا جنازہ ہو گیا تھا سعدیہ بیگم نے جو کہرام مچایا سو مچایا۔چوہدرائی ن نے جو شور مچایا وہ الگ تھا۔پورے گاؤں کو کٹھرے میں کھڑا کیا۔اس سب میں جہانزیب ایک بار بھی نہ بولا اسے صرف کسویٰ کی فکر تھی۔گولی کس نے

چلائی تھی۔اس کا پتہ لگانے کے لیے اسکے آدمی اور پولیس دونوں کو وہ ہائی ر کر چکا تھا۔اپنے موبائی ل پے کال سنتا وہ گیٹ سے باہر نکل گیا۔

جائے نماز بچھائے وہ کافی فیر سے دعا مانگ رہی تھی۔برہان اسے دیکھے جا رہا تھا۔آمین کہتے وہ اٹھی تو اس کی آنکھیں انسوؤں سے تر تھیں۔برہان کو یوں اچانک اپنے سامنے بیٹھا تو ایک وہ ٹھٹکی لیکن پھر نظرانداز کرتی ہوئی جائے نماز کو تہہ لگاتی ایک طرف کی جانب بڑھی۔اس کا یوں نظرانداز کرنا برہان کو ناگوار گزرا۔اپنے گھر والوں کے لیے بھی دعا مانگ لو۔۔۔انہیں اشد ضرورت ہے دعاؤں کی۔اپنی کلائی سے گھڑی اتار کے ایک طرف رکھتا وہ سرسری انداز میں بولا تھا۔اسکی بات پے چونکتی وہ رکی۔اور پلٹ کے اسکی جانب آئی۔کیا کہنا چاہتے ہیں اپ۔۔۔؟؟پری کے ماتھے پہ دو بل پڑے۔

برہان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوتا اس کے مقابل آیا۔وہی۔۔۔جو تم نے سنا ہے تمہارے بھائی کا ولیمے کا فنکشن اس وقت ماتم کدہ بن چکا ہے۔جہاں خوشیوں کا راج تھا اس وقت وہاں پہ آہ و بکا چل رہی ہے اور تم تو اس گھر کی بیٹی تھی نا تمہاری تو دعائیں لگیں گی۔۔ان کو۔۔۔تو دعا کرو ان کو تمہاری دعاؤں کی ضرورت ہے۔کہتے ہی برہان پلٹا۔کہ وہ اسکے سامنے آئی۔

آپ۔۔۔یہ۔۔۔کیا کہہ رہے ہیں۔۔؟؟مجھے۔۔کچھ۔۔ سمجھ نہیں آرہا۔۔؟؟پلیز۔بتائیں ناں۔۔؟؟وہ اسکے ہاتھ تھامے بے چینی سے بولی۔

برہان اسکے نازک ہاتھوں اور روئی آنکھوں کے دیکھتے اپنا دل نرم پڑتا محسوس کر رہا تھا۔تمہاری کزن۔۔۔کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔۔۔ جسمین کی۔۔۔!

برہان نے سنجیدگی سے کہا۔توپری کا دل دھک سے رہ گیا۔اس کو برہان کی بات پے یقین ہی نہ آیا۔دھیرے دھیرے قدم لیتی پیچھے ہٹی۔اپ۔۔۔۔۔

اپ جھوٹ بول رہے ہیں نا۔۔۔؟جیسمین اپی۔۔۔۔ جسمین اپی نہیں مر سکتی۔۔۔وہ کیسے مر سکتی ہیں۔۔۔۔؟؟اچانک نہیں۔۔۔۔انہیں

کچھ نہیں ہوا ہو گا۔۔۔آپ۔۔۔آپ۔۔۔مذاق کر رہے ہیں۔۔۔؟؟

آپ کہیں کہ آپ مذاق کر رہے ہیں۔۔۔؟پری اس کے گریبان تک پہنچ

ہوئے وہ بس ایک ہی بات کہے جا رہی گئی اس کے کالر کو پکڑ کر جھنجوڑتے

تھی برہان نے اس کی نازک کلائیوں کو اپنے ہاتھوں میں جکڑا اور اس کا ہاتھ

اپنے کالر سے ہٹایا۔کیا مطلب ہے تمہاری جسمین آپی اللہ تعالی سے لکھوا

کے ائی تھی کہ وہ اس دنیا میں ائی ہے اور اس دنیا سے جائے گی نہیں۔۔۔

سب نے ایک دن مرنا ہے۔۔۔تم نے بھی مرنا ہے اور میں نے بھی اور وہ

بھی مر چکی ہے ہاں یہ البتہ اور بات ہے کہ جو اس نے کیا وہ بہت غلط تھا

تمہارے بھائی کی دلہن بن کر بیٹھ گئی گھونگھٹ اوڑھ کر اور ایک انجانی گولی کا

نشانہ بنتے اللہ کو پیاری ہو گئی۔۔۔اب تم رو چلاؤ شور کرو۔۔۔لیکن حقیقت

نہیں بدلے گی پری گل !کیونکہ وہ مر چکی ہے اور مرنے والے کبھی زندہ

نہیں ہوتے۔جھٹکے سے اسکے ہاتھ چھوڑتے وہ وہاں سے باتھ روم کی جانب

بڑھ گیا۔جبکہ پری گل ہچکیوں سے روتی ہوئی وہیں زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔

جسمین اس کی کزن ہی نہیں اس کی بہن کی طرح تھی دونوں نے بچپن ایک ساتھ گزارا تھا دکھ سکھ کے ساتھی تھیں۔اج اس کی موت کی خبر سن کر خود پہ قابو نہیں رکھ پا رہی تھی وہ روئے چلی جا رہی تھی برہان باتھ روم سے شاور لے کر نکلا۔تو ابھی بھی اس کو یوں ہی زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھے روتا ہوا دیکھ کر زچ ہوا اب یہ ماتم منانا بند کرو اور لائٹ آف کرو مجھے نیند آ رہی ہے۔سپاٹ انداز میں کہتا وہ بستر کی جانب بڑھا۔پری نے اسکی طرف دھتی نگاہ ڈالی بہت ظالم اور سفاک انسان ہیں آپ۔۔۔!پری نے نم آنکھوں سے شکوہ کیا۔برہان نے ایک کٹیلی نظر اس پے ڈالی پھر رخ پھیر لیا۔آپ اس قدر سخت دل کیسے ہو سکتے ہیں۔۔؟؟ برہان۔۔؟وہ اسکے سر پے جا کھڑی ہوئی اس وقت اس کا جی چاہ رہا تھا۔کہ اپنے گھر کو کسی طرح اڑ کے پہنچ جائے۔لیکن اس بات کا اظہار وہ برہان سے کر بھی نہیں پا رہی تھی۔اور چاہ رہی تھی کہ وہ خود ہی سمجھ جائے۔ہاں ہوں میں سفاک۔۔۔!لائٹ آف میرا دماغ خراب نہ کرو۔۔۔وہ آنکھیں بند کیے اسکی طرف کروٹ کرو۔۔

بدلتا غصہ سے بولا۔پری کا جی چاہا خود کو ہی مار ڈالے۔وہ شخص کتنا پتھر دل تھا۔غصہ سے لائٹ آف کر دی۔لیکن اس کی سسکیوں میں بھی اضافہ ہو چکا تھا۔جو برہان کو صرف طیش دلا رہی تھیں۔اپنا رونا بند کرو۔۔اپنی اس کزن کی موت پے تم اتنے آنسو بہا رہی ہو۔۔۔کل کو میں مر گیا۔۔تو تب تو تم نے شکر کا کلمہ ہی پڑھنا ہے۔۔۔ایک آنسو بھی نہیں بہانا۔۔۔وہ لیٹے ہوئے ہی طنز کے تیر چلانے سے باز نہ آیا۔اس کی بات سنتی پری کی سسکیوں میں مزید اضافہ ہوا۔اب اگر تم نے رونا بند نہیں کیا تو کمرے سے باہر نکال دوں گا۔وہ اٹھ کے غصہ سے دھاڑا کہ پری نے منہ پے ہاتھ رکھے اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹا۔وہ اسے وہاں لے کے بھی نہیں جا رہا تھا۔اور نہ ہی اسے دلاسا بھرا ایک لفظ بولا تھا۔وہ بالکل چپ کر گئی تھی۔لیکن اس کا وجود اب کے خاموش آنسو بہاتی وہ اپنی کزن کی موت ہولے ہولے ہل رہا تھا پے ماتم کناں تھی۔گھٹنوں میں سر دئیے وہ کاؤچ پے بیٹھی روتے روتے کب سو گئی۔اسے پتہ ہی نہ چلا لیکن برہان ایک پل کو بھی سکون میں آیا

تھا۔پری کا یوں رونا۔۔اس بھی تکلیف سے دوچار کر گیا تھا۔اپنی جگہ سے اٹھتا سائی یڈلیپ آن کیا تو وہ سامنے ہی گھٹنوں پے سر رکھے بیٹھی نظر آئی۔ آگے بڑھ کے اسے اپنی بانہوں میں اٹھایا۔وہ دھیرے سے کسمسائی۔اپنی آنکھیں وا کیں۔۔ لیکن برہان اسے لیے بستر پے لٹا چکا تھا۔پری کے حواس جاگے تو اس نے مزاحمت کرتے اٹھنا چاہا جسے برہان نے ناکام بنا دیا۔سو جاؤ چپ کر کے۔آواز نہ آئے۔۔ورنہ ان سسکیوں میں اضافہ تو ہو گا۔۔ لیکن وجہ کچھ اور ہو گی۔ معنی خیزی سے اسکے کان میں سر گوشی کرتا وہ پیچھے ہٹا۔ اسکی بات پے پری کو سخت غصہ آیا۔اور غصہ سے کروٹ بدل کے لیٹی رہی۔ اٹھنے کی دوبارہ کوشش نہ کی۔وہ ویسے بھی اس شخص سے اب کچھ بھی امید کر سکتی تھی۔ایک بار پھر سے جسمین یاد آنے لگی تو خشک آنکھوں سے پھر سے نیر بہنے لگے۔بستر پے لیٹتے برہان نے کھینچ کے اس کا رخ اپنی جانب موڑا۔ اور اس کا سر اپنے سینے پے رکھا۔وہ اسکی شرٹ کو مٹھی میں دبائے آنسو روکتی لرزنے لگی تھی۔برہان نے نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانا شروع

کیں تو اس کے اعصاب ڈھیلے پڑنے لگے۔کچھ ہی دیر بعد اسکی بھاری سانسوں کو محسوس کرتا وہ اسکے ماتھے پے لب رکھ گیا۔ بھینچ کے گلے سے لگاتے خود بھی آنکھیں موند گیا۔

چہرے کے آگے کیا نقاب گرادیا تھا سب طرف نگاہ دوڑائی۔لیکن ہر سو ایک خاموشی کا راج تھا۔چاروں اورد یکھتی وہ خود کو وہاں اجنبی محسوس کر رہی تھی کہ تبھی سامنے۔۔۔سے اسے بی جان نکلتی دکھائی دیں۔

میری۔۔امی۔۔ابو۔۔۔؟؟کہاں ہیں۔۔؟؟کسوی کو سامنے دیکھ وہ خوش ہوئیں لیکن۔۔۔اس کو کچھ بھی بتانے کی بجائے وہ رودیں۔پلیز۔۔۔ بتائیں ناں۔۔۔؟؟امی۔۔۔؟امی۔۔۔؟؟وہ چلائی۔۔۔لیکن کوئی ہوتا تو جواب دیتا ناں۔۔۔وہ۔۔گھر پے نہیں ہیں۔۔تمہارے ماموں آئے تھے

انہیں ساتھ لے گ ئے۔۔۔بہت وقت بیت گیا ہے۔۔ابھی تک لوٹے نہیں۔۔۔بی جان نے دھیرے سے سمجھایا۔اور ابو۔۔۔؟؟ارم۔۔۔؟ مہد۔۔؟؟کہاں ہیں۔۔؟؟اس کے سوال تھے کہ ختم ہی نہیں ہو رہے تھے۔ارم کی تو شادی ہو گ ئی۔۔۔بی جان کے بتانے پہ کسوئ کو لگا جیسے خنجر سا گھونپ دیا ہو اسکے سینے میں۔وہ وہیں چپ ہوتی بیٹھتی چلی گ ئی۔ آنسو بہتے جا رہے تھے۔مجھے ابو سے ملنا ہے۔۔ابو کہاں ہیں۔۔وہ ہذیانی انداز میں بولی۔تو بی جان گھبرا گ ئی یں۔وہ۔۔وہ۔۔بھی ساتھ گ ئے ہیں۔۔ تمہاری امی کے۔۔۔جلدی سے جھوٹ بولا۔اس وقت وہ کسوئ کو شیخ اکمل کی موت کا نہ بتا سکیں۔۔۔ان کی بوڑھی ہڈیوں میں اتنی جان کہاں تھی کہ وہ اسے سنبھال سکتیں۔صبح سے شام ہو گ ئی۔لیکن وکوئی نہ آیا۔آپ۔۔۔ انہیں فون کریں۔۔کسوئ نے آنسو پونچھے اور اٹھتے کہا۔فون نہیں ہے۔۔۔ وہ سر جھکائے بولیں۔اسی وقت تسلیم بیگم داخلی دروازے سے اندر آتی دکھائی دیں۔ان چند ماہ میں وہ کتنی کمزور ہو گ ئی تھیں۔آنکھیں آنسوؤں

سے تر ہو گئی تھیں۔امی۔۔۔۔؟؟بے اختیار اس نے پکارا۔تو تسلیم بیگم کے قدم دروازے پہ ہی زنجیر ہوئے۔اتنے عرصے بعد کسویٰ کو سامنے دیکھ وہ حیران پریشان کھڑی تھیں۔کسویٰ دھیرے دھیرے چلتی ان کے پاس آئی۔امی۔۔۔۔؟؟ابو۔۔۔؟؟ابو۔۔کہاں ہیں۔۔؟؟پہلا سوال اس کا جان لیوا ثانت ہوا۔امی بتائیں ناں۔۔؟ابو۔۔کہاں ہیں۔۔؟وہ روتے ہوئے چلائی تھی۔سر نفی میں ہلاتے وہ رو دیں۔امی۔۔خدا کا واسطہ ہے۔۔۔ بتادیں۔۔ابو کدھر ہیں۔۔ورنہ میرا دل درد سے پھٹ جائے گا۔وہ کرب و ازیت سے روتے روتے چلائی تھی۔مر گیا ہے تمہارا باپ۔۔۔گلفراز شیخ کی اچانک وہاں آمد پہ وہ چونکتے ہوئے پلٹی تھی۔تسلیم بیگم نے پیچھے مڑ کے غصہ سے بھائی کو دیکھا۔۔سختی سے کسویٰ کا ہاتھ تھام لیا۔کسویٰ نے ایک سخت نظر سے گلفراز شیخ کو دیکھا۔مر چکا ہے تمہارا باپ۔۔جس دن تمہیں تمہاری ماں ونی کے لیے دے آئی اسی دن مر گیا تھا۔وہ پھنکارتے ہوئے بولے تھے۔کرب سے کسویٰ نے اپنی آنکھیں میچ لیں۔جیسے اپنے کانوں پہ

یقین نہ کرنا چاہا۔اور۔۔اب۔۔تم واپس آگ ئی ہو۔۔؟؟ لگتا ہے نکال باہر
کیا ہے انہوں نے تمہیں۔۔ چلو اچھا ہے۔۔ویسے بھی وہ جبراً نکاح تھا۔اس
کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔اچھا ہوا لوٹ آئی۔پر اب بے فکر رہو۔۔ تمارا یہ
ماموں تمہارے ساتھ ہے۔اور اب بھی میرے گھر کے دروازے تم پے
کھلے ہیں۔میں اب بھی تمہیں اپنی بہو بنانے کے لیے تیار ہوں۔۔ تیمور۔۔۔
تیمور۔۔۔؟؟ آجاؤ۔۔یار۔۔۔وہ مسکراتے ہوئے بولے۔ان کی باتوں پے
کسویٰ کو غصہ آنے لگا۔وہ کیا سمجھ رہے تھے۔اور کونسا حق جتا رہے تھے۔؟
کسویٰ ابھی بھی خاموشی سے انہیں دیکھے جا رہی تھی۔ تیمور کسویٰ کو دیکھ جی
اٹھا تھا۔آگے بڑھ کے کسویٰ کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔للنگ
بیوٹیفل۔۔۔! وہ آنکھوں میں ہوس لیے بولا۔کسویٰ ماں کے قریب
ہوئی۔ماموں۔۔آپ۔۔ابھی اسی وقت یہاں سے چلے جائیں۔۔۔وہ
غصہ سے بولی۔ایسے کیسے چلے جائیں۔۔؟؟اب تمہیں مجھ سے کوئی الگ
نہیں کر سکتا۔۔ تیمور نے آگے بڑھ کے کسویٰ کی کلائی تھامی۔

چھوڑو میرا ہاتھ۔۔۔ کیا بد تمیزی ہے۔۔۔ دور رو مجھ سے۔۔۔؟؟ کسویٰ نے اپنی کلائی تیمور کے ہاتھ سے چھڑائی۔ جس نے پھر سے زبردستی تھامی۔ نہ نہ۔۔۔ اب۔۔ نہیں جانے دوں گا تمہیں خود سے دور۔۔۔ اتنی مشکل سے تو ہاتھ آئی ہو۔۔۔ بابا۔۔۔! آپ مولوی کا بندوبست کریں۔ آج ابھی اسی وقت ہمارا نکاح ہو گا۔ تیمور جنونی انداز میں بولا۔ کسویٰ حیرت سے گنگ اس پاگل شخص کو دیکھے گ ئی۔ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔۔ میرا نکاح ہو چکا ہے۔۔۔ بیوی ہوں۔ میں مسٹر جہان کی۔ چھوڑو۔۔۔ مجھے۔۔۔۔! پورا زور لگا کے اپنی کلائی اس سے چھڑائی۔ اور ساتھ ہی ایک زور کا تھپڑ اسے رسید کر دیا۔ کہ وہ بلبلا کے رہ گیا۔ بدلے میں اس نے بھی ہاتھ اٹھایا۔۔ لیکن اس کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔

جہانزیب نے ویڈیو دیکھتے زور سے مکا دیوار پے دے مارا۔ وہ کسویٰ کے حویلی سے باہر جانے کا منظر اور گاڑی میں بیٹھنے کا منظر باآسانی دیکھ سکتا تھا۔ وہ جان گیا تھا۔ وہ کہاں گ ئی ہو گی۔ فوراً باہر نکلا اور گاڑی کو کسویٰ کے گھر کے روڈ پے ڈال دی۔ سیکیورٹی کی دو گاڑیاں بھی اسکے ساتھ تھیں۔ اس وقت وہ اتنا غصہ میں تھا۔ کہ کسی کی بھی ہمت نہ ہو رہی تھی۔ کہ وہ اس سے پچھ کہتا۔۔ لیکن وہ گاؤں کا سردار تھا گولی چلی تھی۔ گاؤں میں ان کی حویلی پے۔ اور اس وقت جہان کی جان کو بھی خطرہ تھا۔ اس کے آدمی اسے کچھ کہہ تو نہیں سکتے تھے۔ لیکن اسکی حفاظت کرنا ان کا فرض تھا۔ اس لیے وہ اپنے فرض میں کوئی کوتاہی نہ کرتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ تھے۔ گاڑی کسویٰ کے گھر کے باہر روکتے وہ عجلت بھرے انداز میں گیٹ عبور کر کے اندر داخل ہوا تھا۔ کہ سامنے کا منظر دیکھ اس کا خون کھول اٹھا اس سے پہلے کہ وہ شخص کسویٰ کے گال پے تھپڑ جڑتا۔ اسکی کلائی پے جہانزیب کی مضبوط

گرفت آن جمی اور ایک پل کو سبھی نے حیران ہوتے اس آنے والے شخص کو دیکھا۔کسوئ تو پلک جھپکنا ہی بھول گ ئی۔

ارم مصطفٰی کے سینے پے سر رکھے اس کی گود میں سو گ ئی تھی۔جب کہ اب مصطفٰی کی کمر اکڑ گ ئی تھی یوں بیٹھے بیٹھے۔لیکن وہ ارم کی نیند خراب نہ ہو اس وجہ سے موو بھی نہیں کر رہا تھا۔ذرا سی کمر سیدھی کی۔تو ارم نے اسکے سینے پے سر رکھے گہرا سانس بھرا تھا۔اسکی گرم سانسوں میں مصطفٰی پھر سے بہکنے لگا تھا کتنی مشکل سے خود پے بندھ باندھ کے رکھا تھا یہ وہی جانتا تھا۔ اس کے گرد بانہوں کا حصار تنگ کیا تو ارم کی آنکھ کھل گ ئی۔
مصطفٰی۔۔۔؟؟ہم۔۔۔گھر کب جائیں گے۔۔؟؟وہ دھیمے سے منمنائی۔۔کیوں۔۔؟؟میری بانہوں کا حصار برا لگ رہا ہے۔۔؟؟وہ اسے

پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے اس کا دھیان بٹایا۔ تبھی دروازہ کھلا۔ اور تیز روشنی اندر داخل ہوئی۔ مصطفیٰ نے آنکھوں کے آگے ہاتھ رکھا اور پھر ہٹا کے سامنے دیکھا۔

جہان عجلت بھرے انداز میں گیٹ عبور کر کے اندر داخل ہوا تھا۔ کہ سامنے کا منظر دیکھ اس کا خون کھول اٹھا اس سے پہلے کہ وہ شخص کسویٰ کے گال پے تھپڑ جڑتا۔ اسکی کلائی پے جہانزیب کی مضبوط گرفت آن جمی اور ایک پل کو سبھی نے حیران ہوتے اس آنے والے شخص کو دیکھا۔ کسویٰ تو پلک جھپکنا ہی بھول گ ئی۔

مسار جہان کی آنکھوں کا رنگ متغیر ہوا۔ پل جہان کا جی چاہا سامنے کھڑی شخص کے ہاتھوں کو آگ لگا دے۔ کیے وہ اس کی بیوی پے ہاتھ اٹھا سکتا

تھا۔۔۔؟جہان نے اسکی کلائی چھوڑی نہ تھی گرفت بڑھتی جارہی تھی۔
تیمور کادرد کی شدت سے چہرہ لال پڑا تھا۔ چھچھچھچھوڑو۔۔۔۔وہ درد سے
چلایا۔لیکن جہانزیب کو ترس نہ آیا۔اس کی کلائی تھامے وہ اسے پیچھے ک
طرف دھکیلتا لیے جارہا تھا۔کیا پاگل پن ہے۔؟؟چھوڑو میرے بیٹے کا۔۔۔
ہاتھ۔۔۔۔گلفراز شیخ جہان کی گرفت سے زبردستی تیمور کی کلائی چھڑانی
چاہی۔لیکن وہ یک ٹک تیمور کو گھورے جارہا تھا۔جب ک گرفت اب
ناقابل برداشت حد تک بڑھ گ ئی تھی۔تیمور درد سے چلانا شروع ہو گیا۔
اس کی آہ وبکا پے سبھی اسے دیکھنے لگے۔روکو۔۔۔اسے۔۔۔وہ ماردے گا
اسے۔۔۔۔شیخ گلفراز جہان کو پیچھے ہٹتا نہ دیکھ کسویٰ سے مخاطب ہوا جو یکدم
پلیز۔۔۔ مسٹر ہوش میں آئی۔اور بھاگتے ہوئے جہان کی طرف گ ئی۔
جہان۔۔!چھوڑدیں اسے۔۔۔۔وہ گھبرائے ہوئے جہان سے بوی لیکن
گرفت نہیں چھوٹی پر کلائی مڑتی جارہی تھی۔اور تیمور کی آہ وبکا جاری تھی۔
کسویٰ نے اپنے نازک ہاتھ جہان کے مضبوط ہاتھوں پے رکھ کے چھڑانے

چاہے لیکن ناکام رہی۔اپنے پاس موجود سب نفوس کو دیکھا۔کسی کی ہمت نہ ہو رہی تھی۔کہ وہ آگے بڑھتا۔مسٹر جہان۔۔۔؟؟کسویٰ چلائی۔چھوڑیں اس کا ہاتھ۔وہ اب کی بار سخت لہجے میں بولی۔جہان نے لب بھینچ جھٹکے سے اسکی کلائی کو چھوڑا۔وہ پیچھے دیوار کے ساتھ جالگا۔دوسرے ہاتھ سے اپنی کائی تھامے وہ درد سے کراہ رہا تھا۔کیسے وحشی انسان ہو تم۔۔۔زرا لحاظ نہیں تم میں۔۔۔کلائی توڑ کے رکھ دی میرے بچے کی شیخ گلفراز غصہ سے دھاڑ رہے تھے

افضل۔۔۔؟؟؟ان سے کافی اونچی آواز میں جہان دھاڑا کہ ایک پل کو کسویٰ نے سہم کے کانوں پے ہاتھ رکھ لیا۔جی چوہدری جی۔۔۔؟؟افضل فوراً اندر داخل ہوا۔ان دونوں باپ بیٹا کو اٹھا کے گھر سے باہر پھینک دو۔اور اگر دوبارہ یہ اس گھر کے ارد گرد بھی منڈلائیں۔۔تو جان سے مار دینا۔

چوہدری جہانزیب جس قدر نفرت اور غصہ سے بولا کسی کی جرات نہ ہوئی

کہ اسکے مقابل آ کے اسے کچھ کہہ سکے۔افضل انہیں گھسیٹتا باہر لے گیا۔اب کی بار جہان کا رخ کسویٰ کی جانب تھا۔جہان کا چہرہ بے تاثر لیکن آنکھوں میں سخت غصہ تھا

کسویٰ سہم کے ایک قدم پیچھے ہٹی۔اسکی آنکھوں کا مفہوم بہت آسانی سے سمجھتی پیچھے ہو رہی تھی۔میں آپ کے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی۔مسٹر جہان۔۔۔!کسویٰ غصہ سے بولی جب کہ ڈر لہجے سے صاف واضح ہو رہا تھا۔جہانزیب نے اسکی کلائی دبوچے کھینچ کے اسے خود سے قریب کیا۔اسکی آنکھوں میں آج کسویٰ کو صرف طیش اور وارننگ دکھائی دیا۔مسٹر جہان نہیں جہانزیب چوہدری۔۔۔!مر گیا جہان۔۔۔جو محبت کا دم بھرتا تھا۔اب مجھ سے کسی بھی طرح کی امید مت رکھنا۔۔۔اور اب۔۔۔سے۔۔تم میرا وہ روپ دیکھو گی۔۔جس سے تم صرف پناہ مانگو گی۔جہانزیب نے اسے صاف

اور کھلے لفظوں میں کہا۔ تو وہ اسکے طرزِ تخاطب پے دنگ رہ گئی۔
جہانزیب اسے لیے دروازے کی جانب بڑھا۔ کہ

میری بیٹی کا ہاتھ چھوڑ دو جہانزیب۔۔۔! تسلیم بیگم آج دبنگ انداز میں جہانزیب کے راستے میں آئی تھیں جو جہانزیب کو سخت ناگوار گزرا تھا۔
میرے راستے سے ہٹ جائیں۔۔۔ کیونکہ یہ اب آپ کی بیٹی نہیں۔۔ میری بیوی ہے۔۔ آپ کا اس پے کوئی حق نہیں۔۔ جہانزیب نے سختی سے دانت پیستے کہا۔ میں تمہیں کسویٰ کو کہیں بھی لے جانے نہیں دوں گی۔ وہ اٹل لہجے میں بولیں۔ میرے سامنے یہ ڈرامہ بازی بند کریں۔۔ اگر آپ کو اپنی اس سوتیلی بیٹی سے اتنا پیار ہوتا تو اس دن اس کو ونی کرنے سے بہتر خود کو موت کے حوالے کر دیتیں۔ کسویٰ جہانزیب کی بات پے گنگ ہوتی اسے دیکھتی رہ گئی۔ وہ واقعی آج چوہدری جہانزیب تھا مسٹر جہان کی ہلکی سی بھی جھلک دکھائی نہ دی۔۔۔ مانتی ہوں۔۔ اس پل میں نے غلط کیا۔۔ لیکن

آج ایسا کچھ بھی ہونے نہیں دوں گی۔ تسلیم بیگم نے کسویٰ کو اپنی طرف کیا۔ آپ تو کیا دنیا کھینچنا چاہا۔ تو جہانزیب نے کسویٰ کو کھینچ کے اپنے قریب کی کوئی طاقت اسے مجھ سے جدا نہیں کر سکتی۔۔ جہانزب کہتا کسویٰ کو لیے گیٹ کی طرف بڑھا۔ کہ کسوی نے اپنی کلائی چھڑانی چاہی۔ اور اپنے ناخن جہانزیب کی کلائی پے گاڑھے۔ لیکن اسے تو کوئی فرق ہی نہیں پڑا تھا۔ تسلیم بیگم بی ساتھ ہی روتے ہوئے چلی آئی یں۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔ کہیں نہیں جانا آپ کے ساتھ مجھے۔۔۔ آپ جھوٹے ہیں۔۔۔ کسویٰ آنسو ضبط کرتے چلائی تھی۔ کہ جہانزیب نے جھٹکے سے کھینچ کے اسے اپنے مقابل کیا۔ اگر اپنی بہن کی خیر چاہتی ہو۔۔۔ تو چپ چاپ چل کر گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔۔ ورنہ اپنی بہن کی موت کی زمہ دار تم خود ہو گی۔ اس بار جہانزیب نے اس کے دل پے وار کیا۔ ارم۔۔۔؟؟؟ ارم۔۔ کہاں ہے مسٹر جہان۔۔ پلیز۔ اسے چھوڑ دیں۔۔۔ وہ اس کے پاس ہوتی گڑ گڑائی تھی کہ جہانزیب نے کسویٰ کی بات کو نظر انداز کرتے تسلیم بیگم کو طزیہ نظروں سے دیکھا۔ اب بولیں۔۔

بیٹی۔۔؟؟آج دونوں میں سے کس کو سوتیلی بیٹی چاہیے۔۔۔یا۔۔ سگھی قربان کریں گی۔۔۔؟؟جہان کے کٹیلے انداز پے تسلیم بیگم نے اسے گنگ نظروں سے دیکھا۔اور وہ پل کسوئ کو لگا اس کا دل بند ہو جائے گا۔ان دونوں کی خاموشی پے جہان نے کسوئ کی کلائی مضبوطی سے تھامے گیٹ سے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔کسوئ نے پلٹ کے اپنی ماں کو زخمی نظروں سے دیکھا۔آج وہ پھر اسے قربان کر گئ تھیں۔۔۔آج وہ۔۔اپنی سگھی بیٹی کو اس پے فوقیت دے گئ تھیں۔آج پہلی بار اس کا دل چھنا کے سے ٹوٹا تھا۔گاڑی میں پٹخنے والے انداز میں کسوئ کو فرنٹ سیٹ پے دھکیلا۔تو وہ ہوش میں آئی۔اپنے سب آدمیوں کو وہ کچھ ہدایات دیتا خود فرنٹ سیٹ پے آ بیٹھا۔اور گاڑی اسٹارٹ کی۔اس کے ماتھے پے بلوں کا جال تھا۔

جہان۔۔۔۔؟؟ کچھ دیر بعد ڈرتے ڈرتے پکارا۔چپ۔۔۔۔!وہ دھاڑا۔ بنا اسکی جانب دیکھے کہ وہ گاڑی کے دروازے کے ساتھ جا چپکی۔آنسو بل بل آنکھوں سے بہہ نکلے۔کب ڈانٹا تھا کبھی جہان نے۔۔؟؟ہمیشہ ہی محبت اور

نرم لہجہ استعمال کیا۔ لیکن آج۔۔ وہ بالکل کوئی ہی شخص لگ رہا تھا۔ رونا بند کرو۔۔۔ ورنہ گاڑی کسی بھی جگہ دے ماروں گا۔ پھر روتی رہنا۔۔ خود کو بھی اور مجھے بھی۔ وہ اتنا شدید غصہ میں بولا تھا۔ کسویٰ نے فوراً سانس روکے اسے دیکھا۔ جس کے چہرے پے زرا بھی نرمی کا تاثر نہیں تھا۔

مجھے بابا کی قبر پے جانا ہے۔ دھیرے سے کسویٰ کے لب وا ہوئے۔ جہان نے لب بھینچے۔ لیکن خاموش رہا۔ مسٹر جہان۔۔۔؟؟ پلیز۔۔۔؟؟ وہ تڑپی تھی۔

Zubi Novels Zone

بند کرو اپنی بکواس۔۔۔ ورنہ باپ کی قبر کے پاس ہی قبر کھود کے دفنا دوں گا۔ آئی ہیٹ یو مسٹر جہان۔۔۔! جہان کی غصہ بھری دھاڑ سنتی کسویٰ خود پے ضبط کرتی آنسو روکتی کرب سے بولی اور ونڈو سے باہر کی جانب رخ کر گئی۔ اب میری زندگی میں اس لو اور ہیٹ کا کوئی سین نہیں۔۔ تم نفرت

کرو۔۔یا محبت۔۔۔چوہدری جہانزیب کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔سرد لہجے میں کہتا وہ کسوئی کو عرش سے فرش پے گرا گیا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دو آدمی قید خانے میں داخل ہوتے انہیں اپنے ساتھ چوہدرائن کے پاس لے گئے تھے۔کہاں ایک الگ ہی پنچائیت کھلی ہوئی تھی۔

Zubi Novels Zone

دیکھو۔۔۔لڑکے۔۔۔تم چوہدری جہانزیب کے بہت قریبی دوست ہو۔۔ اسلیے تمہارے ساتھ رعایت برتی جارہی ہے۔ورنہ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا۔۔تو اس وقت موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہوتا۔چوہدرائن نے مصطفیٰ کو دھمکایا۔جس پے مصطفیٰ سر جھٹکتا طنزیہ ہنسی ہنسا۔مدعے کی بات پے آئیں۔وہ مصطفیٰ تھا۔ایم۔کے۔۔اڑتی چڑیا کے پر گن لیتا تھا۔یہاں تو

بڑے بڑے درندے تھے۔ وہ کیسے نہ جان لیتا۔ اچھا۔۔ تو سیدھی طرح بتا دو۔۔ کسوی کو کہاں چھپایا ہے۔۔؟؟ چودرائی ن بھی مدعے پہ آ ہی گئیں اس وقت حویلی کے سبھی لوگ وہاں موجود تھے۔ جب کہ گاؤں کے سب لوگوں کو رخصت کر دیا گیا۔ سوائے ایک فیملی کے۔ چوہدر فراست بیگ۔ وہ ابھی تک اپنی فیملی سمیت وہاں موجود تھے۔

جب ایک بار بول دیا ہے۔۔ تو بول دیا ہے۔ دوبارہ ایک ہی سوال کیوں دہرا رہے ہیں۔۔؟ مصطفیٰ نے غصہ سے وہاں موجود سب لوگوں کو دیکھتے چوہدرائی ن سے کہا۔ تم سچ کہہ رہے ہو یا جھوٹ۔۔؟؟ یہ ابھی ثابت نہیں ہوا۔ لیکن۔۔ پھر بھی ہم تمہیں ایک موقع دیتے ہیں۔۔ تم۔۔ چوہدری جہانزیب کی بیوی کے غائب ہونے پہ اس لڑکی کو ہمارے حوالے کر دو۔۔ ہم تمہیں آزاد کر دیں گے۔ چوہدرائی ن کی بات پہ مصطفیٰ نے ماتھے پہ بل ڈالے انہیں قہر کی نظروں سے دیکھا۔ بہت مشکل سے خود کو

آپے میں رکھتا وہ ارم کا ہاتھ مضبوطی سے تھام گیا۔کسی مائی نے ایسا لعل پیدا ہی نہیں کیا۔جو میری بیوی کو مجھ سے دور کر سکے۔مصطفیٰ کی اونچی دھاڑ پے سبھی کو سانپ سونگھ گیا۔تم ہمارے علاقے میں کھڑے ہو کے ہمیں چیلنج کر رہے ہو۔۔؟؟چ۲ ہدرائی ن بھی پورے دبدبے سے بولیں تھیں۔

چوہدرائی ن۔۔۔!اس لڑکی کو قید کریں۔۔اور اسکی بہن کو سامنے سرپے میری بیٹی کا خون ہے۔اوت میری بیٹی کا خون اتنا لائی یں۔۔اس کے ستا نہیں۔۔کہ ایسے ہی معاف کر دیا جائے۔اس لڑکی کی تکلیفپے وہ کسوی خود سامنے آئے گی۔سعدیہ بیگم حقارت سے ارم کو دیکھتے بولیں تھیں۔ صیح کہ آپ نے۔۔۔؟؟اور کام کیا ہے آپ لوگوں کا۔۔۔؟؟مصطفیٰ نے بیچ میں آتے سعدیہ بیگم کو سرد لہجے میں کہتا گھورا۔آپ کی بیٹی کو کس نے کہا تھا۔۔۔ چوہدری جہانزیب کی بیوی کی جگہ گھونگھٹ اوڑھ کے بیٹھ جائے۔اندھی گولی کا نشانہ اسکو وہاں اس کی نیت لے کے گ ئی تھی۔انسان کا دار و مدار اس کی نیتوں پے ہے۔اگر نیت میں کھوٹ ہو تو۔۔ایسی ہی عبرت ناک موت

ملتی ہے جیسی آپ کی بیٹی کو ملی۔ مصطفیٰ نے آئینہ دکھایا تو سعدیہ بیگم تڑپ ہی اٹھیں۔ گستاخ۔۔۔ تمہاری جرات کیسے ہوئی حویلی کی بہو سے ایسے بات کرنے کی۔۔؟؟ چھودرائن غصہ سے للکاریں۔ ٹھیک ویسے ہی۔۔ جیسے۔۔۔ انہوں نے ایم۔کے۔۔۔ دی گریٹ مصطفیٰ خان۔۔ کی بیوی کے لیے غلط الفاظ ادا کیے۔ مصطفیٰ بھی انہی کی طرح ان کو جواب دیتا لاجواب کر رہا تھا۔ بھولو مت۔۔ لڑکے۔۔ اس وقت تم۔ چوہدریوں کی حویلی میں کھڑے ہو۔۔ جانتے ہو کیا ہو سکتا ہے تمہارے ساتھ۔۔۔؟؟ کھلی دھمکی دی۔ مصطفیٰ نے طنزیہ مسکراہٹ سے ویسٹ پے ہاتھ رکھے سر جھٹکا۔ چوہدرائن۔۔۔! اپنی گلی میں تو کتا بھی شیر ہوتا ہے۔۔ اپنی زبان کو لگام دو ورنہ۔۔۔؟؟ چھدرائن کا خاص آدمی غصہ سے مصطفیٰ پے وار کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ مصطفیٰ نے اسکا ہاتھ زو سے جکڑا اور جو اصل شیر ہوتا ہے۔۔ وہ گھر کے اندر بھی شیر ہوتا ہے گھر کے باہر بھی۔ ایک زور کا گھونسا اس کے منہ پے دے مارا۔ دیکھا۔۔۔؟؟ دیکھ لیا۔۔۔ اچھا بھلا میں اس لڑکی

کوونی میں لے رہا تھا۔ لیکن چودری جہانزیب نے اسے اپنے نکاح میں لے کے اپنی ملکیت کا ڈنکا بجانا چاہا۔ دیکھ لیں۔۔ایک لڑکی نہیں سنبھالی گ ئی۔۔ بھاگ گ ئی اس سے۔۔۔ کیسے چوہدریوں کے سر میں خاک ڈال کے ہے۔ ہوتی ناں۔۔ میری ملکیت۔۔۔ توٹانگیں توڑ کے کسی قید خانہ میں ڈال کے رکھا ہوتا۔ کہ بھاگنا تو دور کی بات سوچتی بھی ناں۔۔۔ چوہدری فراست غصب سے بولتا چلا گیا۔ جب کہ اس کے پیچھے واں پہنچتے چوہدری جہانزیب نے اسکی ساری بات سن لی تھی۔ اس کے ہاتھ میں کسویٰ کی نازک سی کلائی تی۔ جس پے گرفت اتنی سخت تھی۔ کہ کسویٰ کو لگا آج اسکی بازو ٹوٹ جائے گی۔ ہو گ ئی بکواس۔۔۔۔؟؟ سب کی نظریں اچانک سے چوہدری جاہنزیب پے اٹھیں۔ اس کے ساتھ کسویٰ کو کھڑا دیکھ ایک پل کو سب دیکھتے رہ گ ئے جب کہ مصطفیٰ کا چہرہ پر سکون ہوا تو وہیں دوسری طرف ارم کسویٰ کو دیکھے آنکھوں میں خوشی کے آنسو لے آئی۔ اتنے عرصے بعد بہن کو دیکھ کسویٰ کے دل میں ایک ہلچل سی ہوئی تھی آگے بڑھ کے بہن کو گلے لگانا

چاہا لیکن جہانزیب کی گرفت ایک پل کو بھی ڈھیلی نہ پڑی۔ وہ واپس اسکی ارم نے ملتجی ئی طرف کھنچی چلی گ ئی ارم کو بھی مصطفیٰ نے روک دیا۔

نظروں س مصطفیٰ کو دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔۔ ایک بار تو مل لینے دو۔ اسکی آنکھوں کی درخواست پے مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ یہ بکواس نہیں حقیقت ہے چوہدری جہانزیب۔۔۔ کہاں تھی یہ لڑکی۔۔۔ سارا۔۔ دن سے یہ غائب تھی۔۔ اور اب آدھی رات کو تم اسے ڈھونڈ کے حویلی لا رہے ہو؟ سمجھتے بھی ہو اس بات کو۔؟؟؟ نجانے کہاں منہ کالا۔۔۔؟؟

بس۔۔۔! ایک لفظ اور نہیں۔۔۔ ورنہ میں بھول جاؤں گا کہ آپ میری دادی ہیں اور میں آپ کا پوتا۔۔۔ وہ اتنی اونچی آواز میں دھاڑا تھا۔ ارم دو قدم واپس پیچھے ہوتی مصطفیٰ سے جا ٹکرائی۔ اسے اس وقت سامنے کھڑے شخص سے انتہائی خوف محسوس ہوا۔ اب۔۔۔ اپنی بکواس سارے بند کر دیں۔۔۔ اگر بھول کے بھی میری بیوی پے کسی نے انگلی اٹھائی۔۔؟ میں اس کا ہاتھ توڑ دوں گا۔ وہ سب کو وارن کرتا کسویٰ کو اپنے ساتھ لیے روم کی جانب بڑھا۔

جب کہ مصطفیٰ کو اس نے وہاں سے جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔ مصطفیٰ نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔ مجھے آپی سے ملنا ہے مصطفیٰ ارم کا ہاتھ تھامے باہر جانے لگا۔ کہ ارم نے ہاتھ چھڑایا۔ دیکھو۔۔ ارم اس وقت حالات ایسے نہیں۔۔ کہ تمہیں تمہاری آپی سے ملوا سکوں۔ اس وقت وہ جو چوہدری جہانزیب نام کی بلا ہے ناں۔۔ وہ کبھی بھی اپنی بیوی سے کسی کو ملنے نہیں دیں گے۔ اس لیے یہ وقت مناسب نہیں ملنے کا۔ بعد میں ملوا دوں گا۔ مصطفیٰ نے اسے بچوں کی طرح ٹریٹ کیا۔ بعد میں کیوں۔۔۔؟؟ اگر ایسی بات ہے تو پھر چلیں۔ وہیں۔۔ قید خانے میں چلتے ہیں۔۔ وہاں انتظار کر لیتے ہیں۔ جب آپی سے بلائیں ٹل جائیں گیں۔ تب مل لیں گے۔ ارم کی بات پے مصطفیٰ اسے حیرت سے دیکھتا گنگ رہ گیا۔ کیا وہ واقعی اپنا دماغ کا استمال کم کرتی تھی۔۔ یا تھا ہی نہیں۔۔؟؟ مصطفیٰ کو اس کے دماغ پے آج پہلی بار شک گزرا۔

کمرے میں لے جاتے ہی جہان نے کسویٰ کو زور سے بیڈ پے پٹخا۔ کہ وہ اوندھے منہ بیڈ پے جا گری۔ لیکن غصہ سے واپس جہان کی طرف پلٹی۔

آپ۔۔۔ یہ سب کیوں کر رہے ہیں۔۔ مسٹر جہان۔۔؟؟ پلیز۔۔۔؟؟ اپنی زبان سے میرا نام بھی مت لینا۔۔۔ چوہدری جہانزیب ہوں میں۔۔ اور چوہدری جہانزیب ہی بولو۔۔۔۔ اس کو بازو سے جکڑے وہ غصہ سے بولا۔

چھوڑیں مجھے۔ کسویٰ کو اس کے طرزِ تخاطب پے بری طرح تپ چڑھی تھی۔ جہان نے اسکا منہ دبوچا تو وہ دھک سے رہ گئی۔ اپنے قدموں کو یہیں روک لو۔۔ کسویٰ جہانزیب۔ ورنہ ٹانگیں توڑ کے ہمیشہ کے لیے بستر پے ڈال دوں گا۔ آپ۔۔ سفاک مرد اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔۔؟؟ ہم عورتوں کو ہی ہمیشہ قربان کرتے ہیں۔ اور پھر ملکیت کا دعویٰ کر کے ہم سے ہمارا سب کچھ چھین لیتے ہیں۔۔ انتہائی درندہ صفت بن جاتے ہیں۔۔ کسویٰ

نے دل کی بھڑاس نکالی جو اس کی سوچ تھی۔ کہ وہ یہ سب مسٹر جہان سے بول رہی ہے۔۔ نہیں۔۔ سامنے کھڑا شخص کوئی اور ہی تھا۔ جو اس کی بات سنتا سخت طیش کے عالم میں آیا تھا۔ میں نے تمہارے ساتھ کونسا درندگی والا کام کیا ہے۔ جو یہ بکواس کر رہی ہو۔۔؟؟ جھٹکے سے اسے مقابل کیا۔ آپ مجھے تکلیف دے۔۔؟؟؟ تکلیف کیا ہوتی ہے۔۔؟؟ جانتی بھی ہو۔۔۔؟ چلو۔۔۔ بتاتا ہوں تمہیں۔۔ تکلیف کیا ہوتی ہے۔۔۔۔؟؟ درندگی۔۔ اور سفاکیت کیا ہوتی ہے۔۔؟؟ ملکیت کیا ہوتی ہے۔ اپنی شرٹ کے بٹن کھولتا وہ کسویٰ کے رونگٹے کھڑے کر گیا۔

مسٹر جہان۔۔۔! آپ میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے۔۔۔ کسویٰ ڈر کے مارے پیچھے ہٹی۔ ہاں۔۔ یہ زبردستی بھی۔۔۔ کیا ہوتی ہے۔۔۔؟؟ یہ بھی آج بتاؤں گا۔۔۔ اپنی شرٹ کے بٹن کھولتا اسے دور اچھال چکا تھا۔ اس کے بنیان میں بھی سکس پیکس دکھائی دیتے کسویٰ نے شرم سے نظریں جھکا

لیں جب کہ وہ خود غصہ سے کھول رہا تھا۔جہان نے اس کی طرف پیش قدمی کی تو وہ دیوار کے ساتھ جا لگی۔جہان نے اس کے دونوں اطراف ہاتھ رکھے۔

مسٹر جہان۔۔۔؟؟پلیز۔۔۔وہ رو دی تھی۔بند کرو۔۔یہ آنسو بہانا۔۔؟؟ اتنی مظلوم مت بنو۔وہ اس کے پاس ہوتا دیوار پے مکا مارتے دھاڑا تھا۔کہ کسویٰ نے سہم کی آنکھیں میچ لیں۔اس کا رواں رواں کانپ رہا تھا۔نفرت ہو رہی ہے آج مجھے تم سے۔۔۔!تمہاری وجہ سے پورے گاؤں کے سامنے میرا سر جھکا ہے جب سب نے یہ کہا۔چوہدری جہانزیب کی بیوی بھاگ گئی ہے۔۔جانتی ہو۔۔۔؟؟ان لفظوں کی ازیت کو۔۔۔؟اس تکلیف کو۔۔۔؟؟وہ غصہ میں آپے سے باہر ہو رہا تھا۔اور کسویٰ کی جان نکال رہا تھا۔

کسویٰ میں ہمت ہی کہاں بچی تھی۔کہ وہ جہان کو کوئی جواب دیتی۔کہا تھا ناں۔۔تم سے۔۔؟؟میرا اعتبار نہ توڑنا۔۔۔پھر کیوں بھاگی۔۔۔؟؟وہ اتنی زور سے دھاڑا۔کہ کسویٰ نے کانوں پے ہاتھ رکھ لیے آنسو ٹوٹ کے گالوں پے لڑیوں کی صورت بہنے لگے۔لیکن جہان آج کسی صورت بخشنے والا نہ

تھا۔ تم نے جو کیا۔۔۔اس کی کوئی معافی نہیں ہے کسویٰ۔۔ تم نے میری عزت کو اپنے پاؤں تلے روندھا ہے۔ کبھی معاف نہیں کروں گا۔اور آپ۔۔۔؟؟؟ کسویٰ نے تڑپ کے اس کی جانب دیکھا۔آپ نے جو مجھ سے چھپایا۔ میرے بابا کی ڈیتھ کو۔۔؟؟اس کا کیا جواب ہے آپ کے پاس۔۔۔؟؟ کسویٰ کی آنکھوں میں شکوہ تھا۔ تم یہ سوال پوچھنے کا حق کھو چکی ہو۔۔۔اس گھر کی دہلیز پار کرتے ہی تم نے سارے حق کھودی ئے ہیں۔۔اب۔۔۔چوہدری جہانزیب تمہارے کسی سوال کے جواب کا پابند اب دفعہ ہو جاؤ میری نظروں سے۔۔۔اس سے پہلے کے میں اپنا آپا نہیں۔۔ کھودوں۔۔اور کچھ ایسا کردوں۔۔ جس کے بعد تمہیں صرف میری درندگی ہی یاد رہے۔۔۔آؤٹ۔۔۔۔! غصہ سے اسکے چہرے کے قریب چہرہ کیے وہ پھنکارا۔اوراس کا بازو پکڑا کے پرے جھٹکا۔اوت پھر خود ہی اپنی شرٹ اٹھاتا بارتھ روم کارخ کرتا دھاڑسے دروازہ بند کر گیا۔ کسویٰ وہیں بیٹھتی چلی گئی۔آنسو تھے کے تھمنے کا نام تک نہیں لے رہے تھے۔ گھٹنوں میں سر

دی ئے وہ پھوٹ پھوٹ کے رودی۔۔۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔کون غلط تھا کون صحیح۔۔۔؟؟مسٹر جہان نے اس سے اسکے بابا کی موت کی بات چھپا کے غلط کیا۔اور اسی بات کا بدلہ لینے کے لیے کسویٰ نے عین ولیمہ کی رسم سے کچھ دیر پہلے حویلی سے جانے کا فیصلہ کرلیا۔اتنا عرصہ رہی۔بنا کسی شکوہ کے شکایت کے۔۔اور جب بھی زراسا قدم باہر رکھا۔تو ان کی مردانگی جاگ رہی تھی۔مرد ہی کیوں گ ئی۔کسویٰ حد درجے جہانزیب سے بدگمان ہو حاکم ہیں ہم پے ہت طرح کی پابندی لگا کے وہ ہمیں اپنا پابند کرلیتے ہیں کیا ہماری کوئی مرضی نہیں۔۔کوئی اوقات نہیں۔۔یہ کچھ بھی کریں۔۔انہیں حق ہے کرنے کا۔اور ہم۔۔۔بدلے میں کچھ کریں تو ہمیں سزا کا حق ہے۔۔؟؟کیوں۔؟؟؟وہ تڑپ رہی تھی۔اسے آج نجانے کتنے فکھ ایک ساتھ مل رہے تھے۔جنھیں وہ سہن ہی نہیں کرپا رہی تھی۔ایک طرف باپ کی موت کا دکھ دوسری طرف ماں کا پھر سے اسے چھوڑ دینے کا دکھ۔۔

اور جہانزیب۔۔۔؟؟اسکی طرف سے دئی یے گ ئے دکھ کا تو کوئی مداوا ہی نہیں بن رہا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیا کچھ کہنا چاہتی ہو۔۔؟ہاتھوں می لی ہوئی تسبیح کرتے وہ ایک پل کو تھمی تھیں۔اور سوالیہ نظروں سے سامنے کھڑی پری کو دیکھا تھا۔جی۔۔وہ۔۔۔؟؟مجھے۔۔اپنے گھر جانا ہے۔۔۔پری نے سر جھکائے مدعا بیان کیا۔ایک پل کو وہ اس کی بات سنتی مسکائی تھیں۔لیکن پھر یکدم سنجیدہ ہو گ ئی یں۔شادی کے بعد شوہر کا گھر ہی بیوی کا گھر ہوتا ہے۔ٹانگ پے ٹانگ رکھے انہوں نے دھیمے لہجے میں کہا۔جانتی ہوں۔۔لیکن۔۔اس وقت۔۔میرے گھر میں۔۔ماتم ہے۔۔میری بہن جیسی کزن کی۔ڈیتھ ہو گ ئی ہے۔۔۔پلیز۔۔مجھے جانا ہے۔۔؟؟پری بے بسی سے دیکھتے روندھے

لہجے میں بولی۔ٹھیک ہے آپ جائی یں۔میں برہان سے بات کر کے آپ کو بجھوا دیتی ہوں۔انہوں نے کہتے ساتھ ہی تسبیح خوانی پھر سے شروع کر دی۔

جس کا صاف مطلب تھا کہ اب تم جا سکتی ہو۔پری سر جھکائے کمرے میں واپس آگ ئی۔اپنی انا مار کے وہ ان کے پاس گ ئی تھی۔اس کا دل درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ جسمین کا سوچ سوچ کے اس کا دماغ اب سن ہو گیا تھا۔وہ جلد از جلد لال حویلی جانا چاہتی تھی۔ لیکن کوئی پرسانِ حقل نہیں مل رہا تھا۔اس کے باوجود بھی وہ ہمت ہارنے والوں میں سے نہیں تھی۔

مصطفی۔۔مجھے آپی سے ملنا تھا۔۔۔وہ ارم کو لیے جیسے ہی گھر کی دہلیز پے پہنچا ۔ارم نے پھر سے وہی بات دہرائی۔سارے راستے ایک ہی بات کرتی آئی

تھی۔آپی سے ملنا ہے آپی سے ملنا ہے۔جب کہ مصطفیٰ نے کان سی رکھے تھے۔میں نے پوچھا۔۔کہاں ہے میری بیٹی۔۔؟؟اس سے پہلے کہ مصطفیٰ کچھ کہتا اندر سے آتی آواز پے ان دونوں کے قدموں دروازے پے ہی جکڑے گ ئے۔سامنے کا منظر دیکھ وہ دونوں اپنی جگہ سٹل ہوئے تھے۔تسلیم بیگم وجاہت خان کا گریبان جکڑے چلا رہی تھیں آنسو بہتے جا رہے تھے۔جب کہ مسٹر وجاہت بالکل خاموش تھے آپ ایسے چپ نہیں رہ سکتے۔۔۔مجھے بتادیں۔۔آپ کو اللہ کا واسطہ۔۔۔بتادیں۔۔روتے روتے وہ سر جھکا تیں تڑپ رہی تھیں۔امی۔۔۔۔؟؟ارم نے تڑپ کے انہیں پکارا۔ تو وہ بے چینی سے اس کی جانب پلٹیں۔اور بے یقینی سی کیفیت سے اپنی بیٹی کو دیکھا۔دونوں ہی بھاگتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے لگیں۔دونوں ہی ایک دوسرے سے ملتی رودیں تھیں۔کیسی ہو۔۔؟؟ٹھیک ہو ناں۔۔؟؟ لہجے میں بے انتہا پریشانی تھی اس کا چہرہ ہاتھوں کے کشکول میں لیے پوچھتیں وہ ارم کے فل کو سکون پہنچا رہی تھیں۔میں ٹھیک ہوں۔امی۔۔۔امی۔۔؟؟

وہاں۔۔میں نے۔۔آپی کو دیکھا۔۔وہ۔۔وہ آپی تھیں۔۔لیکن۔۔وہ مجھ سے ملی نہیں۔۔انہوں نے مجھے ملنے نہیں دیا۔اب وہ بچوں کی طرح روتے ہوئے شکایتیں لگا رہی تھی۔جب کہ تسلیم بیگم اسے اپنے ساتھ لگائے کسویٰ کے لیے آنسو بہا رہی تھیں۔کیسے بتاتیں وہ ارم کو۔۔۔اسے بازیاب کروانے کی شرط ہی یہی تھی۔کہ کسویٰ ایک بار پھر سے قربان ہو جائے۔امی۔۔ پلیز۔۔آپ چلیں ناں۔۔میرے ساتھ۔۔۔ہم۔۔۔ہم آپی کو لے کے گھر آئیں گے۔۔۔وہ شخص بہت ظالم ہے۔۔وہ آپی کو نقصان پہنچائے گا۔۔ پلیز۔۔چلیں ناں۔۔۔؟وہ ضدی لہجے میں بولی۔تسلیم بیگم نے ایک نظر خاطر مصطفیٰ کو دیکھا۔ارم۔۔۔!آنٹی پہلی بار گھر آئیں ہیں۔۔کیا ان کی مدارت نہیں کرو گی۔۔؟مصطفیٰ نے اس کا دھیان بھٹکایا۔مجھے آپی سے ملنا ہے۔۔آپ سب سمجھتے کیوں نہیں۔۔؟وہ روتے ہوئے چلائی تھی۔مصطفیٰ نے ماتھا مسلا۔بیٹا۔۔۔؟؟جائیں گے ملنے۔۔ہم۔۔سب جائیں گے۔۔ لیکن صحیح وقت آنے پے۔تسلیم بیگم نے اسے سمجھانا چاہا۔بالکل نہیں۔۔

ارم نے ان کا ہاتھ جھٹکا۔ ہم۔۔ابھی جائیں گے۔۔۔ورنہ آپی۔۔کو کچھ ہو گیا تو۔۔۔؟وہ گھبرا رہی تھی۔اسے ابھی بھی جہانزیب کی خونخوار آنکھیں یاد آ رہی تھیں۔اور جیسے وہ اسے کھینچا ہوا روم میں لے کے گیا تھا۔ارم کا بس نہیں چل رہا تھا۔کہ وہ اپنی بہن کو ان سے سے چھین لاتی۔ارم۔۔۔ابھی آرام کر لو۔۔تھوڑا۔۔۔پھر بات کرتے ہیں۔مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ تھامے کہا۔مجھے آپی سے ملنا ہے ناں۔۔۔؟؟وہ اب اسکی طرف دیکھتی بند ہوتی آواز سے بولی۔جیسے اب بس بے بسی ہی بے بسی تھی۔۔لے جاؤں گا۔۔ملوا لاؤں گا۔وعدہ ہے میرا۔۔کچھ نہیں ہو گا تمہاری آپی کو۔۔ٹرسٹ می۔۔ مصطفیٰ نے اپنی عادت کے برعکس بہت نرم لہجے میں کہا۔تو وہ سسکی لیتی اپنے آنسو پونچھ گئی۔سر جھکائے تسلیم بیگم کے ساتھ کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ان کے جانے کے بعد وجاہت نے سوالیہ نظروں سے مصطفیٰ کو دیکھا۔مصطفیٰ نے انہیں ساری بات مختصراً بتادی وہ بھی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔جہانزیب کو جتنا میں جانتا ہوں۔وہ غصہ کا بہت تیز ہے۔۔

لیکن۔۔ عورتوں کے ساتھ نہ کبھی ظلم کرتا ہے نہ کرنے دیتا ہے۔اور کسویٰ
کو تو اسکی بیوی ہے۔۔ وہ اس کے ساتھ کچھ برا نہیں کرے گا۔ وجاہت خان
پر سوچ انداز میں بولے۔ انکل۔۔۔؟؟ کسویٰ جہانزیب بھائی کے نکاح میں
ونی کی حیثیت سے آئی ہے۔ تو۔۔ کیا امید رکھیں اس رشتے میں۔۔؟ مصطفیٰ
کو یہ بات سخت دماغ میں لگ رہی تھی۔ اگر۔۔ وہ ونی ہی ہوتی۔۔ جہانزیب
کی نظر میں۔۔ تو جہانزیب اتنی بڑی تقریب کرتا۔۔؟ ولیمہ کی۔۔؟ جہاں وہ
حیثیت سے سامنے لانے والا تھا۔۔؟ ضرور کچھ ہوا اپنی بیوی کو سرداری کی
ہے۔۔ کچھ تو غلط ہوا ہے۔۔؟ جو۔۔ جہانزیب اتنا غصہ میں ہے۔۔؟؟ وہی
ہوا ہوگا۔۔ جس وجہ سے ہم پے الزام لگا۔ کہ ان کے غائب ہونے کے
پیچھے ہمارا ہاتھ ہے۔ شاید۔۔ وہ اہاں سے بھاگ۔۔؟؟؟ مصطفیٰ کڑی سے
کڑی ملاتا ایک دم ٹھٹھکا۔ جہانزیب بھائی اسے ڈھونڈ کے واپس لائے۔۔۔
مصطفیٰ نے گہرا سانس خارج کیا۔ ممممم۔۔۔ کیا کہہ سکتے ہیں۔۔۔؟؟
خیر۔۔ ملازمہ سے کہہ کے کھانے کا بندوبست کروا دو۔۔ وجاہت خان نے

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

اٹھتے ہوئے کہا۔ مصطفیٰ نے تھکن سے چور ہوتے اثبات میں سر ہلایا۔ ارم کے آنسو اسے بہت تکلیف دے رہے تھے لیکن جس طرح تسلیم بیگم نے وجاہت انکل کا گریبان پکڑا تھا۔ اور وجاہت انکل کی خاموشی۔۔ مصطفیٰ کو ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ گہرا سانس خارج کرتا وہ کھانے کا بندوبست کروانے کے لیے اٹھا۔

____

جہانزیب شاور لیتا باتھ روب پہنے باہر آیا تو کسویٰ کو زمین پے گھٹنوں پے سر دئیے بیٹھا دیکھتا ایک پل کو ٹھٹھکا۔ لیکن اگلے ہی پل نظر انداز کرتا کبرڈ سے اپنا کیشوئل ڈریس نکال کے ڈرسنگ روم میں گھس گیا۔ یہ پہلی بار تھا۔ کہ کسویٰ کے رونے سے جہانزیب کو فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

اپنے ٹسوے بہانا بند کرو۔۔۔بہت مظلوم نہیں ہو تم۔۔۔جو مسلسل روئے جا رہی ہو۔۔۔اٹھو وہاں سے۔۔شیشے کے سامنے کھڑے خود پہ نظریں جماتے وہ اب کسویٰ کی جانب متوجہ ہوا۔اپنے اوپر پرفیوم کا چھڑکاؤ کرتے وہ برہمی سے بولا۔لیکن کسویٰ نے کوئی جواب دینا ضروری نہ سمجھا۔تمہیں ایک بار کی کہی بات سمجھ نہیں آتی۔۔۔؟؟اس کے قریب جاتے اسے بازو سے پکڑا کے اپنے مقابل کھڑا کیا۔بس کر دیں۔۔مسٹر۔۔جہان۔۔۔بس کر دیں۔۔کیا چاہتے ہیں۔۔مجھ سے۔۔؟؟کیا کروں میں۔۔؟؟ہنسنا مجھے آ نہیں رہا۔۔۔باپ چلا گیا۔۔اس کا چہرہ تک نہیں دیکھ پائی۔۔میں۔۔ان کے آخری وقت میں۔۔۔ان کی قبر تک نہیں جا پائی۔۔۔ماں نے ایک بار پھر سوتیلا پن دکھا دیا۔۔میرا دل۔۔۔درد سے پھٹ جائے گا۔۔پلیز۔۔

جہان۔۔!مجھے رو لینے دیں۔پلیز۔۔وہ بے بسی سے بولتی جہانزیب کے دل کو بھی درد پہنچا گئی۔۔اس نے کب چاہا تھا۔کہ وہ یوں تکلیف میں تڑپے۔ اسی تکلیف سے بچانے کی خاطر۔۔اس نے ابھی تک کسویٰ کو سچ نہ بتایا تھا۔

لیکن یہ سچ اس تک پہنچا کیسے۔۔؟؟ یہ بھی ایک اہم سوال تھا۔ جسے وہ فی الحال
کے لیے کسی اور وقت پہ چھوڑ چکا تھا۔ ابھی اسے انسپکٹر کے پاس جانا تھا۔
جس نے جسمین قتل کیس میں کچھ پیش رفت بتائی تھی۔ اس کا ابھی جانا
بہت ضروری تھا۔ اس لیے اب کی بار کسویٰ سے بحث نہ کی۔ جاؤ۔۔ وہاں
بستر پے۔۔۔ لہجہ خود بخود نرم ہو گیا۔ لیکن اسے توجہان کے کندھے کی
ضرورت تھی۔ اس کے کشادہ سینے کی۔ جس پے وہ سر رکھ کے اپنا غم بھلا
سکے۔ پر۔۔ یہاں توجہان نے رخ ہی پھیر لیا تھا تھکے ہارے قدموں سے وہ
بستر کی جانب بڑھی۔ روتے ہوئے بستر کے بالکل کونے میں ٹکتی وہ اپنی
سوجھی آنکھیں سختی سے میچ گئی۔ اس وقت جہان کو کسویٰ کو کچھ بھی کہنا
سننا بے کار لگا تھا۔ اس کے لیٹتے ہی وہ اپنا موبائل اور گاڑی کی چابیاں اٹھاتا
دروازہ کھول گیا۔ لیکن پھر کچھ یاد آنے پے وہ پلٹا تھا۔ اور گیلری کا
سلائیڈنگ ڈور بند کیا۔ کمفرٹر نکالتا کسویٰ کے اوپر ڈالا۔ اور خود خاموشی
سے باہر نکل گیا۔ ناراضگیم میں بھی اسکی کئیر کرنا۔۔ نجانے کیوں

کسیوی کے دل کو نا سکون ملا تھا۔ ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا تھا۔ وہ سنبھال سکتی تھی۔ اور ضرور سنبھالے گی اس نے دل ہی دل میں پکا تہیہ کیا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-

وہ غصہ سے کھولتا کمرے میں داخل ہوا۔ کیا کہا تم نے امی سے۔۔۔؟؟ میری شکایتیں لگاتی رہی ہو۔۔؟؟ اپنا موبائل بستر پے پھینکے وہ پری کے پاس جاتا اس کا گلہ پکڑا گیا۔ پری نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔ وہ بمشکل بولی تھی لیکن برہان کو نجانے کس بات کا غصہ تھا۔ اسکی گرفت پری کے چہرے پے سخت ہوئی۔

پری نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔ وہ بمشکل بولی تھی لیکن برہان کو نجانے کس بات کا غصہ تھا۔ اسکے ہاتھ کی گرفت پری کے چہرے

پے سخت ہوئی۔ مما سے کیا بکواس کی ہے؟ ہاں۔۔ بولو۔۔۔؟؟ وہ ابھی بھی بپھرا ہوا تھا۔ کچھ بھھھھھیییی۔۔۔ نہیں کہا۔۔۔ پلیز۔۔ چھوڑیں۔۔ وہ درد سے چور آواز میں بولی۔ برہان نے جھٹکے سے اسکا گلہ چھوڑا اور دونوں کندھوں سے تھامے سامنے کیا۔ جن گھر والوں نے تمہیں لاوارثوں کی طرح چھوڑ دیا۔ پلٹ کے ایک بار بھی خبر تک نہ لی۔ ان کے پاس جانا چاہتی ہو۔۔؟؟ برہان کا غصہ سے برا حال تھا۔ آپ۔۔۔ آپ کو کیا مس ئ لہ ہے؟؟ میرے وہاں جانے سے۔؟؟ پری کی بات پے برہان کا خون کھول اٹھا۔ بھولو۔۔ مت۔۔۔۔! ونی میں آئی ہو۔ ملکیت ہو میری۔ اور تم سے جڑا ہر فیصلہ صرف میں کروں گا۔ برہان غراتے ہوئے بولا۔ ونی۔۔۔؟؟ پری طزیہ ہنسی۔۔ کونسی ونی۔۔؟؟ ہاں۔۔؟؟ کہنے کو آپ کی بہن کی زندگی میرے بھائی کی وجہ سے خراب ہوئی۔۔؟؟ اور اس کا بدلہ آپ نے مجھ سے لیا۔۔؟؟ کم ظرف نکلے آپ۔۔ برہان۔ راجپوت۔۔! بہت ہی کم ظرف۔۔۔۔ پری۔۔۔۔۔؟؟ برہان کا ہاتھ اٹھا تھا۔ لیکن وہ اسے مار نہ سکا۔

پری سہم گ ئی۔اور اسکے اٹھے ہوئے ہاتھ کو حیرت سے دیکھنے لگی۔ کھینچ کے اسے خود سے قریب کیا۔مجھے سختی کرنے پے مجبور مت کرو۔۔پری گل۔۔۔ورنہ۔۔وہ حال کروں گا۔کہ کبھی سر اٹھانے کے قابل نہیں رہو گی۔آپ۔۔۔۔مجھے نا۔۔جان۔۔۔سے مار ڈالیں۔۔تاکہ آپ کو اور آپ کی بہن کو سکون مل جائے۔پری نے کرب سے کہتے آنسو پونچھے۔سکون حاصل کرنے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔اور سب سے اچھا طریقہ جانتی ہو کیا ہے۔۔۔؟؟ برہان اسکے قریب ہوتا غرایا۔تم زندگی بھر اپنے گھر والوں سے مل نہیں سکو گی۔۔۔سمجھی تم۔۔۔! برہان غصہ سے کہتا باہر کی جانب بڑھا کہ پھر سے پلٹا۔اور ہاں۔۔ مما کو کیسے ہینڈل کرنا ہے۔۔وہ تم خود گی۔۔لیکن۔۔۔ہمارے بیچ کی بات ان تک پہنچی۔۔۔تو مجھ سے برا کرو کوئی نہیں ہو گا۔ سمجھی تم۔۔۔۔! برہان نے آخرہ بات ماتھے پے بل ڈالی کہی اور باہر نکلتا چلا گیا۔پری وہیں بیٹھی رہ گ ئی۔برہان اتنا ظالم کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟وہ ایسا تو نہ تھا۔پل میں تولہ پل میں ماشہ۔۔۔کسی پل اتنا اچھا ہو جاتا

کہ لگتا ہی نہ۔۔کہ یہ وہی برہان ہے۔۔اور آج۔۔؟؟وہ آنسو پونچھتی بس سوچے جا رہی تھی۔وہ برہان راجپوت سے کیسے لڑتی۔۔جب کہ اس کے اپنوں نے اس سے منہ پھیر لیا تھا ایک بار بھی پلٹ کے اس کا حال نہ پوچھا تھا۔کیا فرق تھا۔۔جسمین کی موت اور اسکی رخصتی میں۔۔؟؟وہ منوں مٹی تلے دفن ہوتی سب سے ناتا توڑ گ ئی۔اور مجھ سے جیتے جی۔۔ناتا توڑ لیا۔وہ جتنا سوچتی جا رہی تھی اتنا دکھی ہو رہی تھی۔

صبح کسوی کی آنکھ کھلی تو سر بھاری بھاری ہو رہا تھا۔رات بھر جہانزیب گھر نہ لوٹا تھا۔نیم گرم پانی سے شاور لیتی وہ کبرڈ سے ایک سافہ سا سوٹ نکال ک زیب تن کر چکی تھی۔سر کا درد تھا کہ بڑھتا جا رہا تھا۔کل سے اس نے کچھ کھایا بھی نہ تھا۔اور نہ ہی کسی نے اس سے پوچھا تھا۔کوئی بھی نہ تھا جو پرواہ

کرتا۔۔؟؟ مسٹر جہان۔۔۔؟؟ آنکھیں موندے وہ جہانزیب کو یاد کرنے لگی۔ جو اس سے سخت ناراض ہو چکا تھا۔ کہ اسی لمحے زور سے دروازہ کھلا۔ اور سعدیہ بیگم غصہ سے اندر داخل ہوئی یں۔ کسویٰ اپنی جگہ سے فوراً اٹھی۔ نکلو یہاں سے۔۔ قاتل ہو تم۔۔ میری بیٹی کی۔۔ اس کی خوشیوں کو کھا گ ئی۔۔ اس کی جان لے لی۔ منحوس۔۔۔ میں تمہیں اس حویلی نہیں تمہیں نہیں رہنے دوں گی۔۔۔۔ سعدیہ بیگم نے کسویٰ کی کلائی دبوچے اسے پکڑتے ہوئے کمرے سے باہر گھسیٹا تھا۔ اور وہ کھینچی چلی گ ئی۔ پاگل ہو گ ئی ہیں۔۔ کیا۔۔۔؟؟ چھوڑیں مجھے۔ کسویٰ چلائی تھی۔ کہ اسی وقت سعدیہ بیگم نے اس کا ہاتھ چھڑتے حویلی کی دہلیز پے دھکا دیا۔ وہ کلائی یوں کے بل زمین پے جا گری۔ سر اُٹھا کے زخمی نظر سے وہاں موجود سب لوگوں کو دیکھا۔ لیکن جہان تو وہاں تھا ہی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔! اس حویلی میں تیری کوئی جگہ نہیں۔۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔! غزالہ بیگم نے آگے بڑھ کے روکنا چاہا کہ چوہدرائی ن کی سخت اور تنبیہی نگاہوں سے وہیں جم

گ ئی یں۔ یعنی سیہ سب کچھ چوہدرائی ن کروا رہی تھیں۔ کسویٰ نے اپنی
زخمی کلائی یاں دیکھیں۔ اور ان سب پے ایک دکھتی نگاہ ڈالی۔ میں یہاں سے
کہیں نہیں جاؤ ں گی۔۔ جب تک مسٹر جہان آ نہیں جاتے۔۔ میں کہیں
نہیں جاؤ ں گی۔ کسویٰ نے اٹل لہجے میں کہا۔ تم۔۔؟ یہ سب کچھ۔۔
تمہارے منہ سے اچھا نہیں لگ رہا۔۔ جس طرح تم کل حویلی سے بھاگی تھی
اس کے بعد۔۔ اب تمہاری یہاں کوئی جگہ نہیں۔۔ سعدیہ بیگم نفرت سے
بولیں تھیں میں پھر بھی کہیں نہیں جاؤ ں گی۔۔ جب تک۔۔؟؟
لڑکی۔۔۔؟؟ چوہدرائی ن نے غصہ سے اسے للکارا۔ کہ وہ چپ ہو گ ئی۔
چوہدری جہانزیب کی زندگی سے نکل جاؤ۔ تمہاری اتنی اوقات نہیں۔۔ کہ
تم اسکی بیوی کی حیثیت سے اس حویلی کی سردرانی بن سکو۔ چوہدرائی ن ک
لہجے میں چھپی نفرت کو وہ اچھے سے محسوس کر سکتی تھی۔ آپ مجھے اس حویلی
سے نہیں نکال سکتیں۔ کسویٰ نے مضبوط لہجے میں کہا۔ اب تم میرے ساتھ
زبان درازی کرو گی۔۔؟؟ چوہدرائی ن کا ہاتھ یک بار پھر اٹھا تھا لیکن اس بار

کسویٰ نے ان کی کلائی کو تھامے ہوا میں ہی روک دیا حویلی کی عورتیں اور ملزمائیں یہ سب دیکھ حیران رہ گئی تھیں۔ جب کہ چوہدرائن کسویٰ کی جرات پے دنگ رہ گئیں۔ آپ۔۔۔ مجھ سے بڑی ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ آپ کے ساتھ کوئی بدتمیزی کروں۔۔ آئندہ مجھ پے ہاتھ مت اٹھائیے گا۔ کسویٰ نے ان کی کلائی چھوڑ دی تھی۔ چوہدرائن ابھی بھی شاک میں تھیں۔ کسویٰ۔۔۔! وہ بڑی ہیں۔۔ لحاظ کرلو۔ تھوڑا۔۔ غزالہ بیگم نے کسویٰ کو ڈپٹا۔ آنٹی۔۔؟؟ وہ میرے ساتھ کتنا غلط سلوک کر رہی ہیں۔۔ آپ دیکھ رہی ہیں ناں۔۔؟؟ کسویٰ نے بے بسی سے کہا۔ تمہارے ساتھ یہی ہونا چاہیے۔ جو تمنے کل کیا۔۔ اس کے بعد تم کسی بھی طرح کی رعایت کی حق دار نہیں۔۔ ہماری عزت کو نیلام کر کے۔۔ اب تم چاہتی ہو۔ ہم تمہیں سر پے بٹھائیں۔۔؟؟ غزالہ بیگم نے بھی دل کی بھڑاس نکالی۔ میں خود نہیں آئی یہاں۔۔۔! کسویٰ چلائی۔ آپ کا بیٹا لے کے آیا ہے۔۔۔ اسے بولیں۔ چھوڑ دے مجھے۔۔ تو چلی جاؤں گی۔۔ یہاں سے۔۔۔!

کسویٰ۔۔۔؟؟؟اچانک سے جہان کی آمد پہ سبھی چونکے۔اس کی آواز کم دھاڑ زیادہ تھی۔پلٹ کے سہمتے ہوئے جہان کو دیکھا۔جو لب بھینچے غصہ سے کسویٰ کو ہی دیکھ رہا تھا۔دھیرے دھیرے قدم بڑھاتا وہ اسکے قریب آیا۔

میری امی جان سے بد تمیزی کی وجہ۔۔؟؟؟وہ ماتھے پہ بل ڈالے بولا۔

کسویٰ نے روتے نفی میں سر ہلایا۔بیٹا۔۔۔جانے دو۔آپ۔۔؟؟ایک منٹ اسے سمجھنا ہوگا۔یہ اس حویلی میں رہے گی تو سب کی عزت !امی۔۔۔ کرے گی۔یوں۔۔بڑوں سے بد کلامی کی اجازت نہیں ہوگی اسے۔۔۔!

معافی مانگو۔۔ابھی امی سے۔۔۔!جہان نے ایک بار پھر سے کسویٰ کو ہی غلط سمجھا۔اور سزا سنا دی۔کسویٰ نے نم اور پر شکوہ نگاہوں سے جہان کو دیکھا جو سرخ نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔سنا نہیں تم نے۔۔۔؟؟؟کیا کہا میں نے۔۔؟؟غصہ سے جہان کی آواز اونچی ہوئی۔کسویٰ کو لگا سبھی کی نظریں اس کا تمسخر اڑا رہی ہوں۔جھکا سر اٹھایا۔اور جہان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔نہیں مانگو گی معافی۔۔۔!میری جب کوئی غلطی ہی نہیں۔۔تو معافی

کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ کسویٰ نے دبنگ انداز میں جہان کو جواب دیا۔ اور اس پل چوہدرائن کے چہرے پے ایک غرور بھری مسکان تھی۔ جیسے کہہ رہی تھیں۔۔ اب جہانزیب لے گا فیصلہ اور اس لڑکی کو حویلی سے نکال باہر کو سب کچھ کرے گا۔ جہان کی سخت نظروں کے حصار میں گھری کسویٰ اجنبی سا محسوس ہو رہا تھا۔ لیکن جب اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ تو معافی کیوں مانگتی۔؟ ایک دفعہ پہلے بھی جہانزیب کے کہنے پے وہ معافی مانگ چکی تھی لیکن ہر بار اس طرح اسکی زات کی نفی کی جائے اور بات بات پے معافی منگوائی جائے۔ وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ جہانزیب نے غصہ سے آگے بڑھتے اسکی کلائی تھامی۔ سب کو لگا۔ وہ اسے حویلی سے باہر نکالنے لگا ہے۔ جب کہ وہ اسے قید خانے کی طرف لے جاتا دکھائی دیا۔

جہانزیب۔۔۔؟؟ بیٹا۔۔؟ رکیں۔۔۔ غزالہ کو نجانے کیوں کسویٰ پے ترس سا آیا۔ اچانک سے انہیں اپنی بیٹی یاد آگئی۔ اگر آج وہ کسویٰ پے ظلم ہوتا دیکھ چپ رہیں گیں۔ تو اس کا کیا اِن کی بیٹی کو بھی بھگتنا پڑ سکتا ہے۔ سب

باتیں اپنی جگہ۔۔۔کل کسویٰ نے حویلی سے بھاگ کے غلطی کی اس کی کوئی معافی نہیں۔۔۔لیکن۔۔قید خانے میں ڈالنا۔۔وہ یہ سب برداشت نہ کر سکیں۔ان کا ضمیر اس ظلم کو تسلیم نہیں کر پا رہا تھا جہان نے کسویٰ کو قید خانے میں لے جا کے زمین پہ پٹخا تھا۔وہ بری طرح زمین پہ گری تھی۔ ہمت کرنے کے باوجود وہ واپس اٹھ ہی نہ پائی۔بہت اکڑ اور غرور ہے ناں۔ تم میں۔۔اب جب یہاں رہو گی۔اس قید خانے میں تو خود عقل ٹھکانے آجائے گی۔جہانزیب کو پہلے غصہ نہیں آتا تھا لیکن جب آتا تو بہت سخت آتا تھا۔کسویٰ نے سب کے سامنے اس کی بات کی نفی کرتے اس کی انا کو ٹھیس پہنچائی تھی۔جو اس کی مردانہ انا پے کاری وار کر گیا تھا۔کہ اس وقت وہ یہ بھی بھول گیا کہ وہ لڑکی اسکی محبت بھی ہے۔بیٹا۔۔۔!یہ مت کریں۔وہ نہیں سہن کر پائے گی۔۔اسے کچھ ہو گیا تو۔۔؟؟غزالہ بیگم نے جہان کو روکنا چاہا۔لیکن جہان کسی کی بھی سننے کو تیار نہ تھا۔تو ہو جائے۔۔آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔۔یہ ہے ہی اس قابل۔۔۔!غصہ سے کہتے دروازہ

زور سے بند کر گیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا کسویٰ نے بمشکل اٹھتے دیوار کا سہارا لیا اور ایک طرف کو ہو کے بیٹھتی وہ آنکھیں موند گ ئی۔ مسٹر جہان۔۔۔! آپ سے اتنی شدید محبت نہیں ہوئی تھی مجھے۔۔ جتنی شدید آج نفرت ہو رہی ہے۔۔ لیکن۔۔ آپ میری نفرت کے قابل بھی نہیں۔۔۔ کبھی معاف نہیں کروں گی۔ آپ کو.. کبھی بھی نہیں۔۔۔ آنسو ضبط کرتی اس وقت وہ ہوش و حواس بھی کھو رہی تھی۔ ایک غنودگی سی تھی جو چھا رہی تھی۔ بہت کوشش کی حواس قائم رکھنے کی۔ لیکن نقاہت اور کمزوری نے اس کے ہوش و حواس سلب کر لیے۔

یہ سب صحیح نہیں ہے جہانزیب۔۔۔! کسویٰ کو باہر نکالو۔ غزالہ بیگم غصہ سے بولیں۔ بس کر جائیں۔۔ بھو۔۔۔! جہانزیب نے جو کیا صحیح کیا۔ آپ

اسے مجبور نہ کریں۔۔۔ کیا ہو رہا ہے یہ سب۔۔؟؟ کس بات کا اتنا شور ہے آخر۔۔؟؟ مرتسم چوہدری کی آمد پہ سبھی ادھر ادھر ہو گئے۔ اسلم چوہدری بھی ساتھ تھے۔ دونوں قبرستان سے آرہے تھے۔ بابا۔۔۔؟؟ چوہدری جہانزیب نے کچھ کہنا چاہا کہ مرتسم چوہدری نے وہیں ہاتھ اٹھا کے ٹوک دیا۔ کچھ تو اللہ کا خوف کرو آپ سب۔۔۔! کل ہی اس گھر سے جوان بیٹی کا جنازہ اٹھا ہے۔ اور آج۔۔ یہ سب۔۔۔؟؟ چہدری جہانزیب۔۔۔! آپ میرے کمرے میں آئیں۔ ابھی اسی وقت۔ وہ سب پہ ایک کٹیلی نگاہ کرتے وہاں سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ جہانزیب مٹیاں بھینچتے ایک نظر ماں کو دیکھا جو اس کے دیکھنے پہ ناراضی سے رخ پھیر گئی ہیں۔

کیا ہوا۔۔۔ رو کیوں رہی ہو۔۔؟؟؟؟ اسلم چوہدری نے سعدیہ بیگم کو روتے دیکھا تو دکھ سے پوچھا۔ جس کی جوان جہان بیٹی منوں مٹی تلے دفن ہو جائے وہ

کیا کرے گی۔۔؟؟ایک بار رونا اور چینخ و پکار شروع ہو گئی تھی۔اسلم چوہدری انہیں لیے اندر بڑھ گئے۔جب کہ غزالہ بیگم چوہدرائن کے پاس آئی یں۔آپ کیا چاہتیہ ہیں۔۔؟؟کیوں کر رہی ہیں یہ سب۔۔؟؟ جانتی ہیں۔۔سب کچھ بکھر جائے گا۔۔پھر بھی آپ۔۔؟؟میرے معاملات سے دور رہو۔بڑی بہو۔۔۔!اسی میں بہتری ہے تمہارے لیے۔۔۔کہتے وہ پلٹیں۔کس بات کا بدلہ لے رہی ہیں۔۔آپ۔۔میرے بچوں سے۔۔۔؟؟سکون سے رہنے کیوں نہیں دیتیں۔۔۔؟؟غزالہ۔۔؟؟ مرستم چوہدری ان کی آوازیں سنتے باہر نکلے تھے۔غزالہ بیگم کی بات سنتے وہ بری طرح برہم ہوئے۔ہوش میں تو ہیں۔کیا بول رہی ہیں۔۔؟؟ماں ہیں وہ میری۔۔اس حویلی کی بڑی۔ہم سب کی بڑی۔۔کس لہجے میں بات کر رہی ہیں۔۔آپ۔۔؟؟وہ غصہ ضبط کرتے بمشکل دبے دبے لہجے میں چلائے۔ کیا غلط کہا ہے میں نے۔۔؟؟آپ اس حویلی میں ہی رہتے ہیں۔۔سب جانتے ہیں۔۔پھر بھی انجان بنے ہوئے ہیں۔۔ہر موڑ پے ہر لمحے۔۔ہماری

اولاد کی خوشیوں کو کھایا جارہا ہے۔اور آپ۔۔؟؟چپ۔۔۔!خاموش رہو۔۔اندر چلو۔۔۔وہ غصہ سے غزالہ بیگم کا بازو دبوچے اندر کمرے کی جانب بڑھ گ ئے۔غزپ بیگم نے تنفر سے چہدرائی ن کو دیکھا۔جو سب کی خوشیوں کو ناگن کی طرح نگل رہی تھیں۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رات تسلیم بیگم ارم کے پاس ہی رک گ ئی تھیں۔لیکن صبح ہوتے ہی وہ اپنے گھر جانا چاہتی تھیں۔ارم کے جاگنے سے پہلے وہ اٹھتیں نمازِ فجر ادا کر کے باہر نکل آئی یں۔ بھی تک گھر میں خاموشی تھی۔جاگنگ سے مصطفیٰ واپس لوٹ رہا تھا جب کہ وجاہت صاحب سیڑھیاں اترتے نیچے آرہے تھے۔تسلیم بیگم کو صبح صبح دیکھ وہ ٹھٹھکے۔آنٹی۔۔؟؟خیریت۔۔؟؟اتنی صبح صبح۔۔؟؟مصطفیٰ ان کے پاس جا کھڑا ہوا۔بیٹا۔۔مجھے ابھی گھر جانا ہے۔

ڈرائی یو سے کہیں مجھے چھوڑ آئے۔انہوں نے بے چینی سے کہا۔

سب۔۔؟؟خیریت ہے ناں۔۔؟؟وہ پریشان ہوا۔ہاں بیٹا۔۔؟وہ بس۔۔بی جان کی طبعیت کل سے ٹھیک نہیں تھی۔ارمکولے کے اتنا پریشان ہو گ ئی۔۔کہ ان کادھیان بھی نہ رہا۔۔۔اب واپس جاکے انہیں دیکھوں۔۔ تسلیم بیگم نے اصل مدعا بیان کیا۔اچھا۔۔۔آپ فکر نہ کریں۔۔ناشتہ کر لیں۔میں خود چھوڑ آتا ہوں۔آپ کو۔۔ارم کو۔۔؟ارارے نہیں بیٹا۔۔اسے سونے دو۔۔ساری رات جاگتی رہی ہے۔بہت دیر سے سوئی تھی۔اور ناشتہ بالکل نہیں کرنا۔بس گھر پہنچوادیں۔۔میں اپی چادر لے کے آئی۔کہتے ساتھ وہ واپس اندر کمرے کی جانب بڑھ گ ئی یں جب کہ وجاہت صاحب کو مکمل نظر انداز کر دیا۔بہت ریزروسی ہیں۔ مصطفیٰ نے وجاہت صاحب کو دیکھتے سرسری انداز میں کہا۔تو وہ سر جھٹکتے باہر نکل گ ئے۔جیسے انہیں تسلی بیگم کے کسی بھی عمل سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ مصطفیٰ نے تسلیم بیگم کو ڈرائی یور کے سا تھگھر بھجوادیا جب کہ خود اپنے کرے میں آیا رت کو وہ

دوسرے روم میں تھا۔ارم کو سویا دیکھ وہ اسکے پاس ہی بیڈ پے ٹک گیا۔سوئے وئے کتنی معصوم لگتی ہے۔۔۔۔لیکن۔۔۔بس سوتے ہوئے ہی۔۔۔!اس کے ماتھے پے ہاتھ رکھتے اس کا بخار چیک کیا۔جو اتر چکا تھا۔ ایک مسکراہٹ دیتا وہ باتھ روم کی جانب قدم بڑھا گیا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بس بہت ہو گیا۔۔۔اب مزید کچھ نہیں سننا مجھے۔!جو جیسے چل رہا ہے اسے چلنے دیں۔مرتسم چوہدری نے غزالہ بیگم کی ساری بات سنتے غصہ سے کہا۔ آپ کی یہ خاموشی۔۔۔ایک دن۔۔اس حویلی میں رہنے والوں کو کھا جائے گی۔یاد رکھیں۔۔اس بچی کو یہاں جہانزیب اس لیے لایا کہ چوہدری فراست سے اس کو بچا سکے۔لیکن۔۔کیا بچانا۔۔؟؟خود وہ وہی کام رہا ہے۔۔ اس سے تو اچھا ہوتا۔۔وہ ونی ہو کے چوہدری فراست کے پاس چلی جاتی۔۔کم

از کم۔۔۔آپ کے بیٹے کے نصیب میں یہ گناہ نہ آتا۔غزالہ بیگم کے سخت ترین لفاظ پے جہانزیب کے اندر آتے قدم تھمے تھے۔

۔۔۔۔۔۔۔

صبح سے شام ہونے کو آئی تھی ارم کب سے مصطفیٰ کو ویٹ کر رہی تھی۔ لیکن آج وہ آہی نہیں رہا تھا۔ابھی وہ مزید کوفت کا شکار ہوتی۔کہ گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ارم کے چہرے پے ایک مسکان سی سجی۔وہ سیڑھیاں اترتی نیچے آئی۔تو مصطفیٰ کے ساتھ بینا آتی دکھائی دی۔ارم کے قدم لڑکھڑائے تھے۔اور مشکل سے ریلنگ کو تھاما۔

بینا کی اچانک ایم۔کے کے ساتھ آمد پے ارم بری طرح ٹھٹھکی تھی۔بینا مصطفیٰ سے اچانک کیسے ملی۔۔۔؟؟آئی یے۔۔۔۔!ارم۔۔۔!یہ زبیر بھائی

کی وائی ف ہیں۔راستے میں گاڑی خراب ہو گ ئی۔تو انہیں یہاں لے آیا۔ میں چینج کر کے آتا ہوں۔ایم۔کے نے نارمل انداز میں کہتے روم کی جانب قدم بڑھائے۔لیکن مسٹر زبیر کی وائی ف آپ کو کہاں سے مل گ ئی اچانک۔؟؟یہ سوال وہ ل ہی دل میں ایم کے سے کر گ ئی تھی۔سیڑھیاں اترتی نیچے بینا تک آئی۔ارم کو سمجھ نہ آئی۔کیا بات کرے اس سے۔ڈونٹ ٹیل می۔۔۔یہ خوبصورت اور ہینڈسم لڑکا تمہارا شوہر ہے۔۔؟؟؟بینا کی نظر میں حسد رشک کیا کچھ نہ تھا۔ارم نے گہرا سانس خارج کیا۔

Zubi Novels Zone

بہت اونچا ہاتھ مارا ہے تم نے۔۔۔!سب کا نمبر کراس کر گ ئی ہو۔۔۔بینا نے ایک نظر پورے بنگلے پے ڈالتے ارم کی طرف دیکھتے نخوت سے کہا۔ارم لب بھینچ گ ئی۔پہلی بار تمہارے گھر آئی ہوں۔۔بھ ئی۔۔مہمان ہوں۔ کوئی خاطر مدارت نہیں کرو گی۔۔؟؟بینا اس کے پاس آتی طنزیہ مسکراہٹ سے بولی۔ارم بیٹا۔۔۔!آپ جائیں مصطفیٰ اور آپ کو دیر ہو رہی ہے۔آج

کی پارٹی کے لیے۔۔ مہمان کی خاطر مدارت کے لیے میں یہاں موجود ہوں۔ وجاہت انکل کی اچانک آمد پے وہ دونوں چونکیں۔ ارم نے مڑ کے بینا کے چہرے کی طرف دیکھا۔ جو غصہ سے لال بھبھو کا ہو گیا تھا۔ جس پے ارم دل ہی دل میں مسکرائی۔ انہں تو کسی پارٹی پے جانا نہیں تھا۔ لیکن اس وقت وجاہت صاحب کی بات پے وہ دل ہی دل میں مسرور ہوئی تھی۔

جی۔۔۔۔! ایکسکیوزمی۔۔۔؟؟ میں یہاں آئی ہوں۔۔ ان کے گھر۔۔ تو یہ مجھے یوں چھوڑ کے کہاں جاسکتے ہیں۔۔؟؟ بینا نے ہمیشہ کی طرح اپنی برتری دکھائی۔ اس کا ہمیشہ سے ہی یہی ایشو رہا کہ اسے پرٹوکول ملنا چاہیے۔ اور اب بھی وہ اپنی امیری ک رعب جھاڑتے یہی کرری تھی۔ لیکن وہ یہ بھول گ ئی تھی۔ جہاں وہ کھڑی تھی۔ نہ وہ گھر اس کا تھا نہ ہی وہاں موجود لوگ اسکے۔ اس لیے غلط جگہ پے غلط موقع پے غلط بات کر گ ئی۔ ارمنے ایک نظر وہجاہت صاحب پے ڈالی۔ ملک زبیر کہاں ہیں۔۔؟؟ آئے نہیں آپ کے ساتھ۔۔؟؟ بینا کے سامن بیٹھتے استفسار کیا۔ انہیں آفس میں بہت

ضروری کام تھا۔یونو۔۔۔!بزنس مین ہیں۔۔وہ۔۔ہر وقت میٹنگز وغیرہ۔۔۔تو ایسے میں۔۔مجھے تو ساتھ لے کے نہیں جا سکتے۔۔اس لیے انہوں نے ایم۔کے کے ساتھ یہاں بھجوا دیا۔اس کی باتوں میں ملازمہ نے کچھ ہی دیر میں انواع اقسام کے لوازمات سے ٹیبل سجا دیا۔پسند کی شادی کی ہے تم نے۔۔؟؟بینا نے پہلا طنز کا تیر مارا۔ارم کے واپس پلٹتے قدم رکے جانتا تھا۔کہ تھے۔ مصطفیٰ بھی سیڑھیاں اترتا اسکی بات پہ ٹھٹھکا۔وہ نہیں بینا اور ارم کزن ہیں۔ہم۔۔۔پسند کی شادی ہے۔۔لیکن۔۔بھاگ کے نہیں کی۔۔۔ارم کی بات پہ بینا کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ہاؤ۔۔ ڈئی یریو۔۔؟؟زبان سنبھال کے بات کرو۔بڑی ہوں تم سے۔بینا نے لب بھینچتے ماتھے پہ بل ڈالے کہا۔آپ جانتی ہیں۔۔ایک دوسرے کو۔۔؟شرٹ کے بازو کو کہنیوں تک فولڈ کرتا وہ ارم کے قریب آتا پوچھ رہا تھا۔جب کہ اس کی خوشبو جو ہمیشہ ہی ارم کو دیوانہ بناتی تھی۔اب بھی اسکے حواسوں پہ ہر طرح چھانے لگی تھی۔کزن ہے میری۔۔۔!پھوپھو کی بیٹی۔

بینا نے منہ بگاڑ کے کہا۔ تو مسٹر وجاہت کے ماتھے پہ اچھے خاصے بل پڑے۔ انہیں کہاں منظور تھا۔ کہ شیخ گلفراز کے گھر کا کوئی فرد یہاں ان کے گھر آئے۔ جنھوں نے انکی زندگی کیسب سے بڑی خوشی ان سے چھینی تھی۔ وہ تو مسٹر زبیر کی وج سے اس لڑکی کا لحاظ کر رہے تھے۔ کیونکہ انکے ساتھ اس فیملی کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ لیکن بات اب۔۔ آگے بڑھ رہی تھی۔ ارے مسز ملک! آپ نے کچھ لیا نہیں۔۔؟؟؟ مصطفٰی نے وجاہت صاحب کے لیے ایک چ ئ ر گھسیٹتے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ تو بینا نبھی وہیں ایک چ ئ یر پے ٹک گ ئ۔ ویسے مسٹر ایم۔ کے۔۔۔ آپ کی وائی ف کو گھر آئے مہمان کی خاطر مدارت کا بالکل طریقہ نہیں۔۔ لیکن۔۔ اس میں آپ کا بھی کوئی قصور نہیں۔۔ یہ طور طریقہ اسے اپنی ماں نے ہی نہیں سکھایا۔ بینا نے ایک بسکٹ اٹھاتے حقارت سے کہا۔ ارم نے ایک سخت گھوری سے بینا کو نوازا۔ الحمدُ للہ میری امی جان نے سب کچھ سکھایا ہے۔۔ جسے آپ پے ثابت کرنے کی مجھے قطعی کوئی ضرورت نہیں۔۔ ارم نے

طنزیہ انداز سے کہتے ایم۔کے کی طرف رخ کیا۔خدمتِ خلق کا بہت شوق ہو رہا ہے۔۔تو ایک دارالامان کھول لیں۔۔راہ چلتے ایسی بیسوں مل جائی یں گیں۔بے سہارا۔۔۔!ایک ہی جگہ سب کو اکھٹا رکھ کے خوب خدمت کریں آپ۔۔۔! ہمممم۔۔۔۔چہرے پہ مصنوعی طنزیہ مسکراہٹ لیے وہ مصطفیٰ سے کہتی اس کے چودہ طبق روشن کر گئی۔اچانک سے کھانسی ہونے لگی۔ تو ارم نے آگے بڑھ کے پانی کا گلاس اسے تھمایا۔ مصطفیٰ نے میٹھی نگاہ اس پے ڈالی۔بہت خطرناک ہو مسز۔۔۔!دھیرے سے کہتا وہ ارم کی خونخوار نظروں سے بچتا وجاہت خان کی طرف متوجہ ہوا۔جب کہ اسی لمحے مسٹر زبیر کی آمد بھی ہو گئی۔کچھ پل کے لیے ماحول میں چھایا تناؤ کم ہوا۔مسٹر زبیر ہنس مکھ انسان تھے۔ محفل سجا لیتے تھے۔یہی وجہ تھی زندہ دل انسان کے ساتھ سبھی خوش تھے۔سوائے بینا کے۔جسے اب زبیر میں کوئی چیز اچھی نہیں لگتی تھی۔امیر تو مصطفیٰ بھی تھا۔لیکن کتنا ہینڈسم خوبصورت اور ینگ تھا۔اس کی نیلی آنکھیں بینا کو بہت خوبصورت لگ رہی تھیں اور بار بار اسکے

چہرے کو وارفتگی سے دیکھنا۔ارم نوٹ کیے بنا نہ رہ سکی۔او۔کے۔۔۔اب اجازت۔۔۔؟؟خان۔۔صاحب۔!زبیر صاحب اٹھتے ہوئے بولے۔

بھی ایم۔کے۔۔۔اپنی مسز کے ساتھ ہمارے گھر بھی آئی یے۔۔ہمیں خدمت کا موقع دیجیے۔جی۔؟؟ضرور۔۔۔!ایم کے سنجیدگی سے بولا۔جب کہ اب اسے بھی بینا کی نظروں سے کوفت سی محسوس ہونے لگی تھی۔

اوکے۔۔بائی ہینڈ سم۔۔۔!بینا نے زبیر صاحب کے باہر نکلتے مصطفٰی کی جانب رخ کیا اور ایم۔کے کی بازو کو زور سے دبایا۔کہ ایم۔کے کے ماتھے پے دو بل پڑے۔گھوری سے بینا کو دکھا جو ایک ادا سے اپنے بال کو کندھے کے پیچھے جھٹکتے ایک آنکھ ونک کرتی باہر نکل گئی۔ان کے جاتے ہی وجاہت صاحب اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔جب کہ ارم سخت نظروں سے ام۔کے کو دیکھ رہی تھی۔کیا۔۔۔؟؟؟ایم۔کے نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔جب کہ اس نے گھورنا بند نہ کیا تھا۔

اس سے تو اچھا ہوتا۔۔ وہ ونی ہو کے چوہدری فراست کے پاس چلی جاتی۔۔ کم از کم۔۔۔ آپ کے بیٹے کے نصیب میں یہ گناہ نہ آتا۔ غزالہ بیگم کے سخت ترین لفاظ پے جہانزیب کے اندر آتے قدم تھمے تھے۔

غزالہ بیگم جو اس لڑکی نے کیا وہ نا قابل معافی ہے۔اس کے باوجود آپ اسکی طرف داری کر رہی ہیں۔۔؟؟ مرتسم چوہدری نے حیرانی سے انہیں دیکھتے پوچھا۔ت کیا اسکی سزا یہ ہے۔۔ کہ اسے بار ت بات پے سب بے عزت کریں۔اور ہاتھ پکڑ کے حویلی سے بار بار نکالیں۔۔؟؟اس نے جو گناہ کیا۔ اس کی سزا اسے اس کا شوہر دے گا۔ لیکن۔۔ پوری حویلی کے لوگ اسے سزا دینے لگیں۔۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔۔؟؟اور۔۔ آپ کے بیٹے نے اسے قید خانے میں بند کر دیا ہے۔۔ جب کہ اسکی حالت پہلے سے خراب تھی۔

لیکن۔۔پھر بھی کوئی لحاظ نہ کیا۔۔۔یاد رکھیں۔۔اگر اسے کچھ بھی ہوا تو زمہ دار۔۔آپ کا بیٹا۔۔اس گاؤں کا سردار ہو گا۔جو ہر عورت کی عزت کرتا تھا۔۔لیکن۔۔افسوس۔۔کرتا تھا۔۔۔!غزالہ بیگم سخت انداز میں کہتیں وہاں سے ہٹ گئی یں۔جہانزیب انہی قدموں پے اپنے کمرے میں لوٹ آیا۔ماں کے کہے الفاظ اسے سانپ کی طرح ڈس رہے تھے۔کیا۔۔؟؟ واقعی۔۔؟؟میں کسویٰ کے ساتھ۔۔زیادتی کر رہا ہوں۔۔؟؟اایک سوال نے اس کے دل پے کچوکے لگائے۔آپ کے بیٹے نے اسے قید خانے میں بند کر دیا ہے۔۔جب کہ اسکی حالت پہلے سے خراب تھی۔لیکن۔۔پھر بھی کوئی لحاظ نہ کیا۔۔۔یاد رکھیں۔۔اگر اسے کچھ بھی ہوا تو زمہ دار۔۔آپ کا بیٹا۔۔اس گاؤں کا سردار ہو گا۔ماں کے کہے الفاظ یاد آئے تو وہ ایک لمحے کی دیر کیے بنا قید خانے کی جانب بھاگا تھا دروازہ کھولا۔تو دل دہل کے رہ گیا۔وہ ای طرف دیار کے ساتھ گری پڑی تھی۔کسویٰ۔۔۔؟؟آگے بڑھ کے اسکا چہرہ دیکھا۔بالوں کو چہرے سے پیچھے ہٹایا۔وہ دیوانہ وار اسے اٹھانے کی

کوشش کرنے لگا۔ لیکن وہ بے ہوش تھی۔ جہانزیب نے اسے بانہوں میں بھرا۔ اور فوراً باہر کی جانب لپکا۔ جب کہ اسے کسویٰ کو بانہوں میں اٹھائے باہر جاتا چوہدرائن نے غصہ بھری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ میں تھا۔ جہاں وہ کبھی نہیں گیا تھا۔ کسویٰ کو لیے گاؤں کے اکلوتے ہاسپٹل نہ کبھی اتفاق ہوا۔ یوں تو سبھی جانتے تھے۔ کہ جہانزیب چوہدری گاؤں کا سردار ہے۔ لیکن یہاں آئی ہوئی نئی ڈاکٹر اسے نہیں پہچان پائی۔ ڈاکٹر نبیلہ کسویٰ کا چیک اپ کر رہی تھی۔ جب کہ جہانزیب وہیں قریب کھڑا سب دیکھ رہا تھا۔

ان کی ہارٹ بیٹ بہت سلو ہے۔۔ ان کو کمزوری ہو چکی ہے بہت۔۔ لگتا ہے انہوں نے کافی وقت سے کچھ نہیں کھایا۔ ڈاکٹر نبیلہ نے کسویٰ کا مکمل چیک اپ کرنے کے بعد اسے ڈرپ لگائی تھی۔ اور اب وہ جہانزیب کے خوبرو لیکن پریشان چہرہ کی جانب متوجہ ہوئی یں۔ شاید۔۔۔؟؟ پتہ۔۔۔

نہیں۔۔؟؟ جہانزیب نے غائب دماغی سے جواب دیا۔ یہ آپ کی وائف ہی ہیں ناں۔۔؟؟ ڈاکٹر نبیلہ نے تصدیق چاہی۔ یس۔۔ ڈاکٹر۔۔ اب کی بار جہانزیب نے ماتھے پہ بل ڈالے جواب دیا۔ اوکے۔۔۔ ان کو سخت کئیر کی ضرورت ہے۔ یہ میڈیسن منگوا لیجیے گا۔ اور کوشش کیجیے گا ان کے ہوش میں آنے کے بعد ہلکی پھلکی غذا لازمی دیجیے گا۔ خیال رکھیں ان کا۔۔ ڈاکٹر نبیلہ کسعیٰ کو ایک نظر دیکھتیں بولیں۔۔ اور باہر نکل گئیں۔ جھن اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ اس کا ہاتھ تھامے گہرا سانس خارج کیا۔ تو اچانک سے جہانزیب کو اسکے ہاتھوں اور کلائیوں پہ زخم محسوس ہوئے تو وہ چونکا۔ یہ۔۔؟؟ سب۔۔؟ کیسے۔۔؟؟ وہ حیران ہوا۔ اپنی ماں کی باتوں کی بازگشت پھر سے سنائی دی تو سختی سے آنکھیں میچ کے کھولیں۔ اور کسویٰ کا اتھ اپنے لبوں سے لگایا۔ بہت ظالم ہی سہی۔۔ لیکن اتنا ظالم نہیں ہو سکتا۔۔ کہ اپنی کسویٰ کو اتنی تکلیف میں دیکھ سکوں۔ اپنے فل کے آگے ہار رہا

ہوں۔۔ایک بار پھر سے۔۔تمہاری خطائیں معاف کرنے کا خواہاں ہے یہ دل۔۔۔کیا کروں۔۔۔؟؟

بہت آزمایا زندگی میں تم نے۔۔۔

کتنا رلایا۔۔۔عاشقی میں تم نے۔۔۔

ہم نے امیدیں تم سے لگائیں

بدلے میں تم نے کی بے وفائی۔۔۔۔

کل بھی تجھے دل یاد کرتا تھا

آج بھی تجھے دل یاد کرتا ہے

تم سمجھ نہ پائے۔۔۔ تم سمجھ نہ پائے

دل میرا دل نہ مانے۔۔ کیا کروں کیا کروں۔۔

دردِ دل تو نہ جانے۔۔ کیا کروں۔۔؟؟

۔۔۔۔۔۔۔

اتنا غصہ کیوں ہو جان۔۔۔؟؟ مصطفیٰ ارم کو اتنا غصہ میں دیکھ مسکراتا اس کے قریب ہوا۔ مسٹر ایم۔کے۔۔۔! ڈونٹ کراس یور لمٹس۔۔۔! ارم نے انگلی اٹھاتے وارن کیا۔ واٹ۔۔۔؟؟؟ ایم۔کے اس کا ایٹی ٹیوڈ دیکھ ہی دنگ

رہ گیا۔ارم نے جھٹکے سے رخ پھیرااور روم کی جانب بڑھ گ ئی۔

مسز۔۔۔!لگتا ہے۔آج۔۔سارے فاصے مٹانے پے تلی ہوئی ہیں۔دل ہی دل میں مسکراتے وہ ارم سے مخاطب ہوتا اس کے پیچھے روم میں گیا۔

رومیں داخل ہوتے اندر سے دروازہ لاک کیا تو ارم نے پلٹ کے اسے گھورا۔مصطفی نے سوالیہ نظریں اسکے خوبصورت سراپے پے ڈالیں۔وہ اسے دیکھے جا رہا تھا۔جب کہ ارم اسکی بازو کے اس حصہ کو جہاں بینا نے اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ارم کا بس نہیں چل رہا تھا۔وہ بینا کا ہاتھ توڑ دیتی۔مصطفی اسکے قریب ہوا تو۔ارم نے اپنی نظروں کا رخ غصہ سے پھیرا۔کیا بات ہے۔۔؟ آج تو مسز۔۔کچھ زیادہ ہی جنونی ہو رہی ہیں۔؟؟مصطفی کو اسکا یہ انداز بہت بھا رہا تھا۔دور رہ کے بات کریں۔۔مسٹر ایم۔کے۔ارم نے زرا فاصلہ بنایا۔ کہ ایم۔کے نے اسے بازو سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچا۔ناممکن ہے اب مسز۔۔۔!گھمبیر لہجے میں کہتے وہ ارم کو کچھ باور کروا رہا تھا لیکن وہ سن کہاں رہی تھی۔۔۔؟؟اس کی نظریں پھر اس جگہ پے جا اٹکیں۔اب کی بار مصطفی

نے بھی اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو دھیما سا مسکرایا۔ڈونٹ وری۔۔۔!مصطفیٰ خان۔۔۔مکمل کا مکمل ارم مصطفیٰ کا ہے۔۔۔اس کے چہرے پے پر تپش سانسیں بکھیر تا وہ اسے مان بخش رہا تھا۔لیکن ارم کو قبول ہی کہاں تھا۔کہ وہ شرٹ مصطفیٰ کے جسم پے رہے۔دل کے ہاتھوں سخت مجبور ہو کے ارم نے مصطفیٰ کی شرٹ کے بٹن کھولے۔مصطفیٰ کی پوری آنکھیں حیرت سے کھلیں رہ گئی یں۔شرٹ کو اسکے جسم سے الگ کر کے وہ اسے بری طرح ہاتھوں میں لپیٹ کے دور اچھال چکی تھی۔اور غصہ سے اس شرٹ کو دیکھ رہی تھی جب کہ مصطفیٰ اس کے لال بھبھو کا چہرے کو۔جو آج پہلی بار اسے اپنی طرف بہت زیادہ کشش کر رہا تھا۔کہ وہ خود کو آج بے بس محسوس کر رہا تھا۔افففف۔۔اتنا غصہ۔۔۔؟؟مسز۔۔۔؟؟مسٹر ایم۔کے۔۔۔آج کے بعد اگر کسی لڑکی نے آپ کو چھوا۔۔۔تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔انگلی اٹھا کے غصہ سے وارن کیا۔مصطفیٰ نے اسکی انگلی پے لب رکھے۔تو وہ بری طرح سٹپٹا گئی۔غصہ میں وہ یہ بھی بھول گئی تھی کہ

وہ مصطفیٰ کے کتنے قریب آچکی تھی۔ پیچھے ہونا چاہا۔ کہ ایم کے نے اسے کمر کے گرد حصار بناتے اپنے قریب کھینچا۔

ایم۔کے۔۔۔پلیز۔۔۔؟؟مصطفیٰ کا قرب محسوس کرتے ارم کو بیچ میں ٹھنڈے پسینے سے آنے لگے تھے۔ کیا پلیز۔۔۔؟؟ارم۔۔۔؟؟اب اور نہیں۔۔۔۔! میں تمہیں دل سے اپنانا چاہتا ہوں۔۔ مصطفیٰ کی بات پے اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو مزید بڑا کر لیا۔اور ایک بات صاف کہہ دینا چاہتا ہوں۔ لہجہ گھمبیر ہوتا جارہا تھا۔میں یہ رشتہ اپنی آخری سانس تک نبھاؤں گا۔آنکھیں بند کیے وہ اسکے ماتھے کے ساتھ ماتھا جوڑے جذب کے عالم میں بولا۔مجھے بھی۔۔تم۔مکمل چاہیے۔۔مسز۔۔۔۔میری دسترس میں۔۔۔میری ملکیت میں۔! مصطفیٰ نے سرگوشی بھرے انداز میں کہتے دھیرے سے اسکا دوپٹہ اتارتے ایک طرف رکھا۔ڈر کے مارے ارم دو قدم

پیچھے ہٹ گ ئی۔دل تھا۔کہ بس دھڑکے جارہا تھا کبھی پلکیں اٹھاتی کبھی جھکاتی وہ مصطفٰی کے جذبات کو ہوادے رہی تھی۔

مصطفٰی کی قربت میں وہ زرہ زرہ پگھلتی جارہی تھی۔ مصطفٰی نے اسے اپنی بانہوں میں بھراتو وہ اس کے گلے کے گرد حصار بنا گ ئی۔ایم۔کے کو اس کی یوں خود سپر دگی کی ادادل وجان سے بھائی۔اسے بستر پے بٹھاتا وہ اسکے قریب ہوا۔بات سنیں۔۔۔۔! ارم نے جھجھکتے ہوئے اپنے ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں کو دیکھتے دھیمے لہجے میں بولا۔تو مصطفٰی اسکی بالوں کی لٹ کو پیچھے کرتا اس کے مزید قریب ہوا۔مجھے۔۔آپی سے ملنا۔۔۔۔ہے۔۔۔! پلیز۔۔ملوا دیں۔۔؟؟منت بھرے لہجہ میں کہتے وہ مصطفٰی کو اپنی جگہ ایک پل کو جامد کر گ ئی۔ایم۔کے نے گہرا اسانس خارج کیا۔ملوادوں گا۔کہتے ہوئے اپنی جگہ

سے اٹھا کہ ارم نے اسکا ہاتھ تھاما۔ کہاں جارہے ہیں ؟؟ لہجہ اب کی بار بے چین تھا۔ چینج کرنے۔۔۔ آتا ہوں۔ پیار سے مسکرا کے کہتے وہ باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔ جب کہ ارم دھڑکتے دل سے خود کو آنے والے وقت کے لیے سوہان روح تھا۔ بار بار گہرے سانس لیے تیار کر رہی تھی۔ جو اس کے بھرتی وہ باتھ روم کا ڈور دیکھتی۔ کہ اتنے میں کمرے کے دروازے پے دستک ہوئی۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

جہانزیب کسویٰ کے ہوش میں آتے اسے واپس حویلی لے آیا تھا۔ دونوں کے بیچ ایک طویل خاموشی تھی۔ گاڑی سے نکلی تو قدم لڑکھڑا گئے۔ جہان نے آگے بڑھ کے اسے تھاما تو وہ اس کا ہاتھ جھٹک گئی۔ جسے لب بھینچے بمشکل جاہنزیب نے برداشت کیا۔ دھیمے دھیمے قدم لیتی وہ جہانزیب کے

ساتھ اندر داخل ہوئی۔بظاہر تو سامنے کوئی نہیں تھا۔لیکن نظریں سب کی ان پے ہی تھیں۔

کہاں جا رہی ہو۔۔؟؟اس کا رخ نیچے سیڑھیوں کی طرف دیکھتے جہان نے سوال کیا تو وہ ایک پل کو رکی۔وہیں۔۔جہاں میری جگہ ہے۔۔۔لہجہ بالکل سپاٹ تھا۔کہتے ہی قدم واپس آگے بڑھائے۔رات کے اس پہر جہانزیب کو اس کے ساتھ بحث کر کے تماشا نہیں لگانا تھا اس لیے آگے بڑھ کے اسے اپنی بانہوں میں بھرا۔یہ منظر کسی کی نگاہوں میں سخت چبھا تھا۔جہان نے کسویٰ کو روم میں لاتے اسے بستر پے لٹایا اور اسکی میڈیسن ایک طرف رکھتے وہ ملازمہ سے اس کے لے سوپ کا کہنے واپس باہر گیا۔کسویٰ نے ایک نظر کمرے پے ڈالی۔اور اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔کیا مس ئی لہ ہے اب۔۔۔؟ جہان نے اندر آتے ماتھے پے بل ڈالے پوچھا۔مسٹر جہان۔۔۔۔مجھے واپس اس جگہ چھوڑ آئی یں ورنہ صبح ہوتے ہی پھر سے حویلی سے باہر پھینک

دیا جائے گا۔کسویٰ کے سنجیدہ بھرے انداز پہ جہان نے سر نفی میں جھٹکا۔
کرنا کہ۔اس قسم اور اس کے قریب آیا۔آئی ندہ ایسا کوئی موقع مت فراہم
کی نوبت آئے۔اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھتا وہ کبرڈ کی جانب
بڑھا۔معافی تو اب بھی نہیں مانگی۔۔۔میں نے مسٹر جہان۔۔؟؟پھر سزا۔۔
میں کمی کیوں۔۔؟؟وہ میکانکی انداز میں اسکے پاس چلتی آئی اور حیرت سے
پوچھتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔اس کے چہرے پے اندرونی تکلیف کے
آثار نمایاں تھے۔جبکہ چہرہ لال سرخ ہو رہا تھا۔کسویٰ! بحث مت کیا کرو۔۔
جاؤ۔ریسٹ کرو۔۔اور۔۔۔؟؟!آپ۔۔۔؟؟سردار ہیں ناں۔۔؟؟سردار
جہانزیب چوہدری۔۔۔؟؟؟کسویٰ اسکی بات کو نظر انداز کرتی اس سے
سوال وجواب کرنے لگی تو وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے اس کی بات کو
سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔آپ کی بیوی بننے کے لائق نہیں میں۔نہ ہی
میری اتنی اوقات ہے کہ آپ کی بیوی بن کے اس گاؤں کی سردرانی بن
جاؤں۔۔؟؟اس لیے۔۔مجھے وہ رتبہ دیں۔۔جس کی میں مستحق ہوں۔

رتبہ دیا تھا جو آج نا چاہتے ہوئے بھی لہجہ روندھ گیا۔ تمہیں۔۔میں نے وہ تک کسی کو نہیں دیا گیا۔ محبت کا۔۔۔! جہان کہتے ہوئے ایک قدم آگے بڑھا۔ کہ وہ ایک قدم پیچھے ہٹی۔ وہ رتبہ دیا جس کے بعد کوئی رتبہ معنی نہیں رکھتا تھا۔ اپنی عزت وہ مان کا رتبہ۔۔۔ایک قدم مزید آگے بڑھایا۔ اور کسوی اُنہی قدموں پے پیچھے ہوئی۔ رتبہ دیا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ۔۔ تم ونی ہو کے آئی ہو۔۔۔ بلکہ تمہیں چوہدری جہانزیب نے اپنے سر کا تاج بنایا۔ پھر قدم بڑھایا۔ اب کی بار کسوی لڑکھڑا کے پیچھے ہوئی تھی۔ بہت مان دیا بہت مرتبہ دیا۔۔۔ لیکن تم نے سب برباد کر دیا۔۔۔ میری دی گئی عزت و مان کو ایسے پاؤں تلے روندھا کہ اب چوہدری جہانزیب سب کچھ دے دے گا۔ لیکن کبھی کسی کو اپنی عزت اور مان نہیں دے گا۔ جہانزیب کے لہجے میں ایک ازیت تھی۔ ایک پل کو دونوں ہی ایک دوسرے کو دیکھے چلے گئے۔ اور جانتی ہو۔۔۔ میرے لیے سب سے بڑی اذیت کیا ہے۔۔؟؟ اتنا سب سے جدا نہ کرنا۔۔۔ تمہیں چاہ کے بھی کچھ ہونے کے باوجود تمہیں خود

کوئی تکلیف نہ دے سکنا۔۔۔ تمہاری تکلیف پے۔۔۔ یہاں درد ہوتا ہے۔۔۔اپنے دل کے مقام کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ لیکن۔۔۔ تم نہیں سمجھو گی۔۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔۔! جہانزیب نے رخ پلٹا۔ایک بار۔۔۔ ایک بار۔۔ کچھ کہنے کا موقع تو دیتے۔۔۔ میں کبھی نہ جاتی۔۔ کبھی آپ کو چھوڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔۔۔ جہان۔۔۔۔ کسویٰ روتے ہوئے اسکے سامنے آئی۔ اگر۔۔ اچانک۔۔۔ مجھے جسمین نے۔۔۔ بابا کی ڈیتھ۔۔۔؟؟ وہ کہتے کہتے رکی۔اور جہان کے ہاتھ تھامے جہانزیب باوجود غصہ کے اسکے ہاتھوں کے گرم لمس کو محسوس کر گیا اسے سخت بخار تھا۔آپ نے مجھ سے چھپایا۔۔یہ بات۔۔۔ مجھ سے برداشت نہ ہوئی۔مجھے سچ۔۔۔۔اور جھوٹ کا پتہ کرنا تھا۔۔۔بس۔۔ بنا سوچ سمجھے۔۔ غصہ سے۔۔۔؟؟ کسویٰ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔جو جہانزیب کو تکلیف سے دوچار جتنا یہ سچ ہے اتنا ہی یہ بھی کر رہے تھے۔ لیکن پھر بھی لبوں سے کچھ نہ کہا۔ سچ ہے۔۔ مسٹر جہان۔۔۔! کسویٰ نے ہمیشہ آپ کی عزت کی حفاظت کی

ہے۔میں یہاں سے نکل کے اپنے باپ کے گھر گ ئی تھی۔میں نے اپنی حدود پار نہیں کی۔کسویٰ۔۔۔؟؟؟!اگر مجھے تم پے اعتبار نہ ہوتا۔تو تم آج یہاں زندہ نہ کھڑی ہوتی۔جہانزیب نے اس سے اپنے ہاتھ چھڑاتے سپاٹ اور سخت انداز میں کہا اس کا یوں ہاتھ چھڑانا۔کسویٰ کو مزید دکھ سے دوچار کر گیا۔جاؤ۔۔ریسٹ کرو۔۔جہان مزید کچھ بھی کہے وہ ایک طرف سے ہوتا باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔کسویٰ بستر پے بیٹھتے گہرا سانس بھر گ ئی وہ اس سے سخت ناراض تھا کہ اس کی کوئی بات سننے کو بھی تیار نہ تھا۔ملازمہ اجازت لیتی اندر آئی۔کسویٰ نے ایک نظر اس کی جانب دیکھا۔وہ سوپ کا باؤل ٹیبل پے رکھتی کن اکھیوں سے کسویٰ کو دیکھتی باہر نکل گ ئی۔جہان باہر آیا تو سوپ کو یوں ہی ٹیبل پے رکھے اور کسوا کو گہری سوچوں میں ڈوبا دیکھ سوپ کا باؤل اٹھائے اسکے پاس جا بیٹھا۔کسوا نے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا۔جہان نے سوپ کا چمچ اس کے منہ کی جانب بڑھایا۔کسوا نے منہ کھولا تو جہان اسے سوپ پلانے لگا۔دونوں کے بیچ خاموشی تھی۔ایک

گہری خاموشی۔۔۔! سوپ پلانے کے بعد اسے میڈیسن دیتا وہ اسے لٹاتا اس پے کمفرٹر ڈال گیا۔ کسوئی نے دھیرے سے آنکھیں موند لیں۔

جہانزیب موبائل اٹھائے گیلری کی جانب بڑھ گیا۔ وہ جانتا تھا بہت سے لوگوں کو اسکی اس بات پے اعتراض ہونا تھا لیکن وہ پھر بھی کسوا کی طرف سے اپنی زمہ داریوں کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس وقت مصطفیٰ اور ارم دونوں ہاسپٹل میں تھے۔ مسٹر وجاہت کو اچانک سے ہارٹ اٹیک آیا تھا۔ وہ دون ان کو ہاسپٹل لے کے آئے تھے اور اس وقت وہ آئی سی یو میں تھے۔ ارم نے اپنے گالوں کو چھوا تو اپنے گال بھیگتے ہوئے محسوس ہوئے۔ مصطفیٰ نے اسکے پاس بیٹھتے اس کا ہاتھ تھاما۔ میں۔۔ ان سے۔۔ خفا ہوں۔۔ سخت خفا۔۔۔! پھر۔۔ یہ آنسو۔؟؟؟ ارم نے بچوں

کی طرح سوال کیا۔وہ تمہارے سگھے والد ہیں۔۔ارم۔۔! تم ان سے نراض ہو۔۔کہ وہ تمہیں چھوڑ کے چلے گ ئے۔۔؟؟جب کہ۔۔ حقیقت۔۔۔یہ نہیں۔۔۔ مصطفیٰ نے تمہید باندھی۔کیا مطلب۔۔؟؟ارم حیرانی سے اسکی جانب مڑی۔ارم دعا کرو۔۔۔اللہ انہیں ٹھیک کر دے۔۔میری زندگی کا سب سے بڑا سہارا ہیں وہ۔۔۔۔مجھے نہیں پتہ۔۔۔میں ان کے بنا رہ پاؤں گا یا نہیں۔۔؟؟ مصطفیٰ کا لہجہ روندھ گیا تھا۔ارم نے اسکے کندھے پے ہاتھ رکھتے اسے حوصلہ دینا چاہا۔ان شاءاللہ انہیں کچھ نہیں ہو گا۔دل سے کہتی وہ مصطفیٰ کا ہاتھ تھام گ ئی۔

کیا ہوا تھا میرے جانے کے بعد۔۔۔؟؟وہ جو کچن کے دروازے تک پہنچی تھی۔اندر سے آتی آوازوں پے ٹھٹھک کے رکی۔اس کے پوچھنے پے وہاں

موجود ملازمائیں چونکیں اور واپس اپنے کاموں میں لگ گئیں میں نے کچھ پوچھا ہے۔ نجو۔۔۔؟ تم بتاؤ۔۔؟؟ ایسا کیا ہوا میرے جانے کے بعد۔۔؟؟ جو سب اس قدر بدگماں ہو گئے ہیں۔؟ اور حویلی میں چہار سو خاموشی چھائی ہے۔ کسوی کو کچھ تو مسنگ لگ رہا تھا۔ جی۔۔ وہ آپ کے جانے کے بعد۔۔۔ جسمین بی بی۔۔۔؟؟ نجو نے ڈرتے ڈرتے کہنا چاہا کہ دوسری ملازمہ نے ٹھوکا مارا۔ کیا ہوا جسمین کو۔۔۔؟؟ کسوا کا دل کسی انہونی کے احساس سے بری طرح دھڑکا۔ جی۔۔ وہ اب۔ اس دنیا میں نہیں رہیں۔۔۔۔! ایک دھماکہ سا محسوس ہوا کسوا کو۔۔۔ اسے اپنے کانوں پے یقین نہ آیا۔ لڑکھڑا کے پیچھے ہٹی۔ ایسا۔۔۔؟؟ ایسا۔۔۔۔ کیسے ممکن ہے۔۔؟؟ کیا۔۔۔ اسے اس کے کیے کی اتنی بڑی سزا دی گئی۔۔؟؟ مسٹر کر سکتے ہیں۔۔؟؟ ایک بار وہ پھر غلط فہمی کا شکار جہان۔۔؟؟ آپ ایسا کیسے ہوتی وہاں سے نکلی۔ کہ سامنے ہی حویلی کے بیچوں بیچ جہان کھڑا دکھائی دیا۔

وہ ایک منٹ کی بھی دیری کیے بنا۔۔اور بنا ادھر دھر دیکھے سیدھا جہان کے پاس جا پہنچی۔

مسٹر جہان۔۔۔؟؟پلیز۔مجھے سچ بتائیں۔۔۔؟؟ جسمین کہاں ہے۔۔۔؟
جہانزیب اسکی آواز پے اسکی جانب مڑتا اسے یوں حویلی کے بیچوں بیچ کھڑا خود سے سوال جواب کرتا دیکھ ماتھے پے بل ڈال گیا۔اور سب سے زیادہ غصہ اس بات پے آیا۔کہ وہ اس وقت ایک غیر مرد کی موجودگی کو بھی فراموش کیے اس کے مقابل کھڑی تھی۔کسوٰی۔۔!اندر جاؤ۔۔لہجہ سخت تھا۔
پلیز۔۔۔؟مسٹر جہان۔۔۔؟؟اسکی آنکھوں سے آنسو بہے۔ارے۔۔۔رو کیوں رہی ہیں۔۔؟؟سردار چوہدری جہانزیب کی بیوی ہیں۔۔آنسو اچھے نہیں لگ رہے۔۔۔چوہدری دلاور نے کسوٰی کو گہری نظر سے دیکھتے کہا تو کسوٰی کو یکدم ہوش آیا۔اور وہ فوراً جہان کے چوڑے وجود کے پیچھے چھپی تھی۔چوہدری دلاور۔۔۔مردان خانے میں جاؤ۔۔وہیں آتا ہوں

میں۔۔۔! لب بھینچے غصہ ضبط کرتے دلاور سے کہا۔ تو وہ معنی خیز ہنسی ہنستا وہاں سے باہر نکل گیا۔ جہانزیب کسوا کی جانب مڑا اور اس کی کلائی سختی سے تھامے وہ روم کی جانب بڑھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آج تین دن ہو چلے تھے۔ برہان راجپوت واپس نہ آیا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا۔ کئی کئی دن اپنی شکل نہ دکھاتا تھا۔ پری کو بھی اب اس سب کی عادت ہنے گی تھی۔ جسمین کے لیے وہ ہر نماز کے بعد دعا مانگتی تھی۔ اب دھیرے دھیرے اسے صبر سا آگیا تھا۔ عشا کی نماز ادا کرتی وہ لائٹ آف کرتی لیمپ آن کر گئی۔ اور سونے کے لیے لیٹی تھی۔ ابھی اس کی آنکھ لگے کچھ ہی دیر ہوئی تھی۔ کہ اسے بستر میں ہلچل سی محسوس ہوئی۔ دل یکدم دھڑکا۔ خیال سیدھا برہان کی جانب گیا۔ مردانہ ہاتھ کو اپنی کمر سے پیٹ کی طرف حرکت

کرتا محسوس کرتی وہ کرنٹ کھاتی اٹھی تھی۔لیکن مقابل نے اسکی اٹھنے کی کوشش ناکام بنادی۔اوراس کیکلائیوں کے جکڑے بستر پے پن کیا۔

شی۔۔۔۔۔۔۔۔۔مدھم سرگوشی کرتا وہ پری کے رونگٹے کھڑے کر گیا اس کے منہ سے گندی سی سمیل آرہی تھی جو یقیناً نشے جیسی کوئی چیز تھی۔پری چہرہ چھپائے اس پے کوابکائی سی آئی۔لیکن وہ شخص اب پری کی گردن میں گھٹا بنا چھانے لگا۔پری کو اسکا لمس سخت برا لگا۔اس کے دل نے کہا۔وہ برہان نہ تھا۔۔۔یہ سوچ آتے ہی پری کے منہ سے چینخ بلند ہوئی۔جس پے وہ شخص حواس باختہ ہوتا پری کے منہ پے ہاتھ رکھ گیا۔چپ رہو۔۔

پاگل۔۔۔۔۔!وہ گھبرائے ہوئے بولا۔پریکو پورا یقین ہو چلا وہ برہان نہیں تھا۔اس کے ہاتھ پے زور سے کاٹتے وہ اسے دھکا دیتے اٹھی تھی۔اسی لمحے دروازہ کھلا اور برہان نے لائیٹ آن کی۔پری بھاگتی ہوئی برہان کے کشادہ سینے سے جا ٹکرائی۔اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا۔سامنے کھڑا شخص اچانک سے برہان کو دیکھ ٹھٹھر گیا تھا۔ہاتھ میں پکڑا پری کا دوپٹہ پرے اچھالا۔

می۔۔۔میں۔۔۔خود نہیں۔۔آیا۔۔اس۔۔۔اس نے بلایا تھا۔۔۔وہ شخص ہکلاتے ہوئے بولا۔اس کی بات سنتی پری کے پیروں تلے سے زمین کھسکی۔سر اٹھا کے برہان کے سپاٹ چہرے کی جانب دیکھا۔جو کسی بھی تاثر سے پاک تھا۔پری کا دل زوروں سے دھڑکا۔برہان کی شرٹ پے اس کی گرفت سخت ہوئی۔اسے لگا اس کا سانس بند ہو جائے گا۔اگر برہان۔۔۔؟؟ نے اس پے شک کیا۔۔۔؟؟وہ مر جائے گی۔۔۔!

دو گھنٹے کے طویل انتظار کے بعد ڈاکٹر نے وجاہت صاحب کوی کنڈیشن اب خطرے سے باہر بتائی تھی انہیں وارڈ میں شفٹ کر دیا تھا۔ان کی حالت اب پہلے سے بہتر تھی۔لیکن ابھی بھی انہیں گھر لے جانے کی اجازت نہ ملی تھی۔ وہ دونوں ہی ان کے پاس بیٹھے تھے۔مصطفی نے ان ک ہاتھ تھاما ہوا تھا۔اس

کی آنکھیں بند تھیں۔ جیسے یقین کر رہا تھا۔ کہ وہ اس کے پاس ہیں۔

مصطفیٰ۔۔۔! ارم نے سے پکارا تھا اس نے دھیرے سے آنکھیں وا کیں۔

انہیں آرام کرنے دو۔ ابھی یہ ہوش میں نہیں ہیں۔ ارم نے دھیمے لہجے میں کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتا پیچھے ہٹا۔ کافی دیر یونہی خاموشی چھائی رہی۔ جسے مصطفیٰ نے ہی توڑا۔ جب کوئی آپ کو اپنائے نہیں۔۔ ماں باپ پیدا کر کے چھوڑ دیں۔۔ تو ایسے میں جو بھی آپ کے س پے ہاتھ رکھے۔۔۔ وہ فرشتہ ہے۔۔۔! مصطفیٰ کی باتوں پے ارم نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ تم خوش قسمت ہو۔۔۔ ارم۔۔۔ کم از کم۔۔۔ اتنے عرصے بعد ہی سہی۔۔۔ باپ کا نام تو ملا۔۔۔ اس کا چہرہ دیکھنے کو ملا۔ ایک میں ہوں۔۔ جو اتنے عرصے بعد بھی نہ جان سکا کہ میرا باپ کون ہے۔۔۔؟؟ مصطفیٰ جس کرب سے بول رہا تھا۔ ارم کا دل سوکھے پتے کی مانند لرزا۔

کیا چاہتی ہو تم۔۔۔؟؟ کیوں ہر بار مجھے سختی کرنے پہ مجبور کرتی ہو۔۔؟ جہان اسے کمرے میں لاتے اپنے مدِ مقابل کرتا سختی سے پوچھنے لگا۔ مسٹر جہان۔۔؟؟ جسمین۔۔۔؟؟ کسوا کی سوئی ابھی بھی وہیں اٹکی تھی۔ شٹ اپ ڈیڈ۔۔۔! جہان نے لب بھینچے غصہ سے کہا۔ کسوا نے منہ پہ ہاتھ رکھے اپنے آنسوؤں کو روکا۔ اور کچھ۔۔۔؟؟ جہان کے پوچھنے پہ وہ نفی میں سر ہلاتی پیچھے ہٹی۔ جہان نے قدم کمرے سے باہر بڑھائے۔ آپ نے۔۔اسے مار ڈالا۔؟؟ کیوں مسٹر جہان۔۔۔۔۔؟؟؟ وہ روتے ہوئے بولتی جہان کو اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل گئی۔ بے یقینی سے مڑتے اس نے کسوا کو دیکھا۔ مطلب۔۔۔ وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ جہان نے اسے مارا۔۔؟؟ جہان سر نفی میں ہلاتا سخت قہر کی نظروں سے اسے دیکھتا اس کے قریب آیا۔ میں نے نہیں۔۔ تم۔۔ نے اسے مارا ہے۔۔۔ تمہارے حصے کی گولی کھائی ہے

اس نے۔۔۔! تم نہ جاتی۔۔۔تو وہ کبھی تمہاری جگہ پہ نہ بیٹھتی۔۔۔اور نہ تمہاری جگہ موت اس کا مقدر بنتی۔ ہی

پری کا دل زوروں سے دھڑکا۔ برہان کی شرٹ پہ اس کی گرفت سخت ہوئی۔اسے لگا اس کا سانس بند ہو جائے گا۔اگر برہان۔۔۔؟؟نے اس پہ شک کیا۔۔۔؟؟وہ مر جائے گی۔۔۔! برہان نے سختی سے مٹھیاں بھینچیں۔اس کی بیوی اس کے سینے سے لگی امید اور ڈر بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔جب کہ سامنے کھڑا شخص اس وقت نشے میں تھا اور لڑکھڑا رہا تھا۔اس کے انداز و اطوار اکل بھی شریفوں والے نہ تھے۔یہ۔۔۔ یہ۔۔خود بلاتی ہے مجھے۔۔۔! پہلے بھی آچکا ہوں۔۔۔ لیکن کبھی پکڑا نہیں گیا۔۔۔اس شخص کی بات پہ پری نے دہل کے برہان کی طرف دیکھتے سر نفی میں ہلایا۔یہ۔۔۔۔یہ غلط۔۔۔؟؟؟پری کا لہجہ لڑکھڑایا۔ کیا ہو رہا ہے یہ

سب۔۔؟؟اچانک سے ارجمند بیگم کی آواز پہ وہ سبھی چونکے۔میں۔۔
نہیں آیا۔۔اس لڑکی نے بلایا۔۔۔مجھے۔۔۔!وہ شخص نشے کی حالت میں
چور پھر سے پری پہ الزام لگا رہا تھا۔بس وہیں برہان کی بس ہوئی۔مزید سننے
کی سکت اس میں نہ تھی۔اپنے ہاتھ کی مٹھی بند کرتے اس نے اس شخص کے
منہ پہ زوردار مکا جڑا۔کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا دور جا گرا۔اور پھر اس پہ بس نہ
ہوئی۔اسے اچھا خاصا مارتا وہ ادھ موا کر چکا تھا۔برہان۔۔۔؟؟کیا کر رہے
ہو۔۔؟مر جائے گا وہ۔۔۔!رک جاؤ۔۔۔ارجمند بیگم چلائی یں۔مارنا ہے
تو اس لڑکی کو بھی مارو۔۔جو تمہاری عزت کا جنازہ نکال رہی تھی۔ارجمند
بیگم کی بات پہ برہان نے بے یقینی سے ماں کو دیکھا۔امی۔۔۔۔۔؟؟؟ہاں
تو۔۔۔؟میں نے پہلے بھی اسے دیکھا تھا۔۔۔لیکن تب پتہ تھا۔اس
وقت۔۔۔یہ بھاگ گیا تھا۔آج پکڑا گیا ہے۔۔۔۔اگر یہ۔۔۔آپ کے
کمرے تک پہنچ گیا ہے۔۔تو اس کا مطلب ہے۔۔اسے کسی نے تو راہ دکھائی
ہو گی ناں۔جو یہ یہاں تک پہنچ گیا۔ارجمند بیگم کے الفاظ برہان کے دل کے

پار ہوئے تھے۔اسے یقین نہ آیا کہ اسکی اپنی سگھی ماں اس کی بیوی کے لیے یہ سب کہیں گی۔جب کہ پری کی تو زبان ہی گنگ ہو گئی۔اس نے جس ماں سے پہلے ساس اور پھر شوہر کو دیکھا۔اسے لگا آج اسکا سب کچھ ختم ہو گیا ہو۔ ایک عزت کو وہ سنبھال کے رکھتی آئی تھی۔آج وہ بھی ایک مینار کی طرح زمین بوس ہو رہی تھی۔ برہان نے لب بھینچے ان کی بات کا جواب نہ دیا تھا۔بلکہ اس شخص کو واپس اس کے پیروں پے کھڑا کرتا اسے ایک اور مکا رسید کر گیا۔اب یہ خود بتائے گا۔۔جب پولیس کے حوالے ہو گا۔ برہان نے کہتے ساتھ دوسرا مکا اسے رکھ کے دیا تو وہ وہیں بے ہوش ہو تا۔ برہان اسے گھسیٹتا ہوا کمرے سے باہر گارڈن کی جانب دھکیلتا ہوا لے گیا۔ارجمند بیگم ایک قہر کی نظر پری پے ڈالتیں خود بھی برہان کے پیچھے نکلیں تھیں۔جب کہ پری میں تو اتنی ہمت ہی نہ تھی۔کہ وہ ایک قدم بھی اٹھا سکتی۔

آپ کو اس بات کا افسوس ہے۔۔۔ کہ میں بچ گ ئی۔۔ یا اس بات کا۔۔۔ کہ جسمین مر گ ئی۔۔۔؟؟ جہان کی باتوں پے وہ بے تاثر انداز میں بولی۔ جس قدر کڑواہٹ لیے جہان نے اسے سچ بتایا تھا۔ وہ ان لفظوں سے کم لہجے پے زیادہ تڑپ اٹھی تھی۔ مجھے افسوس اس بات کا ہے۔۔ کہ میں نے تمہیں اپنی زندگی میں شامل کیا۔ جس دن سے میری زندگی میں شامل ہوئی ہو تب سے۔۔۔ کچھ بھی صحیح نہیں ہو رہا۔۔۔ جہان نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ضبط سے کہا۔ تو پھر نکال باہر کریں۔۔ مجھے اپنی زندگی سے۔۔۔۔ میری وجہ سے آپ کو اتنی پریشانیاں ہو رہی ہیں۔ تو مجھے چھوڑ۔۔۔؟؟ ول یو شٹ اپ پلیز۔۔۔۔؟؟ جہان اونچی آواز میں دھاڑا کہ کسوا سہم کے دو قدم پیچھے ہٹی۔ تمہارے پاس ہر بات کا یہی جواب کیوں ہوتا ہے۔۔؟؟ جہان نے غصہ سے پوچھا۔ لیکن کسوا اسکے غصہ سے سہم گ ئی تھی۔ اس لیے چپ ہی رہی۔ مرتی مر جاؤ گی۔۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا۔۔۔ چوہدری ہانزیب کی

ملکیت سے کبھی رہائی نہیں پا سکو گی۔ سمجھی تم۔۔۔جہان اپنے غصہ کی شدت پے قابو پاتا وہاں سے باہر نکلتا چلا گیا۔کسوا کو اپنا آپ آج سچ میں بے وقعت لگا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

مسٹر وجاہت کو ہوش آگیا تھا۔دن کے قریب انہیں ڈسچارج کر دیا گیا۔ انہیں مکمل ک ئیر کے ساتھ مصطفیٰ نے ہاتھ کا چھالا بنا کر رکھ تھا۔ایک منٹ کے لیے بھی ان سے دور نہیں ہو رہا تھا جب کہ ارم تھوڑی دیر ان کے کمرے میں ٹھہرتے کچن میں جاتی ان کے لیے پرہیزی کھانے کا بولتی۔اور باقی کے کاموں دیکھتے وہ اب اپنے کمرے میں آگ ئی تھی۔ریسٹ کے لیے لیٹی تو اس کی آنکھ لگ گ ئی۔ مصطفیٰ روم میں آیا تو اسے سوتا پایا۔اس کے قریب جا کے بیٹھتا وہ بھی نیم دراز ہوا۔اسکے بالوں میں بے اختیار ہاتھ چلاتا وہ

اس کے قریب ہوا تو وہ بھی مصطفیٰ کا نرم گرم لمس محسوس کرتی اسکے قریب ہوئی تھی۔وہ نیند میں بھی مصطفیٰ کے لمس کو پہچاننے لگی تھی۔ مصطفیٰ دل سے خوش ہوتا آگے بڑھتا کہ موبائل پہ آتی کال پہ بدمزہ ہوتے کال رسیو کی۔ لیکن وہ مسڈ کال تھی۔ساتھ میسج نوٹیفیکیشن ٹون بجی تھی۔ مسٹر ایک میسج پڑھتا وہ نا سمجھی لیسے اسے ایم۔کے۔آ بگ سرپرائز فاریو۔۔۔ ابھی دیکھ رہا تھا۔ کہ کچھ تصاویر سینڈ ہوئی ہیں۔ان تصویروں کو دیکھتے مصطفیٰ کے ماتھے پہ بل پڑے۔وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ان تین تصویروں کو الگ الگ رخ سے کھینچا گیا تھا۔لیکن ان تینوں تصویروں میں ہی ارم تھی۔وہ بھی کسی غیر شخص کے ساتھ۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

بیلا زندہ ہے۔۔۔! جب سے یہ بات جہان کو پتہ چلی تھی۔ وہ ایک پل بھی چین سے نہیں بیٹھا تھا۔ برہان نے جھوٹ بول کے اس کی بہن سے نکاح کر کے اسے ونی کیا تھا۔ لیکن آج اس نے بیلا کو دیکھا تھا۔ وہ بیلا ہی تھی۔ جہان کو آنکھوں کا دھوکا نہیں ہو سکتا تھا اس نے اپنے خاص آدمی حشام کو بیلا کے بارے میں انفارمیشن اکھٹی کرنے کو کہا۔ برہان راجپوت۔۔! اگر یہ سچ ہوا۔ تو تمہیں مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا

آئی۔۔ سوئی یر۔۔ میں وہ کروں گا۔ جو تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ جہانزیب اس وقت اپنے ڈیرے پے تھا۔ وہاں موجود چوہدری مرتسم اور اسلم کو بھی اس بارے میں پتہ چل چکا تھا۔ پولیس کاروائی ابھی بھی جاری رکھے ہوئی تھی۔ انسپکٹر جمیل سے ہی پتہ چلا تھا کہ چوہدری جہانزیب کی بیوی کی جان کو ابھی بھی خطرہ لاحق تھا۔ جس وجہ سے جہان کافی پریشان تھا۔ کسوا کی جان کا دشمن کون ہو سکتا تھا۔؟؟ وہ اب تک اس شخص تک نہیں پہنچ پایا تھا۔ ایسے

میں بیلا کا زندہ ہونا بھی۔۔۔وہ فراموش نہیں کر سکتا تھا۔دو سال پہلے کے ہوئے حادثے میں وہ جان سے جا چکی تھی۔ جس کا بدلہ برہان راجپوت نے پری سے نکاح کی صورت میں لیا تھا۔سب کا مشترکہ یہی فیصلہ تھا اور سب سے بڑھ کے چوہدری فراست اودلاوار کا پریشر تھا۔ان سے بھی اپنی بہن کو بچانے کی غرض سے اس نے پری گل کو ناچاہتے ہوئے بھی ونی کر دیا تھا۔

سب کے باوجود کے وہ جان گیا تھا بیلا زندہ لیکن۔۔آج وہ پچھتا رہا تھا۔اس ہے۔وہ پھر بھی فوراً کچھ نہیں کر سکتا تھا۔جب تک کہ وہ سارے ثبوت اکھٹے نہ کرلیتا۔۔کیا؟اس ساری سچائی کے بعد۔۔۔پری گل کو برہان سے طلاق دلوائی یں گے۔۔؟؟چوہدری اسلم نے پریشانی سے پوچھا۔چہدری مرتسم نے جہانزیب کی جانب دیکھا۔اسے پری کو چھوڑنا ہوگا۔جہانزیب نے قطعی انداز میں کہا۔لیکن بیٹا۔۔۔!طلاق ایک بہت بری چیز ہے۔۔میرے خیال سے دوسرا حربہ استعمال کریں زیدہ بہتر ہوگا۔چوہدری مرتسم نے کہتے ہوئے جہان کو چونکایا۔میں سمجھا نہیں آپ کی بات۔۔۔۔!جہان کے

پوچھنے پے چوہدری مرتسم نے جواسے کہاایک پل کو جہانزیب تو سکتے میں ہی آگیا۔یہ۔۔۔یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بابا۔۔؟؟وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔یہی سب سے بہتر طریقہ ہے۔جہانزیب۔۔۔!اس بات پے غور کرو۔۔۔برہان راجپوت نے جو چال چلی۔۔۔اس کو اسی کی چال سے جواب دو۔۔۔ہماری بیٹی کو دھوکے سے ونی کیا۔۔۔!بدلے میں یا تو وہ اپنی جان سے جائے یا اپنی بہن ونی کرے۔چوہدری مرتسم نے قطعی انداز اپنایا۔تو وہ بس دیکھے رہ گیا۔ونی ونی ونی۔۔۔ہر طرف ونی کی رسم کا شوشا تھا جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔کسوا کو بچانے کی خاطر اس نے اس سے نکاح کیا۔جسے ونی کا نکاح کا بنا دیا گیا لیکن وہ چپ رہا۔یونکہ اس کا دل جانتا تھا۔کہ اس نے کسوا کو کبھی ونی کی حیثیت سے نہیں رکھا تھا اس کا مقام جہانزیب کے دل میں بت پہلے ہی اونچا ہو چکا تھا۔لیکن یہ بات اس نے کسی پے ظاہر نہ کی۔پر اب تو۔۔اسے واقعی ونی کا نکاح کرنے کو کہا جارہا تھا۔وہ بھی بیلا سے۔جس سے وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ نفرت کرتا تھا۔اس کا دل سی صورت اس

نکاح کے لیے نہیں مان رہا تھا۔ لیکن اس وقت وہ اپنے بابا اور چچا کے سامنے خاموشی اختیار کر گیا۔ پہلے اسے سارے ثبوت اکھٹے کرنے تھے۔ اس کے بعد ہی وہ کوئی فیصلہ لیتا۔ یہ تو اسکی سوچ تھی۔ لیکن یہ بات حویلی کیسے پہنچی۔۔؟؟ کوئی نہیں جانتا تھا۔ اڑتی اڑتی یہ خبر کسوا تک بھی پہنچ گئی تھی۔ کہ بہت جلد چوہدری جہانزیب دوسرا نکاح کرنے والا ہے۔ کسوا جو بمشکل اپنے دل کو سنبھال پا رہی تھی۔ اس بات سے ایک بار پھر ٹوٹ گئی۔ اسے یقین نہ آیا کہ ملازمہ کے زریعے اسے جو خبر ملی ہے۔ وہ سچ ہے یا جھوٹ۔۔؟؟ آنکھوں میں آنسو لیے وہ جہانزیب کا انتظار کر رہی تھی جو پچھلے کچھ دنوں سے طویل ہوتا جا رہا تھا۔ وہ نہ حویلی آتا نہ کسی سے بات کرتا۔۔ جب کہ اس دن کے بعد سے کسوا کو بھی کسی نے کچھ نہیں کہا تھا۔ البتہ سعدیہ بیگم کے طعنے وغیرہ اب بھی سننے کو ملتے۔ جسے وہ چپ چاپ سن لیتی۔۔۔ وجہ جسمین تھی۔ جس کی بیٹی اس دنیا سے اچانک چلی جائے۔ اسے کیسے صبر آئے۔۔؟؟ صرف اس وجہ سے وہ انکی ہر کڑوی بات چپ کر کے

ہو گیا تھا۔ سن لیتی۔ جس وجہ سے غزالہ بیگم کا رویہ اسکے ساتھ پہلے سے بہتر نہیں ہوا تھا چوہدرائین کا رویہ ابھی تک اس کے لیے سرد تھا۔ جس کی وجہ سمجھنے سے وہ قطعی قاصر تھی۔ کمرے کا دروازہ کھلا۔ جہانزیب آج کتنے دنوں بعد حویلی لوٹا تھا۔ رت کے بارہ بج رہے تھے۔ اسے لگا کسوا سو رہی ہو گی۔ لیکن وہ ابھی تک جاگتی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ جس پے جہان کو حیرت ہوئی تھی اکثر وہ رات کو دیر گ ئے آتا تھا۔ وسو رہی ہوتی تھی۔ اور اسکے اٹھنے سے پہلے چلا جاتا تھا۔ لیکن آج آمنا سامنا ہو گیا تھا۔ مسٹر جہان۔۔۔؟؟ کسوا تڑپ کے آگے بڑھی۔ ابھی تک کیں جاگ رہی ہو۔۔؟؟ اپنی گھڑی کلائی سے اتارتے ایک طرف رکھتے وہ بستر پے بیٹھتا اسکا مکمل جائزہ لے چکا تھا جو آج بھی پیلا رنگ کیے بیمار تھی۔ وہ پہلے والی کسوا رہی ہی نہیں تھی۔۔ جس کو جہان نے پہلی نظر میں ہی دل دیا تھا اب تو یہ کسوا۔۔۔؟؟ گہرا سانس خارج کرتا وہ دل ہی دل میں افسوس کر گیا۔ مسٹر جہان۔۔۔؟؟ دوسری۔۔۔؟؟ کسوا سے بولا نہ جا رہا تھا۔ کیونکہ آپ۔۔۔؟؟ آپ۔۔۔

اس کا دل ہی یقین نہیں کر پا رہا تھا۔ کہ جہان کچھ ایسا بھی سوچ سکتا ہے۔ کیا دوسری۔؟؟ جہان نے حیرت سے اسے دیکھا۔ آپ۔۔۔؟؟ دوسری شادی کر رہے ہیں؟ دل پہ پتھر رکھے وہ پوچھ ہی بیٹھی۔ جہان نے اسے دیکھتے لب بھینچے۔ اسے نہیں پتہ تھا۔ یہ خبر اس طرح کسوا تک پہنچے گی۔ پلیز۔۔ بتائیں ناں۔۔؟؟ کیا واقعی۔۔۔؟؟ آپ۔۔۔؟؟ ہاں۔۔۔۔! جہان نے اٹھتے ہوئے ہامی بھری۔ کسوا اسکے مقابل کھڑی ہوتی لرزی تھی۔ مسٹر جہان۔۔۔! کہہ دیں کہ یہ جھوٹ ہے۔۔۔ آپ۔۔۔؟؟ آپ دوسری شادی۔۔؟؟ نہیں۔۔؟؟؟ کسوا کو اپنی سماعت پہ یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں کسی کے بھی سوال جواب کا پابند نہیں۔۔۔ اس لیے بہتر ہو گا۔ میرے کس فیصلے کے سامنے مت کھڑی ہونا۔ انتہائی سنجیدگی سے کہتے وہ کسوا کا مان توڑ گیا۔ کسوا نے ایک زوردار ہچکی لی تھی۔ اور زمین پہ ڈھے سی گ ئی۔ جہان نے فوراً آگے بڑھ کے اسے تھاما۔ وہ مسٹر جہان کی بانہوں میں بمشکل خود کو سنبھال پاتے کھڑی ہوئی تھی۔ مسٹر جہان۔۔۔! اتنی سخت سزا۔۔۔ میں

نہیں سہہ پاؤں گی۔۔۔مر جاؤں گی۔۔۔۔کسوا نے اسکی شرٹ کو مٹھیوں میں دبوچے اذیت بھرے لہجے میں کہا۔جہان کا بس نہیں چل رہا تھا۔اسے اپنی محبت کی آغوش میں بھر لے۔لیکن ابھی وہ مجبور تھا۔کوئی بھی ایسا فیصلہ نہیں لے سکتا تھا۔اسے بس اس قدر کسوا سے یقین چاہیے تھا۔کہ وہ سب کچھ کر لیتا۔۔لیکن کسوا کی جگہ کسی کو نہ دیتا۔کسوا۔۔۔؟کسوا۔۔؟؟ہوش میں آؤ۔۔۔؟؟اس کا بے جان ہوتا وجود محسوس ہوا تو جہان کے ہاتھ پاؤں پھولے۔اسے لیے بستر پے آیا۔کسوا۔۔؟؟آر یو اوکے۔۔؟؟اس کو آنکھیں کھولتا دیکھ وہ پریشانی سے پوچھتا کسوا کی آنکھوں میں اذیت دیکھنے لگا۔ایم ناٹ اوکے۔۔۔مسٹر جہان۔۔۔!پلیز۔۔۔ایسا مت کریں۔۔۔؟؟کسوا نا چاہتے ہوئے بھی اس کے آگے ٹوٹ رہی تھی۔اس سے منت کر رہی تھی۔

کسوا۔۔!مجھے نہیں پتہ تھا۔تم اتنی کمزور نکلو گی۔میں نے ہمیشہ اپنی لائف پارٹنر کے لیے ایک سٹرونگ گرل کو سوچا تھا۔پر افسوس۔۔۔تم ویسی نہیں۔۔۔اور۔۔دوسری شادی میرا حق ہے۔اس کی جواب طلبی میں تمہیں

کیوں دوں۔۔؟؟جب تم سے آج تک کبھی کوئی حق نہیں لیا۔تو تم اس طرح کے سوال کر کے خود کو میری نظروں میں ارزاں مت کرو۔۔اس لیے بہتری اسی میں ہے کہ خاموشی سے جو ہو رہا ہے اسے قبول کر لو۔۔

جہان نے اسکے پاس سے اٹھتے رسان سے اسے سمجھایا۔جب کہ اپنا دل اس کا اس کی ہر بات کی نفی کر رہا تھا۔اس کی باتوں نے کسوا کو گنگ کر دیا۔آج۔۔ آج۔۔آپ نے بھی کہہ دیا۔۔میں آپ کے قابل نہیں۔۔کسوا اٹھتے ہوئے اس کے پاس آئی۔اس کا لہجہ زخمی تھا۔اس کے لڑکھڑانے پے جہان اسے دیکھ رہا تھا۔اسے فکر تھی۔کہ وہ کہیں گر نہ جائے۔لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا۔ کھڑی ہو۔۔۔تو کہ کسوا اب تو اٹھ کھڑی ہوئی ہے اور جب کسوا ایک بار اٹھ پھر اسے کوئی گرا نہیں سکتا۔جائیں جہانزیب چوہدری۔۔۔۔!اپنی پسند سے اپنی مرضی کی لڑکی سے کر لیں شادی۔۔۔!کسوا آج کے بعد۔۔کبھی کچھ نہیں بولے گی۔ہر چیز سے آزاد کیا آپ کو۔۔۔خوش رہیں۔۔۔کسوا سرد و سپاٹ لہجے میں بولتی جہان کو چپ ہی کرا گئی۔رخ پھیرے وہ ہاتھ

روم کی جانب بڑھی کہ پھر سے لڑکھڑائی۔دور رہیں۔۔چوہدری جہانزیب۔۔۔!کسوا۔۔ابھی اتنی مری نہیں۔۔کہ خود کو خود نہ سنبھال سکے۔بنا اسکی طرف دیکھے ہاتھ اٹھائے اسے وہیں روک دیا۔اور پھر دھیرے دھیرے لیکن مضبوط قدم اٹھاتی وہ باتھ روم کے دروازے کے پیچھے غائب ہوئی تھی۔جہان صرف دکھ سے اس دروازے کو دیکھے گیا۔جہاں ! دروازے کے اس پار وہ بس رو رہی تھی۔لیکن۔۔آج آخری بار۔۔۔

صبح کا سورج لال حویلی کے لیے کیا کیا نوید لانے والا تھا۔۔؟؟کوئی نہیں جانتا تھا۔آج جہانزیب چوہدری کے ڈیرے پے برہان راجپوت کو بلوا گیا تھا۔ برہان راجپوت اس وقت سخت پریشان تھا ایک طرف پری کی عزت کا سوال تھا۔جو کچھ کل ہوا تھا اس کی وجہ سے پری اور وہ خود اذیت کا شکار تھا۔ایسے

میں بیلا کا وہاں آن موجود ہونا برہان بری طرح اپ سیٹ ہو گیا تھا ارجمند بیگم الگ اس سے خفا تھیں۔ پری اس کے انتظار میں تھی لیکن وہ رات بھر روم میں نہ گیا اور صبح صبح بیلا کی آمد۔ اور چوہدری جہانزیب کی طرف سے بلاوا آیا تھا۔۔۔ اور وہ سب سمجھ گیا تھا۔ لیکن وہاں جانے سے پہلے اسے ایک فیصلہ لینا تھا۔ یا تو پری سے ہمیشہ کے لیے علیحدگی یا۔۔۔؟؟ بدلے میں بیلا کا نکاح۔ وہ پر سوچ انداز میں ڈرائی ینگ روم میں بیٹھا کسی ایک نتیجے پے پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

Zubi Novels Zone

برہان۔۔؟؟ اس میں سوچنے والی کیا بات ہے۔۔؟؟ صاف اور سیدھی بات ہے۔ وہ میری بیلا کو اب بدلے میں مانگیں گے۔ تو ایسا ہر گز نہیں ہونا چاہیے۔۔ میں اپنی بیٹی کو کسی صورت نہیں ونی کروں گی۔ بہتر ہو گا۔ آپ ان کی بیٹی ان کے حوالے کر دو۔ ارجمند بیگم نے قطعی انداز میں کہا۔ بران نے لب بھینچے انہیں دیکھا۔ مما۔۔۔! وہ نکاح میں ہے میرے۔ کیسے کر دوں

ان کے حوالے۔۔؟؟وہ سنجیدگی سے بولا۔اسی وقت بیلا وہاں آن موجود
ہوئی۔جسے دیکھ برہان کا دماغ مزید گھوما۔اور غصہ سے رخ پھیرا۔مما۔۔!
برہان۔۔محبت کرتا ہے پری۔۔اور ان کو جدا مت کریں۔۔اس لیے اگر
جرگے میں ونی کے لیے مجھے مانگا گیا۔۔تو آپ انکار مت کرنا۔۔۔میں اپنے
بھائی کے لیے قربان دینے کے لیے تیار ہوں۔۔۔بیلا مصنوعی آرزدگی سے
بولی۔تو برہان نے بھنوئیں اچکاتے اسے دیکھا۔اور استہزائیہ انداز میں
ہنسا۔کیسی باتیں کر رہی ہیں بیلا۔۔؟؟وہ جہانزیب چوہدری۔۔۔شادی شدہ
ہے۔۔اس سے نکاح کر کے کیا ملے گا آپ کو۔۔۔؟؟ارجمند بیگم بیلا ک
فیصلے سے ناخوش محسوس ہوئی یں۔وہی۔۔جو دو سال پہلے نہیں حاصل کر
سکی آپ کی بیٹی۔برہان نے اٹھتے ہوئے ان کی بات کا جواب دیا۔بیلا نے منہ
بگاڑ کے غصہ سے اسے دیکھا۔اچھا۔۔۔پھر ایک کام کرو۔۔پری کو اس کے
بھائی کو واپس دے دو۔۔۔دے دو اسے طلاق۔۔۔؟؟وہ غصہ سے
پھنکاری۔اپنی زبان کو قابو میں رکھیں۔ورنہ۔۔میں بھول جاؤں گا کہ آپ

میری بہن ہیں۔۔۔ برہان کی آواز اس سے بھی زیادہ اونچی ہوئی۔ میری زندگی میں دخل اندازی مت کیجیے گا۔ اس کا وارن دیتا انداز بیلا کو تلملا گیا۔

برہان۔۔۔! وہ آپ کی بڑی بہن ہیں تھوڑا لحاظ کر لیں ایک تو وہ آپ کے لیے قربانی دینا چاہتی ہیں۔ اور آگے سے آپ۔۔؟؟ مجھے ان کی قربانی نہی چاہیے۔۔۔ اپنی زندگیکو آسان بنانے کے لیے۔۔ میں چوہدری جہانزیب کی زندگی میں کانٹے نہیں بھر سکتا۔۔۔! برہان دانت پیستا ہوا بیلا کو یکھ کے کہتا وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔ دیکھا۔۔۔ دیکھا آپ نے۔۔؟؟ کا جادو کر دیا ہے اس کل کی آئی لڑکی نے۔۔۔ اس پے۔۔۔! کہ اب نہ آپ نظر آ رہی ہیں۔۔ نہ میں۔۔! بیلا تلملا رہی تھیں۔ ارجمند بیگم گہری سوچ میں پڑ گئی یں۔

سر یہ تصویریں اصلی ہیں۔ موبائل پہ مقابل کی بات سنتا اس کے ہاتھ میں فون لرز اتھا۔دل تھا کہ ماننے سے انکاری تھا۔ لیکن ثبوت۔۔۔؟؟ ثبوت ارم کے خلاف تھے۔اس نے وہ تصویریں اپنے بہت قریبی دوست کو ارسال کی تھیں۔اس دوران وہ بے آپ مچھلی ک طرح تڑپا تھا اور جتنا وقت لگ رہا تھا۔وہ بے چین رہا۔ تصویریں اس کے ہاتھ میں آتے ہی فون کی بیل بجی تھی۔اوران تصویروں کو اصل قرار دیتے وہ شخص ڈراتھا لیکن ایم کے کو اپنی پوری دنیا ہی الٹی دکھائی دے رہی تھی وہ تصویریں لیے غصہ سے اپنے روم کی جانب بڑھا۔ جہاں ارم شیشے کے سامنے کھڑی تیار ہوتی لال ڈریس میں اس وقت خود بھی لال گلاب لگ رہی تھی۔ارم اس کے آنے پہ سمائل دیتی مڑی تھی۔اور وقت ہوتا تو شاید ایم۔کے اس کے حسن کے سحر میں کھو جاتا۔ لیکن اس وقت اس کا دماغ بری طرح جھنجھنایا ہوا تھا۔ایم۔کے نے ایک نظر اسے گھورا۔اور اگلے پیل وہ ساری تصویریں اس کے منہپے دے ماریں۔وہ کدم کرنٹ کھا کے پیچھے ہٹی۔اور حیرت سے ان گرتی تصویروں

کو دیکھنے لگی۔ان میں سے ایک تصویر اسکے ہاتھ میں آئی۔اسے سیدھ کیا تو دنگ رہ گ ئی۔اس کے ہاتھ کانپے تھے۔اکی آنکھوں کے سامنے وہ تصور تھی۔جس میں وہ اور مبشر ایک دوسرے کے انتہائی قریب کھڑے تھے۔ نظریں بھٹک کے دو اور تصویروں پے گ ئی۔ان میں تو پوزیں بہت غلط تھے۔کہ ارم شرم سے پانی پانی ہو گ ئی۔نم آنکھوں سے ایم۔کے کی جانب دیکھا۔جس کا چہرہ خطرناک حد تک سرخ ہوا تھا۔اور تیور انتہائی سخت لگ رہے تھے۔کیا ہے یہ سب۔۔؟؟اس کا انداز کسی بھی تاثر سے پاک تھا۔ ارم۔کو اس کے سوال پے دلی دکھ ہوا۔کچھ پوچھ رہا ہوں میں۔۔۔جواب دو۔۔؟؟ایم۔کے اونچی آواز میں چلایا تھا۔کہ ارم سہم گ ئی۔یہ۔۔۔ یہ۔۔جھوٹ۔۔؟؟؟ارم نے بولنے کے لیے لب وا کیے کہ ایم۔کے نے اسے دونوں بازوؤں سے جکڑا۔

جھوٹ۔۔؟؟ مجھے پاگل سمجھ رکھا ہے۔۔؟ یا میرے چہرے پے لکھا ہے میں بے وقوف ہوں۔۔؟؟ مصطفیٰ بری طرح بھڑکا ہوا تھا۔نہ ہی آپ پاگل ہیں۔۔نہ ہی بے وقوف۔۔۔لیکن آپ۔۔کان کے کچے ہیں۔۔۔جس کسی نے میرے بارے میں کچھ کہہ دیا اس پے یقین کر لیا۔۔۔؟؟؟ارم بھی اب کے بار دو بدو ہو کے جواب دیتی مصطفیٰ کو مزید طیش دلا گئی۔اپنے الفاظ اور لہجے پے کنڑول کرو۔ورنہ۔۔۔؟؟وہ غراتے ہوئے اس کے پاس ہوا۔ ورنہ کیا۔۔؟؟وہ بھی دو قدم مزید آگے ہوتے اس کے چہرے کے بہت ہی نزدیک ہوتی لال پیلی ہو رہی تھی۔ مصطفیٰ لب بھینچے اس کانڈر انداز دیکھتا رہ گیا۔وہ پہلے اتنی کانفیڈینٹ کبھی نہ تھی۔ لیکن مصطفیٰ یہ بھول رہا تھا۔خود اعتمادی کا یہ احساس بھی اس کا بخشا ہوا تھا۔

یہ سب کیا ہے۔۔؟؟؟جہانزیب نے گھڑی پہنتے مڑ کے ایک نظر کسوا کو دیکھا جو صبح صبح ہی بن سنور کے اب کبرڈ سے ایک برینڈڈ میکسی نکال رہی تھی۔جو لال رنگ کی تھی۔اس پہ انتہائی نفیس کام ہوا تھا اس وقت وہ جس طرح اسے رکھ رہی تھی۔ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی کو گفٹ کرنے جا رہی ہو۔ ناچاہتے ہوئے بھی جہان پوچھ بیٹھا۔وہ یہ میکسی خاص اس کے لیے لایا تھا۔ لیکن ابھی تک کسوا کو وہ پہننے کا نہ ہی اتفاق ہوا۔نہ کوئی ایسا موقع فراہم ہوا۔ کسوا۔۔۔؟؟اسکا نظر انداز کرنا جہان کو سلگا گیا۔جی۔۔۔؟؟کچھ پوچھا آپ نے۔۔۔؟؟ناداز ہی بدلا ہوا تھا ایسے حیران ہو رہی تھی۔جیسے جانتی نہ ہو جہان کیا کہنا چاہتا ہے۔یہ سب کیا ہے۔۔؟؟کیوں نکال رہیہو یہ سب۔۔؟؟وہ اسکے پاس آتا سنجیدگی سے بولا۔کیوں۔۔؟؟نہیں نکالنا۔۔۔؟؟الٹا سوال کیا۔آج۔۔سردار چودری جہانزیب کا نکاح ہے ناں۔۔۔۔!ایک بار پھر۔۔ونی کا نکاح۔۔۔۔!تو۔۔دلہن کو سج سنور کے آنا چاہیے ناں۔۔؟؟تو تیاری بھی اس کے شانِ شایان ہونی چاہیے ناں۔۔۔؟

دیکھیں۔۔کسی چیز کی کمی تو نہیں رہ گئی ناں۔۔؟؟سب کچھ سامنے کرتے وہ اپنی نم آنکھوں سے پوچھ رہی تھی۔آنکھیں نم تھیں لیکن چہرے پے مسکان تھی۔جہانزیب اسے ک ٹک دیکھے گیا۔اچھا۔۔۔میں کیا سوچ رہی تھی۔۔۔کسوا سارا کچھ ایک طرف کرتی جہانزیب کے قریب آئی۔اسکے کالر پے انگلی پھیری۔اس کے اتنا قریب ہوئی کہ۔۔دونوں کی سانسوں ایک دوسرے میں شامل ہونے لگیں۔کسوا نے آنکھیں موندتے جہان کی سانسوں کو ان ہیل کیا۔اور پھر آنکھیں کھولے اسے دیکھا جو ابھی بھی بنا پلک جھپکے اسے دیکھ رہا تھا۔کسوا نے شہادت کی انگلی سے اس کے لبوں کے پاس موجود تل کو چھوا۔اور بہت پیاری مسکان دی۔اچھے لگ رہے ہیں۔۔ہمیشہ خوش رہیں۔۔اس نے دل سے دعا دی۔اور تھوڑا سا پیچھے ہوئی۔وہ ناں۔۔میں یہ کہہ رہی تھی۔کہ۔۔۔۔تھوکنگلتے حلق تر کیا۔سب کچھ اتنا آسان نہ تھا۔جتنا کسوا نے سوچا تھا۔لیکن اب۔۔۔اسے کمزور نہیں پڑنا تھا۔وہ مضبوط بن رہی تھی۔یا شاید۔۔۔صرف بن ہی رہی تھی۔۔۔۔یہ۔۔آپ کی

سیج۔۔۔میں اپنے ہاتھوں سے سجاؤں گی۔۔۔مجھے اجازت ہے۔۔۔؟؟بستر
کی طرف اشارہ کر کے پوچھتے وہ اس وقت کوئی دیوانی ہی لگی۔جہانزیب نے
گہرا سانس خارج کرتے اس کی آنکھوں کی سرخی کو دیکھا۔ہاتھ بڑھا کے اس
کی آنکھوں کو چھونا چاہا کہ وہ یکدم دو قدم پیچھے ہٹی۔میں نے ناں۔۔گلاب
کے پھولوں کا آرڈر دیا ہے۔۔۔اور موتیے کے پھول بھی۔۔۔ صحیح کیا
ناں۔۔؟؟وہ اب پھر سے سامان کو ادھر سے ادھر کرتی پوچھ رہی تھی۔
جہان کا چہرہ بالکل سپاٹ ہوا تھا۔پلٹ کے اپنا موبائل اٹھایا۔اور والٹ لیتا
وہ باہر جانے لگا کہ۔ارے ایک منٹ رکیں۔۔۔!کسوا نے اسے پکارا تو اس
کے جاتے قدم تھمے۔فوراً بڑ کی جانب بڑھتی اس کی کالی شال نکال لائی۔
اور اس کے کندھوں پے ڈالی۔آنکھیں جہانزیب کی آنکھوں میں ٹکیں۔
لیکن اگلے ہی پل نظروں کا رخ پھیر لیا۔آج۔۔۔آپ سب سے الگ لگیں
گے۔۔سردار چودری جہانزیب۔۔۔۔!ان ئی زندگی کا آغاز کرنے جارہے
ہیں۔بہت بہت مبارک ہو۔۔۔دھیمے لہجے میں سرگوشی کرتی وہ مسکرا کے

ایک طرف کو ہوئی۔ جہانزیب بنا کچھ کہے باہر نکلتا چلا گیا۔ کسوا نے اس کے پیچھے دروازہ بند ہوتا دیکھا اچانک سے نظروں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اور سب دھندلا ہوتا دکھائی دینے لگا۔ کسوا کو چکر سے آئے۔ لڑکھڑاتے ہوئے بستر پے بیٹھی۔ لیکن اگلے ہی پل اس نے خود کو سنبھال لیا تھا۔ کب کے رکے آنسو گالوں پے پھسلتے بے مول ہوئے ہے۔ لیکن فوراً سے پہلے صاف کر لیے۔ اور تیار کی ہوئی چیزوں کا از سر نو جائزہ لینے لگی۔

ZNZ Zubi Novels Zone

\-\-\-\-\-\-\-\-\-

پنچائیت ایک بار پھر لگی تھی۔ ایک بار پھر سے چوہدری جہانزیب اور برہان راجپوت آمنے سامنے تھے۔ جب کہ اس سب میں چوہدری فراست تماشائی بنا شرکت کر رہا تھا۔ آج فیصلہ ہونا تھا۔ یا تو پری کی آزادی۔۔۔ یا پھر ونی میں برہان کی بہن بیلا سے جہانزیب کا نکاح۔ وہیں دوسری طرف کسوا

تیار ہوئی باہر آئی تھی۔آج وہ بھی دلہن کی طرح سجی تھی۔غزالہ بیگم نے اس پال لڑکی کو دیکھا۔جو بالکل دلہنوں کی طرح تیار تھی۔اور نہ صرف تیار بلکہ بیلا کے لیے اچھی خاصی تیاری کی تھی۔یہ سب کیا ہے کسوا۔۔؟؟اور کیوں۔۔؟؟غزالہ بیگم کو حیرت ہوئی۔آنٹی۔۔۔!اللہ آپ کی بیٹی کا گھر بسائے رکھے۔اور یہ سب کرنا ہی ہے۔۔۔تو یہ سب ہونے دیں۔۔

ناں۔۔۔؟؟اور۔۔میری خواہش ہے کہ سب کچھ اچھے سے ہو۔۔اور خوشی خوشی ہو۔۔۔!اسکیباتوں پے غزالہ بیگم بس اسے دیکھے گ ئی یں۔جب کہ اور سعدیہ بیگم اور چوہدرائن نے منہ پھیرا۔ سبھی وہاں موجود تھیں۔۔

مردان خانے میں اس وقت جرگہ بیٹھا تھا۔پہلے صرف برہان راجپوت آیا تھا۔اس کے بعد اس کی بہن بیلا اور اس کی والدہ بھی آئی تھیں۔جرگے میں ان کی موجودگی کا مطلب واضح تھا۔کہ کچھ ہی دیر میں ونی کا نکح ہونا تھا۔کافی وقت بیت گیا تھا۔سب کو بس جرگے کے فیصلے کا انتظار تھا۔وہاں جو بھی فیصلہ ہوتا اس کی خبر سب سے پہلے حویلی کے اندر خواتین کو ہی ملنی تھی۔جہاں بیلا

کے لیے کسوا نے ساری تیاریاں کروائی تھیں۔ہاں۔۔وہ اپنے شوہر کی دلہن کو فل پرٹوکول دینے کا ارادہ رکھتی تھی۔اور پھر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئی یں۔بیلا ارجمند بیگم کے ہمراہ حویلی کے مہمان خانے میں داخل ہوئی یں۔کسی نے بھی ان کی طرف نہ دیکھا۔نہ دیکھنا گوارا کیا۔بیلا نے آگے بڑھ کے چوہدرائی ن کو سلام کیا۔انہوں نے ایک نظر سے دیکھا لیکن سلام کا جواب تک نہ دیا۔غزالہ بیگم بھی انہیں غصہ سے دیکھتیں رخ پھیر تازہ ہوئے تھے۔یہ ہی جانتی تھیں۔سعدیہ بیگم نے گ ئی یں کتنے زخم کوئی رسپانس نہ دیا۔ارے۔۔وہاں کیوں کھڑی ہیں۔۔آئی یے۔بیلا۔۔! آپ کو تیار کردوں۔۔آخر دلہن ہیں آپ۔۔۔!اس حویلی کی ہونے والی بہو۔۔۔کسوا نے آگے بڑھ کے بیلا کا ہاتھ تھامے بہت پیار سے کہا بیلا نے حیرت سے ماں کو دیکھا۔اور پھر کسوا کو۔۔وہ یہاں موجود سب افراد کو جانتی تھی۔لیکن اس لڑکی کو پہلی بار دیکھ رہی تھی۔اور اسے یہ جاننے میں دیر نہ لگی۔کہ سامنے کھڑی لڑکی کوئی اور نہیں۔۔جہانزیب کی بیوی ہے۔بیلا نے

اس سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔اور نخوت سے منہ پھیرا۔کسوا نے مسکرا کے پھر سے اسے دیکھا۔اور ملازمہ کو آواز دی۔نوری۔۔۔!نوری ایک بہت بڑا تھال اٹھائے وہاں آن موجود ہوئی۔سب نے حیرت سے اسے دیکھا۔یہ سب۔۔ آپ کے لیے۔۔۔!قبول کریں۔۔اور۔۔آج۔۔نکاح کے لیے تیار ہو جائیں۔۔کسوا جس محبت پاش لہجے میں بول رہی تھی۔بیلا کو اس کی دماغی حالت پہ شک گزرا۔آریوان یور سینس۔۔۔؟؟آخرکار بیلا بول ہی پڑی۔تیار ہو جائیے۔۔بیلا۔۔۔!مولوی صاحب آجائیں گے ابھی نکاح پڑھوانے۔۔۔!اب کی بار کسوا نے سنجیدگی سے کہا بیلا نے ماں کے چہرے کی جانب دیکھا۔جھونں نے ثبات میں سر ہلاتے جانے کا اشارہ کیا تو بیلا کسوا کے ساتھ ایک روم کی طرف بڑھی۔کسوا نے اسے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا تھا۔ ماشاءاللہ،،بہت پیاری لگ رہیں ہیں۔۔کسوا مسکرائی تھی۔لیکن اسکی مسکراہٹ کھوکھلی تھی۔بیلا نے پلٹ کے اس لڑکی کو دیکھا۔جو اپنے ہی شوہر کی دلہن کو سجارہی تھی۔بیلا کی زبان ہی سل گئی۔کسوا نے خاندانی دوپٹہ

اسے پہنایا۔ جسے دیکھتے ایک پل کو کسوا کو جسمین کی یاد آئی۔ تو سر نفی میں
جھٹکا۔ کہاں تو جسمین نے اس جگہ کے لیے اپنی جان تک دے دی۔۔ اور
جب کسی کے نصیب میں آنے لگ تو۔۔ پتہ بھی نہ چلا۔ خود ترسی سے وہ
بیگم چوہدرائن مسکرائی۔ اسی وقت دروازے پے دستک ہوئی۔ غزاہ
مولوی صاحب اور مرتسم چوہدری اندر داخل ہوئے تھے۔ بیلا کا چہرہ ڈھک
دیا گیا تھا۔ نکاح شروع ہوا تھا۔ کسوا کے قدم بے اختیار پیچھے ہٹے تھے۔ سبیلہ
راجپوت بنتِ باسط راجپوت آپ کو چوہدری جہانزیب ولد مرتسم چوہدری
کے ساتھ ونی کا نکاح کا قبول ہے۔ ونی۔۔۔۔؟؟؟ ونی۔۔۔۔؟؟
ونی۔۔۔؟؟ کسوا کے کانوں میں اس لفظ کی گونج ہونے لگی۔ ونی۔۔۔؟؟
لڑکیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح کسی کبھی قت کسی کے ساتھ بھی باندھ
دو۔۔۔۔ وہ پھر سے مسکرائی تھی۔ نامحسوس انداز میں وہ قدم بقدم پیچھے ہو
رہی تھی۔ قبول ہے۔۔۔۔! مولوی صاحب بیلا سے نکاح کے دو بول کے
بعد اٹھ کے باہر نکلتے چلے گئے۔ کسوا دل بڑا کرتی خود بھی باہر آئی۔ مردان

خانے میں کسی عورت کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن آج کسوا خود کو روک نہ پائی۔ چوہدری جہانزیب ولد مرتسم چوہدری آپ کا نکاح سبیلہ راجپوت بنتِ باسط راجپوت سے ونی کی صورت طے پایا ہے آپ کو یہ نکاح قبول ہے۔۔۔؟؟ چوہدری جہانزیب کی اچانک نظر کسوا پے اٹھی۔ جو بالکل سامنے دروازے میں کھڑی اسی کو مسکراتے دیکھ رہی تھی۔ جہانزیب کا دماغ گھوما۔ اور اپنی جگہ سے اٹھا غصہ سے کسوا کی کلائی تھامی اور وہاں سے خواتین والی سائیڈ لے جا کے جھٹکے سے چھوڑا۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھو۔ خبردار جو اب حویلی سے باہر کی طرف قدم بھی بڑھایا تو۔۔۔! سبھی خواتین یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ کسوا نے مسکراتے ہوئے جہانزیب کو دیکھا۔ اور اثبات میں سر ہلایا۔ جہانزیب کے دل میں کچھ ٹوٹا تھا۔ وہ واپس مردان خانے کی جانب آگے بڑھا کہ پھر سے قدم رکے۔ لیکن وہ پلٹا نہ۔ پلٹتا تو شاید۔۔ اپنے فیصلہ پے قائم نہ رہ پاتا۔ نکاح کی رسم ادا ہو رہی تھی۔ مولوی صاحب کے الفاظ اس خاموشی میں باآسانی سنے جا سکتے تھے۔ قبول ہے۔ جہانزیب

کی آواز پہ کسوا کے دل کی دھڑکن تھمی تھی۔ قبول ہے۔ چہرے پہ پھر سے مسکان نے بسیرا کیا تھا۔ قبول ہے۔اور پھر اچانک سے ہاتھ ناک کی جانب گیا جہاں سے خون کی لکیر نمودار ہوئی تھی۔ایک نظر خون دیکھا۔اور پھر دھندلائی نظروں سے سامنے دیکھا۔جہاں غزالہ بیگم کی چیخ بلند ہوئی تھی۔اور اسکی طرف لپکی تھیں۔کسوا انہیں بھی مسکرا کے دھندلی آنکھوں سے دیکھتی پیچھے کی طرف گری تھی۔ نہیں۔۔۔کسوا کمزور نہیں۔۔۔کسوا سٹرونگ ہے۔۔کسوا۔۔۔کو بھیک نہیں چاہیے۔۔ہمدردی نہیں چاہیے۔۔ کسوا ہمت کرے گی۔۔۔سب سہے گی۔۔۔۔وہ خود کو حوصلہ دے رہی تھی۔اور پھر اسکی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔اسے کچھ سنائی نہ دے رہا تھا۔اور سب کچھ اچانک سے رک گیا۔

دل جڑے بنا ہی ٹوٹ گ ئی ے۔ ہتھ ملے بنا ہی چھوٹ گ ئے۔ کھیل یہ کھیلے قسمت نے۔۔۔

درد کی سی کیفیت تھی۔اسے وہ ہاتھ تھامے اندر چھوڑ آیا تھا۔لیکن اس کا دل ان دو غزالی آنکھوں میں اٹکا تھا۔اس کا دل اس نکاح کے لیے راضی نہ تھا۔وہ کسوا کو یہ تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔وہ یہی سمجھ رہی تھی۔کہ وہ اسے سزا دینے چاہتا ہے۔اس لیے دوسرا نکاح کر رہا ہے۔جب کہ اس کا مقصد کچھ اور تھا۔ اور اس وقت وہ کسوا سے شئی پر بھی نہیں کر سکتا تھا۔نکاح کے بول پے قبول ہے کہتا وہ دل سے اپنا سب کچھ صرف کسوا کے نام ہی کر رہا تھا۔لیکن جیسے ہی نکاح مکمل ہوا دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔اندر سے غزالہ بیگم کے چیخنے کی اواز سنائی دی۔جہان کے ہاتھ لرزے تھے وہ اپنی جگہ سے اٹھتا اندر کی جانب بھاگا.اسی کے پیچھے مرتسم چوہدری بھی اندر کی جانب بڑھے تھے۔ غزالہ بیگم کسوا کا سر گود میں لیے زمین پے بیٹھیں تھیں سبھی کے چہروں پے ہوائیاں اڑی تھیں۔جہان کو لگا اس کا دل بند ہونے لگا ہو اس کے قدم اپنی

جگہ پیوست ہو گئے۔ غزالہ بیگم نے پلٹ کے جہانزیب کو آواز دی۔

لیکن وہ سن رہا ہوتا تو اپنی جگہ سے ہلتا۔ نیچے پڑے وجود کو دیکھتا وہ سکتے میں آیا

تھا۔ غزالہ بیگم نے مرتسم چوہدری کو کسوا کو اٹھانے کا کہا۔ وہ انتہائی

گھبراہٹ کا شکار تھیں۔ انہیں کسوا کی بہت فکر ہو رہی تھی۔ ان کی آنکھوں

میں آنسو بھی تھے۔ جیسے کسوا ان کی اپنی بیٹی ہو۔ جہانزیب ہوش میں

آؤ۔۔۔۔ اسلم چوہدری نے جہانزیب کو پکڑ کے جھنجھوڑ ڈالا۔ تو وہ ان کی

جانب مڑا۔ جاؤ۔۔۔۔! انہوں نے کسوا کی طرف اشارہ کیا۔ تو وہ یکدم ہوش

میں آتا کسوا کی طرف لپکا۔ کسوا۔۔۔؟؟؟ اسے اپنی بانہوں میں لیا اسے

جھنجوڑا۔ اٹھایا۔ لیکن وہ بے جان پڑی تھی۔ اسکی ناک سے بہتا خون دیکھ

جہانزیب کو اپنے ہاتھ پاؤں سن ہوتے محسوس ہوئے۔ جہانزیب۔۔ کسوا کو

ہاسپٹل۔۔۔۔؟؟ غزالہ بیگم نے اسے کہا تو وہ جلدی سے کسوا اپنی بانہوں

میں اٹھاتا باہر مین گیٹ کی جانب بڑھ گیا۔ غزالہ بیگم اور مرتسم چوہدری بھی

اس کے ساتھ ہی گئے تھے۔ اس وقت حویلی میں ایک موت کا سا سناٹا چھا

گیا تھا پل بھر میں کیا سے کیا ہو گیا۔ کسی کو کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا۔ بیلا دلہن بنی باہر آئی تھی۔۔ ارجمند بیگم نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ چوہدرائی ن سے وہ ویسے بھی خائف ہی رہتی تھیں۔ جو کہ رشتے میں ان کی خالہ لگتی تھیں۔ چوہدرائی ن بھی اس وقت کافی پریشان ہوئی یں تھیں۔ اور وقت ہوتا تو وہ ارجمند سے پری کی بابت دریافت کرتیں۔ لیکن اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد بھی وہ یہ بات فراموش نہیں کر پا رہے تھے۔ کہ اس نے چھپ کے برہان سے نہ صرف نکاح کیا تھا۔ بلکہ اس کے بچے کی ماں بھی بننے والی تھی۔ ان سب باتوں کی وجہ سے وہ پری کی طرف سے اپنا دل صاف نہیں کر پائی ی تھیں۔

ـــــــــــــــــــ

مصطفیٰ لب بھینچے اس کانڈر انداز دیکھتا رہ گیا۔وہ پہلے اتنی کانفیڈینٹ کبھی نہ تھی۔لیکن مصطفیٰ یہ بھول رہا تھا۔خوداعتمادی کا یہ احساس بھی اس کا بخشا ہوا تھا۔یہ تصویریں۔۔۔؟؟ان تصویروں مں موجود لڑکا کون ہے۔۔؟؟ مصطفیٰ نے غصہ ضبط کرتے پوچھا۔ارم نے دانت کچکچائے۔وہی۔۔جسے لے کے اس دن پارٹی میں مجھ پے الزام لگایا تھا اس لڑکی نے۔۔لیکن آپ جانتے ہیں مجھے اس دن اتنی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔جب بھری محفل میں میرے کردار پے کیچڑ اچھالا گیا۔۔۔جتنی آج ہو رہی ہے۔۔۔آپ نے تو کہا تھا۔۔۔آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں۔۔جب پیار کرتے ہیں تو۔۔۔کیا اعتبار نہیں کرتے۔۔۔؟؟کہتے ہوئے ارم کا لہجہ روندھ گیا۔تم۔۔۔اس شخص کے کتنا قریب گ ئی ہو۔۔۔؟؟مصطفیٰ کے سرد انداز اور سخت الفاظ پے ارم گنگ رہ گ ئی۔اسے یقین نہ آیا۔کہ مصطفیٰ کا اعتبار۔۔۔ایک پانی کا بلبلا ثابت ہو گا۔اس نے سر جھٹکا۔اور مصطفیٰ کے کان کے قریب ہوئی۔میں اس شخص کے اس قدر قریب گ ئی ہوں۔۔جتنی آپ کی بیوی ہوتے آپ

کے قریب نہیں آئی۔ارم کا لہجہ انتہائی سرد تھا۔ارم۔۔۔۔۔؟؟مصطفیٰ کا ہاتھ اٹھا۔لیکن وہ اس کو مار نہ سکا ارم نے دکھ سے اسے دیکھا۔میری۔۔۔ محبت کا مذاق اڑا رہی ہو۔۔؟؟یا ہمارے بیچ رشتے کا۔۔؟؟؟میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔مصطفیٰ کی بات پہ ارم کا دل رویا تھا۔

آپ غلط کر رہے ہیں۔مسٹر ایم۔کے۔۔۔!یہ سب غلط ہے۔اور آپ۔۔؟؟ارم کی آنکھوں سے آنسو بہے۔بس۔۔۔۔۔۔۔!مصطفیٰ نے ہاتھ اٹھاتے اسے روکا۔میں سب برداشت کر سکتا ہوں۔لیکن دھوکہ نہیں۔۔۔ایم۔کے نے اسکا ہاتھ تھاما۔اور باہر کی جانب بڑھا۔کہاں لے کے جا رہے ہیں مجھے۔۔۔۔۔؟؟؟چھوڑیں۔۔۔ارم نے بازو چھڑانے چاہا۔لیکن ایم۔کے نے اسے گھر کی دہلیز سے باہر لے جاتے دھکا دیا تھا۔ میرے گھر میں دھوکے باز لوگوں کی کوئی جگہ نہیں۔۔آؤٹ۔۔۔!وہ اتنی اونچی آواز میں چلایا کہ۔۔۔مسٹر وجاہت بھی اپنے روم سے باہر نکل

آئے۔ مصطفیٰ۔۔۔۔؟؟ کیا کر رہے ہو۔۔؟؟ کیوں۔۔ارم کو نکال رہے ہو گھر سے۔۔؟؟ وہ غصہ سے بولے۔ پلیز۔انکل۔۔! ہمارے بیچ میں کوئی نہیں آئے گا۔ مصطفیٰ نے انہیں بھی روک دیا۔ لہجہ تیز تھا۔اور پہلی بار وہ وجاہت خان سے بھی تیز لہجے میں مخاطب ہوا۔ یہ ہمارے میاں بیوی کے بیچ کا معاملہ ہے۔۔اس لیے۔۔آپ۔۔؟؟ میاں بیوی کے بیچ کے معاملات جب سڑک پے آجائیں تو۔۔گھر کے بڑوں کو بولنا پڑتا ہے۔ وجاہت خان کی کانپتی لیکن غصہ بھری آواز سنائی دی۔ارم نے اپنے گالوں پے آئے آنسو پونچھے۔ معاملات بند کمرے میں سلجھائے جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔

ارم۔۔۔اندر آئیں۔ مصطفیٰ سے کہتے وہ ارم سے مخاطب ہوئے۔ نہیں۔۔ اب اس گھر میں اسکی کوئی جگہ نہیں۔۔۔ مصطفیٰ نے غصہ سے روکا۔

مصطفیٰ۔۔۔! یہ گھر ارم کا بھی ہے۔اور تم اسے یہاں رہنے سے نہیں روک سکتے۔انہوں نے مصطفیٰ کے قریب آتے قطعی انداز میں کہا۔ایک پل کو خاموشی چھاگئی۔اگر یہ یہاں رہے گی تو میں یہ گھر چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔

مصطفیٰ نے وجاہت خان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہا۔ تمہاری مرضی۔
وجاہت خان کے دل میں شدید درد اٹھا تھا۔ لیکن وہ پھر بھی مضبوط بنے
مصطفیٰ کو بولتے چہرے پے سرد تاثرات سجا گئے۔ مصطفیٰ کو یقین نہ آیا۔
پتھرائی نظروں سے وجاہت خان کو دیکھا۔ آج ایک بار پھر اسے یہ احساس
جاگا تھا کہ اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں۔۔ دو قدم پیچھے ہوا۔ ایک نظر ارم کو
دیکھا۔ جو ابھی بھی آنسو بہاتی اسی کو دیکھ رہی تھی۔ بیٹی مبارک ہو۔۔۔
دھیرے سے کہتے وہ گھر کی دہلیز سے باہر نکلا۔ پلیز۔۔۔ مصطفیٰ۔۔۔! مت
جائیں۔۔ میری بات سنیں۔۔۔؟؟ ارم۔ نے اسے روکا۔ اس کا یوں
جانا۔ ارم کو مزید دکھ سے دوچار کر گیا۔ وہ کہاں جائے گا۔۔؟؟ یہ اسی کا تو
گھر تھا۔ وہ تو اپنی ماں کے پاس چلی جائے گی۔ اس کا پھر در ٹھکانا تھا۔ لیکن۔۔
اس کی وجہ سے مصطفیٰ کا گھر چھن جائے ایسا کب سوچا تھا اس نے۔۔؟ اس
نے مصطفیٰ کی بازو پکڑی تھی جو مصطفیٰ نے غصہ سے جھٹکی وہ بمشکل گرتے
گرتے بچی۔ اور زخمی نظروں سے اسے دیکھا آئندہ میرے قریب مت

آنا۔۔۔!ورنہ۔۔۔؟؟انگلی اٹھا کے غصہ سے وارن کیا۔کہ وہ کچھ بول ہی نہ سکی۔وہ باہر نکلتا جاچکا تھا۔کہ اسی وقت ارم کی نظر وجاہت خان پے جو دل والی سائیڈ پے ہاتھ رکھے بیٹھتے چلے جارہے تھے۔ان کے گ ئی۔ چہرے پے تکلیف کے آثار واضح تھے۔ارم بھاگتی ہوئی ان کی طرف لپکی۔

آپ۔۔۔؟؟آپ۔۔۔؟؟ٹھیک ہیں ناں۔۔؟؟آپ۔۔؟؟ارم۔کو سمجھ نہ آیا کہ کرے۔۔؟کوئی ہے۔۔؟؟پلیز۔یہاں آؤ۔۔۔؟؟وہ چلائی تھی۔

مصطفی۔۔۔۔ مصطفی۔۔۔؟؟وہ چلارہی تھی۔لیکن کوئی بھی سننے والا نہ تھا۔

پلیز۔۔پلیز۔ایسا مت کریں۔۔آنکھیں کھولیں۔۔۔ارم ان کا چہرہ تھپتھپانے لگی۔لیکن ان کی آنکھیں بند ہورہی تھیں۔اسی وقت ملازم عظمت بھاگتا ہوا وہاں پہنچا۔اور باقی ملازموں کو بلوا کے انہیں گاڑی میں ڈالتا ہاسپٹل لے گیا۔ارم بھی ساتھ ہی تھی۔بار بار وہ وجاہت خان کے ہاتھوں کو رگڑ رہی تھی۔ان کو ہوش دلوا رہی تھی۔پلیز۔۔انکل گاڑی جلدی چلائیں۔۔۔ارم اونچی آواز میں بولی۔۔اس کا دل بری طرح گھبرا رہا تھا۔

وہ نہیں جانتی تھی۔ کہ اس کے باپ نے اسے کیوں چھوڑا تھا۔ لیکن وہ بس اتنا جان رہی تھی۔ کہ آج وہ تکلیف میں تھے۔ تو اسے بھی تکلیف ہو رہی تھی۔

نروس بریک ڈاؤن۔۔۔؟؟ جہانزیب کی جان پے بن آئی تھی۔ ہاسپٹل کے کاریڈور میں کھڑا وہ آئی سی یو کے اندر موجود لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ جو موت کو گلے لگا رہی تھی۔ وہ پتھر بنا کھڑا تھا۔ نہیں۔۔ وہ پتھر بن گیا تھا۔ کہ اسے ایک معصوم لڑکی کے دل کی زرا پرواہ نہ رہی۔۔۔ اور وہ اپنے زعم میں اسے توڑ گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ اس وقت اس کی آنکھ سے بہنے والے آنسو اس لڑکی کے لیے تھے جسے وہ درد دے چکا تھا۔ لیکن اب وہ اسے درد دے رہی تھی۔ آئی سی یو کا دروازہ کھلا۔۔۔ جہانزیب نے سوالیہ نظروں سے انہیں

دیکھا۔ان کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔شکر کریں۔۔ناک سے بلیڈ نکل آیا ورنہ ان کے دماغ کی نس بھی پھٹ سکتی تھی۔پیشنٹ شدید ذہنی ٹینشن کا شکار ہے۔ہم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے۔بس آپ اللہ سے دعا کریں۔۔اگلے بارہ گھنٹے تک انہیں ہوش آجائے۔۔ورنہ۔۔؟؟

ورنہ۔۔۔؟؟؟جہانزیب نے ڈرتے ہوئے پوچھا ورنہ۔۔۔وہ کومہ میں بھی جاسکتی ہیں۔ان کے الفاظ پہ جہانزیب کو پوری دنیا گھومتی ہوئی دکھائی دی۔دیوار کا سہارا لیتے وہ اپنے پیروں پے کھڑا ہوا تھا۔ڈاکٹر جا چکا تھا۔غزالہ بیگم روتی ہوئی یں اس کے قریب آئی یں۔بہت غط کیا ہے آپ نے جہانزیب۔۔۔!بہت غلط۔۔۔!اس کی ماں اسے غلط کہہ رہی تھی۔اس نے دکھی نظروں سے انہیں دیکھا۔آپ نے کسوا۔کی محبت کا نہیں۔۔بلکہ اپنی محبت کا آج خود مذاق بنا کے رکھ دیا۔مانا۔۔کہ کسوا نے اس دن بھاگ کے غلطی کی۔۔لیکن اسکی اتنی بڑی سزا۔۔؟؟وہ اس سے سوال گو تھیں۔محبت میں تو معاف کر دیا جاتا ہے ناں۔۔؟؟محبت میں تو میں نہیں ہوتی ناں۔۔؟؟

پھر۔۔کیسے۔۔آپ نے اس لڑکی کو تکلیف دے دی۔۔جس سے آپ محبت کا دم بھرتے تھے۔۔؟؟اس لڑکی کو چوہدری فراست سے بچا کے اپنے گھر لائے۔۔لیکن اس معصوم پھول کی حفاظت نہ کر سکے۔

امی۔جان۔۔۔۔؟؟؟وہ بس اتنا ہی کہہ پایا۔وہ اس قدر دکھی تھا۔کہ اس کے منہ سے کچھ نکل ہی نہیں پارہا تھا۔خوشی مناؤ۔۔سردار جہانزیب چوہدری۔۔۔!ونی کی رسم کو ختم کرتے کرتے۔۔آپ خود اس رسم کا شکار ہو گئے۔غزالہ بیگم غصہ ضبط کرتے کرخت لہجے میں کہتیں اس کے پاس سے ہٹ گئی یں۔وہ بس چپ چاپ انہیں دیکھے گیا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

برہان ارجمند بیگم کے ہمراہ گھر آچکا تھا۔وہ انتہائی غصہ میں تھا۔جو وہ نہیں چاہتا تھا۔وہی ہوا تھا۔برہان۔۔۔؟؟کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔؟؟پری ان کے

واپس آنے کا بے صبری سے انتظار کر رہی تھی۔ لیکن ان کے آتے ہی بران کا وں غصہ کرنا اسے پھر سے سہا گیا۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ کہ وہ کہاں سے آرہے ہیں۔ لیکن دونوں کے موڈ ناخواشگوار تھے۔ وہ وہیں اوپر کھڑی انہیں دیکھتی اوپر ہی رک گئی۔ سب۔۔ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ آپ نے۔۔ برباد کر دیا امی جان۔۔۔! سب برباد کر دیا۔ برہان نے غصہ کی شدت سے واس اٹھا کے زمین پے پٹخا۔ اس وقت وہ اس قدر شدید غصہ میں تھا کہ اوپر کھڑی پری بھی بری طرح سہم گئی۔ خود پے قابو رکھیں برہان۔ یہ سب ایسا ہی ہونا لکھا تھا۔ بس ہو گیا۔ اب بات کو ختم کریں۔ ارجمند بیگم نے تسبیح کے دانوں کو تیزی سے پڑھتے ہوئے بے تاثر لہجے میں کہا۔

جی۔۔۔ آپ تو نہیں کہیں گیں۔ برسوں کی دیرنہ خواہش پوری ہوئی ہے ناں آپ کی بیٹی کی۔ برہان کا غصہ کسی طور کم نہ ہو رہا تھا۔ زندگی میں کبھی جس ماں کے سامنے اس نے اونچی آواز میں بات تک نہ کی۔ نظر اٹھا کے نہیں دیکھا۔ آج وہ دوبدو بولے جارہا تھا۔ برہان۔۔۔! اپنی بہن کا گھر بسا

کے تو بھائی خوش ہوتے۔ آپ کیسے بھائی ہیں۔۔ جو اس قدر۔۔۔؟؟ بہن کا

گھر کسی کا گھر اجاڑ کے بسے تو۔۔۔ بھائی دعا نہیں دے سکتا۔ برہان نے ان کی

بات کی نفی کی۔ بیلا نے کسی کا گھر نہیں اجاڑا۔ کب کہا بیلا نے جپانزیب سے

کہ۔۔ وہ اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے اس کے بعد بیلا سے نکاح

کرے۔۔۔؟؟ بلکہ اسکی بیوی نے تو خود۔۔ بیلا کو دلہنوں کی طرح تیار

کیا۔۔۔ اور۔۔۔؟؟ اور وہ لڑکی خود۔۔۔ موت کے منہ میں چلی گ ئی۔۔

برہان کے بات کاٹتے پر ارجمند بیگم نے لب بھینچے اسے دیکھا۔ جب کہ پری تو

ساکن سی یہ سب سنتی پیچھے ہوئی۔ کیا۔۔۔ بھائی۔۔۔؟؟ نے دوسرا نکاح

پھر سے جھلملا گ ئی یں۔ امی جا۔ن۔۔۔! کر لیا۔۔۔؟؟ پری کی آنکھیں

یاد رکھیے گا۔۔۔ اگر چوہدری جہانزیب کی بیوی کو کچھ بھی ہوا۔۔۔ تو آپ کی

بیٹی کے ساتھ کیا ہو سکتا ہے۔۔۔۔! برہان۔۔۔۔! برہان غصہ سے کہہ کے

سیڑھیاں چڑھنے لگا کہ ارجمند بیگم کی سخت آواز پے تھما۔ اگر میری بیٹی کو

چوہدری جپانزیب نے ایک کھروچ بھی دی۔۔۔ تو اس کا حساب اس کی بہن

کو چکانا پڑے گا۔ نفرت اور حقارت سے کہتیں وہ برہان کے ضبط کو آزما رہی تھیں۔ برہان نے نظر اچانک پری پے جا ٹھہری جس کی آنکھوں میں بس آنسو ہی آنسو تھے۔ ارجمند بیگم کی بات کا جواب دیئے بنا وہ اوپر کی جانب بڑھا۔ لیکن پری کو اس سے شدید خوف آیا۔ اور وہ ڈری سے دو قدم پیچھے ہٹی۔ روم میں جاؤ۔۔۔ برہان نے سختی سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی فوراً کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

ہاسپٹل کے کاریڈور میں کھڑی وہ ادھر سے ادھر بس دیکھے جا رہی تھی۔ مسٹر وجاہت کو آئی سی یو میں لے جایا گیا تھا۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ جیسے کچھ برا ہونے والا ہو۔۔ اللہ جی۔۔۔ پلیز۔۔ بابا کو کچھ نہ ہو۔۔ آپ نے مجھ سے ایک بابا کو لے لیا ہے۔۔ پلیز انہیں واپس لوٹا

دو۔۔پلیز۔۔اللہ جی۔۔۔! وہ اک بینچ پے بیٹھی زارو قطار روئے جا رہی تھی۔ارم۔۔۔۔؟؟اچانک سے ایک آواز سنتی وہ چونکی۔اپنے سامنے مبشر کو دیکھ اس کا چہرہ پہلے حیران پھر یکدم سپاٹ ہوا۔تم یہاں۔؟؟رو کیوں رہی ہو۔۔؟؟سب ٹھیک ہے ناں۔۔؟؟مبشر کے لہجے میں پریشانی صاف محسوس ہوئی۔ڈاکٹر مبشر۔۔پلیز۔۔کم۔۔ایمر جینسی کیس ہے۔۔ای نرس نے آتے عجلت میں کہا تو وہ ایک نظر ارم کو دیکھتا آئی سی یو کی جانب بڑھا۔ارم وہیں بیٹھی اپنے بابا کے لیے دعا کر رہی تھی۔

Zubi Novels Zone

بیلا کو جہانزیب کے روم میں پہنچا دیا گیا تھا۔سیج سجی دیکھ بیلا کا دل زوروں سے دھڑکا۔کیا۔۔۔؟؟جہانزیب نے یہ سب کیا۔۔؟؟میرے لیے۔۔؟؟ بیلا کے چہرے پے مسکراہٹ بکھری۔سیج کو دیکھتی وہ وہیں ایک طرف بستر

پے بیٹھی تھی۔ کمرہ بہت بڑا تھا حویلی کا سب سے بڑا اور خوب صورت کمرہ۔۔ جہانزیب کا ہی ہو سکتا تھا اور جس طرح وہ ڈیکوریٹ ہوا تھا۔ بیلا سچ میں جہانزیب کی دیوانی ہو رہی تھی۔ بہت۔۔ بھاگ لیا مجھ سے۔۔

جہانزیب۔۔۔ اب نہیں بھاگ سکو گے۔۔ اب تو شرعی رشتے سے تمہاری زندگی میں شامل ہو گئی ہوں۔۔ اور وہ وقت دور نہیں۔۔ جب اس لڑکی کو بھی تماری زندگی سے نکال باہر کروں گی۔ تم صرف میرے ہو

جہانزیب۔۔ صرف۔ میرے۔۔ پھولوں کی لڑیوں کو ہاتھوں کی پوروں سے چھوتے وہ خیالوں ہی خیالوں میں جہانزیب سے مخاطب تھی۔ کچھ یاد آنے پے شیشے کے سامنے جا کے کھڑی ہوتی۔ اپنا میک اپ فریش کرنے لگی۔ ساتھ میں دراز کھولتی وہ جیولری نکال کے پہنتی خوش ہوئی۔ وہ ڈائی منڈ کا نیکلس اور چھوٹے چھوٹے جھمکے تھے۔ بیلا نے فوراً انہیں نکالا اپنے گلے سے گلوبند اتارتی وہ ڈائی منڈ نیکلس پہن کے خود کو آئینے میں دیکھتی مسکرائی تھی۔ جانزیب کی دی ہوئی ہر ایک چیز پے صرف میرا حق ہے۔

صرف سبیلہ جہانزیب کا۔۔۔ مسز۔۔۔ سبیلہ جہانزیب۔۔ یہ نام اب مکمل ہوا ہے۔۔ آہا۔۔۔۔ گہرا سانس خارج کرتی وہ واپس بستر پے آ بیٹھی۔ کیا کچھ نہیں کیا۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے۔۔اور۔۔ آج تم میری دسترس میں ہو۔۔۔! دسترس۔۔۔؟؟ بیلا کن جھوٹے خوابوں میں کھوئی ہوئی ہو۔۔؟؟ وہ شخص آج بھی تمہارا نہیں۔۔ اگر ہوتا۔۔ تو اس وقت یہاں ہوتا۔ نہ کہ اپنی اس پہلی بیوی کے پاس۔۔ جو مرنے کے مقام تک پہنچ گئی ہے۔ اللہ کرے مر ہی جائے۔۔ اب تو۔۔۔ بیلا نے سنگدلی سے سوچتے دانت کچکچائے۔ افففف۔۔ کب آئے گا۔ جہانزیب۔۔؟؟ گھڑی پے ٹائم ٹیک لگائے وہ جہانزیب کے دیکھتی وہ بے قرار ہوئی تھی۔ بیڈ کراؤن سے خیالوں میں کھو سی گئی۔

وہ کمرے میں آیا تو پری اپنی جگہ سے فوراً اٹھتی اس کے پاس آئی۔۔۔

برہان۔۔۔؟؟؟وہ۔۔آپ باہر۔۔؟؟کیا۔۔؟؟ہر بات میں مت بولا کرو پری۔۔۔! جاؤ۔۔جاکے سوجاؤ۔۔برہان نے سرد لہجے میں کہتے اپنی گھڑی اتار کے ایک طرف رکھی۔وہ کچھ پل سکون کے چاہتا تھا۔اور اس کا سکون صرف پری کی قربت میں ہی تھا۔لیکن وہ چاہ کے بھی اسے یہ بات نہیں بتا پا رہا تھا۔اور اس وقت اسکے کسی سوال کا جواب دینے کی پوزیشن میں بھی نہ تھا۔برہان۔۔؟؟پلیز۔۔بتادیں ناں۔۔؟؟کیا واقعی بھائی نے۔۔۔؟نکاح کے اوپر نکاح کر یا ہے؟وہ اس کے پاس بیٹھی دھیمے لہجے میں ڈرتے ڈرتے پوچھ رہی تھی۔وہ جو آنکھیں موندے خود پہ ضبط کیے ہوئے تھا اس کا پاس بیٹھنا اس کے لیے آزمائش بن گیا۔ہاں۔۔۔۔! مختصر جواب دیتا وہ پری کو ساکت کر گیا۔بھائی۔۔؟؟بھائی نے ایسا کیوں کیا۔۔؟؟اس کے سوال پے برہان نے آنکھیں کھولیں اور اس کے سراپے کو گہری نظروں سے دیکھا۔

میں خود بھی حیران ہوں۔تمہارا بھائی خود کو بڑا عقلمند سمجھتا ہے۔۔لیکن۔۔

وہ یہ نہیں سمجھ سکا۔۔ کہ اس میں بیلا آپی کی چال بھی ہو سکتی ہے۔۔ یہ ایک ٹریپ تھا۔۔۔اس کے لیے۔۔۔۔اور وہ۔۔بے وقوف اس میں پھنس گیا۔۔

برہان نے افسوس سے سر نفی میں ہلایا۔آپ تو خوش ہوں گے۔فائی نلی۔۔ جو آپ چاہتے تھے۔وہ ہو گیا۔۔آپ کی بہن۔۔اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔۔۔اس کے مقصد کو پورا کرنے کی خاطر ہی آپ نے مجھ سے محبت کا جھوٹا کھیل کھیلا۔ مجھ سے دھوکے سے نکاح کیا۔اور پھر عین جرگے کے موقع پے پہنچ کے مجھے اپنی بہن کی خوشیوں کی خاطر ونی کر کے لے گئے۔تب تو یہ مقصد پورا نہ ہو سکا۔لیکن۔آج۔۔؟؟آج۔۔یہ مقصد پورا ہو گیا۔مبارک ہو بہت بہت۔۔۔ مسٹر برہان راجپوت۔۔۔!بہت بڑے پلانر نکلے آپ اور آپ کی بہن۔۔۔!اور بہت بڑے بے وقوف نکلے میں اور میرا بھائی۔۔۔اٹھتے ہوئے دور ہوتی وہ تالیاں بجاتی غصہ اور طنز سے برہان کو سراہ رہی تھی اور برہان اسے آنکھیں چھوٹی کیے دیکھ رہا تھا۔کچھ پل خاموشی کے بعد وہ اٹھ کے اس کے قریب آیا۔جب تمہارا بھائی جان گیا تھا۔

کہ یہ سب ایک سازش تھی تو اسے تمہیں واپس مانگنا چاہیے تھا ناں۔۔؟؟

اپی بہن کی واپسی کی بات کرنی چاہیے تھی ناں۔۔۔! لیکن۔۔۔ تمہارے

بھائی نے سید ھاونی کے لیے بیلا آپی کو مانگا۔ ہونہہ۔۔۔۔ ہم بہت بڑے

چال باز ہیں۔۔ پلانر ہیں۔۔ لیکن تمہارا بھائی۔۔۔؟؟ وہ کیا ہے۔؟؟ کم از کم

بہن کا ہی ایک بار سوچ لیتا۔۔۔ برہان نے افسوس سے سر نفی میں ہلایا۔ اس

کی بات پے پری کا دل جیسے چھلنی ہوا تھا۔ یو نو۔۔ مسز برہان راجپوت۔۔۔!

میں وہاں گیا ہی اسی لیے تھا کہ اب۔۔ ہمارے بیچ کے رشتے کو تمہارا بھائی ختم

کردے گا۔ لیکن۔۔۔؟؟ اسے تو بیلا آپی چاہیے تھی۔۔۔ نکاح کر کے بیلا

آپی اس کی۔۔ اور تم۔۔ ہمیشہ کے لیے میری۔۔۔! کہتے ساتھ پری کو کھینچ

کے خود سے قریب کیا۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔! آپ۔۔؟؟ آپ نے اچھا نہیں

کیا۔۔۔! آپ بہت برے ہیں۔۔۔! پری اپنے بھائی کی وجہ سے سخت دکھی

ہوئی۔ اور بنا سوچے سمجھے برہان کو برا بھلا کہنے لگی۔ ہممممم۔۔۔ لیکن

تمہارے معاملے میں بہت برا ہوں۔۔ تمہاری سوچ سے بھی زیادہ برا۔ کہتے

ساتھ اس کے کان کے قریب چہرہ کرتے دانتوں سے ایک بائی یٹ کاٹا کہ وہ تڑپ کے اسے پیچھے کرتی شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھے گ ئی۔ آپ سب مرد ایک جیسے ہو۔۔ بس عورتوں پے اپنی حکمرانی چاہتے ہو۔ عورت کو شریکِ حیات نہیں۔۔ ملکیت سمجھتے ہو۔ عورت تو تم لوگوں کی نظر میں بھیڑ بکریاں ہیں ناں۔۔؟؟ وہ اب بھی بس بولے جا رہی تھی۔ آنسو بھی اس کے گالوں پے بہتے جا رہے تھے۔ اسے خود نہیں سمجھ آ رہی تھی۔ وہ کیوں اتنا پینک ہو رہی ہے۔ لیکن اسے شدید دکھ ہوا تھا۔ بھیڑ بکریاں۔۔؟؟ اور تم عورتیں۔۔؟؟ بیلا آپی کو بھی تم بھیڑ بکریوں سے تشبیہ دو گی۔۔؟؟؟ سینے پے بازو باندھے پوچھا۔ وہ۔۔۔۔ وہ تو ڈائی ین ہیں۔۔ یا۔۔؟؟؟ ڈائی ین۔۔۔! میرے بھائی کی زندگی۔۔؟؟ پری۔۔۔؟؟ بران کا ہاتھ اٹھا۔ جو پری کے گال پے ثبت ہوا۔ پری نے رخ پلٹ کے گال پے ہاتھ رکھے بے یقینی سے برہان کو دیکھا۔ خبردار جو آئندہ میری بہن کے لیے اس طرح کے الفاظ استعمال کیے۔۔۔ اسے بازو سے پکڑ کے سامنے کرتا وہ غصہ ضبط کرتا

بمشکل بولا تھا۔پری خاموشی سے اسے دیکھے گ ئی۔ جھٹکے سے اسے چھوڑتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے باہر نکل گیا۔پری کے آنسو ٹوٹ کے گالوں پے بہے۔دل جیسے درد سے پھٹنے لگا تھا وہ اتنی ارزاں کیوں ہو گ ئی تھی۔ماں باپ تھے تو وہ بھول گ ئے تھے۔بھائی جو جان چھڑکتا تھا وہ چاہتا تو آج۔۔اسے یہاں نکلوا سکتا تھا۔اور۔شوہر۔۔۔؟؟وہ تو کبھی اس کا تھا ہی نہیں۔۔براان نے ثابت کیا تھا کہ اس نے واقی یہ نکاح بدلے کے لیے کیا بات تھا۔سازش کے تحت۔۔اسے کبھی پری سے محبت نہیں ہوئی تھی۔یہ آج پری نے شدت سے محسوس کی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہیلز کی ٹک ٹک پے ارم کا جھکا سر اٹھا تھا۔وہ ایک بہت خوبصورت لیڈی ڈکٹر تھی۔جو ریسپشن پے آ کے رکی تھی۔

ایکسکیوزمی۔۔۔!ڈاکٹر مبشر۔۔؟؟اس نے استفسار کیا۔جی میم۔۔۔وہ ایک ایمرجینسی کیس آیا ہے۔تو وہ آئی سی یو میں ہیں۔بہت مودب انداز میں ریسپشنسٹ نے جواب دیا۔اوہ۔۔۔اوکے۔۔میں ان کے کیبن میں ویٹ کر رہی ہوں۔آئی یں تو انہیں بتائی یے گا۔

مس۔۔۔۔!یہاں ان پیپرز پے سائن کر دیں۔اس ریسپشنسٹ نے ارم نے کہا تو وہ آنسو پونچھتی اس کے پاس آئی۔وہ لڑکی بھی جاتے جاتے ارم کے پاس رک گئی تھی۔اے گڈ گرل۔۔؟؟وائی آر یو کرائی نگ۔۔؟؟اس نے بہت محبت سے پوچھا۔ارم نے آنسو بمشکل روکے۔پیشنٹ سے آپ کا رشتہ۔۔؟؟ریسپشنسٹ نے اس کے سائن کرنے پے سوال کیا۔

میرے۔۔باباہیں وہ۔۔۔!دکھ سے بتاتی وہ پھر سے رو دی۔اوہو۔۔۔

ڈونٹ کرائی نگ۔۔۔بی بریو۔۔!اللہ سے دعا کرو۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہممم۔۔وہ لڑکی ارم سے پیار سے کہتے آگے بڑھ گئی۔

ارم۔۔۔!مبشر پھر سے اس کے پاس آیا تھا۔ارم نے رخ موڑے بے چینی سے اسے دیکھا۔وہ جو اندر ہیں۔۔کون ہیں۔۔؟؟کیسے ہیں وہ۔۔؟؟ارم نے بے تابی سے الٹا اس سے پوچھا۔حالت اب خطرے سے باہر ہے۔۔ان کی۔۔۔لیکن۔۔انہیں مائنر ہارٹ اٹیک تھا۔اور اس ایج میں یہ بھی خطرناک ہوتا ہے۔۔ان کا بہت خیال رکھیں۔مبشر کی بات پے ارم نے اپنے آنسو پونچھے۔بتایا نہیں۔۔کون ہیں وہ۔۔؟مبشر کا سوال ابھی بھی وہیں تھا۔ میرے بابا ہیں۔۔اور۔۔جانتے ہو۔۔اس مقام پے وہ کیسے پہنچے۔۔؟صرف تمہاری وجہ سے۔۔۔!وہ غصے سے کہتی ہوئی اس کے پاس آئی۔

واٹ۔۔۔؟کیا کہہ رہی ہو۔۔؟؟مبشر سخت حیران ہوا۔اتنا ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں۔۔بہت اچھی چال چلی ہے تم نے۔۔۔فیک تصویریں بنوا

کے۔۔میرے شوہر کو بھیج دیں۔۔اور اب پوچھتے ہو کیا کہہ رہی ہوں

میں۔۔؟؟ارم نے زرا رعایت نہ برتی۔وہ لیڈی ڈاکٹر بھی شور سنتی باہر آئی

کوئی غلط ہمی ہوئی ہو گی تمہیں۔۔ایسا کچھ نہیں کیا۔۔ تھی۔ارم۔۔۔؟؟

میں نے۔۔ مبشر پریشان ہوا۔بس کر دو۔۔۔!مجھ سے جھوٹ بول کے۔۔

کیا ملے گا تمہیں۔۔؟؟کتنے گھٹیا انسان نکلے تم۔۔؟؟مجھے پتہ ہوتا۔۔تو کبھی

تم سے دوستی ہی نہ کرتی۔۔میری ہنستی بستی زندگی میں آگ لگا دی۔۔۔!

ارم کی آواز اونچی ہوئی تھی۔ایکسکوزمی۔۔۔!یہ آپ کیا بول رہی ہیں۔۔؟؟

وردہ کی اچانک آمد پے وہ چونکے۔آپ میرے منکوح پے اتنا بڑا الزام کیا

سوچ کے لگا رہی ہیں۔۔؟جب کہ یہ بھی جانتی ہیں۔کہ وہ سب تصویریں

فیک ہیں۔۔پھر بھی آپ مبشر سے سوال جواب کرنے آگ ئی یں۔۔۔؟؟

اچھا چلیں یہ بتا دیں۔۔ان تصویروں کو آپ کو شوہر کو دے کر۔۔ مبشر کو کیا

ملنا تھا۔۔؟؟بدلہ۔۔۔۔!یک لفظی جواب دیا۔میں نے محبت ٹھکرائی تھی

نا۔۔اس شخص کی۔۔اور آج یہ شخص۔۔مجھے میرے شوہر کی نظروں میں

گرا رہا ہے۔۔۔ان جھوٹی تصویروں کے سہارے میری زندگی برباد کر رہا شخص۔۔۔ارم پھنکاری تھی۔ایسا کیسے کہہ سکتی ہیں آپ۔۔؟جب ہے یہ کہ وہ خود میرے ساتھ نکاح کے رشتے میں ہے۔اور ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔۔خوش ہیں ایک دوسرے کے ساتھ۔ مبشر ایسا نہیں کر سکتے۔ناممکن۔۔۔وردہ اس کے بالکل مقابل آ کے کھڑی ہوتی مبشر کی طرفداری میں بولی۔اپنی زندگی پھولوں سے مزین کر کے میری زندگی میں کیوں کانٹے بچھا رہے ہیں۔۔؟؟ارم بے بسی سے بولی۔کیوں آپ۔۔؟؟کی شادی۔۔ایک سمجھوتہ ہے کیا۔۔؟؟وردہ کے سوال پہ ارم چونکی۔ایسے مت دیکھیں۔۔لگتا ہے۔۔صرف ایک بندھن ہے۔۔جسے آپ اور آپ کا شوہر نبھا رہے ہیں۔۔محبت کہیں نہیں۔۔ورنہ۔۔اتنی بے اعتباری محبت میں نہیں ہوتی۔یونو۔۔۔!مس۔۔!مجھے مبشر پہ پورا بھروسہ ہے۔۔اگر پوری دنیا بھی آ کے مبشر کے خلاف کچھ کہے ناں۔۔تو بھی میں یقین نہیں کروں گی۔یہ محبت ہے اور محبت کا اعتبار۔۔۔!چند تصویروں کو دیکھ کے جو

بھروسہ ٹوٹ جائے وہاں سب کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن محبت نہیں۔۔اور افسوس ہے۔۔کہ ایک شخص کی محبت کو ٹھوکر مار کے آج۔۔آپ بے محبت ہیں۔۔وردہ نے سنے پے بازو باندھے دھیمے دھیمے لہجے میں کہتے ارم کو گنگ ہی کر دیا۔ کیا واقعی۔۔۔؟؟اس کے رشتے میں محبت نہ تھی۔۔؟؟؟وہ سوچ میں پڑ گئی۔ارم۔۔۔؟؟اچانک سے اپنے عقب سے پکار سنتی وہ چونکی تھی۔پلٹ کے دیکھا تو مصطفیٰ کھڑا سپاٹ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔دھیرے دھیرے چلتا اس کے قریب آیا۔ایک نظر مبشر اور اس لڑکی کو دیکھا جس کے کہے تمام الفاظ وہ بخوبی سن چکا تھا۔ارم کا ہاتھ پورے استحقاق سے تھاما۔ اور وہاں سے لیے پلٹا۔کہ پھر سے رکا میری بیوی ہے یہ۔۔۔۔محبت نہیں ہے۔ عشق ہے یہ میرا۔ جنونی انداز میں کہتا وہ ایک سخت نظر مبشر پے ڈلتا ارم کا ہاتھ تھامے وہاں سے ہٹ گیا۔ارم اس کے ساتھ کھینچی چلی گئی۔ ایک روم میں لاتے مصطفیٰ نے اسکا ہاتھ چھوڑا۔ارم نے غصہ سے رخ پھیرا۔ مصطفیٰ نے واپس اسے اپنی طرف موڑا۔کیا کر رہی تھی وہاں۔۔؟؟لہجہ سخت

تھا۔کچھ بھی کروں۔۔آپ تو چھوڑ گئے تھے ناں۔۔؟؟اب جو مرضی کروں آپ کو کیا پرواہ۔۔؟؟ارم کا لہجہ تیز ہوا تھا۔جان لے لوں گا۔۔ تمہاری آئندہ اگر کسی نامحرم کے قریب بھی دیکھا تو۔۔۔ایک بار وہ پھر اسے لے کے جنونی ہو رہا تھا۔چھوڑ کے جاتے یہ خیال نہ آیا۔۔؟؟اس کے قریب سے قریب تر کرنے پہ ارم کا لہجہ بھیگا تھا۔گھر چھوڑ کے گیا تھا۔دنیا چھوڑ کے نہیں۔۔۔جو۔۔؟؟اللہ نہ کرے۔۔مسٹر خان۔۔؟؟ارم نے تڑپ کے اس کے لبوں پہ ہاتھ رکھا۔تو مصطفیٰ اسے ایک نظر دیکھتا پیچھے ہٹا۔انکل کی طبعیت خراب ہوئی مجھے کال کیوں نہ کی۔؟؟مصطفیٰ کے سوال پہ ارم نے پھر سے اسے غصہ سے گھورا۔

اللہ اَکبر اللہ اَکبر اللہ اَکبر اللہ اَکبر

صبح صادق فجر کی ازانوں کی آواز پے جہان سید ھا ہوتا آئی سی یو کو دیکھے گیا۔ جہاں ابھی تلکی کو جانے کیا اجزت نہ ملی تھی۔ رات جاگ کے آنکھوں میں کٹی تھی۔ فجر کی ازان سنتا وہ اٹھا تھا۔ رب کو منانے۔۔ اسکے حضور سجدہ ریز ہو کے اپنی محبت کو واپس مانگنے۔۔ وہ پکار رہا تھا۔ آؤ۔۔ میری طرف۔۔ تو وہ کیسے نہ جاتا۔۔۔ وضو بنایا اور ہاسپٹل سے منسلک مسجد کی طرف بڑھا اس کا دل سوکھے پتے کی مانند لرزا تھا۔ ڈاکٹر نے کوئی امید نہیں دلائی تھی۔ مرتسم چوہدری اور غزالہ بیگم بھی اس کے ساتھ وہیں تھے۔ مرتمس چوہدری اسے مسلسل حوصلہ دے رہے تھے۔ اپنے بہادر بیٹے کو وہ ٹوٹتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ نمازِ فجر ادا کرتے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو ہنستا مسکراتا کسوا کا چہرہ آنکھوں میں آن سمایا۔ یااللہ۔۔ !امی صحیح کہتی ہیں۔۔ میں اسکی حفاظت نہ کر سکا۔۔ میں۔۔ ؟؟ پھر بھی تجھ سے دعا مانگتا ہوں۔ وہ لڑکی میری شریکِ حیات۔۔ مجھے واپس لوٹا دے میرے مولا۔۔۔ میں اپنی کی ہوئی ہر زیادتی کا

ازالہ کروں گا۔۔بس اک بار۔۔مجھے۔۔۔؟؟اسے واپس لوٹا دے میرے مولا۔تو تو۔رحیم ہے۔۔کریم ہے۔رحم کر۔۔کرم کر۔۔مجھے میری زندگی۔۔واپس لوٹا دے میرے مولا۔وہ دل ہی دل میں دعا مانگتا آنکھوں سے آنسو پونچھتا اٹھا۔ہاسپٹل کے کاریڈور کی جانب بڑھا کہ ڈاکٹر بھاگا اسکے پاس آیا۔جہانزیب کا دل بری طرح دھڑکا۔

مجھے میری زندگی۔۔واپس لوٹا دے میرے مولا۔وہ دل ہی دل میں دعا مانگتا آنکھوں سے آنسو پونچھتا اٹھا۔ہاسپٹل کے کاریڈور کی جانب بڑھا کہ ڈاکٹر بھاگا اسکے پاس آیا۔جہانزیب کا دل بری طرح دھڑکا۔مبارک ہو۔۔۔پیشنٹ ک ہوش آگیا ہے۔آپ تھوڑی دیر میں ان سے مل سکتے ہیں۔ڈاکٹر نے خوش دلی سے کہا تو جہانزیب نے بے اختیار گہرا سانس خارج

کرتے اوپر کی طرف دیکھتے اللہ کا شکر ادا کیا۔اور پھر کچھ ہی دیر میں وہ وارڈ کی طرف بڑھا جہاں کسوا کو ابھی تھوڑی دیر پہلے لے جایا گیا تھا۔مرتسم چوہدری اور غزالہ بیگم نے اسے کافی حوصلہ دیا۔وہ ہمت کرتا اندر آیا تو وہ آنکھیں موندے ہوئے لیٹی تھی۔اسکے قریب جاتا اسے دیکھتا وہ اپنے آنسو نہ روک پایا۔اس کا کمزور ہاتھ تھاما۔اور اپنی آنکھوں سے لگایا۔اسی لمحے کسا کی آنکھ کھلی تھی۔اپنے سامنے جہانزیب کو پا کے اسے حیرت ہوئی۔اور اس پے اسکی آنکھ میں آنسو۔۔۔۔؟

آپ رو رہے ہیں۔۔؟؟کسوا کو اس کی آنکھوں کے آنسو اچھے نہ لگے۔آپ کی تو شادی تھی ناں۔۔آپ کو دلہن۔۔۔؟؟سیج پے آپ کا۔۔۔؟؟ انتظار۔۔۔؟؟وہ اب بھی مسکرا کے بول رہی تھی۔اسے بولنے میں مس ئی لہ ہو رہا تھا۔اس کی سانس اکھڑ رہی تھی بار بار۔۔۔۔!

کسوا۔۔۔؟؟جہانزیب نے اسکے پاس بیٹھتے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے

ہی لبوں سے لگا یا۔ آپ نے صحیح کہا تھا۔۔۔ میں ایک کمزور لڑکی ہوں۔۔۔
آپ کو ڈیزرو۔۔۔۔۔۔ نہیں۔۔ کرتی۔۔۔ آپ۔۔؟؟ شی۔۔۔۔ جہانزیب
اسکے لبوں کے قریب ہوتا اسکے لبوں پے شہادت کی انگلی رکھتا اسے روک
گیا۔ جہانزیب کی کسوا بہت بہادر ہے۔۔ سب سے زیادہ بہادر۔۔۔ اور کسوا کا
جہانزیب۔۔ صرف کسوا کا ہے۔ اپنی آخری سانس تک۔ صرف اپنی جان
کا۔۔۔! جہانزیب اسکے کانوں میں میٹھا رس گھول رہا تھا۔ جسے سنتی وہ
آنکھیں بند کر کے مسکرادی۔ آپ جانتے ہیں۔۔ اب کسوا کسی خوش فہمی میں
نہیں جئی ے گی۔۔۔! کہتے ساتھ آنکھیں کھولیں اور اپنا ہاتھ جھقزیب
کے ہاتھ سے آزاد کروالیا۔ میں۔۔ سہن کر گئی آپ کا دوسرا
نکاح۔۔۔! دیکھ لیں۔۔ سانسیں چل رہی ہیں۔۔ ہمدردی کی ضرورت
نہیں چوہدری جہانزیب۔۔۔! کسوا سروائی یو کر گئی ہے۔ وہ اب کی بار
دھیمے لیکن بنار کے بولی۔ کیونکہ اب وہ نارمل ہو گئی تھی۔ ایک قیامت
تھی اسکے لیے۔۔۔ جہانزیب کا کسی اور سے نکاح کرنا۔۔ اور وہ قیامت آئی

بھی اس پے۔۔۔۔ گزر بھی گئی۔ جہانزیب کا دل چاہا اسے چیخ چیخ کے بتائے اور اس سے پوچھے۔۔۔ کیا تمہیں میری آنکھوں میں اپنے لیے ہمدردی دکھائی دیتی ہے۔۔۔؟؟ لیکن وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ صرف اس کی نازک حالت کی وجہ سے خاوش رہا۔ڈاکٹرز کے مطابق اسے زہنی اذیت سے دور رکھنا تھا۔وہ بھی ہر حال میں۔

۔۔۔۔۔

صبح اچانک بیلا کی آنکھ ھی تو جھٹ سے اٹھ بیٹھی۔ ساری راتکا منظر آنکھوں میں آن سمایا مطلب وہ رات کافی دیر تک جہانزیب کا انتظار کرتی رہی۔ لیکن وہ نہ آیا۔ بیلا کو بے انتہا غصہ آیا۔ ساری تیج کو الٹ پلٹ کے رکھ دیا۔ سب سامان بکھیر دیا۔ایسا کیسے کر سکتے ہو تم میرے ساتھ۔۔۔ میں تمہیں کسی او

رکا ہونے نہیں دوں گی۔۔ تم صرف میرے ہو۔۔۔ میری ملکیت ہو۔۔۔!

بیلا ہذیانی انداز میں چلائی۔ جب کہ آنے والے وقت سے وہ بے خبر تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسپٹل سے حویلی واپس آتے ایم۔ کے ان کے ساتھ نہ تھا۔ اسے کہیں جانا تھا۔ تو وہ مٹر وجاہت اور ارملو ایک ہی گاڑی میں فل ایکیورٹی سے روانہ کرتا خود اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔ مسٹر وجاہت ایم۔ کے کو واپس دیکھ جی اٹھے تھے ایم۔ کے نے ان سے معافی مانگی۔ وہ انہیں نہیں کھونا چاہتا تھا۔ اس لیے لوٹ آیا تھا۔ اب اسے اس شخص کا پتہ لگانا تھا جس نے تصویریں بھیجیں تھیں ارم۔ نے مسٹر وجاہت کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ ارم کو اپنے قریب پا کے وہ بہت خوش تھے۔ کہ اچانک گاڑی روکی۔ سامنے سے فائی رنگ ہوئی تو سیکوریٹی گارڈز بھی الرٹ ہوئے۔ گاڑی اسٹارٹ کرو۔ مسٹر وجاہت چلائے۔

ڈرائی یورنے جیسے گاڑہ اسٹارٹ کی۔ایک گولی سیدھا اسکے دماغ پے آلگی۔ اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ارم نے کانوں پے ہاتھ رکھا۔ارم۔۔۔گاڑی کا دروازہ کھولو۔۔اور بھاگو۔۔۔ مسٹر وجاہت نے اسے کہا تو وہ پریشانی سے انہیں دیکھنے لگی۔میں آپ کو چھوڑ کے۔۔؟؟یہ وقت بحث کا نہیں۔۔وہ تمہیں لینے آئے ہیں۔۔جاؤ یہاں سے۔۔۔انہوں نے اک طر کا دروازہ کھولتے ارمکو درختوں والی سائی ڈپے دھکادیا۔وہ اس طرف لڑکھڑائی تھی۔ ساتھ ہی گاڑی پے فائی رنگ ہوئی۔ارم گاڑی سے نکلتی سامنے سے ایک شخص دیکھ چکا تھا۔وہ گی چلاتا کہ دوسرے نے اسے روک دیا۔اور ارم کا پیچھا کرنے کو کہا۔مسٹر وجاہت نے ایم۔کے کو کال کی۔تو اس نے نہ اٹھائی۔ مسٹر واجات نے اس کے لیے وائی س نوٹ چھوڑا۔اتنے میں گاڑی کا دروازہ کھلا۔اور انہوں نے مسٹر وجاہت کو گاڑی سے باہر گھسیٹا۔اپنی گاڑی کی طرف لے جانے لگے جب کہ ارم کہاں تھی۔۔۔ان کے ہاتھ لگی یا نہیں۔۔ ؟؟مسٹر وجاہت نہیں جانتے تھے۔

ــــــــــــــــ

جہانزیب کسوا کو ڈسچارج کروا کے دوپہر تک حویلی واپس لے آیا تھا۔ غزالہ بیگم بھی ساتھ تھیں۔ وہ کسوا کا بہت خیال کر رہی تھیں۔ جب کہ مرتسم چوہدری ڈیرے پے جا چکے تھے۔ ان کے مزارعے کا کوئی مسئلہ تھا جس کے لیے وہ گئے تھے۔ اور جہانزیب کو گھر بھیج دیا تھا۔ باپ تھے بیٹے کی تکلیف سمجھ رہے تھے۔ لیکن وہ بھی اپنے نام کا پکا تھا باپ کے پیچھے پہنچ گیا۔ کسوا اور غزالہ بیگم حویلی داخل ہوئے تو سب کسوا کو دیکھ حیران ہو گئے۔ لیکن ساری ملازمائیں خوش تھیں۔ اس کی وجہ کسوا نہیں جانتی تھی۔ سعدیہ بیگم بھی ایک نظر اسے دیکھ وہاں سے ہٹ گئیں۔ لیکن کسوا کو پرواہ کہاں تھی۔ چوہدرائن بھی سامنے نہیں آئی تھیں۔ کسوا کو ڈرائینگ روم میں لے جا کے صوفے پے بٹھایا۔ کہ اسی وقت بیلا تیار ہوئی نکھری نکھری

نیچے آئی۔ وہ رات سے کمرے میں بند تھی۔ ابھی کسوا کے آنے کی اطلاع پے

بچ گ ئی یں۔۔ ؟؟ وہ نیچے آئی تھی۔ ویلکم۔ مس سوتن۔۔۔ ؟؟ آپ تو

مجھے لگا۔۔ لڑھک گ ئی ہیں۔ اپنی بات کہتی وہ خود ہی مسکرائی۔ غزالہ بیگم

نے لب بھینچے اسے دیکھا۔ اپنی زبان کو لگام دو۔۔ غصہ سے بولتی وہ بیلا کو

چپ ہی کروا گ ئی یں۔ ویسے۔۔ بہت سخت جان ہے۔۔۔ ایک دفعہ میں

نہیں مرتی۔۔ یہ۔۔۔! نفرت و حقارت سے بولتی وہ کسوا کا فشارِ خون بڑھا

گ ئی۔ صحیح کہا تم نے۔۔۔! اس سے پہلے کہ غزالہ بیگم جواب دیتی کسوا

اپنی جگہ سے کہتے ہوئے اٹھی۔ چوہدرائی ن بھی اوپر سیڑھیوں سے یہ منظر

دیکھتی رکیں تھیں۔ وہیں سعدیہ بیگم بھی باہر آ چکی تھیں۔ تم جیسے زمین کے

بوجھ کو مارے بنا کیسے مر سکتی ہے کسوا۔۔؟ کسوا نے بنا پلک جھکے سخت لہجے میں

کہا۔ تو بیلا کو پتنگے لگ گ ئی ے۔ ہاؤ۔۔ ڈئیر یو کال می۔۔ زمین کا

بوجھ۔۔ ؟؟ وہ غصہ سے تپتی آگے بڑھی۔ کیوں۔۔ زمین کا بوجھ ک انگلش

نہیں آتی۔۔ ؟؟ جو اردو میں دہرایا۔۔ ؟؟ کسوا سینے پے ہاتھ باندھے بیلا سے

ایک آئی برو چڑھا کے پوچھتی غزالہ بیگم کو مسکرانے پہ مجبور کر گئی۔

اوہ۔۔ ہیلو۔۔۔ آئی کین سپیک ان انگلش۔۔! بیلا نے فخر سے بتایا۔ اوکے گیٹ لاسٹ۔ کسوا نے ہاتھ کے اشارے سے آؤٹ ہونے کو کہا۔ اب ممکن نہیں۔۔ بیلا طنزاً مسکرائی۔ تمہارا شوہر اب میرا بھی شوہر ہے اسکی بات پہ کسوا کا دماغ شارٹ ہوا۔ تمہارا شوہر تم نے خود بانٹا ہے۔ نکاح کروا کے۔۔۔ یہاں تک سیج بھی سجائی۔۔۔ اب۔۔ آؤٹ کیسے ہوں۔۔ اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو وہ دیکھتی اٹھلا کے بولی۔ کسوا۔۔۔ ؟؟؟ اچانک سے جہانزیب کی آمد پہ وہ سب چونکے۔ یہاں کیا کر رہی ہو۔۔؟ اوپر روم میں چلو۔۔ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔۔ وہ فکرمندی سے بولتا کسوا کے پاس آتا بیلا کو مکمل اگنور کر گیا۔ کسوا نے ایک نظر بیلا کا تپا ہوا چہرہ دیکھا۔ اور پھر دوسری نظر جہانزیب پہ ڈالی۔ اٹھا کے لے کے جائیں۔ کسوا کی بات پہ وہاں موجود سبھی آنکھیں پھاڑے کسوا اور جہانزیب کو دیکھنے لگا۔ جہزیب اسکی آنکھوں میں دیکھتا گنگ ہوا۔ کسوا۔۔۔ ؟؟ دھیرے سے اسے پکارا۔ اٹھا کے لے

جائی یں۔۔۔وہ پھر سے بنا پلک جھپکے بولی۔ سبھی کی نظریں ان پے تھیں۔کیا واقری جہانزیب کسوا کو گود میں اُٹھاتا۔۔؟؟؟بیلا دانت پیستے انہیں دیکھ رہی تھی۔چوہدرائی ن بھیبڑی دلجموئی سے یہ سین دیکھتیں مسرائی تھیں۔ایک لمحہ لگا تھا۔کہ جہانزیب نے کسوا کو اپنی بانہوں میں بھرا۔سب کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔دونوں دیوانوں کی نظریں پل بھر کوای دورے سے ٹکرائی یں۔

کسوا نے پورے حق سے جہانزیب کے گلے کے گرد بازو حمائل کیے۔

جہانزیب اسے دیکھتا سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔کسوا نے آگے ہوتے جہانزیب کی گردن کے ساتھ منہ چھپایا۔لیکن بیلا کو آنلھ ونک کرنا نہ بھولی۔وہ پؤں پٹختی رہ گ ئی۔

بستر پے لٹاتے وہ اسکے بے حد قریب ہوا کہ کسوا کا دل دھڑک اٹھا۔اس کا یوں قریب آنا کسوا کے دل پے بہت بھاری پڑتا تھا۔اس کو بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگواتا وہ اس کے ماتھے پے لب رکھتا زرا کا زرا پیچھے ہٹا۔کہ کسوا نے اسے کالر سے پکڑا کے اپنی طرف کھینچا۔ہم صرف۔۔۔گھر والوں کے سامنے ہزبیڈ وائی ف ہیں۔۔کمرے میں۔۔اپنیحد میں رہیے گا۔مسٹر جہانزیب چوہدری۔۔اس کے کہنے کے انداز پے جہانزیب کا جی چاہا وہ مسکرا تا۔لیکن مسکرا کے وہ کسوا کو مزید غصہ نہیں دلانا چاہتا تھا۔ا لیے خاموشی سے پیچھے ہٹا۔کہ تبھی دروازہ دھاڑ کی آواز سے کھولتی بیلا غصے سے اندر داخل ہوئی۔

ارم بھاگتی جا رہی تھی۔اس کے پاؤں شل ہو گئے تھے گھنا جنگل تھا۔ہر طرف درخت ہی درخت تھے۔اسے اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنائی دی تو وہ مزید تیز ہو گئی۔بھاگتی وہ۔۔کہ ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں گھس گئی وہاں کوئی نہ تھا وہ ڈرتے ڈرتے وہیں چھپ کے بیٹھ گئی۔قدموں کی آواز اسے پھر سے سنائی دی۔سامنے ہی فروٹ باسکٹ تھی۔جس میں ایک چھری رکھی تھی۔ارم نے اٹھ کے وہ چھری نکالنی چاہی کہ اسی وقت اک شخص اندر داخل ہوا۔اس نے ارم کو دیکھ لیا۔وہ اکیلا تھا ارم کو اکیلا جھونپڑی میں پا کر اس کی نیت خراب ہو گئی۔اس نے آگے بڑھ کے ارم کی کلائی پکڑی۔

دور رہیں مجھ سے۔۔۔!ارم چلائی تھی۔جانِ من۔۔۔آج تو ہاتھ آئی ہو۔۔ایسے کیسے جانے دوں۔۔؟؟وہ شخص ارم پے حاوی ہوا تھا۔ارم نے اپنا بچاؤ کرنے کے لیے فروٹ باسکٹ سے چھری نکالتے اس شخص پے کاری

وار کیا۔ وہ تڑپ ہی گیا۔ ارم باہر کی جانب بھاگی۔ کہ وہ بھی پیچھے لپکا۔ اس کا دوپٹہ کھینچا جس کی وجہ سے اسکے گلے سے رگڑ کھاتا اسے سخت تکلیف سے دوچار کر گیا۔ لیکن وہ رکی نہ۔ سڑک کے بیچوں بیچ پہنچتی ایک بار پیچھے مڑ کے دیکھا۔ وہ شخص پیچھے ہی آرہا تھا۔ ارم بھاگی کہ ۔۔۔؟؟

ارم باہر کی جانب بھاگی۔ کہ وہ بھی پیچھے لپکا۔ اس کا دوپٹہ کھینچا جس کی وجہ سے اسکے گلے سے رگڑ کھاتا اسے سخت تکلیف سے دوچار کر گیا۔ لیکن وہ رکی نہ۔ سڑک کے بیچوں بیچ پہنچتی ایک بار پیچھے مڑ کے دیکھا۔ وہ شخص پیچھے ہی آرہا تھا۔ ارم بھاگی کہ ۔۔۔؟؟ اسی لمحے اامے کھڑے پاڑ جیسے وجود سے ٹکرا گ ئی۔ نظر اٹھا کے سامنے دیکھا تو شدید غصہ آیا۔ رکھ کے ایل تھپڑ سامنے کھڑے انسان کو دے مارا۔ جو ارم کو یک ٹک دیکھے جا رہا تھا اسے اپنی آنکھوں پے یقین نہ آرہا تھا۔ کہ وہ اسے مل جائے گی لین اس کے مارے گ ئے تھپڑ

پے وہ ہوش میں آیا۔ارم ہچکیوں سے روتے اسے دیکھ رہی تھی۔آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ گلے شکوے بھی تھے۔ایم۔کے کچھ کہتا کہ اتی دیر میں وہ شخص اس کے پاس پہنچا۔ایم۔کے کو سامنے دیکھتا وہ رکا تھا اس کو ایم۔کے کی آنکھوں کا سرد پن صاف دکھائی دے رہا تھا۔دیکھو ایم۔کے۔۔ کہا ہے۔اور مجھے یہ حکم ماننا ہے۔ورنہ وہ مجھے راشد بھائی نے اسے لانے کو جان سے مار دے گا۔سامنے کھڑے شخص نے چھ ڈرتے کچھ اعتماد سے کہا۔ ایم۔کے نے ارم کو ایک نظر دیکھا۔لے جا۔۔۔۔!ایم۔کے کے الفاظ پے ارم نے حیرت سے ایم۔کے کو دیکھا۔وہ کیا کہہ رہا تھا۔۔؟؟وہ واقعی۔۔؟ ایم۔کے کے کہنے پے وہ شخص مرور ہوتا آگے بڑھا اور ارم کے پاس پہنچا۔ ارم نے اس شخص کو دیکھتی نفی میں سر ہلایا۔اس شخص نے ارم کی کلائی پکڑنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔کہ اس پے ایم۔کے کی مضبوط گرفت پڑی۔وہ ڈرتا ہوا ایم۔کے کو دیکھنے لگا۔ایم۔کے نے اس کی کلائی پکڑ کے مروڑ دی۔وہ تڑپ ہی گیا۔ایم۔کے کی بیوی کو لے جائے گا۔۔؟وہ پھنکارا۔

ہاتھ لگانے کے لائق بھی نہیں چھوڑوں گا۔ کہتے ساتھ ہی کلائی مروڑ دی۔
وہ درد سے چیخا تھا۔ ایم۔کے کو کچھ قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ تعداد
میں زیادہ لگ رہے تھے۔اور اس وقت اس کے پاس صرف ایک گن تھی۔
اور وہ اکیلا تھا۔ جب کہ یہ علاقہ بھی اس راشد کی ملکیت میں آتا تھا ارم کو لے
کے وہ اس وقت کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا راشد کو وہ اچھی طرح جانتا تھا۔
وہ کس قماش کا بندہ تھا۔ اس سے بعد میں نمٹنے کے لیے فی الحال اسے ارم کو
سیو کرنا تھا۔ اس کا ہاتھ تھامے وہ وہاں سے اسے لیے بھاگا تھا اچانک سے
ایم۔کے کو اسے ساتھ بھگانے پہ ارم کو حیرت ہوئی۔ لیکن وہ بھاگ رہی
تھی۔ وہ اسے اس جنگل سے نکال کے باہر لے جانا چاہتا تھا۔ قدموں کی آواز
اسے مسلسل سنائی دے رہی تھی۔ مسٹر ایم۔کے۔؟؟ ہم بھاگ کیوں رہے
ہیں۔۔؟؟ ارم نے بھاگتے پھولی ہوئی سانسوں سے پوچھا۔ ایم۔ک نے اسے
غصے سے بھری نگاہ سے دیکھا۔ تمہارے ہاتھ کچھ زیادہ چلنے لگے ہیں
بندوبست کرنا پڑے گا۔ اس کا مارا گیا تھپڑ یاد کرتے ایم۔کے دانت کچکچا کے

بولا۔ تو وہ رخ پھر گئی۔ دور ایک گھنے درخت کو دیکھتا وہ اسے لیے وہاں اوٹ میں ہوتے اسے پہنچا۔ اور خود کو اور ارم کو لیے وہاں چھپا۔ درخت کی اپنے سینے سے لگاتا وہ گن چیک کرنے لگا۔ آپ نے آج میرا کہا سچ کر دیا ہے۔۔ آپ واقعی۔۔۔ کوئی بہت بڑے گینگسٹر ہیں۔ ارم اس کے سینے سے لگی گن دیکھتے منہ بنا کے بولی۔ اس کا اعتماد بحال ہو چکا تھا۔ ایم۔ کے پاس تھا۔ اس کے ساتھ تھا وہ جانتی تھی۔ کہ اب ہوا بھی اسے چھو نہیں سکتی تھی۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

دروازہ دھاڑ کی آواز سے کھلا تو وہ دونوں چونکے۔ جہانزیب نے مڑ کے دیکھا۔ بیلا اپنے غصب ضبط کرتی وہاں آئی۔ جہانزیب کے ماتھے پے بل پڑے۔ تمیز ہے تم میں۔۔؟؟ یا بھول گئی ہو۔۔؟؟ جہانزیب کا کرخت انداز دیکھ بیلا نے لب بھینچے۔ میں ساری رات تمہارا انتظار کرتی رہی۔ لیکن

تم نہیں آئے۔۔اور اب۔۔جب آئے ہو۔۔تو تمہیں اس لڑکی کے علاوہ کوئی دکھائی ہی نہیں دے رہا۔اسی کے ناز نخرے اٹھا رہے ہو۔۔؟؟ بیلا تپ کے بولی۔ تمہیں لگتا ہے۔۔تم سے نکاح کر کے میں تمہارا پابند ہو گیا ہوں۔۔؟؟ سینے پہ ہاتھ باندھے ماتھے پہ بل ڈالے پوچھا۔بیلا نے ایک نظر کسوا پہ ڈالی جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بہت مطمئن اداز میں انہیں دیکھ رہی تھی۔بیلا جہانزیب کے قریب آئی کل نکاح ہوا ہے ہمارا۔۔حق ہے میرا تم پہ۔۔۔!پر لفظ پہ زور دیتے کہا۔جہانزیب استہزائیہ انداز لیے اتنا میں ہنسا۔جلد ہی تمہاری یہ غلطفہمی دور ہو جائے گی۔فی الحال کے جان لو۔۔تمہارا کمرہ چے سیٹ کروا دیا ہے۔اب سے تم وہیں رہو گی۔ جہانزیب۔۔؟؟؟ایک منٹ۔۔۔!جہانزیب نے بیلا کے بیچ پہ بولنے پہ انگلی اٹھاتے وارن کیا۔میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی۔کمرہ نیچے سیٹ ہو چکا ہے۔اور تمہیں وہیں رہنا ہے۔آئندہ اس کمرے میں آنے کی ضرورت نہیں۔۔!گاٹ اٹ۔۔۔؟؟ناؤ۔۔آؤٹ۔۔۔!انگی سے اسے دروازے

کی جانب اشارہ کرتے باہر کا رستہ دکھایا۔ تم۔۔۔ یہ اچھا نہیں کر رہے۔ بیوی ہوں تمہاری۔۔! بیلا کا لہجہ روندھا۔ ونی میں آئی ہو۔۔۔ جہانزیب نے تصیح کی۔ یہ بھی ونی میں ہی آئی ہے۔۔ کوئی۔۔؟؟ کسوا کی جانب غصہ و حقارت سے اشارہ کرتے کہا۔ اپنے آپ کو کسوا سے دور رکھنا اسی میں تمہاری بہتری ہے۔۔۔ ورنہ مجھے اچھی طرح جانتی ہو۔۔۔ جہانزیب اسکے پاس ہوتا غصہ ضبط کرتے سپاٹ انداز میں بولا۔ اس کا یوں بیلا کے زرا سا بھی پاس ہونا کسوا کو بالکل اچھا نہ لگا۔ اوہ۔ میرا سر۔۔؟؟ کسوا کا ہاتھ سر کی جانب گیا تو کا نزیب اسے دیکھتا اسکی جانب تیزی سے بڑھا۔ کیا ہوا۔۔؟؟ ٹھیک ہو۔۔؟؟ جہانزیب کے لہجے میں انتہا کی پریشانی تھی۔ کسوا نے اسکے بیٹھتے ہی اپنا سر جہانزیب کے کندھے پہ رکھا۔ چہرے پہ ایک بھرپور مسکراہٹ سجالی۔ ہممممم۔۔۔ اب ٹھیک ہے۔ گہرا سانس خارج کرتے وہ جہانزیب کے تھوڑا اور قریب ہوئی۔ بیلا لب بھینچے انہیں اس طرح دیکھ پاؤں پٹختی باہر نکلی۔ اس کے نکلتے ہی کسوا نے جہانزیب کے کندھے سے سر ہٹایا جب کہ وہ تو ابھی

تک حیرت زدہ تھا۔کسوا کا یوں خود سے اس کے قریب آنا۔۔اسے خوشگوار حیرت میں ڈال رہا تھا۔اس کا دور ہونا جہانزیب کو ایک اکھ نہ بھایا وہ اب بالکل سنجیدہ ہو گئی تھی۔اور رخ پھیر لیا تھا۔پر جہانزیب کی نظروں کی تپش بخوبی محسوس کر سکتی تھی۔دل بہت سخت گھبرا رہا تھا۔وہ جان انجانے میں جہانزیب اور اپنے بیچ نزدیکیاں لا رہی تھی۔مفر ٹر ہٹا کے اس نے اٹھنا چاہا۔کسوا۔۔۔؟آواز پہ رکی لیکن اس کی جانب مڑی نہیں۔قریب آؤ۔۔۔ جہانزیب نے حکم دیا تو وہ پہلو بچا کے ایک طرف سے نکلی۔جہانزیب نے اس کی کلائی تھام کے واپس اپنی طرف کھینچا۔کیا کھیل کھیل رہی ہو۔۔؟؟ سانسوں ں سے قریب تر کرتا وہ اسے بے بس کر گیا تھا۔چھوڑیں میرا ہاتھ۔وہ مچلی تھی۔جہانزیب نے اس کی گردن میں منہ چھپایا اسکی نرم گرم سانسوں کو محسوس کرتی اس کا دل اتھل پتھل ہوا تھا۔پلیز۔۔پیچھے ہٹیں۔۔وہ گھبرا کے بولی۔جب کہ جہانزیب کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا۔اس کا سر آرام سے تکیے پے رھتا اس کے قریب جھکا وہ اس کی سانسوں کو ناہموار کر رہا تھا۔جہانزیب

کی نظریں اس کے گلابی لبوں پہ تھیں۔جو لرز رہے تھے۔پلکیں تھیں کہ
جھکی جارہی تھیں۔اس کی حالت دیکھتا جہانزیب ایک گال سے مسکرایا۔اور
اس کے ماتھے پہ لب رکھے۔کسوا نے اپنی آنکھیں بند کرتے وہ لمس اپنی
اس طرح کرو گی تو بہک جاؤں گا۔۔اور میری روح میں اترتا محسوس کیا۔
قربت تم برداشت نہیں کر پاؤ گی۔جہانزیب کے گھمبیر لہجے پہ کسوا نے
اسے دیکھا اور رخ دوسری جانب کر لیا۔جہانزیب اس کے صاف شفاف
گال پہ جھکتا اس پہ لب رکھے ایک بار پھر اسے سٹپٹانے پہ مجبور کر گیا۔
مسٹر جہانزیب چوہدری۔۔۔!آپ یوں میرے ساتھ زبردستی نہیں کر
سکتے۔۔اس نے اس کے سینے پہ دونوں ہاتھ جماتے پیچھے دھکیلنا چاہا۔جب
کہ جہانزیب کو اس کا ہر انداز ہی بھا رہا تھا۔لیکن میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا
جہانزیب نے اسکے چہرے پہ پھونک ماری تو وہ پھر سے آنکھیں بند کر
گئی۔اس کے دل کی رفتار بڑھتی جارہی تھی۔تم بلش کر رہی ہو
مسز۔۔۔!اسکے کان کے پاس جھکتا وہ اس کے کان کو لو چومتا بہکا تھا۔کسوا

کے پورے جسم میں کرنٹ دوڑا تھا۔وہ بری طرح مچلی۔میں نے آپ سے کہا تھا۔کہ ہم۔۔صرف باہر یز بینڈ وائف ہوں گے روم میں نہیں۔آپ اپنی شرم چھپاتے خفگی سے کہا۔لیکن میں نے مجھ سے دور ہوں۔۔کسوا نے ایسا کچھ بھی ایگری نہیں کیا۔اس لیے۔۔جو چاہوں اپنی بیوی کے ساتھ کر سکتا ہوں۔۔اس کے مزید قریب ہوتے وہ اس کے سارے راستے مسدور کر گیا۔لیکن۔۔میں ایسا نہیں چاہتی۔۔مسٹر جہانزیب چوہدری۔۔کیوں کہ۔۔میں نے آپ کو معاف نہیں کیا۔اس بار کسوا کی آنکھیں بھیگی تھیں۔ نکاح کے وہ پل وہ بول یاد آئے تھے۔جن میں کسوا نے اپنی زندگی کی آخری سانسیں بھری تھیں۔اس کی بات پے جہانزیب سجیدگی سے پیچھے ہٹا۔ جانتا ہوں اور معافی مانگ بھی نہیں رہا۔۔لیکن تلافی ضرور کروں گا۔کہتے ساتھ ہی واپس اس کے چہرے پے جھکتا نرمی سے اسکے لبوں کو اپنی دسترس میں لے گیا۔دو آنسو ٹوٹ کے کسوا کی آنکھوں سے بہے۔لیکن اس نے جہان کو پرے نہ جھٹکا۔وہ اسے چاہ کے بھی خود سے دور کر ہی نہیں پا رہی تھی۔اپنی

ہی محبت کے آگے بے بس سی ہو رہی تھی۔ جہانزیب مزید بہکتا کہ اس کے موبائل پہ آتی کال نے اسے بری طرح ڈسٹرب کیا۔ کال کو اگنور کیے وہ کسوا کی سانسوں میں ہلچل مچا چکا تھا۔ کسوا نے اسے پیچھے ہٹانا چاہا کہ اس کا لمس شدت اختیار کر گیا۔ کال ایک بار دو بار تین بار خود ہی بند ہو گئی۔

جہانزیب اپنی مرضی سے ہی پیچھے ہٹا۔ کسوا کی ناہموار سانسوں کی تپش کو وہ اپنے چہرے پہ محسوس کرتا بہکتے ہوئے اسکے چہرے کے نین نقش کو لبوں سے چھوتا اسے مزید سمٹنے پہ مجبور کر رہا تھا۔ بس کریں۔۔ دور رہیں مجھ سے۔۔۔ کسوا نے اسکی نرم گرفت سے فوراً خود کو چھڑایا۔ اور بستر سے اٹھتے وہ لڑکھڑائی تھی۔ لیکن خود کو سنبھالتے وہ دور جا کھڑی ہوئی۔ آنکھوں میں ڈھیروں آنسو تھے۔ کیوں آ رہے ہیں۔۔ میرے نزدیک۔۔؟ کیوں۔۔؟؟ وہ چلائی تھی۔ جو آپ نے کیا۔۔ اسے میں نہ ہی بھلا پاؤں گی نہ معاف کر پاؤں گی۔ اس لیے۔۔ مجھ سے نزدیکی مت بنائیے گا چوہدری تھا۔ جہانزیب۔۔۔! آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ لیکن انداز سخت

جہانزیب کو اسکا یوں جھٹکنا سخت طیش دلا گیا تھا۔وہ جتنی نرمی برت رہا تھا۔ وہ اتنا ہی اس کی نرمی کا نجائز فائدہ اٹھا رہی تھی۔ایک ہی جست میں اس تک پہنچتا اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے اسے خود میں بھینچا اور اتنی سختی سے بھینچا کہ کسوا کو اپنی سانسیں سینے میں مدھم پڑتی محسوس ہوئی یں۔خود کو چھڑانا چاہا لیکن نہ چھڑا پائی۔جہانزیب نے اسے دونوں ہاتھوں سے دیوار کے ساتھ پن کیا کہ وہ اسے دیکھتے رہ گ ئی۔تم تو کیا۔۔کوئی بھی مجھے تمہارے قریب آنے سے روک نہیں سکتا۔۔۔میں جب چاہوں جس وقت چاہوں تم سے اپنا حق وصول کر سکتا ہوں کون روکے گا مجھے۔۔؟؟ہاں۔۔؟؟وہ غصہ ضبط کرتے بولا۔وہ جس طرح اس کے نزدیک آنے سے بدک رہی تھی۔

جہانزیب کو وہ سخت طیش دلا گیا تھا۔میں روکوں گی۔۔۔کسوا کا دل اس کی دھاڑ پے سوکھے پتے کی مانند لرزا لیکن پھر بھی ہمت کرتے آنکھوں میں اکسا رہی تھی۔جہانزیب نے اسے قہر آنکھیں گاڑھے بولتی وہ جہانزیب کو کی نظر سے دیکھا اس وقت اس کی حالت ایسی نہ تھی۔کہ وہ اس پے مزید

غصہ کرتا وہ بہت کمزور ہوگ ئی تھی۔اور جہانزیب اس کی صحت کا خیال کرتا اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے لگا اور جھٹ سے اسے اپنی بانہوں میں بھرا۔کسوا اس کو نارمل دیکھ حیران رہ گ ئی۔دھیرے سے اسے بستر پے لٹایا۔ابھی تھوڑا آرام کر لو۔۔پھر لڑائی کر لینا۔۔۔ویسے بھی اب یہ لڑائی لڑائی میں پھر سے۔۔۔پیار کر بیٹھا۔تو گہرے سانس بھر و گی۔اور ابھی تمہاری کنڈیشن ایسی نہیں۔۔کہ مجھے جھیل سکو۔اس لیے اب آواز نہ آئے۔اسے نرمی سے سمجھاتا وہ موبائ ل اٹھاتا گیلری میں چلا گیا۔کسوا نے دل پے ہاتھ رکھے اس کے لفظوں کو دوبارہ سے دل ہی دل میں دہرایا۔ایک سکون سا نصیب ہوا تھا ابس اس کا یہی دل چاہ رہا تھا۔کہ وہ جہانزیب کو ایسے ہی خود سے دور کرے۔ محبت پا کے جی لیکن وہ اسے بار بار اپنی طرف کھینچے۔وہ اسکی زرا سی توجہ اور اٹھی تھی۔وہ موبائ ل پے کسی سے بات کر رہا تھا۔کسوا نے نیم دراز ہوتے دھیرے سے آنکھیں موند لیں۔دوائیوں کا اثر تھا کہ وہ جلد ہی نیند کی وادیوں میں کھو گ ئی۔جہانزیب اندر آیا تو بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے

کسوا سو چکی تھی۔اس کا سر دھیرے سے تکیہ پے رکھا وہ ہلکا سا کسمائی۔ لیکن پھر سے سو گئی۔جہازیب نے اس پے کمفرٹر ڈالا اس کا بخار چیک کیا جواب اتر چکا تھا اس کے گال پے لب رکھتے وہ لائیٹس آف کرتا لیمپ آن کر کے خود باتھ روم کی جانب بڑھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

آپ تو اتنے بڑے گینگسٹر ہیں۔۔اور اتنے آدمی ہیں۔آپ کے سیکیورٹی گارڈز۔۔۔؟اب کہاں گئے وہ سارے کے سارے۔۔۔؟جب ضرورت ہوتی ہے ایک نہیں ہوتا۔۔۔؟؟کیا فائدہ ایسی دادا گری کا۔۔؟؟ارم کو آج پہلی بار ایم۔کے کا گینگسٹر ہونا ایک آکھ نہیں بھایا تھا۔اور برملا اس کا اظہار بھی کر دیا۔تم۔۔۔کس نے کہا تم سے میں گینگسٹر ہوں۔۔؟؟ایم۔کے کو آج پہلی بار اسکی بات پے سخت تپ چڑھی تھی۔وہ اسکے بہت قریب تھی۔لیکن

مجال تھا کہ اسکی زبان رکتی۔۔۔؟؟ یا ان حالات کے پیشِ نظر وہ پریشان ہوتی۔لو۔۔ جیسے مجھے پتہ ہی نہیں۔۔ آپ ناں۔۔ یہ ڈرامے کہیں اور جا کے کرنا۔۔اور۔۔ کیسے ہیرو ہیں آپ۔۔۔؟؟ یہاں چھپ کے بیٹھے ہیں۔۔؟؟ جائیں جا کے لڑیں۔۔۔۔اصلی ہیرو کی طرح۔ارم نے اس کو حوصلہ دیا۔

پہلی بات۔۔۔نہ ہی میں ہیرو ہوں نہ ہی کوئی گینگسٹر۔۔۔دوسری بات۔۔ اس جگہ پے ہم سیو ہیں۔۔وہ ہم تک نہیں پہنچ پائیں گے۔اندھیرے کی وجہ سے ہمیں یہ سب برداشت کعنا پڑے گا

صبح کی روشنی ہوتے ہی میرے آدمی یہاں پہنچ جائیں گے۔اور آخری بات۔۔! جب تک صبح ہوتی ہے۔ تم اب کچھ نہیں بولو گی۔۔۔ صرف چپ رہو گی۔ایم۔کے نے اسے صاف لفظوں میں وارن کیا۔ارم نے برا سا منہ بنایا۔لیکن اب اس شخص نے بولا دیا تھا تو وہ حکم عدولی کیسے کرتی۔۔۔؟؟ وہ اہل چھوٹی سے ی جگہ تھی جو اس بڑے سے درخت ک پیچھے کسی نے بنائی

تھی۔اوراس کے آگے جھاڑیاں لگا کے وہ جگہ بند کر دی تھی۔ایم۔کے وہاں ان بیلنس ہوتا گرا تو اسے یہ جگہ ملی۔۔۔۔وہ بیٹھا آج کی کڑیوں سے کڑیاں ملا رہا تھا۔کہ ارم نیند سے ھولے لی اسکی گود میں سر رکھتی جھٹ سے سو گ ئی۔ایم۔کے نے سر نفی میں ہلایا۔اور اسکا سر اچھے سے اپنی گود میں سیدھا کر کے رکھا۔اور خود بھی دیوار کے ساتھ ٹیک لگاتا آنکھیں میچ گیا۔اس کی آنکھ لگے نجانے کتنا وقت بیتا تھا۔کہ ارم چیخ مارتی اٹھی۔کیا ہوا۔۔؟؟ ایم۔کے ہڑبڑایا۔وہ نا سمجھی سے ایم۔کے کو دیکھتی اس کے سینے سے زور سے لگی۔کہ ایم۔کے کے پورے جسم میں کرنٹ سا دوڑا۔ہچکیوں سے روتے وہ ایم۔کے کو پریشان کر گ ئی۔کیا ہوا۔۔؟روکیوں رہی ہو۔۔؟؟ اسکا چہرہ ہاتھوں میں لیتا بہت پیار اور نرمی سے پوچھا۔

وہ۔۔۔وہ مجھے۔۔۔؟؟ارم روئی۔شش۔۔۔کچھ نہیں ہوا۔میں ہوں نا۔۔ ایم۔کے نے اس کے سسکتے وجود کو پھر سے گلے سے لگایا۔وہ سہم کے اس

کے ساتھ چپکی۔وہ مجھے۔۔لے جائے گا۔۔۔ارم کی سہمی آواز آئی۔

ایم۔کے نے لب بھینچے۔میرے ہوتے کوئی تمہیں چھو نہیں سکتا۔پختہ لہجے میں کہتا وہ ارم کو پر سکون کر رہا تھا۔

بیلا نے پورے کمرے کو تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی طرح جہانزیب کو کسوا سے الگ کر دے۔۔لیکن۔۔حالات ایسے ہو گئے تھے کہ اس کے ہاتھ میں سب آ کے نکل گیا تھا۔کچھ بھی ہو جائے۔کسوا۔۔اور جہانزیب کو ایک نہیں ہونے دے گی۔اس کے لیے چاہے اسے کچھ بھی کرنا پڑے۔بیلا ایک بار پھر پلاننگ کر رہی تھی۔اور اللہ جانتا تھا اس بار اس کی پلاننگ کامیاب ہوتی تھی یا ناکام۔۔؟؟

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بیٹا۔۔ہماری بات سمجھنے کی کوشش کریں جب تک وہ لڑکی پری یہاں موجود ہے اور خوش ہے۔۔ہماری بیٹی کا گھر بسا رہے گا۔بہتر ہو گا آپ اب اپنے اور پری کے بیچ کے تعلقات کو بہتر کر لیں۔بیلا کی زندگی کی آسانی کے لیے آپ کو میری بات ماننی ہو گی۔ارجمند بیگم کا قطعی انداز دیکھتے برہان کے ماتھے پے تیوری چڑھی۔اور اگر نہ مانوں تو۔۔۔۔؟؟دروازے میں کھڑی پری کا دل دھڑکا۔بہن سے محبت نہیں ہے کیا؟؟انہوں نے گہرا سانس خارج کرتے پوچھا۔تھی۔۔۔لیکن جو اس نے سازش رچی۔۔۔۔اس کے بعد۔۔۔؟؟ برہان نے سر نفی میں ہلایا۔اپنے دل میں لچک پیدا کریں۔۔برہان۔۔۔۔! اچھا امی جان۔۔۔!ایک بات بتائیں۔۔اگر کل کو جہانزیب چوہدری بیلا آپی کو چھوڑ دیتا ہے۔تو آپ پھر بھی مجھے یہی سب کچھ کہیں گیں۔۔؟اپنی تھوڑی پے ہاتھ پھیرتا وہ مصنوعی حیرت سے بولا۔اللہ نہ کرے۔ایسا کیوں

کہہ رہے ہو۔۔؟ ارجمند بیگم کے دل پے ہاتھ پڑا۔ایسا کبھی نہیں ہو گا۔

لیکن۔۔۔اگر ہو گیا تو۔۔؟؟ برہان اپنی بات پے قائم تھا۔پھر آپ کو ایک سکنڈ سے پہلے اسکی بہن کو چھوڑنا ہو گا۔سخت اور پختہ انداز میں کہا۔برہان ایک نظر ماں کو دیکھے گیا۔اور اگلے پل سر اثبات میں ہلاتا وہ پلٹا تھا۔پری آنسو پونچھتی اپنے کمرے کی جانب بھاگی۔کچھ ہی دیر میں برہان اسکے پاس کمرے میں آیا۔اسے یوں روتا دیکھ ماتھے پے بل ڈال گیا۔اب کیا ہوا۔۔۔؟ کیوں رہو رہی ہو۔۔؟؟ کف لنکس کھولتے شرٹ کے بازو فولڈ کرتے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا جو کالے رنگ کے شفعون کے سوٹ میں کھڑی اپنی دمکتی رنگت لیے برہان کے دل کی دنیا میں ہلچل مچا رہی تھی۔مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔وہ آنسو ضبط کرتی برہان کی جانب مڑی۔گہری نظروں سے اس کے سراپے کو نہارتے دل ہی دل میں اس کی خوبصورتی کا قائل ہوا۔بولو۔۔؟؟ ویسٹ پے ہاتھ رکھے وہ اسے نظروں کے حصار میں لیے بولا۔مجھے۔۔۔یہاں اب اور نہیں رہنا۔۔۔آپ مجھے چھوڑ دیں۔۔

ابھی اسی وقت۔۔۔بہت ہمت کرتی وہ یہ الفاظ بولتی برہان کو لب بھیچنے پے مجبور کر گئی۔ لگتا ہے پھر تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔۔۔ٹھکانے لگانا پڑے گا۔۔۔ برہان نے غصہ سے اسے دیکھا۔اس وقت اس کا پری پے غصہ کرنے کا موڈ نہیں تھا۔ مسٹر برہان۔۔۔! میری بات کو مذاق نہ سمجھیں۔ مجھے آپ کے ساتھ اب اور نہیں رہنا۔۔۔! پری غصہ سے پھٹ پڑی۔اوہ۔۔ رئیلی۔۔؟؟ تمہیں لگتا ہے۔۔میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔۔؟؟ برہان نے اس کی جانب قدم بڑھایا تو وہ دو قدم ڈر کے پیچھے ہٹی۔ لیکن اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹ سکتی تھی۔وہ اب تک صرف استعمال ہو رہی تھی۔ لیکن اب بس۔۔اب وہ استعمال نہیں ہو گی۔اس کا دل بہت بری طرح دکھا تھا۔ کیسے ماں باپ تھے۔ جنھوں نے ایک دفعہ نہیں اس سے رابطہ کیا تھا۔نہ ہی اس سے مل کے اس سے جانا کہ وہ کس حال میں ہے۔وہ کیا چاہتی ہے۔۔؟؟ ماں باپ ایسے بھول جاتے ہیں؟؟ جب کہ دوسری طرف یہ ارجمند بیگم کیا تھیں۔ جنھیں اپنی بیٹی کی کتنی فکر تھی۔ کہ اس کا گھر بسا رہے وہ اپنے بیٹے کو

سبق پڑھا رہی تھیں۔ کسی کا گھر بسا رہے گا۔ تو ہی اس کا گھر بسے گا۔۔؟ ورنہ۔۔اس کی اپنی ذات کی کوئی ویلیو نہیں۔۔؟؟اور یہ بات پری کو سخت تکلیف سے دوچار کر رہی تھی۔

یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ مسٹر برہان راجپوت۔۔۔! مجھے طلاق چاہیے آپ سے۔۔۔! ابھی اسی وقت۔۔۔وہ بنا ڈرے سہمے انداز میں بولتی برہان کو طیش دلا رہی تھی۔اب تم حد پار کر رہی ہو۔پری۔۔۔! میں نہیں چاہتا۔۔کہ کوئی سختی برتوں تمہارے ساتھ۔۔۔لیکن تم اپنی حرکتوں کی وجہ سے مجھے مجبور کر رہی ہو۔۔کہ ؟؟؟کیا۔۔۔کر لیں گے آپ۔۔؟؟ہاں۔۔؟؟پری نے غصہ سے اس کے سینے پے ہاتھ مارتے اسے پیچھے کی طرف دھکا دیا۔ کہ۔۔۔وہ حیران نظروں سے اسے دیکھے گیا اس کا رنگ خطرناک حد تک سرخ ہو رہا تھا برہان کو اس کی حالت ٹھیک نہ لگی۔ماریں گے مجھے۔۔؟وہ جذباتی ہوتی آگے بڑھی۔ برہان چپ رہا۔ جان سے مار ڈالیں۔۔تو جان

چھوٹ جائے سب کی۔۔ سب کے لیے ہی مس ئی لہ بنی ہوئی ہوں۔۔ نہیں پتہ تھا۔۔ ماں باپ کے لیے ایک بوجھ ہوں۔۔ سر سے اتارتے ایک پل کی دیری نہیں لگائی۔۔ نہیں تھا پتہ جس سے محبت کی۔۔ وہ میری ذات کا یوں نہیں تھا پتہ۔۔ میری خوشیوں کی ضامن کسی اور کا گ تماشا بنائے گا۔۔۔ بسا ہوا گھر ہے۔۔۔ پری۔۔ مر جائے تو اچھا ہے۔ مجھے مار ڈالیں۔۔ برہان۔۔۔ مجھے نہیں جینا۔۔۔ برہان کے ہاتھ تھامے وہ اپنے گلے پے لائی۔ اس کے بہتے آنسو برہان کو تکلیف دے رہے تھے۔ لیکن ایک التجا ہے میری۔۔۔ میرے جنازہ میں۔۔ کسی کو نہ بلانا۔۔ کسی کو میرا۔۔ منہ بھی نہیں دکھانا۔۔ نہ ماں سائیں۔۔ نہ بابا۔۔۔ سائیں۔۔۔ پری کا لہجہ رونده گیا۔ اور آواز گلے میں اٹک گ ئی۔ برہان نے آگے ہوتے اسکے باقی کے الفاظ اپنے لبوں پے چن لیے۔ پری نے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔ برہان کے شدتِ لمس پے اسکا سانس رکا تھا۔ لیکن اگلے ہی پل اس میں اپنی سانسیں انڈیلیتا وہ اسے بے بس کر رہا تھا۔ پرہ نے اسے پرے جھٹکا۔ لیکن وہ مزید اس

پے اپنی شدتیں نچھاور کرنے گا۔اس کی دونوں کلائیوں کو تھامے وہ دیوار کے ساتھ پن کرتا اس کی سانسوں کوان ہیل کرنے لگا۔پری کا سانس بری طرح ناہموار ہوا۔آج کے بعد۔اگر مرنے کی بات کی تو۔۔۔سانسیں کس طرح کھینچتے ہیں۔بہت اچھی طرح سے سمجھاؤں گا۔اس کے ماتھے سے ماتھا جوڑے وہ شدت سے بولا۔جب کہ وہ ابھی بھی لمبی اور گہری سانسیں لے رہی تھی۔

بہان نے یک پل کی دیری کیے بنا اسے اپنی بانہوں میں بھرا اور بستر پے لایا۔پری نے ڈرتے ہوئے اسے دیکھا۔میں نے تم سے نکاح کیا۔۔۔اس لیے نہیں۔۔کہ تم اس شخص کی بہن ہو جس نے میری بہن کے ساتھ برا کیا۔یں نے تم سے نکاح کیا کیونکہ تم صرف میری ہو۔۔صرف میری ملکیت۔۔۔! وہ کہتا اس کے اوپر جھکا تھا۔آپ میری بے بسی کا مذاق اڑائی یں۔۔۔پری نے ہچکی لی۔ایسا کچھ نہیں۔۔کیا تمہیں میری آنکھوں میں محبت نظر نہیں

آتی۔۔۔؟م گھبیر لہجے میں کہتا وہ اسے سوچنے پے مجبور کر گیا۔

آپ۔۔۔۔۔؟؟آآ۔۔۔پ۔۔۔مجھ سے۔۔؟؟محبت کرتے ہیں؟پری نے سانس روکے پوچھا۔اگر محبت نہ کرتا ہوتا تو آج تم یہاں نہ ہوتی۔۔۔اس کے گال کو چھوتا وہ اسے لرزا گیا۔اور وہ۔۔جو کہا۔۔۔کہ بیلا آپی۔۔؟؟کے لیے کمپرومائی س۔۔؟وہ سب۔۔؟؟جھوٹ تھا۔۔!برہان اسے بس اپنی محبت کا یقین دلانا چاہتا تھا۔جو وہ نہیں کر پا رہی تھی۔آپ۔۔۔آپ سچ کہہ رہے ہیں؟پری کو یقین نہ آیا۔ہنڈرٹ پرسنٹ سچ۔۔۔۔!وہ اس کے لبوں کو دھیرے سے چھوتے بولا۔تو پری کی پلکیں شرم کے بوجھ سے بھاری ہوئی یں۔اب۔۔۔میں تم سے دور نہیں رہنا چاہتا۔۔۔!میں ہمارے بیچ کے تمام پردے گرا دینا چاہتا ہوں پری۔۔۔!تھک گیا۔۔ہوں یار۔۔تم سے دور بھاگ کر۔۔اپنی جھوٹی انا کے خول میں بند رہ کر۔۔نہیں رہ سکتا تمہارے بن۔۔۔ضروری ہو گئی ہو بہت۔۔۔اب۔۔۔!وہ اپنے لفظوں سے سحر پھونکتا پری پے اپنی محبتیں نچھاور کرتا اسے اپنی محبتوں کی بارش میں

بھگونے لگا۔پری نے خود سپردگی دیتے اپنے محبوب بیوی ہونے کا حق ادا کیا۔
کوئی نہیں جانتا تھا آنے والا وقت ان کے لیے کونسی کڑی آزمائش لانے
والا تھا

۔۔۔۔۔۔۔۔

ایم۔کے صبح کے اجالے میں ارگرد دیکھتا اپنے سینے پے سر رکھے لیٹی ارم کو
رکے گیا جو ابھی تک سورہی تھی۔اندھیرا چھٹ رہا تھا۔ان دونوں نے رات
وہیں جنگل میں گزاری تھی۔کچھ پل ہی گزرے تھے۔کہ اسے پھر سے
قدموں کی چاپ سنائی دی۔سر۔۔۔؟؟آپ کہاں ہیں۔۔؟اُسے اپنے
بندے کی آواز آئی تو ایم کے نے گہرا سانس خارج کیا اس نے اپنے بندوں کو
ایک گھنٹے پہلے ہی اپنی جگہ کا سگنل دے دیا تھا۔اور وہ ایک گھنٹے میں اس تک
پہنچ گئے تھے۔ارم۔۔۔؟؟ارم۔۔؟؟جاگو۔۔ارااس کے چہرے کو

تھپتھپایا تو کسمساتے پھر اس کے سینے میں منہ چھپانے لگی۔ایم۔کے کے دل میں گدگدی ہوئی۔لڑکی اور کتنا امتحان لو گی میرا۔۔اِرانہ نزدیک آتی ہو۔۔نہ دور جاتی ہو۔۔؟؟اور اب۔۔مجھے نہیں لگتا میں خود پے قابو رکھ پاؤں گا۔۔وہ دل ہی دل میں ارم سے مخاطب تھا۔وہ جاگ نہیں رہی تھی۔جب کہ نہیں ابھی اسی وقت نکلنا تھا۔ایم۔کے نے اسکے گال پے زور سے دانت گاڑھے۔کہ وہ بلبلا کے رہ گئی۔جھٹ سے آنکھیں کھولتی گال پے ہاتھ رکھے ایم۔کے کو غصہ سے دیکھنے لگی۔یہ کیا طریقہ ہے مسٹر ایم کے۔۔؟؟ میرا گال نوچ لیا۔۔۔اب بھی اگر دومنٹ میں نہ اٹھی تو دوسرا گال کا اس سے بھی برا حال کروں گا۔ایم۔کے اسے دھکی دیتا خود بھی اٹھا اور اسے بھی جھٹکے سے اٹھایا۔ہیں ہی ویمپائی ر۔۔۔!ناراضگی سی بڑبڑائی۔جسے ایم۔کے نے سن لیا۔ویمپائی ر کیا ہوتا ہے رات کو بتاؤں گا۔سرگوشی میں کہتے وہ اسے کانوں تک سرخ کر گیا۔سر۔۔؟؟آپ ٹھیک ہیں۔۔اس کے آدمی نے آگے بڑھ کے سر جھکائے پوچھا۔ہمم۔گاڑی کس طرف ہے۔۔؟سپاٹ انداز میں

پوچھا۔جی سر اس طرف۔۔۔! سر جھکائے ہی جواب دیا۔اوکے تم آگے بڑھو۔ایم۔کے نے پیچھے مڑ کے ارم کو اپنے حصار میں لیا۔ارم اس کے حصار میں چھپ سی گ ئی۔جب کہ شرم سے دوہری ہوئے جا رہی تھی۔وہ تو اتنا ڈیر نگ ہوگا ارم کو بالکل آئی یڈیا نہ تھا۔وہ اسے یے گاڑی تک پہنچا۔راستہ بالکل صاف تھا۔اس کی سکیورٹی گارڈز کی گاڑیاں اس کے آگے پیچھے تھیں۔ اور وہ اپنی منزل کی جانب۔ارم نے زرا کا زرا رخ اسکی طرف کیا۔گیگسٹر ویمپائی ر۔۔۔۔دھیرے سے منمنائی۔آج تمہیں۔۔ایک گینگسٹر کا روپ بھی دکھاؤ ں گا او ایک ویمپائی ر کا بھی۔ڈونٹ وری۔ معنی خیزی سے کہا وہ ارم کے اوسان خطا کر گیا۔ارم نے رخ پھیرے گاڑی سے باہر دیکھا۔جب کہ ایم۔کے مسکرا رہا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کسوا فریش ہوتی باتھ روم سے باہر آئی۔ کہ دروازہ دھاڑ سے کھا تھا۔ بیلا غص سے اندر آئی تھی۔ بیلا کی رات انگاروں پے کٹی تھی جہن زیب کے کمرے سے جاتے ہی وہ فوراً کمرے میں آئی تھی۔ کسوا نے ماتے پے بل ڈالے اسے دیکھا۔ کیا مسل ئی ہ ہے کیوں آئی ہو۔۔ یہاں ؟ تولیہ ایک طرف رکھتے وہ بیلا کے سامنے ہوئی۔ تم نے سمجھ کیا رکھا ہے بیلا کو۔۔؟؟ کوئی بھی شو پیس۔۔؟؟ مجھ سے اپنے شوہر کا نکاح کروا کے ایک منٹ کے لیے اس کو میرے پاس نہیں چھوڑا۔ اور اکڑ کر رہی ہو۔۔؟؟ بیلا چلا کے بولی۔ اپنی آواز نیچی کرو۔۔ بھولو مت۔۔ اس گاؤں کی ردرانی ہوں میں۔۔ چوہدری جہنزیب کی اکلوتی محبوب بیوی۔۔! وہ دس شادیاں کر لے لیکن میں۔۔ یعنی چوہدرائ ن حلفاً کہتی ہوں۔ جہانزیب چوہدری صرف میرا ہے۔ نأو۔۔۔ گیٹ لاسٹ۔۔۔ کسوا نے اتے پے بل ڈالے کہا۔ تو بیلا سینے پے ہاتھ باندھے مسکرائی۔ اتنا ہواؤ ں میں نہ اڑو۔۔۔! زمنی پے ہی آ کے گرو گی۔۔۔ اور اس بار واقعی گرو گی۔ کیونکہ ضروری نہیں ہر بار نشانہ خطا ہی

جائے۔کسوا نے اسکی بات پہ جھٹکے سے سر اٹھائے اسے دیکھا۔آنکھوں میں بے یقینی تھی جب کہ بیلا کی مسکراہٹ طنزیہ تھی۔ملتے ہی ایک ن ئے دھماکے کے ساتھ۔ایک آنکھ ونک کرتی بیلا بولتی باہر نکل گ ئی۔کسوا نے لرزتے وجود کے ساتھ اسے جاتے دیکھا۔

کچھ پوچھا ہے تم سے۔۔۔؟؟کیا ہے یہ سب۔۔؟؟اب کی بار اس کے لہجے میں غصہ کی آمیزش تھی۔پلیز۔۔ایم۔کے۔۔۔یہ مجھے واپس کر دیں۔۔۔ ارم بمشکل اپنی اندرونی حالت چھپاتے آگے ہاتھ بڑھاتی وہ تھامنے لگی۔کہ ایم۔کے نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا۔کب سے لے رہی ہو یہ۔۔؟؟اور کیوں۔۔؟؟دانت پیستے پوچھا۔یہ میری مڈیسنز ہیں۔ارم نے نظریں چراتے کہا۔

کیا ہوا۔۔؟؟تم۔۔؟؟رو کیوں رہی ہو۔۔؟؟ بیلا کے جانے کے بعد کسوا کتنی ہی دیر یونہی بیٹھی بیلا کی باتوں کو سوچتی جارہی تھی۔وہ جو کہنا چاہ رہی تھی۔ کسوا کو سمجھ نا تھا۔لیکن۔۔اس کا دل۔۔۔۔اس کا دل یقین نہیں کر پا رہا تھا۔ کہ۔۔۔بیلا اتنی پیچ حرکت کر سکتی ہے۔۔۔؟وہ اپنی سوچوں میں اس قدر گم تھی کہ جہانزیب کے کمرے میں انے کا نوٹس تک نہ لیا اس کا اس کی رونی صورت دیکھتے ہوئے جہانزیب ٹھٹکا اور اس کے قریب ایا اسے پکارا لیکن وہ خاموش نہیں انسو سے اس کا پورا چہرہ بھیگا ہوا تھا لیکن کیوں وہ کیوں رو رہی تھی جہاں زیب سمجھ نہیں پایا اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پکارا تو وہ چونکی اور خالی خالی نظروں سے جہانزیر کی جانب دیکھنے لگی کیا ہوا۔۔۔ کیوں رو رہی ہو؟؟؟جہاں زیب نے اپنا سوال دوبارہ دھریا کسوا نے میکا نکی

کیفیت میں کھڑے ہوتے جانزیب کی جانب دیکھا گرم سیال مادہ پھر سے انکھوں سے باہر نکلا اسے سمجھ نہ ایا کہ کیا۔۔۔۔اسے بیلا کی کہی ہوئی بات جانزیب کو بتانی چاہیے۔۔۔یا نہیں۔۔۔ نہیں چاہیے ؟؟میں کچھ پوچھ رہا ہوں کسوا کیا ہوا ہے کیوں رو رہی ہو جہاں زیب نے اب ماتھے پہ بل ڈالے ہوئے پوچھا۔وہ۔۔۔۔وہ۔۔۔۔بیلا ائی تھی اس پل کسوہ کو سمجھ نہ ارہا تھا کہ کن لفظوں کا انتخاب کر کے جہانزیب کو اس کی اصلیت کے بارے میں بتائے میں نے اس لڑکی کو منع کیا تھا کہ وہ اس روم میں نہ ائے پھر وہ کیوں ائی ہے میں جا کر کرتا ہوں بات۔۔۔!جہاں زیب نے کسوا کی مزید کوئی بات سنے بغیر دروازے کی جانب قدم بڑھائے۔میری بات سنیں رکیں۔۔۔ پلیز۔۔۔کسوا نے اگے بڑھ کر اس کی کلائی پکڑی اور اس کو اپنی طرف موڑا تو جہاں زیب رکتا ہوا اسے دیکھنے لگا۔وہ جو کہہ رہی تھی وہ تو سن لیں۔کسوا جیسے بے بس ہوتے ہوئے بولی مجھے کچھ نہیں سننا میں نے جب اس کو منع کیا تھا کہ نہیں انا تو پھر وہ کیوں ائی ؟؟یقینا کچھ نہ کچھ زہر گھول کر ہی گئی ہو گی کام کیا

ہے اس کا اور؟؟؟؟اچھے سے جانتا ہوں میں اس کو جہاں زیب غصہ ضبط کرتے ہوئے بولا کاش کہ اپ اس کو جان جاتے ہیں تو اج جسمین زندہ ہوتی کسوا کی بات پہ جہانزیب ایک لمحے کو چونکا اور اس کی طرف مڑا کیا کہنا چاہ رہی ہو بیلا کا جسمین سے کیا تعلق؟ جہاں زیب نا سمجھی سے بولا۔

تعلق۔۔۔؟؟اپ ابھی بھی سمجھ نہیں پ ئے۔۔؟؟میری بات؟ کسوا طنزیہ ہنسی۔ کسوا جو بھی کہنا ہے صاف صاف اور کھل کر کہو کیا کہنا چاہ رہی ہو تم؟ جانزیب کی بات پر کسوا نے سر جھٹکا۔ یقینا اپ میری بات کا یقین نہیں کریں گے مسٹر جہاں زیب لیکن یہ سچ ہے کہ جاسمین کی موت میں بیلا کا ہاتھ ہے۔ کیا بول رہی ہو؟ م؟ ایسا کچھ نہیں۔۔۔ جب جاسمین کا قتل ہوا اس پر گولی چلی تب بیلا یہاں نہیں تھی اور تم اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتی ہو؟؟؟اپ میرا یقین کریں بیلا کی باتوں سے لگا۔۔۔! کسوا اسٹاپ اٹ۔۔۔ جہانزیب نے اپ کی بار کسوا کو غصے سے ٹوکا۔ وہ جانتا تھا کہ کسوا کی طبیعت میں شک پن بہت زیادہ تھا اور بیلا سے اپنی نفرت کی وجہ سے وہ شاید اسے ایسا

سمجھ رہی تھی بھلے وہ بیلا سے نفرت کرتا تھا اور اس سے نکاح کرنے کی پیچھے اس کی کوئی وجہ تھی لیکن وہ اتنا ضرور جانتا تھا کہ بیلا ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے اس نے بیلا کی سائیڈ لی جو کسوا کو سخت ناگوار گزری۔اپ میرا یقین کیوں نہیں کر رہے ہیں اپ جانتے ہیں میں جھوٹ نہیں بولتی۔وہ بیلا ہی۔۔۔۔۔؟؟؟اپنے دماغی کیڑے کو تم نہیں سنبھال پا رہی کسوا۔۔؟اب اس طرح کی کوئی بات میں تمہارے منہ سے نہ سنوں۔جہانزیب کو غصہ آگیا۔اور اسے وارن کیا۔آپ جو مرضی بول لیں۔لیکن میں یہ ثابت کر کے رہوں گی۔بیلا۔۔؟کسوا؟ابھی اسکی بات پوری ہوتی کہ جہانزیب دھاڑا۔وہ سہم گئی۔اب اس ٹاپک پے بات نہیں ہو گی۔۔ورنہ۔۔؟جاہنزیب کے سخت غصہ کرنے پہ کسوہ ایک سیکنڈ کے لیے بالکل چپ ہی ہو گئی جہانزیب کی سرخ انکھوں کو دیکھتے ہوئے کسوا نے اپنا رخ پھیر لیا جہاں زیب نے غصے سے اس کا رخ واپس اپنی طرف موڑا۔صرف خود پے توجہ دو۔۔میجھ پے دو۔۔ہمارے رشتے پے توجہ دو۔۔بس۔۔۔۔!باقیوں کو چھوڑ دو۔۔وہ کیا

کررہے ہیں کیا نہیں۔۔۔انہیں دیکھنے کے لیے چوہدری جہانزیب موجود ہے۔۔۔تم۔۔۔ان سب کی ٹینشن مت لو۔۔۔جہانزیب اسکی نم ہوئی ین لال آنکھیں دیکھتا اپنا غصہ پس پشت ڈال گیا اور بہت نرم لہجے میں بولتا اسے دیکھنے لگا جو بالکل سپاٹ انداز میں اسے دیکھے جارہی تھی۔جہانزیب نے گہرا سانس خارج کیا۔اور کبرڈ کی جانب بڑھ گیا۔کسوا وہیں کھڑی رہ گ ئی۔

آپ کچھ بھی کہہ لیں مسٹر جہانزیب چوہدری۔۔بیلا کا نقاب میں اتار کے رہوں گی۔ جسمین کا خون اتنا سستا نہیں تھا۔کہ اسی طرح چھوڑ دیا جائے۔ اس نے خود اعتراف کیا ہے میرے سامنے۔۔۔اور میں اسے نہیں بخشنے والی۔ گردن موڑ کے دکھی نگاہ سے جانزیب کو دیکھا جو کپڑے لیے چینجگ روم کی طرف بڑھا تھا۔آپ کی زندگی میں اگر اسے لا سکتی ہوں۔۔تو نکال بھی سکتی ہوں۔۔دل ہی دل میں تہیہ کرتی وہ آج پہلے والی کسوا لگی۔

حویلی آتے ہی ارم سب سے پہلے وجاہت خان کے پاس گ ئی۔وہ زخمی تھے۔ان پے تشدد کیا گیا تھا لیکن مصطفیٰ کے بروقت وہاں پہنچ جانے پے وہ اب ٹھیک تھے۔جاؤ بیٹا آرام کرو۔۔انہوں نے بہت پیار سے ارم سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی اٹھ گ ئی۔شام تک اس نے رہسٹ ہی ریسٹ کیا۔ اور کھانا پینا کیا۔مصطفیٰ کہیں جا چکا تھا۔کہاں۔۔؟؟وہ نہیں جانتی تھی۔وہ اسے گھر چھوڑ کے خود نکل گیا تھا۔بنا کچھ بتائے۔ارم نے بھی پراوہ نہ کی اور اپنا دن آرام وسکون سے گزارا۔اپنی امی سے ات کی اور ڈھیر ساری گپ لگائی۔شام کو اچانک سے اسے مصطفیٰ کی یاد آنے لگی۔وہ کیسے مجھے بھول سکتا ہے۔۔؟؟ گینگسٹر انسان نہیں۔۔۔بڑے والا گینگسٹر ہے۔۔ایڈیٹ۔۔۔! نجانے کدھر گیا۔۔؟؟اب تو رات ہو رہی ہے۔۔پتہ نہیں کب لوٹے گے سرکار۔۔۔ارم بے اختیاری اس کا انتظار کر رہی تھی۔اور اس بات کو وہ سمجھ بھی نہیں پا رہی تھی۔شام سے رات ہو گ ئی۔۔اب وہ دلبرداشتہ ہوتی روم

میں آئی۔اکیلے سونے کے خیال سے اسے ڈر لگا۔ہمیشہ کی طرح اس نے دراز کھولا اور ایک بیگ نکالا۔بیگ سے ایک لفافہ نکالتے اسے دکھ سے دیکھا۔مس یو آپی۔۔۔!آنکھوں کے گوشے نم ہوئے.اس سے پہلے کہ وہ میڈیسن لیتی۔دروازہ کھلا۔ارم بری طرح بوکھلائی اور جھٹ سے اپنے ہاتھ میں پکڑا لفافہ چھپایا جو مصطفی کی زہرک نظروں سے نہ چھپ سکا کیا کر رہی ہو۔۔؟؟وہ اپنا بیگ اور موبائل اک طرف رکھتا مشکوک انداز میں چلتا سکے پاس آیا۔وہ بہت زیادہ تھکا ہوا تھا۔لیکن سامنے ارم کو فیکھ وہ تازپ دم ہو گیا تھا۔جیسے وہ اسکی آنکھوں کی ٹھنڈک اور بے چین دل کی راحت ہو۔

نہہہ ننننہیں۔۔۔کچھ نہیں۔۔۔ارم بری طرح گھبرا رہی تھی۔ایم۔کے نے اس کے پاس آتے اسکی پیچھے کمر کی جانب سے کلائی یاں تھامے آگے کیا اس کے ہاتھ سے لفافہ لیا۔اس مں موجود اس میڈیسن کو دیکھتا وہ سخت حیران یہ سب۔۔؟؟اس کے سامے لہرایا۔وہ سر جھکا گ ئی۔ ہوا۔کیا ہے

کچھ پوچھا ہے تم سے۔۔۔؟؟ کیا ہے یہ سب۔۔؟؟اور کہاں سے آیا۔۔؟
اب کی بار اس کے لہجے میں غصہ کی آمیزش تھی۔پلیز۔۔ایم۔کے۔۔۔یہ
مجھے واپس کر دیں۔۔۔ارم بمشکل اپنی اندرونی حالت چھپاتے آگے ہاتھ
بڑھاتی وہ تھامنے لگی۔کہ ایم۔کے نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا۔کب سے لے رہی
ہو یہ۔۔؟؟اور کیوں۔۔؟؟دانت پیستے پوچھا۔یہ میری مڈیسنز ہیں۔ارم نے
نظریں چراتے کہا۔میڈیسز۔۔۔؟اسے تم میڈ سنز کہتی ہو۔۔؟کسے الو بنا
رہی ہو۔۔؟ایم۔کے اس کے پاس ہوا تو وہ ڈر کے دو قدم دور جا کھڑی ہوئی
پلیز۔۔دور رہیں۔۔ڈرائیں مت مجھے۔۔۔ارم نے دل پے ہاتھ رکھے
معصومیت سے کہا۔کیوں لے رہی ہو۔۔یہ میڈیسن۔۔؟؟میری۔۔۔
ضرورت ہیں یہ۔۔۔!سر جھکائے کہتی وہ جیسے کی جرم کا اعتراف کر رہی
تھی۔کیسی ضرورت؟تیکھے اندا میں پوچھا۔آپ نہیں سمجھیں گے۔۔
پلیز۔۔دے دیں۔وہ منمنائی۔تو یم۔کے نے اسے کھینچ کے سینے سے لگایا۔
بات ہے جو تم نیز د کی ٹیبلٹس لیتی ہو۔۔؟غصیلے لہجے میں دریافت ایسی کیا

کرتا وہ ارم کا دل دھڑکا رہا تھا۔ وہ۔۔۔ مجھ رات کو۔۔ نیند نہیں آتی۔۔
تو۔۔؟ کبھی کبھار۔۔۔؟؟ ارم نے سر جھکائے جھوٹ بولا۔ جاؤ۔۔ سو
جاؤ۔۔۔! ایم۔کے نے لب بھینچے کہا۔ تو ارم نے اسے سوالیہ نظروں سے
دیکھا۔ جاؤ۔۔ سو جاؤ۔۔ میرے واپس آنے تک تم سوتی ہوئی نہ ملی
مجھے۔۔ تو پھر تمہیں ساری رات جگاؤں گا۔۔ اور پھر کہیں راتیں تمہیں اس
ایک رات کی وجہ سے نیند نہیں آنی۔۔۔ گھمبیر لہجے میں وارن کیا تو ارم اپنے
ماتھے پے آئے ٹھنڈے پسینے کے قطرے صاف کرتی پیچھے بستر کی جانب
تیزی سے مڑی اسے کی حرکتیں فرصت سے دیکھتا وہ اب باتھ روم کی جانب
بڑھتا تھا۔ آج اسے واقعی بہت دیر ہو گ ئی تھی۔ پہلے اس رفیق کا مس ئ لہ
حل کروایا۔ پھر ایک ڈی ٹیکٹو دوست کی طرف ڈنر پلان بنا۔۔ گھر آتے آتے
جا دیر ہو گ ئی۔۔ اب آگے نیا کیس کھلا تھا۔ نفیمیں سر جھٹکتا وہ باتھ روم
چکا تھا۔ ارم بستر پے لیٹتی کمفرٹر منہ تک اوڑھ چکی تھی اسے ایم۔کے سے
خوف سا آنے لگا۔ وہ باہر نکلا تو لوز شرٹ اور ٹراؤزر میں تھا۔ اپنا لیب ٹاپ

اٹھائے وہ کاؤچ پے جا بیٹھا۔ کتنی دیر وہ کام کرتا رہا۔اور ارم اس کے سونے کا انتظار۔۔تاکہ وہ سو جائے اور۔۔ارم اٹھ کے نیند کی گولی کھا سکے۔ لیکن اس کے سونے کے انتظار میں خود اسکی کب آنکھ لگی۔۔۔اسے پتہ ہی نہ چلا۔ ایم۔کے ابھی فری ہوا۔ تھا کہ ارم کو اٹتا دیکھ ٹھٹھکا۔اس نے مر آر پیچھے ہٹایا۔

کہاں جا رہی ہو۔۔؟؟ارم۔۔؟؟ارم۔۔؟؟وہ اسے پکار رہا تھا۔جب کہ وہ اس کی بات سنے بنا ہی کھلی آنکھوں سے دروازہ کھولتی باہر نکل گ ئی تھی ایم۔کے اس کے پیچھے بھاگا تھا۔وہ اس کی سن ہی نہیں رہی تھی۔اس کا رخ چھت کی طرف تھا۔ایم۔کے نے اسے تھاما۔ لیکن وہ پھر بھی آگے چلتی رہی۔ایم۔کے نے۔۔؟

ارم نیند میں تھی اور صرف چلتی جا رہی تھی اسے ہوش نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے اور ایم کے اس کی پوزیشن سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ ایسے اس کی بات سنے بغیر کیوں آگے بڑھتی جا رہی ہے چھت پر جا کر وہ رک گئی اس سے کچھ قدم کے فاصلے پہ ایم۔کے بھی رک گیا وہ دیکھ رہا تھا کہ آخر ارم یہاں اس وقت رات گ ئی ے چھت پر کرنے کیا ائی ہے ایک تجسس سا تھا ایم۔کے کو کہ وہ کیا چھپا رہی ہے لیکن اگلے ہی پل اس کے ہاتھ پیر پھولے جب ارم چھت کی دیوار پر چڑھ گئی اور آرام سے کھڑی ہوئی سامنے دیکھ رہی تھی ایم۔کے کو لگا کہ اس کے سر پہ آسمان آ گرا ہو اس نے ارم کو آواز دینی چاہی لیکن اواز اس کی حلق میں ہی اٹک گئی جب ارم نے اپنا قدم دیوار سے باہر کی جانب بڑھایا اس سے پہلے کہ وہ دوسرا قدم بھی اٹھاتی اور نیچے گرتی ایم۔کے نے اسے فوراً سے پکڑ کر پیچھے اپنی جانب کھینچا وہ سیدھا آ کر اس کے سینے سے لگی اور ساتھ ہی اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔اور ایم۔کے کو لگا اس کی سانسیں اسے واپس مل گ ئی ہوں۔اگر ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو وہ

ارم کو کھو دیتا۔وہ اب بہت ارام سے اسکے سینے پے سر رکھے سو رہی تھی ایم کے نے اسے اپنی بانہوں میں اٹھایا اور واپس کمرے میں لے کے ایا دھیرے سے بستر پہ لٹاتے ہوئے وہ اس کے پاس ہی لیٹا وہ ابھی بھی سو رہی تھی اس کے ساتھ یہ سب کیا سین تھا ایم کے چاہ کے بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا یا شاید اس کا دماغ اس چیز کو ایکسیپٹ ہی نہیں کر رہا تھا کہ ارم کو نیند میں چلنے کی کوئی بیماری ہو سکتی ہے بہر حال وہ لیمپ اف کرتا وہیں اس کے پاس لیٹ گیا لیکن وہ سو نہ سکا اسے یہی ڈر تھا کہ کہیں ارم پھر سے نہ کہیں چلی جائے فورا سے اٹھ کے دروازے کو لاک لگایا اور واپس اپنی جگہ پہ آیا ارم کے قریب لیٹا تھا وہ وہ اسے اپنے سینے میں بھینچ لیا تھا۔ایسے جیسے اس نے ارم کو چھوڑا تو کہیں اس سے دور نہ چلی جائے۔

پری یک ٹک کمرے کی چھت کو دیکھیں جا رہی تھی بالکل جیسے وہاں پہ وہ موجود ہی نہ ہو اس کا دماغ بالکل ماوف ہو چکا تھا انسو تکیے میں جذب ہو رہے تھے۔ برہان کو اس کا حق دیتی وہ خود کو آج بے بس محسوس کر رہی تھی۔ بس ایک بات کا اسے ڈر تھا۔۔ کہ بران پھر نہ بدل جائے۔ فجر کی اذان اس کے کانوں میں پڑی تو اس نے اپنی جلتی پنکھوں کو دھیرے سے بند کیا اللہ اکبر اللہ اکبر۔۔۔ واقعی اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اس کے دل کو بہت سکون مل رہا تھا حی علی الصلاہ دل بے چین ہوا تھا ان لفظوں پہ اسے اللہ کی طرف جانا ہے اللہ اسے بلا رہا ہے کہ نماز کی طرف اؤ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اپنے پاؤں ٹھنڈے فرش پر رکھے پورے جسم میں ایک کپکپی سی طاری ہو گئ الصلاۃ خیر من النوم۔

بنا پیچھے مڑ کے ساتھ سوئے برہان کو دیکھے وہ اٹھتی ہوئی باتھ روم کا رخ کر چکی تھی وضو بنایا اور نماز کی نیت سے باہر ائی۔ جائے نماز بچھائی اور اللہ کے حضور

سجدہ ریز ہوئی۔ کسلمندی سے برہان نے سوتے ہوئے بستر پہ ہاتھ مارا تو اسے پری کہیں بھی محسوس نہ ہوئی تو جٹ سے اپنی انکھیں کھولیں۔ وہ ایک لمحے کے لیے ڈر گیا پری کہاں چلی گئی۔ تبھی اس کی نظریں سامنے جائے نماز بچھائے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے پری پہ جا ٹکی اس کے چہرے پہ نور ہی نور تھا جیسے اسمان سے اتری ہوئی پری ہو۔ وہ نام کی پری نہیں وہ واقعی میں پری تھی برہان کے لب پہ ایک مسکان سے سج گئی وہ اللہ تعالی کی طرف سے دیا ہوا اس کے لیے ایک بہت ہی حسین تحفہ تھی دعا مانگتے ہوئے اس کی انکھوں میں بے شمار انسو تھے لیکن چہرے پہ ایک سکون تھا برہان نے کمفرٹر پیچھے ہٹایا اور خاموش خود بھی وضو بنانے چلا گیا اس نے فلحال پری کو مخاطب نہ کیا دونوں تھے لیکن دونوں کے بیچ میں خاموشی بات کر رہی تھی۔

کسوا بیٹا اب طبیعت کیسی ہے اپ کی۔۔۔؟؟ غزالہ بیگم نے کسوہ کو دیکھا تو پوچھ بیٹھی اب ٹھیک ہوں انٹی۔۔۔ کسوا کچن میں ہی ان کے پاس ڈائی ننگ پے بیٹھے تھی۔ چلو شکر ہے کہ اب سب ٹھیک ہو گیا ہے تمہاری۔۔۔ مجھے بہت فکر تھی بیٹا اور اب کوئی ٹینشن نہیں لینی سب ٹھیک رہے گا۔۔ اپنا خیال رکھنا ہے۔۔! انہوں نے مسکرا کے کہا تو کسوا نے اثبات میں سر ہلایا۔ انٹی اپ کیا بنا رہی ہیں۔ کسوا نے انہیں مصروف دیکھا تو وقت گزاری کے لیے پوچھ لیا۔ بیٹا میں کھیر بنا رہی ہوں جہاں زیب کو کھیر بہت پسند ہے میرے ہاتھ کی کھیر تو وہ بہت شوق سے کھاتا ہے کافی دن ہو گئے اس نے کوئی فرمائش نہیں کی تو سوچا اج اس کی پسند کی کوئی چیز بنا لوں۔ اس لیے بنا رہی ہوں۔۔

ارے اپ کیوں بنا رہی ہیں میرا شوہر ہے جہانزیب میں خود بناؤں گی۔

ہٹیں۔۔ آپ اگے سے۔۔۔ سائیڈ پہ ہو جائیں مجھے کھیر بنانی اتی ہے۔۔

اچانک سے بیلا نے اندر اتے بولنا شروع کر دیا اور غزالہ بیگم کو چولہے کے پاس سے ہٹانے کی کوشش کی۔ نہیں۔۔۔ جہانزیب صرف اپنی ماں کے

ہاتھ کی بنی کھیر کھاتا ہے اس لیے میں خود بناؤں گی تم جاؤ یہاں سے غزالہ بیگم نے بیلا کو سختی سے کہا کہ وہ واپس کچھ کہہ نہ سکے جبکہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی کسوا تھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے بیلا کو سر سے پاؤں تک غصے سے دیکھے جا رہی تھی۔ بیلا منہ بناتی ہوئی کچن سے باہر نکل گئی اور کسوہ غزالہ بیگم آپس میں نے باتیں کرنے لگی میں۔ کسی نے بھی اس کے باہر جانے پہ کوئی توجہ نہ دی اور اسی بات کا فائدہ اٹھاتی ہوئی بیلا نظر بچا کر کسوا کے روم میں جا پہنچی اور وہاں پر اپنا کام مکمل کرتی ہوئی واپس نکل ائی اس کے چہرے پہ ایک شیطانی مسکراہٹ تھی وہ کیا کر کے آئی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا۔ خاموشی سے اپنے کمرے کی جانب واپس مڑ گئی کسوا بیٹا جا کر اپ ارام کریں ابھی اپ کی طبیت اچھی نہیں۔۔ زیادہ دیر نہ یوں نہ بیٹھیں۔ آرام کریں۔ ٹھیک ہے اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تم ملازمہ موجود ہیں اسے کہیں وہ اپ کو دے دے گی۔

انہوں نے بہت محبت سے کسوا سے کہا۔ انٹی کیا اپ کو اپنی بیٹی کی یاد نہیں اتی ایک دن بھی اپ نے اس کا نام نہیں لیا کیا وہ اتنی بری تھی۔ اکسوا کے دل

میں جورات سے اسے تنگ کررہی تھی بالاخر وہ غزالہ بیگم سے پوچھ لی۔کسوا کی بات پہ غزالہ بیگم کی انکھوں میں انسو بہہ نکلے۔وہ اسے کیا بتاتیں کہ وہ کتنا روتی ہیں اس کے پیچھے لیکن چوہدریوں کے فیصلے کے اگے وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی ہاں کسوا خوش قسمت تھی کہ جہاں زیب نہ صرف اس سے محبت کرتا تھا بلکہ اس کی ہر بات سنتا بھی تھا۔ان باتوں کو چھوڑو بیٹا اپ جاؤ ارام کرو غزالہ بیگم نے رخ موڑ لیا اس کا مطلب تھا کہ وہ اس ٹاپک پہ مزید بات نہیں کرنا چاہتی کسوا نے گہرا سانس خارج کیا اور باہر نکل ائی روم میں اتے ہوئے بالکنی جا کھڑی ہوئی اور ٹھنڈی ہواؤں کو اپنے جسم کے ار پار ہوتا محسوس میں کرنے لگی صرف ایک لڑکی۔۔۔ایک لڑکی نے سب کچھ بگاڑ دیا تھا اور وہ تھی بیلا نہ جانے کیا کیا چال وہ چل چکی تھی اور نہ جانے اگے اور کون کون سی چال وہ چلنے والی تھی اور اس کی اس چال میں کون مزید نشانہ بننے والا تھا۔۔۔؟؟ کسوا یہ سب سوچ رہی تھی لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ بیلا کی اگلی چال میں وہ خود ہی نشانہ بننے والی تھی۔

صبح ارم کی انکھ کھلی تو ایم کے کو اپنے پاس ہی پایا وہ سامنے صوفے پہ ٹانگ پے ٹانگ جمائے گہری سوچ میں ڈوبا ہوا بیٹھا اسی کو دیکھے جا رہا تھا ہونٹوں کے نیچے مٹھی بنائے رکھے وہ اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا ارم کے سر میں تھوڑا سا درد ہوا لیکن وہ اپنی انکھیں جھٹ سے کھولتی ہوئی اٹھ بیٹھی تھی۔ پلٹ کے صوفے پے ایم۔کے کو دیکھا۔ آج آپ افس نہیں گئے؟ ارم نے جوتے پہنتے ہوئے استفسار کیا لیکن ایم کے نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟ کیا ہوا ارم نے حیرانی سے اس کے پاس آتے پوچھا۔ آپ ساری رات کام کرتے رہے ہیں؟ آپ کی آنکھیں اتنی لال کیوں ہو رہی ہیں؟ ارم کو اس کی آنکھیں رت جگے کا پتہ دے رہی تھیں۔ ایم کے نے گہرہ سانس خارج کیا اور اس کے مقابل کھڑا ہوا تم سے ایک بات پوچھوں سچ سچ

بتاؤ گی؟ایم کے کی غیر معمولی سنجید گی پہ ارم کا دل دھڑ کا نہ جانے اب وہ کیا لیکن اپنا ڈر چہرے پہ ظاہر نہ ہونے دیا۔ہاں پوچھیں کیا ہوا؟ وہ پوچھنے والا تھا کانفیڈنس نظر ارہی تھی لیکن اندر سے دل سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔کیا تمہارے ساتھ کوئی مسئلہ ہے؟ایم۔کے سوال پر ارم نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا کیسا مسئلہ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔۔آپ کیا پوچھنا چاہ رہے ہیں ارم کے سر کے اوپر سے اس کا سوال گزر گیا کچھ نہیں۔۔۔جاؤ فریش ہو جاؤ پھر باہر چلتے ہیں انکل ہمارا ویٹ کر رہے ہوں گے ایم کے اسے کہتا ہوا اپنا کوٹ بازو پہ رکھتا باہر کی جانب قدم بڑھا گیا تھا ارم جاتے ہوئے اس کی پشت دیکھنے لگی یہ مجھ سے آج اس طرح روڈلی بی ہیو کیوں کر رہے ہیں کیا کچھ ہوا ہے؟ارم تھوڑا الجھی پھر سر جھٹکتی ہوئی باتھ روم کی جانب بڑھی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

بینا آخر کار طلاق لے کر واپس گھر اگئی تھی اور شیخ گلفراز کا دماغ ٹھکانے پہ نہیں تھا انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ ان کی بیٹی اتنا بڑا قدم اٹھا سکتی ہے۔ آخر تم نے ایسا کیوں کیا اپنی مرضی سے شادی کی تھی اس شخص سے اور اب تم طلاق لے کے گھر واپس اگئی ہو اتر گیا تمہارے سر سے عشق کا بھوت ؟؟؟ شیخ گلفراز کسی صورت بھی بینا کو معاف کرنے کی ہمت نہیں رکھ پا رہے تھے دوسروں کی بیٹیوں کے لیے گڑھا کھودنے والے اج ان کی اپنی بیٹی نے انہیں بہت بری طرح گرایا تھا پلیز ڈیڈ مجھے باتیں مت سنائیں مجھے پتہ ہے میں نے کیا کیا ہے اور مجھے اگے کیا کرنا ہے اور وہ شخص صرف اور صرف سائیکو پرسن تھا میں اس سائیکو پرسن کے ساتھ مزید نہیں رہ سکتی تھی اس لیے میں اب میں واپس آچکی ہوں اور یہ رہے ڈائی یورس پیپرز۔۔۔ میرے ڈیوس سے اپ کو کیا مسئلہ ہے؟ وہ تنک کے بولی۔ بے فکر رہیں۔۔۔ حق مہر لے کے ائی ہوں اپ پر بوجھ نہیں بنوں گی بینا نے میں اچھی خاصی رقم مغروری سے کہتے ہوئے شیخ گلفراز کا منہ ہی بند کر دیا انہوں نے شاکی

نظروں سے اپنی بیوی کو دیکھا جو منہ پھیر گئی ساری غلطی اپ کی ہے اپ کی وجہ سے اج یہ نوبت ائی ہے اپنا تو گھر یہ بسا نہیں سکی عشاء کا گھر بسنے سے پہلے اس کے نصیب کھانے اگئی ہے سنبھالیں اب اپنی بیٹیوں کو خود ہی۔۔۔!

شیخ گلفراز کہتے ہوئے غصے سے باہر نکل گئے جبکہ بینا نے برا سا منہ بنایا اور اپنا بیگ اٹھاتی ہوئی وہ اپنے کمرے میں بند ہو گئی عشاء ماں کا منہ دیکھنے لگی ہمیشہ یہ تو ہوتا آیا تھا۔اس کا حق کھایا گیا تھا اس گھر میں۔ہمیشہ سے اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور وہ خاموشی سے سہتی ائی ہے اور اج بھی وہ خاموشی سے ہی سب سہہ رہی تھی بینا کی خودسری نے کسی کو بھی لوگوں کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا تھا یہاں تک کہ اس کی خودسری کی وجہ سے بھی ٹوٹ چکی تھی اور اب اس کا اس طرح طلاق لے کے عشاء کی منگنی واپس اجانا عشاء کے حق میں مزید برا تھا جبکہ دوسری طرف تیمور بھی غائب تھا۔اب یہاں نہیں تھا وہ کہاں گیا تھا کوئی نہیں جانتا تھا لیکن وہ

غائب ہو چکا تھا اس کی ایک الگ فکر تھی۔ شیخ گلفراز بری طرح اپنی اولاد کے ہاتھوں پھنسے ہوئے تھے۔

جہان زیب ڈیرے سے شام گئے واپس لوٹا تھا کھانے کے بعد اس کو غزالہ بیگم نے اپنے ہاتھوں سے بنی ہوئی کھیر سروکی تو اس نے بہت خوشی سے وہ کھیر کھائی غزالہ بیگم نے وہ کھیر کسوا کو بھی دی جبکہ بیلا ایک طرف بیٹھی ان کے یہ چونچلے دیکھ رہی تھی۔ اور انے والے وقت کے لیے ان پہ طنزیہ مسکرا رہی تھی اس کی طنزیہ مسکراہٹ کسوہ دیکھ چکی تھی چودھرائن اپنے کمرے کی ہو کر رہ گئی تھی ان دنوں ان کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی اور وہ کھانا بھی اپنی کمرے میں ہی منگواتی تھیں سب کے ساتھ بیٹھنا انہوں نے فلحال چھوڑ ہی دیا تھا۔ وہ کسرہ سے اتنی نفرت نہیں کرتی تھی جتنی بری ان کو بیلا

لگتی تھی انہیں بیلا کا وجود بھی اپنے سامنے منظور نہ تھا اسی وجہ سے انہوں نے باہر انا ہی چھوڑ دیا اور یہ بات تقریبا حویلی کا ہر فرد ہی جانتا تھا سوائے کسوا تھی۔ کے۔ کیونکہ ان کے بیچ کے کیا مسئلے مسائل تھے وہ ان سب سے نابلد

کھانے کے بعد کسوا اور جہانزیب اپنے روم میں اگئے۔ جہان زیب جانتا تھا کسوا اس سے ناراض ہیں جس طرح رات کو اس پہ غصہ کیا اور صبح بھی بات کیے بنا چلا گیا۔ اس کے بعد اب دونوں کا امنا سامنا ہوا تھا پھر بھی جانزیب نے اسے نہیں بلایا بلکہ خود باتھ روم کی جانب بڑھ گیا کسوا نے بھی اس کی موجودگی کو نظر انداز کرتے ہوئے بستر کی جانب رخ کیا تکیہ اٹھا کے سیدھا رکھا اور کمفرٹر کو کھولا اپنا دوپٹہ اتار کر تکیے کے ایک طرف رکھتے ہوئے دوسرا تکیہ کاؤچ پے رکھا۔ جو کہ جہانزیب کے لیے تھا وہ جس طرح رات کو اسے ہگ کر کے سوتا تھا۔ کسوا کو اسکے بہکے بہکے جذبات سے ڈر لگتا تھا۔ وہ جہانزیب کے واپس آنے سے پہلے بستر پہ آبیٹھی جانے کیوں اس کی چھٹی

حس اسے کچھ غلط ہونے کا احساس دلا رہی تھی اس نے ایک تنقیدی نظر پورے کمرے پہ ڈالی۔ ہر چیز اپنی جگہ پہ موجود تھی لیکن پھر بھی نہ جانے محسوس ہو رہا تھا جیسے کچھ غلط ہے اور وہ سمجھ نہیں پا رہی کیوں کسوا کو ایسا تھی۔ پھر سر جھٹکتی ہوئی اس نے تکیے کے ساتھ پیچھے ٹیک لگاتے ہوئے نیند دراز ہوئی اتنی دیر میں جہاں زیب ک باتھ روم سے باہر ایا۔ لوز ٹراؤزر شرٹ میں وہ کسوا کو پہلے والا مسٹر جہان لگا۔ کیونکہ جب سے وہ یہاں ائی تھی اس نے جہانزیب کو قمیض شلوار میں ہی نہیں دیکھا تھا کسوہ اسے دیکھتے ہوئے فورا رخ پھیر کے لیٹ گئی جبکہ دل پھر سے زوروں سے دھڑکنے لگا کیونکہ دل کی ہر دھڑکن پہ نام ہی اسی کا تھا وہی اس کے دل کا مالک تھا تو وہ کیسے خود کو اس سے دور رکھ پاتی لیکن انا اپنی جگہ اب بھی قائم تھی۔ کسوا۔۔۔؟؟ جہانزیب نے اسے دھیرے سے پکارا جبکہ کسوا رخ پھیرے لمفر ٹر منہ تک لپیٹے لیٹ گئی تھی جہاں زیب نے پلٹ کے دیکھا تو جہانزیب کا تکیہ کاؤچ پہ پڑا تھا جس کا مطلب تھا کہ نہ کسوا اس سے بات کرنا چاہتی ہے اور نہ ہی وہ کسوا

کے پاس جا سکتا ہے۔بلکہ چپ چاپ جا کے کاؤچ پے سو جائے جہاں زیب نے گہرا سانس خارج کرتے ہوئے دور سے کاؤپ پے بیٹھتے ہوئے کسوا کو میٹھی میٹھی نگاہوں سے دیکھا نیند تو اس کو کہاں انی تھی لیکن اس نے اٹھتے ہوئے لائٹ صاف کر دی اور واپس کاؤچ پہ ایا لیکن ابھی اسے اپنی جگہ پہ ائے ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ۔۔۔۔

ابھی کسوا کو تکیے پے سر رکھے لیٹے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔کہ اچانک سے اسے کھجلی شروع ہو گئی۔وہ بے چین سی ہوئی۔اور جب خارش بڑھنے لگی تو اٹھ بیٹھی اپنے ہاتھوں بازو گردن چہرے اور حتی کہ ٹانگوں پر بھی اسے بارش محسوس ہو رہی تھی۔ہر جگہ خارش کرتے ہوئے پاگل ہوئے جا رہی تھی کمر پہ خارش محسوس ہوئی تو اپنی جگہ سے اٹھتی ہوی جہانزیب کی جانب بڑھی۔مسٹر جھنزیب۔۔یہ دیکھیں مجھے کیا ہوا ہے۔۔۔۔؟کسوا نے کمر پہ بمشکل خارش کرتے ہوئے بار بار بازو پر خارش کرتے ہوئے جہاں زیب کے

پاس جاتے ہوئے اونچی اواز میں بولا جہاں زیب جو صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگایا انکھیں منڈے بیٹھا تھا اچانک کسوا کی آواز اپنے بہت ہی پاس اپنے پاس سے محسوس کرتے یکدم چونکا اور انکھیں کھولیں کیوں۔۔؟؟ کیا ہوا؟ فکر مندی سے پوچھا مجھے نہیں پتہ کیا ہوا ہے دیکھیں میری جسم پہ کتنی خارش ہو رہی ہے ہر جگہ پہ میں پاگل ہو رہی ہوں پلیز دیکھیں یہاں سے۔۔۔۔؟ بے تحاشا خارش کی وجہ سے کسوا کو کچھ سمجھ نہ ایا کہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے اس نے چہرے پہ بھی خارش کی ناخنوں سے اپنی گردن کو بھی زخمی کرنے لگی جہان اب لائٹ ان کرتا ہوا اس کے پاس ایا اور اس کی حالت دیکھتے ہوئے اس کی انکھیں پھیل گئی کیا کر رہی ہو؟؟ کسوا۔۔۔ کیوں۔۔۔ اپنے ساتھ یہ سب کچھ کر رہی ہو؟؟ چھوڑو۔۔۔۔! جان زیب نے اس کے دونوں کلائیوں کو تھام لی۔ لیکن وہ رک نہیں رہی تھی وہ خود کو بہت بس بس سا محسوس کر رہیت تھی۔ پیچھے ہوتے زبردستی ہاتھوں کو چھڑاتی وہ پھر سے اپنے گردن پہ خارش کرنے لگی لیکن اس بار جہان نے اس

کی کلائیاں نہ چھوڑی پلیز مسٹر جان چھوڑیں میرا ہاتھ بہت غلط کیا اپ نے بہت زیادہ کسوا نے غصے سے جہاں زیب کی جانب دیکھتے ہوئے کہا میں نے کیا کیا۔۔؟؟ جانزیب کو سخت حیرانی ہوئی کیا کیا۔۔۔؟؟ ضرور اپ نے بستر پہ کچھ پھینکا ہے کوئی۔۔ کھجلی پاؤڈر۔۔۔۔ جس کی وجہ سے میرا یہ حال ہوا ہے اس لیے نا کہ اپ کو یہاں کاؤچ پہ نہ سونا پڑے گا۔۔۔۔؟؟ اور کسوہ بستر پہ سوئے گی۔۔۔ برداشت نہیں۔۔۔ آپ سے۔۔! بہت بہت خود غرض ہے اس وقت کسوا سمجھ بوجھ جواب دے گئی تھی کہ وہ کیا کہے جا رہی تھی اس کو اب خارش والی جگہ پہ جلن محسوس ہونے لگی تھی تکلیف تھی کہ اس کی بڑھتی جا رہی تھی اور اس کی انکھوں میں انسو بھی اگئے تمہیں لگتا ہے کہ میں نے کچھ کیا ہے۔۔۔؟۔ کسوہ۔۔۔۔؟؟ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔ الزام مت لگاؤ۔۔۔۔! اچھا۔۔۔۔ ناں۔۔۔ میرے ہاتھ چھوڑیں اپ۔۔۔۔! کسوا نے زبردستی اپنی کلائی چھڑائی اور پھر سے اپنی گرن پے ناخنوں سے خارش کرتی وہ مزید زخمی کر رہی تھی۔ اس کی حالت دیکھتا جہان

زیب حقیقتاً پریشان ہوا۔ پلیز۔۔ جہانزیب۔۔؟؟ کچھ کریں۔۔۔ ورنہ۔۔
یہ خارش۔۔ میری جان لے لے گی۔۔۔؟؟ آنکھوں میں ڈھیروں آنسو لیے
اسے دیکھا اور اسے کلائی سے وہ منمنائی تھی۔ جہانزیب نے ایک نظر
تھامے باتھ روم کی جانب بڑھا۔ اسے اندر لے جاتے وہ اسے گھبراہٹ میں
مبتال کر گیا۔ مسٹر جہانزیب۔۔۔ کیا کر رہے ہیں۔؟؟ وہ بوکھلائی۔
جہانزیب اسے شاور کے نیچے کھڑا کرتا شاور آن کر گیا تھا۔ اور وہ بھیگتی چلی
گ ئی۔ اس کی سفید گردن اس وقت انتہائی لال ہو چکی تھی بازو اور ہاتھوں
پے بھی اس نے تھوڑی دیر میں ہی نوچ نوچ کر اچھے خاصے زخم بنا لیے
تھے۔ اس کو پانی کے نیچے آنکھیں میچے کھڑے دیکھ جہانزیب خود بھی شاور
کے نیچے آگیا۔ اس کے بہت ہی قرہب کھڑا ہوا۔ وہ اس کا ساتھ دینے لگا۔ وہ
نہیں چاہتا تھا کہ اسے ٹھنڈ لگے اس کے قریب جاتے وہ اسے ہگ کرتا خود
بھی بھیگنے لگا۔ کسوا نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔ جہنزیب نے اب اس کا
رخ دیوار کی جانب پلٹا۔ اور شاور سے اسے مکمل بھگو دیا۔ پانی بہت ٹھنڈا تھا۔

کسوا کو پہلے تو سکون ملا۔۔۔ لیکن اب اسے ٹھنڈ لگنے لگی تھی۔ پاس پڑی شیمپو بوتل کو اس پہ الٹ دیا۔ تو وہ سخت بوکھلائی۔ کیا کر رہے ہیں مسٹر کی جہانزیب۔۔؟؟ پلیز۔۔۔؟؟ مت۔۔۔؟؟ وہ اب کپکپا رہی تھی۔

شہیییی۔۔۔۔ اس کے بالوں میں شیمپو انڈیلتے وہ اب ان میں دھیرے دھیرے بہت نرمی سے ہاتھ چلا رہا تھا کسوا کو عجیب سی شرم نے آن گھیرا۔

پلیز۔۔ آپ جائیں۔۔ میں کر لوں گی خود۔۔ اپنے بھیگے کپڑوں کی طرف دیکھتی وہ لجاتے ہوئے بولی۔ لیکن جہانزیب نے ان سنی کر دی۔

آپ۔۔۔؟؟ یہ گرم شاور آن کر دیں۔۔ ورنہ۔۔ اس ٹھنڈے پانی سے میں نے مر جانا ہے۔۔۔ اب کی بار کسوا غصہ سے بولی۔ آواز میں کپکپاہٹ جہانزیب کو واضح محسوس ہوئی۔ نہیں۔۔ ٹھنڈے پانی سے شاور لو۔۔ تبھی آرام آئے گا۔ جہانزیب سنجیدگی سے بولا۔ اور ساتھ ہی کسوا کا دوپٹہ اتارتے ایک طرف رکھا۔ وہ بری طرح لرز رہی تھی۔ جب کہ جہانزیب بنا اس کی کپکپانے کا لحاظ کیے اسے بھگوئے جا رہا تھا۔ آپ۔۔۔ بہت تیز ہیں۔ آپ مجھے

سینے پہ بازو باندھے وہ شاور کے نیچے کھڑی مارنا۔۔۔چاہتے ہیں۔۔
لرزتے بولی۔کتنا جان گئی ہو مجھے۔۔۔؟؟امیزنگ۔۔۔جہانزیب نے
طنزیہ مسکراہٹ سے کہا۔مجھے مار کر آپ تیسری شادی کرنا چاہتے ہیں
ناں۔۔؟؟کسوا کا لہجہ روندھ گیا۔اس کے لیے مجھے تمہیں مارنے کی
ضرورت نہیں۔آگے بڑھ کے شاور آف کیا۔تو کسوا نے سکون کا سانس
بھرا۔لیکن۔۔ایک فائدہ ضرور ہو گا۔۔۔اس روم میں۔۔دوسری والی
آجائے گی۔تھوڑا رونق میلا لگا رہے گا۔۔؟کم از کم مجھے اپنے پاس بستر پہ تو
سلائے گی ناں۔۔؟؟جہانزیب نے شرارت سے کہا جب کہ لہجہ بالکل
سنجیدہ تھا۔مسٹر جہانزیب اب آپ اپنی حد سے باہر نکل رہے ہیں۔خبردار
جو اس طرح کا کچھ بھی سوچا تو۔۔۔میں نے آپ کا خون پی جانا ہے۔۔بے
اختیار اس کے قریب ہوتی اسکی گردن پہ ہاتھ رکھ گئی۔جہانیب نے
اسکے قریب آنے کا فائدہ اٹھاتے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنے سینے
سے لگایا۔اس کا بھیگا سراپا اور بھیگے ہونٹ۔۔جہانزیب کو کب سے بہکا رہے

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

تھے۔اب قریب آئی تو وہ کیسے خود پے قابو رکھتا۔؟سٹل اپنی جگہ کھڑے وہ سانس روک گ ئی۔ جہانزیب کی آنکھوں میں لکھے مفہوم کو پڑھتی وہ بری طرح گھبرائی تھی پلکیں جھکیں۔ جھک کے اٹھیں۔اور دو پل میں جہانزیب کا چین لوٹ گ ئی۔ایک ہاتھ اس کے بالوں می ڈالے وہ اسکے بھیگے لبوں کو اپنی دسترس میں لے گیا۔وہ جھٹپائی جہانزیب کو دور کرنا چاہا لیکن ایک انچ بھی نہ ہلا پائی۔اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں انگلیاں پھنسا کے اسے دیوار کے ساتھ پن کیا۔ کسوا کو لگا اسکا سانس رک جائے گا آج جہانزیب بالکل بھی اس پے ترس نہیں کھا رہا تھا۔ کسوا بے جان سی ہونے لگی۔اس کے ڈھیلے پڑتے وجود کو محسوس کرتا جہانزیب تھوڑا سا پیچھے سرکا۔ لیکن ابھی بھی ماتھے کے ساتھ ماتھے جوڑے وہ گہرے سانس بھرتا اسکا من موہنا چہرہ کہ وہ نہار رہا تھا۔ مسٹر۔۔جہان۔۔؟؟ ابھی اسکے الفاظ منہ میں ہی تھے۔ پھر سے اس کے لبوں پے دیوانہ وار جھکا اور پھر اس کے چہرے کے ہر نقش پے اپنی نرم گرم سانسوں سے اسے بے بس کرتا اس پے اپنا جنون نچھاور

کرنے لگا۔ کسوا اسکے جنون اور شدتِ جذبات پے بے سدھ سی ہو رہی تھی اسکا ہر لمس کسوا کو بے خود کیے جا رہا تھا۔ اس کی دیوانی تھی وہ۔۔ آج اس کی ذرا سی قربت ملی تو وہ خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کر رہی تھی۔ چینج کر لو۔۔۔ ورنہ ٹھنڈ لگ جائے گی۔۔ خود پے قابو پاتا وہ پیچھے ہٹتا کسوا کی جانب باتھ روب بڑھاتا خود اسے گہری نظروں سے دیکھتا باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی کسوا نے اک نظر باتھ روب کو دیکھا انگلی کی پوروں سے اپنے لبوں کو چھوا تو ایک شرمیلی مسکان نے چہرے کا احاطہ کیا. آج دل نے گواہی بہت زور سے دی تھی۔ کہ نام مسٹر جہان ہو یا جہانزیب چوہدری۔۔! وہ مکمل کسوا جہانزیب کا تھا۔ اس کی ملکیت۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آج مسٹر ندیم اور مسز لبنیٰ بیگم مسٹر وجاہت کے بنگلے پہ آئے تھے۔اور جو سچائی انہوں نے مسٹر وجاہت کو بتائی اس کے بعد وہ بہت پریشان ہو گ ئے۔ مصطفیٰ کو لے کے وہ بہت حساس تھے مصطفیٰ جیسے ہی گھر پہنچا اسے ندیم صاحب کے آنے کی خبر ملی تھی۔ کہاں ہیں وہ۔۔؟ارم کو لیپ ٹاپ پکڑاتے سنجیدگی سے پوچھا۔وہ۔۔ بابا کے روم میں۔۔ارم نے دھیرے سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتا ان کے روم کی جانب بڑھا۔جب کہ اسی وقت تسلیم بیگم وہاں پہنچیں۔وہ بھی سخت گھبرائی ہوئی یں تھی۔ کیا ہوا امی۔؟؟ آپ یوں اچانک۔۔اس وقت۔۔؟سب خیر ہے ناں۔۔؟؟ارم فکر مندی سے ان کی جانب بڑھی۔ تو ان کی آنکھوں میں آنسو بھر گ ئے۔آگے بڑھ کے زور سے ارم کو اپنے سینے میں بھینچا تو انہیں سکون سا دل میں اترا۔

امی۔۔؟؟آپ۔۔؟؟ٹھیک ہیں ناں۔۔؟؟اندر چلیں۔۔ارم انہیں اپنے روم میں لے گ ئی۔امی۔۔آپ یہاں رکیں میُں بس ابھی آئی۔

مجھ سے دور مت جا۔۔وہ رو دی تھیں۔ارم ارم ۔۔؟؟میری بچی۔۔؟؟

ان کے پاس ہی بیٹھ گ ئی۔امی۔۔۔!میں کہیں نہیں جارہی۔۔بس۔ مصطفی کو بتانے جارہی کہ آپ آئی ہیں۔۔اوردومنٹ میں واپس آتی ہوں۔۔ ہمممم۔۔۔ارم نے مسکرا کے ان کی تسلی کرائی۔اور باہر نکلی۔

تسلیم بیگم آنے والے وقت کے لیے بہت پرہشان تھیں ایک طرف مصطفیٰ تھا جو آج اپنی زات کے متعلق بہت بڑی سچائی جاننے والا تھا۔تو وہیں دوسری طرف ارم تھی۔جس کے سامنے آج اسکی ماں ایک بہت بڑے راز سے پردہ اٹھانے والے تھی۔جو شاید ان دونوں ہی کی زندگیوں کو بری طرح بکھیر کے رکھ دیتی۔

Zubi Novels Zone

۔۔۔۔۔۔۔

وہ باتھ روب پہنے باہر نکلی تو جہانزیب کو کاؤچ پے لیٹا پایا وہ چینج کر چکا تھا۔ اوراب کبرڈ سے دوسرا کمفرٹر نکال لایا تھا۔کشن سر کے نیچے رکھے وہ

آنکھیں بند کیے لیٹا کسوا کے خیالوں میں ہی تھا کھٹکے کی آواز پے اٹھا اور شرمائی گھبرائی سی کسوا کو سر سے پاؤں تک پرے استحقاق سے دیکھا اس کی گردن پے لال نشان تھے جس پے جہانزیب فوراً ہوش میں آیا اور دراز سے ایک کریم نکال کے اسکی جانب آیا۔ آؤ۔۔ لگادوں۔۔۔! محبت سے کہا۔

نن۔۔ ننننہیں۔۔ میں لگالوں گی کسوا نے گھبرا کے کہا۔ آر یو شیور۔۔؟

بھنوئیں اچکاتے پوچھا۔ تو کسوا نے سوچتے ہی سر اثبات میں ہلایا۔ تو جہانزیب نے کریم اسے تھمادی۔ اور خود صوفے پے جا بیٹھا کسوا اس کی نظروں کی تپش سے پزل ہوتی ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گئی۔ ڈریسنگ روم میں آتے ہی ٹھنڈ کا احساس جاگا روم کا ہیٹر آن تھا اس لیے اسے وہاں ٹھنڈ نہ لگی۔ لیکن یہاں اسے بہت سردی لگنے لگی تھی جلدی سے اپنی گردن بازوؤں اور ہاتھوں پے انائی منٹ لگانے کے بعد اس نے اپنے پیٹ کے اور ٹانگوں کے زخموں پے بھی لگایا۔ باتھ روب کو تھوڑا سا نیچے کرتے آئینے میں اپنی کمر دیکھی جہاں ایک دو جگہ سرخ نشان تھے۔ اف۔۔ نجانے کس

نے کیا یہ سب۔۔؟؟ چھوڑوں گی نہیں اسے۔۔۔۔! بمشکل ہاتھ پیچھے لے جاتے وہ انائی منٹ لگانے کی تگ ودو میں تھی۔ کہ اسی وقت دروازہ کھلا۔ اور جہانزیب اندر داخل ہوا۔ کسوا کا ہاتھ وہیں تھمارہ گیا۔ جانزیب کے قدم بھی وہیں پیوست ہو گئے۔ آنکھیں کوئی اور منظر دیکھنے سے انکاری ہو گئی تھیں۔ کسوا نے ہوش میں آتے فوراً ہاتھ روب کو واپس اوپر کیا۔ اور رخ پھر لیا دل ایک سو بیس کہ رفتار سے دھڑکنے لگا تھا۔ سو بیوٹیفل۔۔۔؟؟ اس کے قریب آتے وہ کانوں میں رس گھولنے لگا تھا۔ کسوا نے سختی سے آنکھیں میچ لیں دھڑکنوں کی آواز کانوں تک سنائی دہنے لگی دھیرے سے اس کے ہاتھ سے انائی منٹ لیتا وہ اس کا ہاتھ روب بھی دھیرے سے جیسے جیسے نیچے کی طرف سرکاتا گیا۔ ویسے ویسے کسوا کے دل کی دھڑکن بھی بڑھتی گئی۔ سانسیں ناہموار ہو رہی تھیں۔ اسکے سانسوں کا ارتعاش محسوس کرتا جہانزیب ایک بار پھر سے سب کچھ بھولتا اس میں کھونے لگا تھا۔ اس کی کمر کے لال زخموں پے دھیرے سے اپنی انگلیوں سے اسے انائی منٹ لگاتا وہ اس

کے قریب ہوا تھا۔دھیرے سے اسکی کمر پے لبوں سے چھوتا وہ بن پی ئی بہکا تھا۔مسٹر جہان۔۔؟وہ تڑپی تھی۔جی جہان کی جان۔۔؟؟آج کتنے دنوں بعد اس نے اسے جہان کہہ کے پکارا تھا۔آپ۔۔۔آپ۔۔۔مجھے مارنا چاہتے ہیں۔آج کنفرم ہو گیا۔وہ جو دھیرے دھیرے اس کیلیے اپنا آپ بہکتا محسوس کر رہا تھا۔اس کی اس اچانک کہہ بات پے جھٹ سے ہوش میں آیا۔سارے رومینس کا بیڑا غرق کر دیا اسنے۔۔۔!

مصطفٰی روم میں داخل ہوا۔سامنے ہی مسٹر ندیم براجمان تھے انہوں نے مصطفٰی کو اپنے پاس بلوایا تھا۔آج کچھ باتیں تھیں جو وہ کرنا چاہتے تھے۔وہ سچ جو اتنے عرصے سے چھپایا ہوا تھا آج وہ کھلنا تھا۔لبنٰی بیگم بھی بہت چپ چپ سی تھیں۔پلیز۔۔مجھے بتائیں گے۔۔۔؟؟کیا ہوا۔۔؟سب خیریت ہے

ناں۔۔؟مصطفٰی کا دل دھڑکا تھا۔غیر معمولی خاموشی۔۔۔؟اور سنجیدگی۔۔؟؟اسے کچھ غلط ہونے کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔اور پھر جو سچائی اسے سننے کو ملی۔اس کو سنتے وہ غصہ سے آپے سے باہر ہونے لگا

آپ۔آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔۔؟؟سچ سچ بتائیں۔۔پلیز انکل۔۔؟ ایم۔کے نے تڑپ کے پوچھا۔بیٹا یہی سچ ہے وشخص تمہارا باپ ہے۔سگھا باپ۔۔۔نہیں۔۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ایم۔کے نے گولڈن کلر کا واس اٹھاتے دور اچھالا تھا۔ارم جو ابھی روم میں آئی تھی۔اور ایم۔کے پاس پہنچنے لگی تھی۔کہ اس نے اس قدر غصہ سے واس پھینکا۔کہ وہ سہم کے پیچھے ہٹی لیکن نظریں ہنوز مصطفٰی پے تھیں۔جو انتہائی غصہ میں تھا۔

آپ۔۔۔آپ۔۔۔مجھے مارنا چاہتے ہیں۔آج کنفرم ہو گیا۔وہ جو دھیرے دھیرے اس کے لیے اپنا آپ بہکتا محسوس کر رہا تھا۔اس کی اس اچانک کہی

بات پے جھٹ سے ہوش میں آیا۔سارے رومینس کا بیڑا غرق کر دیا اسنے۔۔۔! کیا مطلب۔۔۔؟؟ ماتھے پے بل پڑے۔کسوا نے تھوڑا دور ہوتے جھٹ سے ہاتھ روب اوپر کیا۔یہاں اتنی ٹھنڈ ہے اور آپ کو رومینس سوجھ رہا ہے۔خارش سے نہ سہی۔۔اس ٹھنڈے پانی سے نہ سہی۔۔ لیکن اس ٹھنڈ سے میں نے مر جانا ہے۔۔۔اس ڈریسنگ روم میں اس وقت کھڑی میں کانپ رہی ہوں۔۔اور آپ کو زرا خیال نہیں۔وہ اپنی شرم کو ہٹاتی تیز تیز بولی اس کا گریز سمجھتا جہان جی جان سے مسکرایا تھا۔اوکے باہر آجاؤ۔۔ ویٹ کر رہا ہوں۔۔رومینس روم میں ہی کانٹینو کریں گے۔اور اپنی جان کو ٹھنڈ سے بچانے کا فل انتظام بھی کرتا ہوں۔۔جہان اسے ایک آنکھ ونک کرتا باہر نکل گیا۔جب کہ کسوا نے گہرا اسانس خارج کیا۔یقیناً بستر پے کچھ گرایا گیا ہے۔مسٹر جہان ایسا کبھی نہیں کریں گے۔۔وہ مجھے کچھ بھی کریں۔۔ لیکن تکلیف کبھی نہیں دیں گے۔پھر۔۔۔؟ کب اور کون۔۔؟ روم میں آیا۔۔؟؟ اور۔۔یہ سب۔۔؟ بیلا نے ہی کیا ہو گا۔۔؟ کسوا سوچتے کڑی سے کڑی جوڑ

رہی تھی۔ خیر میں بھی کسوا اکمل شیخ ہوں۔۔ مجھے ہرانا اتنا بھی آسان کام نہیں۔۔ وہ بھی تب۔۔ جب یہ احساس شدت سے ہو۔۔ کہ مسٹر جہان آج بھی صرف میرے ہیں۔ کسوا مسکائی تھی۔ اگر جہان یہ مسکراہٹ دیکھ لیتا۔ تو خود کو دنیا کا خوش نصیب انسان سمجھتا۔ اچانک سے کسوا کا چہرہ سنجیدہ ہوا۔ بیلا۔۔۔ راجپوت۔۔ تم نے کسوا اکمل شیخ کو۔ اس کے بعد تو۔۔ تم تو گئی۔۔ مس بیلا۔۔۔! ایک قدم تمنے چلا اب ایک قدم میں چلوں گی۔ کسوا مسکراتی باہر نکلی تو جہان کو کاؤچ پے لیٹا پایا۔ اچانک سے پھر سے شرم و حیا سے چہرہ گلنار ہونے لگا۔ بستر کو اس بھری نظروں سے دیکھا۔ تو جہان نے کے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ کسوا کا دل مسکرائے ہوئے کمفرٹر ہٹا زوروں سے دھڑکا۔ لیکن اور کوئی چارہ نہ تھا۔ خاموشی ے اسکے آگے جگہ پے جا کے بیٹھتی وپ سوچ میں پڑ گئی۔ جہان نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے جھٹ سے لٹا دیا۔ ایک تو جہان کی جان سوچتی بہت ہے۔۔۔ کسوا کے پورے جسممیں کرنٹ سا دوڑ گیا۔ کسوا کی پشت اپنے سیے سے لگائے وہ اس کی گردن

میں منہ چھپائے آنکھیں میچ گیا۔ کسوا اب اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنبھالتی یا آنکھیں بند کر کے سوتی۔۔؟؟ پاس پڑے ریموٹ سے جان نے لائٹس مدھم کیں۔اور کسوا کی گردن پے لب رکھے۔ مسٹر جہان۔۔؟؟ اب آپ زیادہ پھیل رہے ہیں۔۔۔ وہ کسمسائی۔ شی۔۔۔چپ کر کے سو جاؤ۔۔۔اس کی گردن کو لبوں سے چھوتے وہ محبت سے مخمور لہجہ میں بولا۔ پکے ویمپائی رہیں آپ۔۔۔! کسوا اس کی قربت پے لرزتی پھر بھی بولے سے باز نہ آئی۔اگرچہ آواز دھیمی تھی۔ لگتا ہے سچ میں ویمپائی ربننا پڑے گا۔۔اور بتانا پڑے گا ویمپائر خون کیسے پیتے ہیں۔ کہتے ساتھ ہی اس کے ی گردن کو دانتوں سے کاٹا تو وہ زور سے چیخ مارتی جہانزیب کی جانب مڑی۔ آپ بہت برے ہیں۔۔! آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ابھی بھی وقت ہے شرافت سے سو جاؤ۔۔ ورنہ یہ ویمپائی را تنے نشان بان دے گا۔۔کہ ان نشانوں اور میرے بخشے گ ئے نشانوں میں فرق ہی ڈھونڈتی رہ جاؤ گی۔۔ واپس سے مڑتے دھمکی دی۔اور پھر سے اسے ہگ کرتا آنکھیں

موند گیا۔اس بار کسوا نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔اور جھٹ سے آنکھیں موند لیں۔

بیٹا ارم؟؟آپ ٹھیک ہیں ناں۔۔؟؟وجاہت صاحب فوراً کھڑے ہوئے۔

جی۔۔۔۔؟؟ارم سہم گ ئی تھی۔ مصطفیٰ بہت غصہ میں تھا۔وہ نہیں جانتی تھی کہ کیا بات ہوئی اس بند کمرے میں۔ لیکن مصطفیٰ کا غصہ دیکھ ہی وہ سمجھ گ ئی تھی بات غیر معمولی تھی۔ مصطفیٰ نے بمشکل خود پے قابو کیا اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہاں موجود ہر شے کو آگ لگا دے۔ لال آنکھوں سے وہ سب کو ایک نظر دیکھتا اس کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔اب کیا ہوگا؟ لبنیٰ بیگم پریشانی سے سر پکڑ کے بیٹھ گ ئی یں۔کچھ نہیں ہوتا۔۔۔پتہ تو ہے۔۔غصہ کا کتنا تیز ہے۔۔۔لیکن۔۔۔؟؟ سنبھل جائے گا۔۔۔ندیم صاحب نے

پر سوچ انداز میں کہا۔مجھے نہیں لگتا۔۔۔اتنی بڑی سچائی جاننے کے بعد مصطفی۔۔۔اتنی جلدی سنبھل پائے گا۔۔۔؟لبنٰی بیگم دکھ سے بولیں۔۔۔تو وجاہت صاحب نے ارم کی جانب دیکھا تو وہ سر اثبات میں ہلاتی باہر نکلی۔

یہ۔۔۔مسٹر ایم۔کے۔۔؟؟کہاں چلے گ ئے۔۔۔؟؟وہ اپنے روم کی طرف بڑھی۔کیوں آئی ہیں یہاں۔۔؟؟مصطفی مسز تسلیم سے غصہ سے بولا۔ارم کے ماتھے پے بل پڑے۔یہ آپ۔۔؟؟امی سے کس طرح بات کر رہے ہیں۔۔؟وہ۔۔۔مجھ سے۔۔۔ملنے۔۔؟تم سے ملنے۔۔۔؟؟؟مصطفی اسکی جانب مڑا۔اور غصہ ضبط کرتے بولا۔ایک لمحے کو ارم سہم کے دو قدم پیچھے ہٹی۔اس کا مطلب ہے تم بھی اس سازش کا حصہ بنی۔۔۔؟؟کونسی سازش۔۔کیسی سازش۔۔؟کیا بولے جا رہے ہیں۔۔؟ارم کو اب صحیح معنوں میں تپ چڑھی تھی۔واؤ۔۔۔انجان بننے کی ایکٹنگ مت کرو۔۔۔مصطفی تلخیہ ہنسی ہنسا۔اب آپ۔۔۔حد سے بڑھ رہے ہیں مسٹر ایم۔کے۔۔۔!ارم اس کے دوبدو آئی۔بیٹا۔۔۔!ایک بار میری بات سن

لو۔۔۔پھر جو چاہے۔۔ کہہ لینا۔۔۔ تسلیم بیگم روتے ہوئے بولیں۔۔ان کے آنسو دیکھ ارم الجھی تھی۔امی۔۔۔؟؟؟آپ۔؟؟اب کچھ بچا ہے سننے کو۔۔؟؟کتن زیادتی ہوئی میرے ساتھ۔میرے وجود کے ساتھ۔۔۔؟؟ لیکن۔۔ایک بار بھی۔۔ایک بار بھی۔۔۔آپ نے نہیں بتایا۔۔؟

کیوں۔۔؟کیوں۔۔؟وہ تڑپ کے تسلیم بیگم کو کندھوں سے تھام کے بولا تھا۔بیٹا۔۔میں نہیں جانتی تھی۔نہیں جانتی تھی کچھ بھی۔۔۔مجھے۔۔کچھ دن پہلے ہی پتہ چلا۔۔۔وہ جواب دیتے پھر سے رودیں۔جھوٹ۔۔۔آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔۔۔مصطفیٰ نے یقین نہ کیا۔پلیز۔۔مجھے بھی کوئی کچھ بتائے گا۔۔؟کیا ہوا؟رم الجھی تھی۔مصطفیٰ نے رخ پھیرا۔تسلیم بیگم نے روتے ہوئے شرمندگی سے سر جھکالیا۔یہ کیا بتائیں گیں۔۔میں بتاتی ہوں۔۔۔!اچانک سے بینا کی آمد پہ وہ سب چونکے۔جو سینے پہ بازو باندھے وہاں کب آن موجود ہوئی وہ تینوں ہی نہیں جان پائے تھے۔اسے دیکھتے تسلیم بیگم کے چہرے پہ ہوائیاں اڑیں۔

۔۔۔۔۔۔۔

ایسا کیسے ممکن ہے۔۔؟؟ کسوا کو کچھ ہوا کیوں نہیں۔؟ نہ ہی کوئی آواز آئی ہے۔۔؟ بیلا سوچتے ہوئے خاموشی سے سیڑھیاں چڑھتی اوپر گئی تھی۔ لیکن روکے بہر کھڑے ہوتے بی اسے اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔ میں ان دونوں کو ایک دوسرے سے دور کر رہی ہوں۔۔ کہیں یہ۔۔ ایک دوسرے کے پاس نہ ہو جائیں۔۔؟؟ بیلا پریشان ہوئی۔ تم اتنی رات گئے یہاں کیا کر رہی ہو؟ غزالہ بیگم پانی کا جگ لینے باہر آئیں تو بیلا کو کسوا اور جہان کے کمرے کے باہر ایستادہ پایا۔ ایک لمحے کو وہ گڑبڑائی۔ لیکن اگلے ہی پل پورے اعتماد سے ان کے مقابل کھڑی ہوئی۔ یہ آپ مجھ سے پوچھ رہی ہیں۔۔؟ تو آپ داد دلا دوں۔۔ آپ کا بیٹا مجھ سے نکاح کر کے بنا میرا حق دئے۔۔ اپنی پہلی بیوی کے پاس واپس لوٹ گیا ہے۔۔ کیا یہی تربیت ہے

آپ کی۔۔۔؟دو نکاح کر لیے۔۔لیکن افسوس انصاف کر نا نہ آیا۔بیلا نے ان کے دل پے وار کیا۔اپنی زبان کو قابو میں رکھو لڑکی۔بھولو مت۔۔تم گاؤں کے چوہدری جہانزہب مرتسم کی بات کر رہی ہو۔۔۔وہ کوئی عام شخص نہیں۔۔اور تربیت کی بات تو تم رہنے ہی دو۔۔تربیت تمھاری ماں نے تمہاری اور تمہارے بھائی کی ہے وہ بھی دیکھ لی ہے۔دونوں بھائی بہن ایک جیسے سازشی۔۔چالاک اور عیار ہو۔۔۔!ممانی جان۔۔۔؟؟بیلا ان کی بات پے سیخ پا ہوئی۔اپنی آواز نیچی رکھو۔۔۔آئی ندہ اونچی آواز میں بات کی تو زبان گدی سے کھینچ لوں گی جاؤ۔اپنے کمرے میں۔وہ غصہ ضبط کرتے بولیں۔بیلا پاؤں پٹختی ہوئی اپنے کمرے کی طرف تیزی سے نکل گ ئی۔

یااللہ اس لڑکی سے میرے بیٹے اور بہو کو محفوظ فرما۔دل ہی دل میں دعا کرتیں وہ پانی کا جگ اٹھائے آگے بڑھ گ ئی یں۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے۔۔۔ مسز۔۔۔؟؟ برہان بہت خوش تھا آج۔۔آفس سے واپس آتے ہی سیدھا پری کے پاس آیا۔ کیسی خوشخبری۔۔۔؟؟ سفید رنگ کا کلیوں کا فراک پہنے گارڈن میں کھڑی وہ سر پے اچھے سے دوپٹہ لیے۔ اس وقت سیدھا برہان کے دل ک چھو رہی تھی۔ کل بتاؤں گا۔۔بلکہ دکھاؤں گا۔۔۔! برہان نے اس کے ماتھے پے لب رکھے۔ میں فریش ہو کے آتا ہوں۔ آج ڈنر باہر کریں گے برہان خوشی سے کہتا اپنے کمرے کی جانب بڑھا تو پری ایک گہرا سانس بھر کے رہ گئی۔ اس نے خود کو وقت اور حالات کے دہانے پے چھوڑ دیا تھا۔ اندر کی جانب بڑھتے اسے اپنے ماں باپ اور بہن کی یاد آرہی تھی۔ لیکن دل پے طپتھر رکھ چکی تھی۔ اس لیے اپنے دکھ کا اظہار کرنا بھی اب اس نے چھوڑ دیا تھا۔

تم یہاں۔۔۔؟؟اندر کیسے آئی۔۔۔؟؟ارم کو بینا کا اچانک رات گ ۓ اپنے گھر آنا سخت نا گوار گزرا تھا۔آپ بتائی یں گیں یا میں بتاؤ ں۔۔؟؟تسلم بیگم سے سوال کرتی وہ ارم کو سخت زہر لگی تھی۔تم یاں اس وقت میرے گھر میں کھڑی کیا کر رہی ہو۔۔؟ارم نے اس بار سخت غصہ سے پوچھا۔جب کہ آواز بھی قدرے اونچی ہو گ ئی تھی۔اسی پل وجاہت صاحب ندیم صاحب اور لبنیٰ بیگم کے ہمراہ اندر داخل ہوۓ۔اندر کی سچویشن دیکھ تھوڑے الجھے تھے۔کونسا گھر۔۔؟؟کیسا گھر۔۔۔؟؟شادی کے بعد۔۔۔لڑکی کا گراس کے شوہر کا گھر ہوتا ہے۔اور بد قسمتی سے یہ تمہارے شوہر کا گھر تو ہر گز نہیں۔۔بینا کی طنزیہ باتوں پہ ارم نے نفرت سے اسے دیکھا۔اپنی بکواس بند کرو۔اور دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔!ارم اس کی طرف جارحانہ انداز میں بڑھی کہ تسلیم بیگم نے اسے فوراً سے پہلے پکڑا کیا کر رہی ہو۔۔؟ہوش دکھ سے آنسو روکتے میں آؤ۔۔بہن ہے وہ تمہاری۔۔۔۔!تسلیم بیگم نے

کہا۔میری صرف ایک ہی بہن ہے۔کسوا آپی۔! یہ نہ ہی کبھی میری بہن ہو سکتی ہے اور نہ ہی میں کبھی اسے بہن مانوں گی۔۔۔اسے کہیں جائے یہ یہاں سے۔۔۔! ارم کا غص سے برا حال تھا۔اس کا بس نہیں چ راتھا بینا کو مار کے یہاں سے دھکے دے کے نکالے۔مانا کہ کسوا تمہاری۔۔بہن ہے۔۔ لیکن۔۔۔سوتیلی۔۔۔اور۔میں۔۔تمہاری جڑواں بہن ہوں۔۔۔بین نے جیسے اس کے رپے بم پھوڑا۔ سبھی حیرت کی مورت بنے بینا کو دیکنے لگے۔وہ کیا بول رہی تھی۔امی۔۔۔یہ۔۔۔؟؟ منع کریں اسے۔۔۔اور بولیں جائے یہ یہاں سے۔۔۔۔! ارم کا لہہ روندھا تھا۔بیٹا۔۔۔ارم! تھوڑا دھیرج اختیار کرو۔۔بینا سچ میں تمہاری جڑواں بہن ہے۔ تسیم بیگم ایسے بول رہی تھیں۔ جیسے کوئی بہت بصا جرم کا ہو اور اس کا انکشاف کر رہی ہوں۔ارم نے پتھرائی نظروں سے ماں کو دیکھا۔جب کہ بین اب وجاہت صاحب کی جانب بڑھی تھی۔میرے وجود کو برسوں پہلے ہی چھپا دیا گیا۔اولاد نہ ہونے پے مجھے کسی کو گود دے دیا گیا۔جبکہ میں۔۔۔آپ کی بیٹی ہوں۔۔مجھ سے میری پہچان

چھپائی۔۔۔۔!! بیلا اب رو رہی تھی۔ جب کہ ارم بے سدھ کھڑی یہ۔۔۔اب سارا تماشا دیکھ رہی تسلیم بیگم کی خاموشی بینا کے کہے گ ئے ہر لفظ پے مہر لگا رہی تھی۔ وجاہت صاحب کی آنکھیں بنم ہوئی ی۔ س آگے بڑھ کے سر پے ہاتھ رکھنا چاہا تو بینا نے جھٹ سے ان کا ہاتھ جھٹکا۔ نفرت ہو رہی ہے۔ مجھے آپ دونوں سے۔۔۔ گھن آ رہی ہے مجھے پے خود سے۔۔۔ اپنے وجود سے۔۔۔۔ میری پہچان ہی ختم کر دی آپ نے۔۔۔۔! برسوں پہلے کی ایک نیکی آج تسلیم بیگم کے گلے پڑ گی تھی۔

ماضی۔

میری بچی اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی مجھے چھوڑ گ ئی۔۔۔ شیخ گلفراز کی آنکھوں میں ڈھیروں آنسو تھے۔ تسلیم بیگم کا دل سخت دکھا۔ اس وقت ہاسپٹل میں ان کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ اچانک سے بانو بیگم کو پین ہوا وہ

اسے لیے ہاسپٹل آئے تھے وہیں۔۔دوسری طرف تسلیم بیگم کا بھی آخری مہینہ چل رہا تھا عباد اور اسکی فیملی لاہور تھے۔ شیخ گلفراز بہت پریشان تھے۔ کچھ دن پہلے ہی تسلیم بیگم کو طلاق ہوئی تھی۔ لیکن وہ عدت میں تھیں۔ گھر میں اور کوئی نہ تھا۔ کہ ساتھ آتا اس لیے مجبوراً نقاب میں انہیں ساتھ آنا پڑا۔ اب یہاں کے حالات سے وہ گھبرا رہی تھیں۔ ان کے ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ ایک طرف بانو تو دوسری طرف تسلیم۔۔! اچانک سے تسلیم کیکنڈیشن بری ہو گئی ڈاکٹرز اسے بھی فوراً آئی سی یو میں لے گئے اور کچھ ہی دیر میں اطلاع آئی۔ کہ تسلیم کو جڑواں بیٹیاں ہوئی ہیں۔ تسلیم خود بیٹیوں کی ماں بننے والی ہے۔ اس نے بھی نہیں جانتی تھی۔ کہ وہ جڑواں بہت کم ڈاکٹر کو چیک اپ کروایا تھا۔ اور لاسٹ ٹائم کب کروایا اسے خود بھی یاد نہ تھا۔ اس کا آپریشن ہوا تھا وہ بے ہوش تھی۔ اس کی دو بیٹیوں کو دیکھتے شیخ گلفراز کے دل نے آہ بھری۔ وہیں دوسری طرف بانو رو رہی تھی اولاد کو جنم دے کے کھو دینا کیا ہوتا ہے۔ یہ ان سے بہتر کون جان سکتا تھا۔

ابھی تسلیم کو ہوش نہیں آیا تھا اس سے پہلے ہی شیخ گلفراز نے تسلیم کی ایک بیٹی کو بانو کو تھمادیا۔ وہ حیران ہوئی یں۔ لیکن شیخ گفراز نے جب انہیں ساری بات بتائی تو انہوں نے اس ننھی جان کو گلے سے لگا لیا۔ میں یہ اب واپس نہیں دوں گی۔ آپ سن لیں شیخ صاحب۔۔ اب سے یہ میری ہے۔۔ میری بینا۔۔! وہ روتے ہوئے بولیں اور پھر ویسا ہی ہوا یہ راز راز ہی رہ گیا تسلیم بیگم کو شیخ گلفراز نے کس طرح منایا یہ وہی جانتے تھے۔ وہ اپنی بیٹی بھابھی بانو کو دینے کو تیار نہ تھیں۔ لیکن بانو کے آنسو اور بھائی کے جڑے ہاتھوں کے آگے وہ مجبور ہو گئی ی۔ اور اس راز کو سینے میں دفنا دیا۔ سب کو یہی کہا گیا کہ بینا بانو کی بیٹی ہے اور اس کے ساتھ ہی ارم تسلیم بیگم کی گود میں آگئی جسے انہوں نے سینے سے لگایا۔ وجاہت صاحب کی بے وفائی نے ان کا دل توڑ دیا تھا بھائیوں کے در پے آ بیٹھیں تھیں۔ اس لیے چپ چاپ وہی کرتی گئی یں جو بڑے بھائی کی من مرضی تھی۔ وقت تھوڑا سا سرکا۔ شیخ اکمل کی بیوی جو کہ تسلیم بیگم کی بڑی بہن بھی تھیں ان کی ڈیتھ ہوئے کافی وقت

ہو گیا تھا۔اچانک سے سب نے تسلیم بیگم کی شادی شیخ اکمل سے کرنے کا سوچا۔ تسلیم بیگم نہ مانیں۔وہ کیسے شادی کر لیتیں۔۔۔؟

بانو کو اپنی بیٹی انہوں نے دے تو دی تھی لیکن وہ اس لیے بھی مطمئن تھی کہ وہ ایک ہی گھر میں رہ رہی تھی بے شک وہ اس کو اپنی بیٹی نہیں کہہ سکتی تھی لیکن اسے دیکھ تو سکتی تھی اور اب وہ شادی کے لیے کیسے مان لیتی ؟؟ لیکن اس سب کے باوجود شیخ گلفراز نے تسلیم بیگم کو منا کر ہی دم لیا اور ان سے وعدہ کیا کہ وہ ہمیشہ بینا کو اس سے ملوانے لایا کریں گے اور وہ خود بھی جب چاہے آ کے بینا سے مل سکتی ہے یوں تسلیم بیگم شیخ اکمل کی بیوی بن کر ان کے گھر آ گئی ان کی پہلی بیوی میں سے ان کی ایک بیٹی تھی کسوہ اکمل شیخ۔ جسے انہوں نے اپنی بیٹی کی ہی طرح رکھا لیکن کسوا اور ارم کے بیچ میں سوتیلی ماں والا فرق کرنا نہ بھولی۔ ظاہری بات تھی ارم ان کی سگی بیٹی تھی اور کسوا سوتیلی۔ لیکن وہ یہ بھول گئی تھی کہ کسوا ہے تو ان کی اپنی بہن کی ہی بیٹی۔ایک طرف اگر کسوا

کے نین نقش خوبصورت تھے۔رنگ گوراتھاتودوسری طرف ارم کی انکھیں بڑی بڑی تھیں۔ذہانت سے بھرپور دونوں خوبصورتی میں اپنی مثال اپ تھی اوردونوں میں بے تحاشہ پیار تھابچپن سے ہی دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب تھیں۔اوردونوں میں سے یہ کوئی نہیں جانتی تھی کہ وہ دونوں سگی نہیں سوتیلی بہنیں ہیں.اور پھر۔۔۔۔یہ راز کھل ہی گیا۔آج اتنے عرصے بعد۔جب تسلیم بیگم شیخ گلفراز کے پاس جاپہنچیں۔بینا کی طلاق کاسن کے ان کاکلیجہ چھلنی ہوگیا۔وہ حساب لینے پہنچیں تھیں۔وہیں ان کی آپس کی باتیں بینانے سن لیں۔جس وجہ سے بینابہت دلبرداشتہ ہوئی۔اس نے صاف لفظوں میں کہہ دیاکہ وہ شیخ گلفراز کواپناباپ نہیں مانتی۔وہ شخص جوبچپن سے لے کے اب تک اس کے نازنخرے اٹھاتاآیا۔یہاں تک کہ اس شخص نے اپنی سگھی بیٹی عشاء کو بھی بیناکے سامنے نظرانداز کیاوہ جتنی محبت وہ ان کی بیناسے کرتے تھے اتنی محبت کبھی عشاءسے نہیں کرپائے حالانکہ سگھی بیٹی تھی۔ٹھیک اسی طرح بانوبیگم نے بھی بیناسے محبت میں کوئی کسر

نہیں چھوڑی تھی ان دونوں کی محبت کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ وہ انتہائی خودسر ہو چکی تھی کہ اپنی زندگی کا شادی کا اتنا بڑا فیصلہ بھی خود لیا اور پھر طلاق لے کر بھی خود واپس گھر اگئی اور اج وہ ان دونوں کو ہی اپنا ماں باپ ماننے سے انکار کر رہی تھی اور صاف کہہ دیا کہ وہ اپنے سگھے باپ کے پاس واپس جائے گی سگھے باپ کے پاس جانے کا مطلب تھا ارم اور مصطفیٰ کی زندگی میں داخل ہونا اور ایسا تسلیم بیگم ہر گز نہیں چاہتی تھیں۔ نہیں بینا کے ارادے شروع سے ہی ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔یونکہ اس کے اندر ایک خصلت تھی وہ کسی کو خوش نہیں دیکھ سکتی تھی اور پھر لاسٹ ٹائم جب وہ ارم کے گھر گئی ارم نے سب من و عن ماں کو بتایا تھا۔اور کہا تھا کہ وہ ماموں سے کہیں کہ بینا اس کے گھر نہ آئے۔اور اب تو وہ پکا پکا ارم کے گھر ڈیرا جمانے جا رہی تھی۔اسی لیے وہ آج بنا وقت کی بھی پرواہ کیے ارم کو سب کچھ بتانے ائی تھیں۔ لیکن اس سے پہلے ارم کو وہ کچھ بتا پاتیں بینا نے وہاں پہنچ کر ساری گیم ہی الٹ دی اب بینا کے آنسو تھے اور سب کی سوالیہ نظریں ارم گنگ کھڑی ہوئی تھی

نجانے آج اور کیا کیا سچائیاں تھی جو کھلنے والی تھیں ؟ایک طرف بینا کا وجود تھا تو دوسری طرف مصطفی کے وجود پے بھی سوالیہ نشان لگ گیا تھا اس کی کیا سچائی تھی اس کے ماں باپ کون تھے وہ بھی اج جان گیا تھا۔اور اب شاید وہ بہت بڑا قدم اٹھانے والا تھا جو سب کی زندگیوں کو بدل کر رکھ دیتا۔

کسوا نے صبح کسل مندی سے آنکھیں کھولیں ایک زور کی انگڑائی لی تو ہاتھ سیدھا جان زیب کے منہ پر جا لگا اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا کسوا نے فوراً اپنے ہاتھ پیچھے کیے اور اپنی پوزیشن کا تعین کیا وہ دونوں کاؤچ پے لیٹے تھے اور وہیں سو گئے۔جہانزیب بہت گہری نیند میں تھا اس لیے کسوہ کے ہاتھ مارنے پر بھی اس کی انکھ نہ کھلی تھی۔کسوہ نے ذرا کا ذرا رخ پلٹ کر اس کے چہرے کی جانب دیکھا وہ اس کی پہلی نظر کا پہلا پیار تھا ہاں یہ نین نقش سیدھا اس کے

دل میں اترے تھے اس کی بند انکھوں کی پلکوں کو دیکھتی وہ ذرا کا ذرا مسکائی مغرور کھڑی ناک اس کے لب اور لبوں کے پاس وہ ایک کالا سا تل اور اس کی تھوڑی میں ایک گھڑا کسوا کو اپنی ہارٹ بیٹ تیز ہوتی ہوئی محسوس ہوئی کسوا نے ہاتھ بڑھا کر اس کے دل کو چھوا تل کو چھوتے ہوئے انگلیوں کے پوروں سے اس نے جہانزیب کے لبوں کو بھی چھوا جہاں زیب کے اتنا قریب ہونے پر اس کے دل کی رفتار بہت تیز ہو چکی تھی۔ کسوا نے اس کے سونے کا یقین کرتے آگے بڑھ کے اسکے تل پے لب رکھے۔ جہانزیب نے اپنی سانسیں روک لیں۔ وہ کب سے جاگ رہا تھا۔ کسوا کے جاگنے سے بھی پہلے۔ لیکن اسکی نیند کے خیال سے وہ اپنی جگہ سے زرا بھی نہ ہل رہا تھا۔ اور کسوا کی آنکھ کھلنے پے سوتا بن گیا اور اب وہ اسے چھوتی اس کے دل کے تار چھیڑ رہی تھی۔ اس کے لبوں کو چھیڑتی وہ اس کے اندر ان گنت جذبات جگا گئی تھی۔ تھوڑا سا اوپر ہوتے جب اسکے لب کے پاس تل پے اپنے نرم و ملائم گلاب کی پنکھڑیوں جیسے لب رکھے تو اس پل جہان خود پے سے اپنا اختیار کھو

بیٹھا۔اور آنکھیں دھیرے سے کھولتے اپنی محبوب شریکِ حیات کو خمار آلود نگاہوں سے دیکھنے لگا۔اس کے آنکھیں کھولنے پے کسوا گھبرا کے پیچھے ہٹی لیکن اسکا حصار نہ توڑ پائی۔جہانزیب کی گرفت سخت ہوتی گ ئی۔وہ میٹھی نگاہوں سے اسے تکتا جارہا تھا۔اچانک سے اس پے اپنا حق ملکیت کا احساس جاگا۔وہ اسکی تھی سر سے پاؤں تک صرف اسکی۔اس پے صرف اسکا حق تھا۔اس کے قریب تھی اسکی جان سے قریب تر۔۔وہ کیسے اسے اگنور کر سکتا تھا۔۔۔وہ بھی تب جب وہ خود سے بہکتی اسکے قریب آرہی تھی۔اور اس پل جہانزیب اسے چھوڑ دیتا۔۔۔؟ناممکن تھا۔اچانک سے اس پے حاوی ہوتا وہ اس کے قریب تر ہوتا چہرہ کے قریب چہرہ کرتا کسوا کے چودہ طبق روشن کر گیا۔کسوا نے اسکے سینے پے ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے پیچھے ہٹانا چاہا لیکن وہ اس کے کسرتی وجود کو ایک انچ بھی نہ ہٹا پائی۔ مسٹر جہانز۔۔؟؟کیا۔۔۔جہان کی جان۔۔۔؟؟جہانزیب کے بولنے پے اسکے لب کسوا کے لبوں سے ٹکرا رہے تھے۔اب کسوا بولتی تو اسکے لب بھی جہانزیب کے لبوں سے ٹکراتے

اس نے جھنجھلا کے رخ پلٹا۔۔۔پلیز۔۔ مسٹر جہانزیب۔۔ پیچھے ہٹیں۔۔اتنا وزن ہے آپ کا۔۔۔ پتہ نہیں کس چکی کا آٹا کھاتے ہیں؟؟ کسوا نے بمشکل بحال کرتے پھر سے گرفت سے نکلنا چاہا جو بے سود ہی رہی۔اچھا۔۔ سانس جی۔۔۔؟؟ابھی تو کچھ کیا بھی نہیں اور یہ حال ہے۔۔؟؟اس کے گال پے دانتوں سے کاٹا تو وہ تڑپ ہی گ ئی۔ویمپائی رہیں کیا آپ؟ خبر دار جواب آپ نے کچھ بھی ایسا کیا تو۔۔؟؟کسوا اسکی گرفت میں بری طرح بھڑکتے ہوئے جھٹپٹائی تھی اسکا سفید گال اب لال ہو گیا تھا۔حالانکہ جہانزیب نے بہت نرمی سے کاٹا تھا۔پھر بھی وہ نازک سی لڑکی سہن نہ کر پائی۔اچھا۔۔۔جو تم کرو۔۔۔تو لیگل۔۔۔اور میں کروں تو ایل لیگل۔۔؟؟یہ تو غلط بات ہے ناں۔۔؟اس کی بات پے کسوا کا دل زوروں سے دھڑکا۔مطلب۔۔۔آپ جاگ رہے تھے۔۔؟ڈرامہ کر رہے تھے؟اسکی بات پے جہنزیب نے ایک آنکھ ونک کی۔شرم تو نہ آئی۔۔؟؟وہ خفگی بھرے انداز میں بولی۔اب بیوی سے بھی شرم کروں تو پھر پیار کس سے کروں گا۔۔؟جہانزیب نے کہتے

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

اسکی اسکے چہرے پے جھکتے گردن میں منہ چھپایا تھا۔جب کہ اسکے ہاتھ اب باتھروب پے اٹکے تھے۔ مسٹر جہانزیب۔۔۔پلیز۔۔۔؟؟وہ بری طرح گھبرائی۔جب کہ جہانزیب کو اپنے جذبات پے بندھ باندھنا اب مشکل ہو گیا تھا۔وہ اسے اپنے محبت میں پور پور بھگو چکا تھا۔کہ اسکی زبان نے بھی اب اسکا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔سارے الفاظ حلق میں ہی دب گ ئے تھے۔لبوں سے گردن تک کا سفر منٹوں میں طے کرتا وہ کسوا کو بے بس کر گیا تھا۔اسی لمحے موبائ ل کی چنگھاڑتی آواز پے دونوں چونکے۔ایک دوسرے کو گہری نظروں سے دیکھتے وہ دونوں ہی خمار میں تھے۔لیکن موبائ ل نے ان کے حسین لمحات کو بری طرح خراب کیا تھا۔زرا سا اوپر ہوتا وہ پاس پڑا موبائ ل اٹھا کے یس کرتا کان سے لگا گیا۔ہیلو۔۔۔؟؟ابھی اس نے کان سے لگایا ہی تھا کہ مقابل کی بات سنتے جہانزیب جھٹ سے ہوش میں آتا اٹھ بیٹھا تھا۔کیا کہہ رہے ہو یہ۔۔؟؟کب ہوا یہ۔؟کیسے۔۔؟؟وہ بری طرح گھبرایا تھا۔اس اپنا باتھروب ٹھیک کرتی وہ کے اٹھنے پے کسوا بھی اٹھ گ ئی تھی۔

جہانزیب کے قریب ہی بیٹھی تھی۔میں۔۔آرہاہوں۔۔جہانزیب نے
عجلت سے کال بند کی۔اور کسوا کی جانب مڑا۔میں۔۔مجھے جاناہو گا۔۔۔
جہانزیب فکر مندی سے اٹھا۔باتھ روم میں گھس گیا تھا۔کسواوہیں بیٹھی رہ
گئی۔اچانک کیاہواہو گا؟جو مسٹر جہان اتنے اپ سیٹ ہو گئے۔؟؟
کسوا بے چینی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ادھر سے ادھر چکر لگاتے پریشان ہونے
لگی۔تھوڑی ہی دیر میں جہانزیب کف لگا سوٹ پہنے باہر آیا تھا۔بالوں کو
عجلت سے سنوارتا وہ موبائل اور وائلٹ اٹھاتا اب گھڑی باندھ رہا تھا۔۔
چہرے پے شدید اضطراب تھا۔مسٹر جہان۔۔؟کیاہوا۔۔؟سب خیریت
ہے ناں۔؟؟کسوااس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔جہانزیب کی آنکھیں
بھیگ رہی تھیں۔جہانزیب نے دھیرے سے اسکے گال کو چھوا جہاں اس
نے کچھ دیر پہلے زخم دیا تھا۔سوری۔۔۔!لب دھیرے سے واہوئے۔
پلیز۔۔مسٹر جہان بتائیے ناں۔۔؟؟کیاہوا۔۔؟؟سب ٹھیک ہے
ناں۔۔؟اس کی نظروں کا ارتکاز اپنے گالوں پے محسوس کرتی وہ پھر سے اسکا

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

بازو تھامے پوچھ رہی تھی۔۔میری۔۔بہن۔۔۔ہاسپٹل میں ہے۔۔ پلیز۔۔۔؟؟دعا کرنا۔۔۔اسے۔۔۔کچھ نہ ہو۔۔۔بلآخر جہانزیب نے نم لہجے میں کسوا سے کہہ دیا۔کسوا حیرت زدہ اسے دیکھنے لگی۔وہ درد میں تھا اسے تکلیف ہو رہی تھی۔۔بے اختیار کسوا کو اپنی بہن ارم یاد آئی۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔آگے بڑھ کے جہانزیب کے سینے سے لگی وہ اس کے گرد حصار بنا گئی۔کچھ نہیں ہو گا۔۔۔آپ۔۔ہمت رکھیں۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔آج پہلی بار جہانزیب کو شدت سے کسوا کی موجودگی سے حوصلہ ہوا تھا اس کے الفاظ نے اس کے دل میں بہت حوصلہ بھر دیا تھا۔دھیرے سے اسکے ماتھے پہ عقیدت سے لب رکھتا وہ سرخ آنکھوں سے پیچھے ہوا۔ آئی نو۔۔اسے کچھ نہیں ہو گا وہ بہت معصوم ہے۔۔۔جہنزیب کے لہجے پتہ چلنا میں پری کے لیے پیار ہی پیار تھا۔گھر میں کسی کو کچھ نہیں چاہیے۔۔۔!ایک بار پھر سے اسکے گال کو چھوتا وہ نرمی سے بولا۔اس پہ کچھ لگا لینا۔۔جہان کو اسکا سرخ گال جس پہ نشان بن گیا تھا دل دکھا رہا تھا۔کسوا

نے آنسو پونچھتے اثبات میں سر ہلایا۔جہانزیب اللہ حافظ کہتا باہر نکل گیا۔
جب کہ کسوا اسکے لیے دل سے دعا گو تھی۔

آپ نے بہت غلط کیا۔۔۔؟ گلفراز۔۔۔مجھے اپنا کے آپ نے مجھے اپنایا
نہیں۔۔۔منزہ کی آنکھوں میں صرف آنسو ہی آنسو تھے۔میں مجبور ہوں۔
منزہ..میری بات کو سمجھو۔۔اپنے بیٹے پہ پیار بھری نظر ڈالتے وہ بے بسی
سے بولے۔آپ اچھا نہیں کر رہے ہے۔۔منزہ نے اپنے آنسو پونچھے۔ہو سکے تو
مجھے معاف کر دینا۔۔۔گلفراز ایک آخری دکھتی نگاہ ان دونوں پہ ڈالتے
وہاں سے نکلتے چلے گ ۓ۔منزہ نے ایک گہری ہچکی بھرتے اپنے دو ماہ کے
بچے کو دیکھا۔جس نے باپ کا لمس بھی محسوس نہیں کیا تھا اور وہ اسے چھوڑ

کے چلا گیا تھا۔ہاں۔۔وہ دوسری شادی کرنے جارہا تھا۔اور وہ کچھ کر بھی نہیں سکتی تھیں۔کیونکہ گھر والوں کی مرضی کے خلاف جا کے اس نے گلفراز سے شادی کی تھی۔جس وجہ سے وہ اس سے اپنا ہر تعلق توڑ چکے تھے۔اب اس کا آسرا صرف اس کی ایک دوست تھی۔لبنی جو ہر موڑ پے اسکے ساتھ ماں بیٹے کو سہارا دیا۔ان کے کھڑی ہوئی تھی۔اور آج بھی۔۔۔اس نے ان شوہر نے بھی منزہ کو اپنی بہن ہی مانا۔ان کی ایک ہی بیٹی تھی۔عندلیب۔جو تین سال کی تھی۔انہوں نے منزہ کو اپنے ساتھ اپنے گھر رکھ لیا۔لیکن گلفراز کی بے وفائی کو وہ اپنے دل میں بسا بیٹھی تھی۔اکثر وبیشتر اسے چکر آنے لگے۔لیکن وہ نہ کسی کو بتاتی نہ پرواہ کرتی۔بس اپنے بیٹے کو دیکھتی اور جیتی۔ایک دن اچانک زیادہ طبعیت خراب ہوئی وہ بے ہوش ہو گئی۔ہاسپٹل لے جانے پے ڈاکٹر ان کا چیک اپ کرتے پریشان ہوئے اور کافی ٹیسٹ وغیرہ کے بعد جو رپورٹ سامنے آئی۔اس نے ان سب کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی۔منزہ کو برین ٹیومر تھا۔اور نجانے کب سے تھا ڈاکٹرز نے علاج

شروع کردیا تھا لیکن زیادہ امید نہیں دلائی تھی۔ لبنیٰ اور ندیم صاحب کو قسم دے کے روکا۔ کہ کبھی گلفراز کو یہ بات نہ پتہ چلے اور نہ کبھی مصطفیٰ کو اسے چلے۔ کہ اس کا اصل باپ سونپا جائے اور نہ مصطفیٰ کو کبھی اس بات کا پتہ کون ہے۔ منزہ نے اپنے بچے کی تمام کسٹڈی ندیم صاحب کو سونپی۔ جو انہوں نے ہمیشہ نبھائی۔ مصطفیٰ ابھی نو ماہ کا بھی پورا نہیں ہوا تھا۔ کہ منزہ اس دنیا سے رخصت ہو گ ئی۔ اور مصطفیٰ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لبنیٰ کی گود میں آ گیا۔ انہوں نے اسے بہت محبت سے پالا۔ لیک وقت کی ستم ظریفی جلد ہی یہ راز فاش ہو گیا۔ مصطفیٰ نے ایک دن لبنیٰ اور ندیم صاحب کی ساری باتیں سن یں۔ اس وقت وہ سولہ سال کا تھا۔ وجاہت صاحب جو کہ ندیم صاحب کے چھوٹے بھائی تھے مصطفیٰ ان کے بہت نزدیک ہو گیا تھا اور پھر جب وہ ناراض ہو کے گھر چھوڑ کے گیا۔ تو وجاہت صاحب نے اسے اپنے ساتھ اپنے گھر رکھا وہ صرف اتنا ہی جان پایا۔ کہ اس کی ماں اسکے باپ کی بے وفائی کی وجہ سے اس دنیا سے چلی گ ئی۔ لیکن اس کا باپ کون تھا۔ کسی نے اسے نہ بتایا۔

اور اسی وجہ سے وہ سب سے ناراض ہو گیا۔ سوائے وجاہت صاحب کے۔
نے اسے بری طرح توڑ کے رکھ دیا تھا۔ اور وہ ایک لیکن اس ایک بات
عضیلہ ایم کے بن گیا۔ آج یہ سچائی کھلی تو وہ سہن نہیں کر پایا۔ کہ کوئی اور
نہیں۔۔ شیخ گلفراز ہی اس کا باپ ہے۔ لبنیٰ بیگم جھنوں نے دوست ہونے کا
فرض ادا کیا تھا۔ وہ صرف بائے فیس ہی گلفراز کو جانتی تھیں۔ نام نہیں یاد تھا
انہیں۔۔ اور نہ ہی منزہ نے انہیں کچھ بھی گلفراز کے متعلق بتایا۔ اور جب
اتنے عرصہ بعد ارملے کے گھر گلفراز کو دیکھا تو وہ پہچان گئی تھیں۔ لیکن لب
سیے رکھے۔ صرف ندیم صاحب کی طبعیت کی وجہ سے۔ اس کے باجود انہیں
سکون نہ ملا۔ پہلے بات اور تھی۔ وہ پوری سچائی نہیں جانتی تھیں۔ لیکن۔۔ وہ
شخص ان کے سامنے آچکا تھا۔ وہ اب کم سے کم اپنے شوہر کو بتانا چاہتی تھیں۔
اتنے دنوں سے وہ الجھن کا شکار تھیں۔ اور بالآخر ندیم صاحب کو بتا دیا کہ شیخ
گلفراز ہی وہ شخص ہے جو مصطفیٰ کا سگھا باپ ہے۔ اس سچائی کو جاننے کے بعد
وہ آج یہاں تھے۔ مصطفیٰ کو اس سے جڑی سچائی بتانے کے لیے۔ وہ سچائی

جسے سننے کے بعد مصطفیٰ کو اپنا آپ بے ضرور سا لگ رہا تھا۔ایک لاوا سا بھر رہا تھا۔اس کے دل و دماغ میں۔اس شخص کے لیے جو اسکی ماں کی اور نہ اسکی حفاظت کر سکا۔حساب تو بنتا تھا۔اور حساب تو لینا بھی تھا۔مصطفیٰ بیٹا۔۔۔!

ہم نے ہر ممکن کوشش کی۔کہ اس شخص تک پہنچ سکیں۔لیکن آپ کی ماں کی دی قسم نے ہمارے ہاتھ پیر باندھ دی ئی ے تھے۔ہو سکے تو ہمیں معاف کر دو۔لبنیٰ بیگم نے ہاتھ جوڑے۔مصطفیٰ نے انکے ہاتھ چومے۔اور انہیں اپنی آنکھوں سے لگایا۔آپ میری ماں ہیں۔میں آپ کا بیٹا نہیں تھا۔لیکن پھر بھی آپ نے مجھے سگھی اولاد سے بھی بڑھ کر چاہا ہر ضرورت ہر خواہش پوری کی۔جس کا احسان۔۔؟م میں۔۔؟؟ایک طرف ماں کہتے ہو۔۔

دوسری طرف احسان کہہ کے ماں کی محبت کی توہین کر رہے ہو۔۔؟؟لبنیٰ بیگم نے روتے ہوئے اسکے گال پے ہاتھ پھیرا۔اس کی ہلکی گھنی بی ئی رڈ اس وقت بھیگی ہوئی تھی۔اس نے لبنیٰ بیگم کو گلے سے لگایا۔آپ ہمیشہ میری ماں رہیں گیں۔بہت محبت کرتا ہوں آپ سے۔۔۔لیکن۔۔مجھے جانا

ہے۔۔! وہ پیچھے ہٹتے گویا اپنے الفاظ سے سب پے بم گرا گیا۔ وجاہت صاحب تڑپ ہی اٹھے اس کے جانے کا سن کے۔ ارم تو اس کو بس دیکھے جا رہی تھی۔ جس نے ایک بار بھی اس کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

برہان آنکھیں بند کیے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ کتنا خوش تھا وہ۔۔ اپنی زندگی کو پری کے ساتھ شروع کر کے۔۔ لیکن آزمائش تھی کہ ختم ہونے کا نام تک نہیں لے رہی تھی۔ وہ گھر سے فون آنے پے بوکھلایا تھا۔ ابھی اسے آفس پہنچے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی۔ کہ گھر سے ملازمہ کا فون آگیا اور اسکی بات سنتا وہ انہی قدموں سے واپس باہر بھاگا۔۔ اندھا دھند گاڑی ڈرائیو کرتا وہ منشن پہنچا۔ پری کے لیے اسکے دل میں عجیب عجیب واہمہ آرہے تھے وہ اسے اچھا بھلا چھوڑ کے گیا تھا۔۔۔ پھر۔ اچانک سے۔۔؟؟

اپنے کمرے کی جانب تیزی سے بھاگا تھا۔ارجمند بیگم بھی کل ہی واپس لاہور چلی گئی تھیں۔اس وقت اسکی آنکھوں کے سامنے پری کا ہنستا مسکراتا چہرہ لہرا رہا تھا۔کمرے کا دروازہ کھولا۔تو ایک ملازمہ پری کے پاس نیچے فرش پے بیٹھی اس کا سر گود میں رکھے ہوئی تھی۔جب کہ پری کمرے میں فرش پے بے ہوش پڑی تھی۔برہان نے فوراً اسکی نبض چیک کی۔کچھ سمجھ نہ آیا کہ اسے کیا ہوا۔اسے کہیں چوٹ بھی نہیں آئی تھی۔لیکن اس کا رنگ نیلا پڑ رہا تھا۔اک لمحے کی دیری کیے بنا اسے باہوں میں بھرتا وہ باہر بھاگا۔ملازمہ نوری بھی ساتھ ہی گئی۔وہ پری کے سب سے زیادہ قریب تھی ہاسپٹل پہنچتے اسے آئی سی یو میں شفٹ کیا گیا۔وہ پریشان اپنی پری کی زندگی کی دعائیں مانگ رہا تھا۔کہ اسی اثنا میں ہاسپٹل میں بھونچال سا آیا۔برہان نے پلٹ کے اس آنے والی ہستی کو دیکھا۔جو کوئی اور نہیں۔۔جہانزیب چوہدری تھا اپنے گارڈز کے ہمراہ وہ وہاں آندھی طوفان کی طرح داخل ہوا تھا۔اور ہاسپٹل میں داخل ہوتے ہی سامنے ہی اس کی نظر برہان پے پڑی۔

جہانزیب نے بنا کوئی لحاظ کیے آگے بڑھتے ایک زور کا پنچ برہان کے چہرے پے دے مارا۔ وہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہ تھا بری طرح لڑکھڑاتا دور جا گرا۔ ہونٹوں سے خون بہہ نکلا۔ جسے انگوٹھے سے صاف کرتے برہان نے غصیلی نظروں سے اپنے دوست کو دیکھا جو آج اس کا دشمن بنا ہوا تھا۔

جہانزیب نے غصیلی نظروں سے برہان کو دیکھا۔ اور ایک بار اور ہاتھ اٹھایا۔ جسے برہان نے اب بھی چپ چاپ سہہ لیا۔ اسکا یوں خاموشی سے مار کھانا بھی جہانزیب سہہ نہ سکا۔ اور تیسری بار ہاتھ اٹھاتا وہ اپنی مٹھی بھینچ گیا۔ چہرہ غصہ کی شدت سے دہک رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا۔ کہ سامنے کھڑے شخص کو زندہ زمین میں گاڑھ دے۔ لیکن۔۔ اس کا بس ہی تو نہیں چل رہا تھا۔ سامنے کھڑا شخص نہ صرف اس کا دوست تھا۔ اس کی بہن کا شوہر تھا۔ بلکہ۔۔ اس کی بہن کی محبت بھی تھا۔ یہیں آ کے وہ مار کھا گیا تھا۔ صرف اپنی بہن کو اسکی محبت سے ملوانے کے لیے اس نے وہ سب کیا جو وہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مارناں۔۔۔؟ رک کیوں گیا۔۔؟؟ برہان نے ہونٹوں سے خون ایک بار

پھر صاف کیا۔جی تو چاہتا ہے۔۔جان لے لوں تمہاری۔۔جہنازیب نے اسکا گریبان پکڑا تھا۔برہان استھزایہ ہنسی ہنسا۔تو لے لے۔۔۔!کس نے روکا ہے۔۔؟اچھا ہے ناں۔تیری بہن تجھے واپس مل جائے گی۔۔۔برہان کا انداز ٹوٹا ہوا تھا۔وہ بکھرا بکھرا سا لگا۔جہانزیب نے اسے چھوڑتے اپنے طیش پے قابو پایا۔اپنی بی ئی رڈ پے ہاتھ پھیرتا وہ ابھی بھی اسے غصہ سے دیکھ رہا تھا۔ کیا ہوا۔۔؟؟میری بہن کو۔۔؟؟اب کی بار تھوڑا تحمل سے پوچھا۔جب کہ غصہ ہنوز قائم تھا۔برہان نے نظر ترچھی کرتے اسے دیکھا۔جس نے یہ بتایا کہ تمہاری بہن ہاسپٹل میں ہے اس نے یہ نہیں بتایا۔کہ اسے کیا ہوا۔۔؟؟ایک طنز کا تیر تھا۔جو برہان نے چلایا۔اس سے پہلے کہ جہانزیب اسے مزید کچھ کہتا ڈاکٹر آئی سی یو سے باہر آتے دکھائی دیا۔ڈونٹ وری۔۔ پیشنٹ کی جان بچ گ ئی ہے۔اگر تھوڑی بھی دیر اور ہو جاتی۔۔تو زہر پورے جسم میں پھیل جاتا۔لیکن بروقت ہاسپٹل لانے سے ان کی جان بچ جو پری کے بچ گ ئی ہے۔زہر۔۔۔؟؟کیسا زہر۔؟؟برہان اور جہانزیب

جانے پے دل ہی میں اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے۔ڈاکٹر کی اگلی بات پے دونوں بری طرح چونکے۔آپ لوگوں کو نہیں۔۔۔پتہ۔۔؟؟ڈاکٹر ان کی بات سے حیران ہوا۔نہیں۔۔۔پلیز۔۔صاف صاف کہیں۔۔۔؟؟ برہان نے سخت پریشانی کے عالم میں پوچھا۔مسٹر برہان انہیں ایک زہریلے بچھو نے کاٹا تھا۔اور وہ اتنا زہریلا تھا۔جس سے کچھ ہی گھنٹوں میں انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ڈاکٹر کی بات پے جہاں برہان کے قدم لڑکھڑائے وہیں جہانزیب کا پارہ مزید ہائی ہوا۔بحر حال زہر نکال دیا گیا۔پیشنٹ کو تھوڑی دیر میں ہوش آ جائے گا۔تو آپ مل لیجیے گا۔تب تک حوصلہ رکھیں۔پیشہ ورانہ انداز میں کہتے وہ جا چکا تھا جب کہ جہانزیب اب برہان کی طرف مڑا۔

تمہارے ہوتے۔۔یہ سب ہوا۔۔؟ کہاں مرے تھے تم۔۔؟؟ جہانزیب کی آواز اونچی ہوئی۔مر ہی جاتا تو اچھا ہوتا۔۔۔برہان بھی غصہ سے چلایا۔ جہانزیب اور برہان دونوں ہی اس وقت آپے میں نہیں تھے۔اس لیے ایک دوسرے سے مزید بات نہ کی۔خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔

مجھے اجازت دیں۔۔مجھے جانا ہے۔۔ مصطفیٰ گہرا سانس خارج کرتا پلٹا تھا۔
مصطفیٰ۔۔۔؟؟وجاہت صاحب نے چینی سے اسکی جانب بڑھے۔ تو وہ روکا۔وہ اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے چلے گ ئے۔ مصطفیٰ ہی تو ان کا سب کچھ تھا۔اب وہ کیسے اسے چھوڑ کے جارہا تھا۔اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیا۔

تم کہیں نہیں جاؤ گے۔۔ مصطفیٰ۔۔۔۔! یہ تمہارا گھر ہے میرے بیٹے۔۔۔ اپنے اس باپ کو چھوڑ کے مت جانا۔۔۔؟وجاہت صاحب کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ان کے ہاتھوں کو اپنے چہرے سے ہٹاتا وہ لال انگارہ آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگا۔اوران کی طرف بڑھا۔کاش۔۔۔آپ اپنی سگھی بیٹیوں

کواپنا پاتے۔۔تو۔۔انہیں باپ کا سایہ ضرور ملتا۔۔کوئی فرق نہیں آپ میں۔۔اور میرے باپ میں۔۔دونوں ایک جیسے نکلے۔خود غرض اور مطلبی۔۔۔! مصطفیٰ نے ایک ایک لفظ چبا چبا کے کہا۔تو وجاہت صاحب کے دل کو ہاتھ پڑا۔وہ پیچھے کو ہٹا قدم باہر کی جانب اٹھے۔کہ ارم اس کی راہ میں حائل ہوئی۔مسٹر ایم۔کے۔۔۔آپ کہیں نہیں جائیں گے۔۔بہت مان سے کہتی وہ آنکھوں میں آنسو لے آئی۔مصطفیٰ نے ایک نظر ارم کو دیکھا۔اور پھر باقی سب کو۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا بینا ان کے بیچ میں آگئی۔تمہیں جانا چاہیے مصطفیٰ۔۔۔اس شخص سے حساب لینے۔۔وہ شخص زمہ دار ہے۔۔تمہاری ماں کی موت۔۔۔کا۔۔۔! تنا قصوروار وہ تمہارا ہے اتنا ہی میرا بھی ہے۔ہم دونوں ہی کی زندگی برباد کردی اس نے۔۔اب وقت ہے کہ اس شخص سے بدلہ لیا جائے۔۔میں تمہارے ساتھ ہوں۔ چلو۔۔۔! بینا نے ایم۔کے کی کلائی تھامی۔اور آگے بڑھنا چاہا۔جب کہ ارم اسکی اس دیدہ دلیری پہ اسے دیکھتی رہ گئی۔حیرت سے ایک نظر مصطفیٰ

کو دیکھا۔ جو بے تاثر چہرہ لیے کھڑا تھا۔ بینا نے وار ہی کڑا کیا تھا۔ اس کی ماں کا نام لے کے۔ اس کے آگے وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی کہاں بچا تھا۔

ہاتھ چھوڑو۔۔۔ ارم کا غصہ ساتویں آسمان پے جا پہنچا۔ اسکے کہنے پے بھی بینا نے تنفر سے اسے دیکھا۔ لیکن کلائی سے ہاتھ نہ ہٹایا۔ میں نے کہا ہاتھ ہٹاؤ۔۔۔؟ ارم آگے ہوتے سرد لہجے میں بولی تھی۔ مصطفیٰ نے دھیرے سے اپنی کلائی بینا کے ہاتھ سے چھڑا لی۔ اور باہر کی جانب بڑھا۔ ارم ایک بار پھر اسکی راہ میں حائل ہوتی اس کا راستہ روک گئی۔ پلیز۔۔ مسٹر ایم۔ کے۔۔۔! مت جائیں رک جائیں۔۔۔ لہجے میں التجا تھی۔ آنکھوں میں آنسو تھے۔ منت تھی۔ لیکن ایم۔ کے آج کچھ بھی نہیں سمجھنا چاہتا تھا۔ میرے لیے اب میرا مقصد بدل چکا ہے ارم۔۔۔! میں فیصلہ لے چکا ہوں۔ اور اس فیصلہ سے ہٹ نہیں سکتا۔ وہ اٹل لہجے میں بولا تھا۔ اور میں۔۔۔؟؟ ارم کی آنکھ سے ٹوٹ کے آنسو گال پے گرا۔ میرا کیا۔۔۔؟؟ اسکے بالکل سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اس کا ہاتھ تھامے وہ امید بھری نظروں سے اسے

دیکھ رہی تھی۔چن لو۔۔۔!ایم۔کے کی گھمبیر آواز پہ سبھی ساکن نظروں سے انہیں دیکھنے لگے۔چن لو۔۔انہیں۔۔یا مجھے۔۔۔!تمہاری مرضی۔۔۔تم اپنے فیصلہ میں آزاد ہو۔ایم۔کے آج وہ ایم۔۔کے لگ ہی نہیں رہا تھا۔اسے سامنے کھڑا شخص آج اجنبی سا لگا۔آپ۔۔۔مجھے چھوڑ کے نہیں جا سکتے۔۔۔ارم کو اپنی آواز کھائی سے آتی سنائی دی۔میں۔۔یہ کے جا رہا ہوں۔۔اگر ان کو چھوڑ گھر۔۔اور یہاں موجود سب۔۔کو چھوڑ سکتی ہو۔۔تو ان کے بنا جی سکتی ہو۔۔تو میرے ساتھ چلو۔۔۔ورنہ۔۔۔؟؟ اسکے پاس ہوتا وہ لال آنکھوں سے کرخت لہجے میں بولا۔ارم نے سر نفی میں ہلایا۔اور وہیں مصطفیٰ کے دل میں چھنا کے سے کچھ ٹوٹا۔دھیرے سے اپنا ہاتھ اسکے نازک ہاتھوں سے نکالتا وہ بنا پلک جھپکے اسے کچھ پل دیکھتا۔اپنے قدم پیچھے لیتا دہلیز کو پار کر گیا۔ارم وہیں اسی دہلیز پہ بیٹھتی چلی گ ئی۔

ایم۔کے رش ڈرائی یورنگ کرتا وہاں سے نکلا تھا اسے نہیں پتہ تھا کہ اس وقت اسے کہاں جانا ہے۔ای سنسان جگہ پے گاڑی روکتے وہ باہر نکلا۔ ہوائیں بہت تیز چل رہی تھیں۔لیکن اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہ گاڑی کے بونٹ کے آکے آن کھڑا ہوا۔کیسے کر لیتے ہیں لوگ۔؟اولاد کو پیدا کر کے پھینک دیتے ہیں۔۔جیسے کوڑا کرکٹ۔۔؟؟ جیسے ان کا وجود ہی نہ ہو۔۔وہ انسانی لوتھڑا نہ ہو۔۔۔دو آنسو بہہ نکلے۔تیز ہواؤں کے ساتھ بارش نے بھی موڈ بنایا لیکن وہ سب نظر انداز کرتا وہیں کھڑا رہا۔شیخ گلفراز۔۔۔میرا باپ۔۔۔؟بارش کی بوندیں اسے بھگونے لگیں۔وہ سٹل کھڑا تھا کبھی معاف نہیں کروں گا۔برباد کردوں گا تمہیں میں۔۔۔میری ماں کو برباد کیا تم نے۔۔میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ہمیں بے آسرا چھوڑ دیا تم نے۔۔۔وہ پلٹا تھا۔گاڑی کے بونٹ پے ہاتھ رکھے۔ خانزادہ نہیں۔وہ سخت تمہیں سڑک پے نہ لایا۔ت میرا نام بھی مصطفیٰ

طیش کے عالم میں گاڑی کے بونٹ پے مکے برسانے لگا۔ بارش بھی زور پکڑ چکی تھی۔ لیکن وہ پھر بھی بے حس بنا کھڑا رہا۔

ہو گیا کام۔۔۔! بس اب دعا کریں۔ اس لڑکی سے جن چھوٹ جائے۔ اور برہان مجھے مل جائے۔ ماریہ خوشی سے چہکی تھی۔ ان شاءاللہ ان شاءاللہ برہان میری ماریہ کا ہی ہو گا۔ بس اب تم مجھے وہ بچھولا کے دو۔۔ جس کے زریعے تم نے پری کو راستے سے ہٹایا۔ اب اسکی ضرورت یہاں بھی ہے کسی کو۔ بیلا نفرت اور حقارت سے بولی۔ کیوں نہیں۔۔ میرے پاس ویسے دو اور ہیں۔۔ آپ کی طرف آتی ہوں جلد ہی۔۔ آپ کی زندگی سے بھی اس کسوا نامی لڑکی کا کانٹا نکل جائے گا۔ پھر آپ بھی خوش اور میں بھی۔ ماریہ بہت دھڑلے سے اپنی پلاننگ بنا رہی تھی۔ جب کہ بیلا کے چہرے پے ایک

شاطرانہ مسکراہٹ تھی۔بہت جلد۔۔۔بہت جلد۔۔جہانزیب چوہدری صرف میرا ہوگا۔اور میں۔۔اس حویلی کی مالکن۔۔چوہدرائی ن۔۔کال کاٹتے بیلا خوشی سے چہکی۔باہر سے کچھ ٹوٹنے کی آواز آئی تو وہ چونکی۔اور فوراً چھا اٹھ کے باہر آئی۔لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔بیلا کے چہرے پے پریشانی گ ئی۔کون ہو سکتا ہے۔۔ن ؟بینا۔میری باتیں سن رہا ہوگا۔۔؟؟بینا کو غصہ آنے لگا۔اور دھاڑ سے دروازہ بند کیا۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

پری کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ایک پل کے لیے بھی نہ برہان وہاں سے ہٹا تھا نہ جہانزیب۔دونوں ہی پری کے ہوش میں آنے کا ویٹ کر رہے تھے۔نوری کو برہان نے گھر واپس بھجوادیا تھا۔وہ اس وقت اتنا اکیلا محسوس کر رہا تھا کہ اسے بس پری کی فکر تھی۔وہ دل سے پری کے لیے دعا گو تھا۔کہ

اتنے میں پولیس انسپکٹر فہد قریشی آتا دکھائی دیا۔ جہانزیب اور برہان نے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھا۔ جہانزیب نے اسے اشارہ کیا۔ کہ وہ انسپکٹر فہد قریشی کو ڈیل کرے وہ اسکا دوست ہے۔ مسٹر برہان۔۔۔! کیسے ہیں۔۔؟؟ انسپکٹر فہد اس کے پاس آتا بولا۔ ٹھیک ہوں۔۔ اک نظر جہانزیب کو دیکھا۔ جھقزیب کو فہد شروع سے نہیں پسند تھا۔ کالج اور یونی میں بھی یہ ساتھ تھے۔ لیکن جھنازیب کی اس سے کبھی نہ بنی۔ مجھے ڈاٹر نے بتایا۔۔ کہیاں ایک پولیس کیس ہے۔ شاید۔۔۔۔؟؟ آپ کی وائی ف۔۔؟؟ انسپکٹر فہف نے ایک نظر جہانزیب پر ڈالی اور برہان سے کہا۔ میرے ساتھ چلیں۔۔ میں بتاتا ہوں۔۔ برہان اسے وہاں سے لے گیا۔ وہ جانتا تھا تھوڑی دیر اور کھڑا ہوتا تو جہانزیب نے اس کی حالت پتلی کر دینی تھی۔ جیسے ہی برہان گیا تھا۔ اسی لمحے پری کو ہوش آیا تھا۔ جہانزیب فوراً اندر گیا تھا۔ اس کی رنگت زرد پڑ چکی تھی۔ میری گڑیا کیسی ہے؟ جہانزیب کا چہرہ دیکھتے وہ خیران ہوئی۔ وہ کہاں تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آیا۔ لاسٹ

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ٹائی م۔۔۔؟؟وہ کمرے میں ہی تھی۔جب برہان خاموشی سے آفس چلا گیا تھا۔وہ گیلری میں جا کھڑی ہوئی تھی۔کہ اسی پل۔۔۔اسے اپنے پاؤں پے کچھ رینگتا محسوس ہوا اس نے دیکھا لیکن اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔اور اگلے ہی پل اسے ٹانگ پے کچھ چبھن محسوس ہوئی اس نے زور سے خود کو جھاڑا اور واپس اندر آئی۔کہ ٹانگ پے زخم کو دیکھے۔لیکن کرے کے قسط میں آتے ہی وہ چکرا کے گری تھی۔اور اب ہوش آیا تو خود کو ہاسپٹل میں پایا۔

آنسو بہہ نکلے۔کیا۔۔واقعی اس کا بھائی بھائی۔۔۔۔؟؟پری کی آنکھوں سے آیا تھا۔۔؟؟اسے اپنی آنکھوں پے یقین نہ آیا۔بھائی آپ۔۔۔؟؟آ گ ئے۔۔۔؟؟ہاں میری گڑیا۔۔؟؟جہنزیب اسکی بات پے تڑپا تھا۔اور اسکے ماتھے پے جھک کے بوسہ دیا۔شکر تھا۔اللہ کا۔کہ اسکی بہن بچ گ ئی تھی۔لیکن وہ اس کے لیے برہان کو معاف کرنے والا نہ تھا۔سزا تو وہ اسے ضرور دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔بھائی۔۔؟؟برہان۔۔۔؟؟وہ۔۔؟؟پری کو اچانک برہان کا خیال آیا۔وہ اتنی تکلیف میں تھی۔اس کا بھائی پہنچ گیا۔لیکن

برہان وہاں کیوں نہ تھا۔اس بات نے پری کو پرشان کیا۔مت سوچواب اس شخص کے بارے میں۔۔میں نے بہت بڑی غلطی کردی۔۔تمہیں اس کو سونپ کے۔۔وہ تمہاری حفاظت نہ کر سکا۔۔۔پہلی بار۔۔پہلی بار۔۔مجھے کسی کو سمجھنے میں بھول ہوئی۔خیر۔۔ابھی بھی وقت ہاتھ سے نہیں نکلا۔اب بس۔۔!اسے بتاؤں گا۔چوہدری ہیں کیا۔۔۔!جہانزیب شدید غصہ میں تھا۔پری چپ سی ہوگئی۔اتنے میں ڈاکٹر واپس اندر آیا۔اور پری کا چیک اپ کیا۔اب آپ کیسا فیل کررہی ہیں؟پین تو نہیں آپ کو؟ڈاکٹر کے پوچھنے پے پرینے اثبات میں سرہلایا نرس نے پری کا بی پی چیک کیا۔جب کہ نظریں ہنوز جہانزیب پے ٹکی تھیں۔اتنا ڈیشنگ پرسنیلٹی والا بندہ دیکھ وہ نظریں ہی نہیں ہٹا پارہی تھی۔جیسے پری نے بھی محسوس کیا۔جہانزیب نظروں کی تپش محسوس کرتا اس جانب مڑا تھا۔نرس نے ایک سمائل دی۔لیکن جہانزیب رخ پھیر گیا۔اس نرس کا رنگ پھیکا پڑا۔جو دیکھنے میں بلا کی خوبصورت تھی۔پری نے اشارے سے اس نرس کو پاس بلایا۔وہ اس کے

پاس جھکی۔میرا بھائی شادی شدہ ہے۔اور اپنی بیوی سے دیوانوں کی طرح عشق کرتا ہے۔اس لیے لائن مت مارو۔۔وہ ہاتھ نہیں آنے والا۔پری کے سرگوشی والے انداز پے اس نرس نے آنکھیں پھاڑے حیرت سے پری کو دیکھا۔پری نے ایک آنکھ ونک کی۔تو وہ جھٹ سے پیچھے ہٹی۔مجھے اپنی بہن کو ابھی ڈسچارج کروانا ہے۔جہانزیب نے قطعی انداز میں کہا۔لیکن۔۔ ابھی ان کی حالت۔۔۔؟؟اس کی فکر آپ مت کریں۔۔مجھے اپنی بہن کی حفاظت کرنا اچھے سے آتا ہے۔جہانزیب نے بات کاٹتے ماتھے پے بل ڈالے کہا۔تو ڈاکٹر اسکا اثر ورسوخ دیکھتا پہلے ہی چپ کر گیا تھا۔اب اس کی بات مان لی۔ڈاکٹر کے جاتے ہی نرس جہانزیب کے بالکل سامنے جا کھڑی ہوئی۔رشک اور حسرت سے اسے تکنے لگی۔کیا۔۔؟؟جہانزیب کے ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہوا۔نہنیں۔۔۔کچھ نہیں۔۔۔وہ گھبرا کے باہر نکلی۔ جہانزیب نے سر جھٹکا۔اور پھر وہ کچھ ہی دیر میں پری کو ڈسچارج کروا کے حویلی لے جا چکا تھا۔برہان جب تک واپس لوٹا۔جہانزیب پری کو لے جا چکا

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

تھا۔اس کا غصہ کی وجہ سے براحال تھا۔ہاؤ۔۔ڈئی یریو۔۔۔جہانزیب چوہدری۔۔؟؟تم میری بیوی کو میری اجازت کے بنا لے کے کیسے گ ئے۔۔؟؟وہ بونٹ پے مکے برساتا خود پے قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔اور پری۔۔۔؟؟تم۔۔۔۔ تمہیں تو اس کی سخت سزا ملے گی۔چھوڑوں گا نہیں۔۔تم دونوں بہن بھائی کو۔وہ غصہ سے گاڑی میں بیٹھا تھا۔اس کی گاڑی کارخ اب لال حویلی کی جانب تھا۔

Zubi Novels Zone

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایم۔کے جا چکا تھا۔بینا اس کے پیچھے جانے کے لیے لپکی۔کہ تسلیم بیگم نے سختی سے اس کی کلائی کو دبوچا۔اور اپنے سامنے کھڑا کیا۔زور کا ایک تھپڑ اس کے گال پے رسید کیا۔وہ مارے حیرت گال پے ہاتھ رکھے تسلیم بیگم کو دیکھے گ ئی۔کاش۔۔۔کاش۔۔اس دن۔۔ تمہیں۔۔بھائی کو سونپنے کی بجائے

گلہ گھونٹ کے مار دیتی تو زیادہ اچھا ہوتا۔ تسلیم بیگم کی بات پے سبھی نے ان کی جانب تحیر بھرے انداز سے دیکھا۔ کیسی ماں ہیں آپ۔۔؟؟ اپنی بیٹی کیلیے یہ سب کہہ رہی ہیں۔۔؟؟ بچپن میں چھوڑ دیا۔۔اور۔۔اب۔۔؟؟ بینا نے تڑپ کے ان کی جانب دکھ سے دیکھتے کہا۔ لاوارث سڑکوں پے رلنے کے لیے نہیں چھوڑا۔ان ہاتھوں میں سونپا۔ جن ہاتھوں نے تمہیں انگلی پکڑ کے چلنا سکھایا تمہاری ہر جائز ناجائز خواہش پوری کی۔ اپنی سگھی اولاد سے بڑھ کے ان دونوں میاں بیوی نے تمہیں چاہا۔اور۔۔۔ تم۔۔ تم کیا بول رہی ہو۔۔؟ بدلہ لینا ہے ان سے۔۔؟؟ تسلیم بیگم نے اسے آئینہ دکھایا تو وہ نظریں چرا گئی۔ صحیح ہی تو کہہ رہی تھیں وہ۔۔ ہر طرح سے اسکے لیے بہترین ماں باپ ثابت ہوئے تھے۔ لیکن آج وہ صرف اپنا مطلب پورا کرنے کے لیے انہیں چھوڑ آئی تھی۔ تو کیا۔۔۔ تسلیم بیگم۔۔۔ یہ بات جان گئی تھیں۔۔؟؟ اچانک سے بینا کو کچھ غلط ہونے کا احساس جاگا۔ اور اپنی ماں کا چہرہ دیکھا۔ جو انتہائی سخت نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ تسلیم۔۔۔!

وجاہت صاحب کو تسلیم کا بینا پے ہاتھ اٹھانا بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔ وہیں رک جائیں مسٹر وجاہت خان۔۔۔! یہ میرا اور میری اولاد کا معاملہ ہے۔ کوئی بیچ میں نہیں بولے گا۔ تسلیم بیگم نے سختی سے جاہت صاحب کو بھی ٹوک دیا تھا۔ نہوں نے غصہ سے پہلو بدلا تھا۔ انہیں تسلیم بیگم کا یہی خود سری والا انداز ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ وہ زرا نہیں بدلی تھیں۔ ارم۔۔۔! میری ایک نصیحت یاد رکھنا۔ وہ جو خالی دامن ٹھنڈے فرش پے بیٹھی مصطفی کے جانے پے ابھی بھی گنگ تھی۔ ماں کی آواز پے چونکتے ہوئے سر اٹھا کے انہیں دیکھا۔ اپنا گھر بسانے کے لیے اگر تمہیں۔۔۔ مجھے بھی چھوڑنا پڑا۔ تو چھوڑ دینا۔۔ لیکن۔۔ ایک کٹیلی نظر بینا پے ڈالی۔ اپنے اور اپنے شوہر کے بیچ۔۔ کسی تیسرے کو مت آنے دینا۔ سختی سے بینا کی کلائی تھامی اور اسے لیے اس گھر کی دہلیز پار کر گئی ہیں۔ ندیم صاحب نے وجاہت صاحب کے کندھے پے ہاتھ رکھا۔ انہیں حوصلہ دیا جب کہ لبنیٰ بیگم نے ارم کو فرش سے اٹھایا۔ اسکے

آنسو پونچھے۔وہ اپنوں سے زیادہ دیر دور نہیں رہ سکتا۔۔لوٹ آئے گا وہ۔۔۔!اسے اپنے ساتھ لگا یا تو وہ آنسو ضبط کرنے کے باوجود بھی رو دی۔

۔۔۔۔۔۔

پری کو لیے جہانزیب لال حویلی میں داخل ہوا تھا۔کوئی نہیں جانتا تھا۔کہ آج اس حویلی کی بیٹی واپس آرہی ہے۔سبھی اپنے معمول کے کاموں میں مصروف تھے۔آج چوہدرائن بھی باہر نکلی تھیں۔اور کسی گہری سوچ میں تھیں۔کسوا نے ان کے لیے پرہیزی سوپ بنایا۔جے انہوں نے چپ چاپ پی لیا۔وہیں دوسری طرف بیلا بس پیچ وتاب کھاتی جارہی تھی۔سبھی گھر والے اس کی بجائے کسوا کو فوقیت دے رہے تھے۔جب کہ یہاں آنے سے پہلے وہ یہی جانتی تھی۔کہ کسوا کی یہاں اس حویلی میں کوئی ویلیو نہیں۔۔پر یہاں اب رہ کے سب دیکھ کے اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا۔کہ اسے

غلط انفارمیشن دی گ ئی تھی۔ خیر اب اسے کسوا کو جلد از جلد راستے سے ہٹانا تھا۔اس کے لیے اب وہ پکا بندوبست کرنے والی تھی۔اس کی سوچوں میں خلل پڑا جب گیٹ سے جہانزیب کی بڑی گاڑی انٹر ہوئی۔اور سب کی نظریں وہاں اٹھیں۔گاڑی سے جہانزیب کے ساتھ پری کو اترتا دیکھ تو وہ ساکت ہی رہ گ ئی پری جہانزیب کے سہارے کھڑی ہوتی سب کو سہمی نظروں سے دیکھ رہی تھی چوہدرائن بھی خیران سی انہیں دیکھ رہی تھی۔ جب کہ غزالہ بیگم تڑپ کے آگے بڑھیں۔میری بچی۔۔۔! جس قدر بے چینی سے وہ اسے پیار کر رہی تھیں۔اس کا ماتھا اس کے گال چوم رہی تھیں۔ پری ان کے پیار پے پگھل ہی گ ئی اس کا دل اللہ نے اس قدر نرم بنایا تھا۔ کہ وہ اپنوں سے زیادہ دیر ناراض ہی نہ رہ سکی۔ سبھی اس سے بہت پیار سے ملے مرتسم چوہدری اور اسلم چوہدری نے بھی پری کو بہت پیار سے اپنے سینے سے لگایا۔جہانزیب نے مختصراً ساری بات بتادی جس پے سبھی کو برہان پے غصہ آیا۔لیکن چپ ہی رہے۔کیونکہ پری کو برہان کو سونپنے کا فیصلہ

جہانزیب کا تھا۔اور آج وہ خود اس کے لیے کھڑا ہوا تھا سبھی خوش تھے۔

لیکن یہ خوشی چندپل کی ہی تھی۔جب برہان راجپوت دندناتا ہوا لال حویلی

پکڑا۔ سبھی حیرت زدہ یہ داخل ہوا۔اور سیدھا جاتے جہازیب کا گریبان

منظر دیکھنے لگے۔تمہاری جرات کیسے ہوئی۔میری بیوی کو میری اجازت کے

بنا اپنے ساتھ لانے کی۔۔؟؟وہ چلا رہا تھا۔اور سب یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔

اپنے آپ کو کنٹرول کر۔۔۔ورنہ۔۔زندہ یہاں سے واپس نہیں جا پائے گا۔

جہانزیب نے اپنا گریبان اس کے ہاتھ سے چھڑاتے غصہ سے کہا۔

برہان۔۔۔!لڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔۔بات بیٹھ کے بھی ہو سکتی ہے۔

مرتسم چوہدری نے تحمل کا مظاہرہ کرتے بات کو سنبھالنا چاہا جب کہ پری ماں

کی گود میں چھپے جا رہی تھی۔کوئی بات نہیں ہو گی۔۔پری ابھی اسی وقت

میرے ساتھ جائے گی۔برہان طیش کے عالم میں چلایا تھا۔

پری کہیں نہیں جائے گی تمہارے ساتھ۔۔ نکلو یہاں سے ابھی اسی وقت۔۔۔! جہانزیب کی دھاڑ پے پوری حویلی لرز اٹھی تھی۔ کسی کی جرات نہ ہوئی کہ وہ جہانزیب کے مقابل کھڑا ہو کے اسے روک سکے۔ میں پری کو لے کے جاؤں گا۔ دیکھتا ہوں کیسے روکتے ہو مجھے۔۔؟؟ برہان بھی اپنے نام کا پکا تھا وہ پری کو لیے بنا جانے والا نہ تھا۔ تمہاری جان لے لوں گا۔۔ میں۔۔ وہ غصہ سے آگے بڑھا۔ سبھی نے دہلتے دل کے ساتھ جہانزیب کو دیکھا۔ پری کا دل سخت گھبرایا۔ کہ۔۔۔۔ پلیز۔ مسٹر جہان۔۔۔! رک جائیں۔۔ اچانک سے کسوا نے جہزیب کے آگے آتے اسے روکا تھا۔ وہ اس وقت برہان اور جہانزیب کے بیچ میں آن کھڑی ہوئی تھی۔ سبھی اس کی ہمت کی دل ہی دل میں داد دینے لگے تھے۔ جہانزیب کے غصہ کے آگے کوئی بھی آج تک بندھ نہیں باندھ سکا تھا۔ لیکن یہ ہمت کسوا نے کی تھی۔

میری پری میرے ساتھ جائے گی۔ برہان پھر اپنی بات دہرا رہا تھا۔

سے آگے بڑھا کہ کسوا نے اس کے سینے پے ہاتھ رکھتے جہانزیب غصہ

بمشکل اس کو روکا۔اس کو روکنے کے چکر میں وہ بری طرح ہلکان ہو گئی تھی۔جہانزیب نے ایک غصہ بھری نظر اس پہ ڈالی۔جو اپنی ننھی جان کو بہت بڑی آزمائش میں ڈال رہی تھی۔اسے ایک طرف کیا۔کہ وہ لڑکھڑا کے گرنے لگی تھی۔کہ اسی وقت جہانزیب نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے گرنے سے سنبھالا۔وہ شدید غص میں بھی اس سے لاپرواہی نہیں برت پایا تھا۔پلیز رک جائیں مسٹر جہان! میری خاطر۔۔۔! کچھ مت کہیں۔۔۔! کسوامنت بھرے لہجے میں اسکے سینے سے لگی آنسوؤں سے تر لہجے میں بولی۔جب کہ جہانزیب نے سختی سے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچیں۔

جہانزیب بیٹا۔۔۔؟؟ بیٹھ کے بھی تو بات ہو سکتی ہے۔مرتسم چوہدری نے جہانزیب کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔بابا۔۔۔پری۔۔ نہیں جائے گی۔۔۔اس کے ساتھ۔۔مجھے اب بالکل بھروسہ نہیں اس پہ۔جہانزیب نے قطعی انداز

میں کہا۔بیٹا۔۔ہر بات جذبات میں آکر نہیں کرتے۔۔۔بیٹھ کے بات کرتے ہیں مرتسم چوہدری اور اسلم چوہدری دونوں نے ہی جہانزیب کو سنبھالا تھا۔جب کہ کسوا نے سختی سے اسکا ہاتھ تھام رکھا تھا۔اس سب کے دوران بیلا خاموش تماشائی بنی دیکھ رہی تھی۔نہ وہ برہان کی طرف تھی نہ جہانزیب کی طرف۔لیکن کسوا کا جہانزیب کو روکنا اسے ایک آنکھ نہ بھایا۔شدید نفرت جاگی۔پری کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا۔برہان نے ساری تفصیل ان کے سامنے رکھ دی۔پری نے بھی اس بات کی گواہی دی تھی۔کہ اس سب میں برہان کا کوئی قصور نہیں۔ک نے ای نظر اس کمزور لڑکی کی طرف دیکھا جسے ابھی ڈاکٹر کی ٹریٹمنٹ کی مزید ضرورت تھی۔اور اسے ہاسپٹل میں رکھنا تھا۔لیکن اس کا ضدی بھائی اسے اٹھا کے یہاں لے آیا۔اسے غصہ تو تھا پری پے۔لیکن سب کے بیچ اس نے برہان کو غلط نہیں کہا تھا اس بات سے برہان کا دل خود بخود اس کے لیے نرم پڑ گیا۔کیا آپ واپس جانا چاہتی ہیں؟ اسلم چوہدری نے دھیرے سے پوچھا۔پری نے ر اٹھا کے سامنے بیٹھے برہان

کو دیکھا۔اس وقت وہ غزالہ بیگم کے سینے میں دبکی بیٹھی تھی۔مجھے۔۔۔می
کے پاس رہنا ہے۔۔پلیز۔۔۔!پری نے ڈرتے ڈرتے کہا۔جب کہ سہمی
نظروں سے برہان کو دیکھا جو سخت غصہ سے اسے گھور رہا تھا بس۔۔۔فیصلہ
ہو گیا۔پری نہیں جانا چاہتی۔جہانزیب فوراً بولا۔پری نے نفی میں سر ہلایا۔
وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی۔لیکن ہمت نہیں جٹا پا رہی تھی۔برہان اپنی جگہ
سے اٹھ کھڑا ہوا۔ٹھیک ہو۔رکھو اپنی بہن کو۔۔اپنے پاس۔۔۔!جلد ہی
کاغذ بھجوا دوں گا۔برہان سخت طیش کے عالم میں بولا۔کہ سبھی پھر سے
معاملہ بگڑتے دیکھ گھبرائے۔کسوا سر پکڑ کے بیٹھ گ ئی۔برہان نے بنا کسی کا
لحاظ کیے قدم آگے بڑھائے کہ پری اپنی نازک حالت کی پرواہ کیے بنا برہان کی
جانب لپکی تھی۔اس کی شال قدموں میں گری تھی۔اس کا دوپٹہ کندھے پر
جھولا تھا برہان اسے اس طرح لاپرواہی کرتا دیکھ اندر ہی اندر ہی کھول اٹھا تھا۔
آپ۔۔۔مجھے چھوڑ کے نہیں جا سکتے۔وہ روتے ہوئے اس کا راستہ روکے
کھڑی تھی۔برہان نے اس کی آنکھوں میں دکھ کے آنسو دیکھے وہ اس وقت

بالکل چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی۔اس کی شفاف گردن پے اپنی شدتوں کے نشان دیکھتا وہ ماتھے پے بل ڈل گیا۔ سبھی ان کو تحیر بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ برہنا نے آگے بڑھ کے شال اٹھاتے اسے سر پے رکھتے اچھی طرح اوڑھائی۔اس کے آنسو پونچھے۔اور اپنا ہاتھ اسکی جانب بڑھایا۔پری نے حسرت سے سب کی جانب دیکھا۔غزالہ بیگم روتے میں مسکرادیں۔اور آگے بڑھ کے اس پری کو جانے کی اجازت دی۔مرتسم چوہدری نے بھی کے سر پے دست شفقت رکھا۔چوہدرائی نے ہمیشہ کی طرح رخ پھیر لیا۔ ارجمند انہیں پسند نہیں تھی۔توان کی بیٹی یا بیٹا کیسے پسند ہو سکتے تھے۔۔۔؟؟ پری نے جہانزیب کی جانب دیکھا جو ناراضی سے رخ پھیرے کھڑا تھا۔ بھائی۔۔۔؟؟پری نے جہانزیب کو پکارا۔وہ دل سے تڑپا تھا لیکن جواباً خاموش رہا۔صرف اس کی خوشی کی خاطر وہ سامنے کھڑے اس سے ہارتا آیا تھا۔پری ہچکیوں سے رو دی۔پلیز۔۔مسٹر جہان۔۔۔!بہن ہے وہ آپ کی۔۔۔اتنے سخت دل نہ بنیں۔۔۔کسوا نے دھیرے سے جہانزیب کے

کان میں گھستے دھیمے لہجے میں کہا۔جہانزیب نے آگے بڑھ کے پری کو اپنے سینے سے لگایا۔ور اس کا ماتھا چوما۔پری کو سکون نصیب ہوا۔سب کے چہروں پے مسکان سجی تھی۔سعدیہ بیگم کی آنکھیں بھی بھیگ گئی یں۔انہیں آج اپنی بیٹی جسمین یاد آگئی تھی۔وہ چہر دوپٹے میں چھائے وہاں سے چلی گئی یں۔کوانے انہیں جاتے دیکھا تو دکھ سے آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔دور کھڑی بیلا کو قہر کی نگاہ سے دیکھا۔جو جہانزیب کو ہی دیکھے جا رہی تھی۔اور بہت ہی انہاک سے دیکھ رہی تھی۔کسوا نے دانت کچکچائے۔

میری بہن پے اب کوئی آنچ نہ آئے۔برہان راجپوت۔۔۔!یہ میری لاسٹ وارننگ سمجھو۔جہانزیب سخت انداز میں بولا۔برہان نے استھزائی یہ ناداز میں سر جھٹکا۔دھیرے سے پری کا ہاتھ برہان کے ہاتھ میں سونپا۔تو جہانزیب کو لگا ایک بار پھر پری کی رخصتی کر رہا ہو۔

اچانک ہی ارم کو لیٹے لیٹے مصطفٰی کی شدت سے یاد آئی۔تو وہ جھٹ سے اٹھ کے بیٹھ گ ئی۔بہت تکلیف دے کے گ ئے ہو ایم۔کے۔۔۔وہ اٹھتی کھڑکی کے پاس آن کھڑی ہوئی۔باہر بہت تیز بارش ہو رہی تھی۔لیکن وہ اکیلی تھی۔اور اسکے آنسو تھے۔جو شدت سے اسے احساس دلا رہے تھے۔کہ وہ اکیلی ہے۔رات کا نجانے کنا پہر تھا۔وہ تو وقت بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔ بمشکل وجاہت انکل کو منتیں اور قسمیں دے کے کھانا اور میڈیسن کھلائی۔ ندیم صاحب اور لبنی بیگم کافی دیر بیٹھے رہے۔لیکن پھر وہ بھی حوصلہ دے کے چلے گ ئے۔اب وہ اکیلی رہ گ ئی تھی۔اور بس۔۔اس کی تنہائی۔اسے سونا تھا۔۔لیکن نیند وسوں دور تھی۔آنکھوں سے۔غصہ سے دراز کی جانب بڑھی۔اور نیند کی گولیاں ڈھونڈیں۔سارے دراز چھان مارے لیکن کسی دراز میں ایک ٹیبلٹ بھی اسے نہ ملی تھی۔یقیناً یہ مصطفٰی کا کام تھا۔وہ بالوں کو بست پے ہاتھ مارتے اپنا مٹھیوں میں دبوچ غصہ سے بستر پے بیٹھی۔پھر

موبائل تلاش کیا۔ مصطفی کے نمبر پے کال جا رہی تھی۔ لیکن وہ کال نہیں اٹھا رہا تھا۔ ارم کی جھنجھلاہٹ میں اضافہ ہوا۔ دوبارہ پھر سے کال ملائی۔ پھر نہ اٹھائی گئی۔ مسٹر ایم۔ کے پک اپ دا فون۔۔۔! تیسری بار کال ملاتے وہ بے بسی سے بولی تھی۔ ہیلو۔۔۔؟؟ کال اٹھا لی گئی۔ ارم کا جی چاہا اس شخص کا گلہ دبا دے۔ سب کا پوچھ کے۔۔۔ خود تو چلے گئے۔ لیکن مجھ سے یہ کیوں نہیں پوچھا۔۔۔ کہ میرے بنا رہ لو گی۔۔؟؟؟ وہ ہچکیوں سے روتے بولی۔ مصطفی گاڑی چلاتا چونکا۔ کیوں رو رہی ہو۔۔؟؟ سپاٹ انداز میں بولا تو ارم کا جی چاہا۔۔۔ اپنا آپ نوچ لے۔ پاگل ہو گئی ہوں۔۔ اس لیے۔۔ جس لڑکی کو اکیلے سونے کی عادت نہیں۔۔ اسے۔۔۔ ساری زندگی کے لیے اکیلا چھوڑ آئے۔۔؟؟ میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ اور اللہ سے دعا کروں گی۔۔ مجھے نیند آ جائے۔۔ اور آپ سے ہمیشہ کے لیے دور چلی جاؤں۔۔۔! وہ ہچیوں سے روتے بولتی جا رہی تھی۔ روتے ہوئے ہی کال کٹ کر دی۔ دوسری طرف مصطفی کا سانس رکا تھا۔

پری کے جانے کے بعد سبھی خوش تھے۔ کہ آخر کار پری بھی اب واپس اس حویلی کا حصہ بن گئی تھی۔ چوہرائی ن کی اس حویلی میں حیثیت اب دھیرے دھیرے ختم ہوتی جارہی تھی۔ اوراس سب کے پیچھے جہانزیب تھا۔ جو ہر فیصلہ اب خود لے رہا تھا۔ اوراس کے ہر فیصلہ میں اس کے والد اور چچا اسکے ساتھ ہوتے۔ وہ درائی ن کی ب عزت کرتے تھے۔ اوران کا خیال بھی رکھتے تھے۔ لیکن اب۔۔ ان سے کسی فیصلے کی بابت مشورہ نہیں لیا جاتا تھا۔ اور یہ بات انہیں اندر ہی اندر گھائی ل کررہی تھی۔ کسوا نے سب کا پورا خیال رکھا ہوا تھا۔ وہ سب کو باری باری کھانا دیتی اب کچن کو ملازمہ سے سمیٹنے کا کہہ کے اپنے اور جہانزیب کے لیے چائے بناتی کمرے میں آئی تھی۔

جہانزیب ونڈو کے پاس کھڑا تیز برستی بارش کو دیکھ رہا تھا۔ کسوا دھیرے

سے ٹرے ایک طرف رکھتی اس کی جانب بڑھی جو بالکل سمندر کی طرح کا تیز طوفان شانت کھڑا تھا۔ لیکن اب اس شانت سمندر میں موجوں آجائے کچھ بھیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ مسٹر جہان۔۔۔؟؟؟ دھیرے سے اسے پکارا۔ لیکن وہ خاموش کھڑا رہا۔ اس کا یوں اگنور کرنا کسوا کو چبھا۔ مسٹر جہان۔۔۔؟؟ وہ اس کے سامنے آگئی۔ جہانزیب نے گھورتے ہوئے اسے دیکھا۔ تو کسوا اپنا نچلا لب دنتوں تلے دبا گئی۔ اس وقت سامنے کھڑا شخص سیدھا اس کے دل میں اترے جارہا تھا۔ اور نروٹھا انداز تو وہ مزید وجیہہ اور خوبرو لگ رہا تھا۔ ناراض ہیں۔۔؟ اس کے سلکی بالوں کو دھیرے سے ماتھے سے پیچھے کرتے وہ محبت بھرے لہجے میں بولی۔ کیوں آئی یہاں میں۔۔؟؟ جہانزیب غصہ سے اسے کندھوں سے پکڑتا جھنجھوڑتا قریب کرتا دھاڑا کہ کسوا نے جھٹ سے آنکھیں میچ لیں۔ تم۔۔۔ کیوں۔ ہر بار میرے خلاف جاتی ہو؟ آخر۔۔۔ تم۔۔۔؟؟ جہانزیب غصہ سے مزید بولتا کہ کسوا نے اسکے لبوں پے اپنے لب رکھے۔ وہ یکدم ہی چپ ہوا۔ جیسے جلتے انگاروں پے

اوس پڑ گ ئی ہو۔ جیسے آگ کے شعلوں پے کسی نے ٹھنڈے پانی کے قطرے ڈال دی ئی ے ہوں۔ جلتے صحرا میں سمندر بہنے لگا۔ ساری تشنگی پل بھر میں دور ہوتی گ ئی۔ کسوا زرا کی زرا پیچھے ہوئی۔ اور جہانزیب کی براؤن آنکھوں میں اپنا عکس دیکھا۔ مجھے یقین ہے۔۔ میں ہی وہ ہستی ہوں۔ جو آپ کے غصہ کو کنڑول کر سکتی ہے۔ بہت اترا کے کہا۔ جہانزیب نے اس کی کمر کے گرد ہاتھ باندھتے اسے خود میں بھینچا۔ مارے حیرت کسوا کی آنکھیں پوری کی پوری ہی کھل گ ئی یں۔

سارے راستے پری خاموش ہی رہی۔ برہان نے بھی کچھ نہ کہا۔ گاصی راجپوت منشن میں داخل ہوئی۔ تو پری نے فرنٹ دروازہ کھولتے باہر نکلنا چاہا اسی پل برہان نے اسے اپنی بانہوں میں اٹھالیا۔ پری نے اپنی معصوم

آنکھوں سے اپنے مجازی خاکو دیکھا۔جو ایک نظر اس پے ڈالے سنجید گی سے اندر کی جانب بڑھ گیا۔دھیرے سے اسے بستر پے لٹایا۔اس کی ساری میڈیسن گاڑی سے منگوائی یں اور نوری سے کھانے کا بولتا خود بنا کچھ کہے کپڑے لیتا باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔پری کی پلکیں بھیگ گ ئی یں۔وہ اس کا خیال کر رہا تھا۔لیکن بات کیوں نہیں کر رہا تھا۔۔۔؟؟اپنے گال پے آئے آنسو پونچھے۔اور رخ پھیرا۔میں بھی نہیں بات کروں گی۔کھڑوس۔۔۔ کہیں کا۔۔۔وہ دل ہی دل میں سوچتی چلی گ ئی۔

Zubi Novels Zone

کال بند ہو چکی تھی۔لیکن ایم۔کے کی دل کی دنیا ہلا گ ئی تھی۔اس نے تڑپ کے موبائ ل کی جانب دیکھا اور پھر کچھ ہی دیر میں وہ اپنے گھر۔۔اپنی بیوی کے پاس تھا۔جس نے دھمکی ہی اتنی جان لیوادی تھی۔کہ وہ خود کو اس

کے پاس جانے سے روک ہی نہ پایا۔کمرے میں داخل ہوا تواندھیرا چھایا ہوا تھا۔آگے بڑھ کے لائیٹ آن کی۔تو وہ بستر کے قریب کارپٹ پے گھٹنوں میں سر دی ئی ے بیٹھی نظر آئی۔ایم۔کے نفی میں سر ہلاتا اسکے پاس آیا۔اور جھٹکے سے اسے اپنے مقابل کھڑا کیا۔وہ سرخ ڈورے آنکھوں میں لیے ایم۔کے کو دیکھنے لگی۔اسے یقین تھا وہ آئے گا۔لیکن اتنی جلدی آجائے گا۔یہ نہیں تھا پتہ۔۔ مصطفی۔۔۔؟دھیرے سے اس کے گالوں کو چھو کے یقین کرنا چاہا۔اور اگلے ہی لمحے اسکے سینے پے سر رکھے اس کے گرد بانہوں کا سخت حصار بنا گ ئی۔ہچکیوں سے روتی وہ ایم۔کے کو پریشان سا کر گ ئی۔ نہیں تھا اس۔۔تب بھی رو رہی تھی۔۔۔اب پاس ہوں تب بھی رو رہی ہو۔۔؟کیا چاہتی ہو آخر۔۔؟؟مصطفی اپنا غصہ ایک طرف رکھتے اس سے نرمی سے مخاطب ہوا۔کیوں چلے گ ئے تھے مجھے چھوڑ کے۔۔۔؟؟ایک بار بی نہیں سوچا۔۔۔میرے بارے میں۔۔؟؟اب وہ مصطفی کے سینے پے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے مکے مار رہی تھی۔اور مصطفی چپ کر کے کھاتا جا

رہا تھا۔ صرف اپنا سوچتے ہیں آپ۔۔۔ آپ۔۔۔ آپ کے لیے
صرف۔۔ اپنی ذات معنی رکھتی ہے۔ ارم۔۔۔ ارم تو کہیں ہے ہی نہیں۔۔
خود غرض ہیں آپ۔۔؟؟ مجھ سے بالکل پیار نہیں کرتے۔۔۔ وہ اب بچوں
کی طرح ہٹکورے بھرتی اس سے اسی کی شکایتیں کر رہی تھی۔ سوچ لو۔۔۔
پیار کیا تو پھر گلہ نہ کرنا۔۔ اتنا پیار کیوں کرتے ہیں۔۔ ایک بار چپک گیا۔۔۔ تو
پھر۔۔ مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا۔ مصطفیٰ نے اسکے گال پے لب رکھتے
دھیرے سے کہا تو وہ بری طرح سٹپٹائی۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ اپنی بات
مطلب ہے۔۔۔! مصطفیٰ کی تصحیح کرنا چاہی۔ میرے لیے تو پیار کا ایک ہی
نے اس کے دوسرے گال پے لب رکھے۔ اپنے ہاتھوں پیروں کو ٹھنڈا
محسوس ہوتے وہ زرا کا زرا پیچھے سرکی۔ مصطفیٰ نے اسے کھینچ کے پھر سے خود
کے قریب کیا۔ جانتا تھا۔ اس وقت۔۔۔ مزید کوئی سوال پوچھتا تو۔۔۔ تم
ٹوٹ جاتی۔۔ بہت مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔۔۔ سب اپنوں میں سے کسی ایک
کو چننا۔۔۔ اس لیے خود ہی پیچھے ہٹ گیا۔ نہیں چاہتا تھا۔ میری ارم

ٹوٹے۔۔۔میری طرح۔۔۔وہ پھر سے دکھی ہوا۔میں ہوں۔۔ناں۔۔میں سمیٹوں گی آپ کو۔۔۔!ارم نے اسکا ہاتھ تھامے اسکے ہاتھوں پے لب رکھتے اسے اپنے ہونے کا مان بخشا۔مصطفیٰ جو بہت زیادہ دکھی تھی۔ارم کی قربت میں وہ آج سب بھول جانا چاہتا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔

مسٹر جہان۔۔۔!کیا کر رہے ہیں۔۔چھوڑیں۔۔۔۔!دھیما سا احتجاج کیا۔

میرے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کی ہمت رکھتی ہو۔۔اب میری جنون خیزی کو سہنے کی بھی ہمت کرو۔جہانزیب نے اسے خود سے لگائے بستر پے دھکا دیا وہ سخت گھبرائی وہ تو جہانزیب کے غصہ کو ٹھنڈا کرنا چاہ رہی تھی اور ایسے میں

اپنے پیروں پے خود ہی کلہاڑی ماردی۔اب اسے آنے والے وقت میں اپنے لیے خطرے کی گھنٹیاں بجتی سنائی دے رہی تھیں۔

آپ مجھے یہاں کیوں لے کے آئی ہیں۔؟؟بیلا غصہ سے بولتی اپنے ہاتھوں کو تسلیم بیگم سے چھڑاتی جھٹپٹائی تھی۔تاکہ تم مزید ارم کی زندگی میں زہر نہ گھولو۔۔۔بہت شوق ہے ناں۔تمہیں سگھے ماں باپ کے پاس آنے کا۔۔؟؟ تواب تمہارا شوق تمہاری یہ سگھی ماں پورا کرے گی۔اب سے تم یہیں رہو گی میرے پاس۔تسلیم بیگم نے سختی سے کہا تو بیلا نے تنفر سے اسے نہیں دیکھا۔آپ میرے ساتھ زورزبردستی نہیں کر سکتیں۔تم۔۔آپ سوچ بھی نہیں سکتی۔۔کہ میں کیا کر سکتی ہوں۔۔کیا نہیں۔۔۔؟؟تسلیم بیگم اس کا باغی انداز دیکھ چکی تھیں۔اس لیے وہ اس سے سختی برت رہی تھیں۔بیلا کو

کلائی سے پکڑتے وہ ایک روم میں لے جاتے بند کر چکی تھی۔اور باہر سے دروازے کو لاک لگا دیا۔یہ سب کرتے ان کا دل سخت دکھا تھا۔لیکن ان کے پاس کوئی سیکنڈ آپشن نہ تھا۔پتر۔۔ تسلیم زرا نرمی برت۔۔۔! خالہ بی اس کے لیے یہی سب کچھ بہتر نے پاس آتے کہا۔آپ نہیں سمجھیں گیں۔ ہے۔تسلیم بیگم نے گہرا سانس خارج کیا اور پاس پڑی کرسی پے ڈھے سی گ ئی یں۔اچھی اولاد بی اللہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔ان کی آنکھیں بھیگ گ ئی یں بے اختیار ہی انہیں کسوا یاد آگ ئی۔آنکھیں میچ کے اپنی ہر زیادتی بھی یاد آنے لگی۔یہ میرے کرموں کا ہی پھل ہے جو بیلا جیسی بیٹی میرا نصیب بنی۔میں نے کسوا کی قدر نہیں کی اسی لیے آج اتنی بڑی آزمائش کا انہیں سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

بس مجھے اور نہیں پینا۔۔۔پری نے سوپ کا باؤل اک طرف کر دیا۔ برہان نے سپون واپس باؤل میں رکھا۔اور میڈیسن چیک کرنے لگا۔اس کی خاموشی سے اب پری چڑنے لگی تھی۔ میڈیسن اسے تھماتا وہ جگ سے پانی کا گلاس بھرنے لگا۔اور اسکی طرف بڑھایا۔مجھے نہیں کھانی۔پری نے نخرہ لگایا۔خود کھاؤ گی یا میں اپنے طریقے سے کھلاؤں۔۔۔؟؟الفاظ معنی خیز تھے۔ لیکن چہرہ سپاٹ۔۔۔!پری نے ایک شکوہ ناں نگاہ اس پے ڈالی اور رخ پھیر گئی۔بس دھمکیاں دینی ہی آتی ہیں۔۔پیار سے تو بات کر ہی نہیں سکتے ناں۔۔۔پری کی بڑبڑاہٹ کافی اونچی تھی۔ برہان نے بھنوئیں اچکاتے اسے دیکھا۔کیوں گئی تھی بھائی کے ساتھ میری اجازت کے بنا۔؟؟اس کے سامنے بیٹھتا وہ سلگتے لہجے میں پوچھ بیٹھا۔آپ۔۔۔؟؟آپ جانتے ہیں۔۔بھائی کو۔۔۔!پری کا لہجہ نم ہو گیا۔برہان نے سر جھٹکا۔مجھے مجھ لگا۔۔میں تمہیں بھی جانتا ہوں۔۔چاہے کچھ بھی ہو جائے۔پری۔۔ سے دور کبھی نہیں جائے گی۔ برہان اپنی جگہ سے اٹھتا دور ہوا۔آپ جانتے

ہیں میں آپ کو چھوڑ کے کبھی۔۔؟؟اؤ چ۔۔۔! وہ جو بے اختیار ہی اس کی بات سنتی اسکی طرف لپکی تھی۔ایک دم سے ٹانگ پے دباؤ ڈالا۔تو درد کی گہری ٹھیسیں اٹھیں۔کیوں ہر وقت الٹی حرکتیں کرتی رہتی ہو۔۔بیٹھ جاؤ آرام سے۔برہان نے اسے خفگی سے ڈانٹا۔آپ مجھ سے دور مت جائیں۔میں ٹھیک ہوں۔۔!پری نے چھوٹے بچوں کی طرح لاڈ اٹھواتے کہا۔برہان نے اسے سہارا دیتے واپس بٹھایا۔اوکے

۔یہ میڈیسن لو۔۔تاکہ جلدی آرام آجائے۔اسے میڈیسنز کھلا کے وہ اب اٹھا تو پری نے اسکی کلائی تھام لی۔مجھ سے ناراض ہیں۔۔؟؟وہی بچوں والا انداز۔ہم۔۔مم۔۔۔تھا۔۔۔لیکن اب نہیں ہوں۔۔برہان نے صاف گوئی سے کہا۔جس طرح تم۔۔ہاسپٹل سے بنا مجھے بتائے بھائی کے ساتھ چلی گ ئی۔۔بہت غصہ آیا تھا اور سزا بھی دیتا۔۔اگر۔۔۔؟؟؟اگر۔۔۔؟؟ پلٹ کے سوالیہ نظروں سے برہان کو دیکھا جواب بیڈ کراؤن پے اسکے ساتھ

ہی ٹیک لگا کے بیٹھ گیا تھا۔چہرے پہ تھکن کے آثار واضح تھے۔اگر۔۔آج سب کے سامنے تم یہ نہ کہتی۔۔کہ تمہیں میرے ساتھ جانا ہے۔وہاں اس لال حویلی میں ان سب کے سامنے تم نے مجھے چنا۔۔۔!پری۔اس ایک بات نے مجھے واپس تم سے محبت کرنے پہ مجبور کر دیا ہے۔۔۔!وہ اس کا سر اپنے سینے پہ رکھتا پر سکون سا بولا۔

آپ مجھے ہمیشہ یوں ہی پیار کرتے رہیں گے ناں۔۔؟؟کبھی بھی چھوڑ کے تو نہیں جائیں گے ناں۔اپنا سر اٹھا کے پوچھتی وہ برہان کو اپنے دل سے بہت قریب لگی۔اس کے ناک پہ لب رکھتا وہ مسکرایا تھا۔ہممم۔۔۔اگر تم مجھے معاف کر دو تو۔۔۔۔؟برہان کی بات وہ حیران ہوئی۔کس بات کے لیے۔۔؟؟میں نے۔۔تمہارے ساتھ بہت زیادتی کی ہے پری۔۔۔آپی کی وجہ سے بہت تکلیف پہنچائی ہے تمہیں۔۔جھوٹ کا سہارا لے کے۔۔تماری رخصتی کروائی۔کیسا جھوٹ۔۔۔؟؟پری کا دل زوروں سے دھڑکا۔برہان

کو بولنا مشکل لگ رہا تھا۔ لیکن وہ اب کچھ بھی پری سے چھپانا نہیں چاہتا تھا۔

پری نے ہر موڑ پے ہر موقع پے خود کو اپنی محبت کو سچ ثابت کیا تھا۔ ہر

آزمائش پے پورا اتری تھی۔ اب باری اسکی تھی۔ یہی۔۔۔ کہ۔۔ ہمارے

بیچ میاں بیوی کے تعلقات ہیں۔۔ اور۔۔ تم۔۔ میرے بچے کی ماں بننے والی

رہے ہو۔۔ یہ سب جھوٹ تھا۔ لیکن۔۔۔؟؟ برہان۔۔! آپ جھوٹ کہہ

ہیں۔۔ ایسا۔۔ ایسا نہیں بولا آپ نے۔۔؟؟ پری ایک دم ہائپر ہوئی۔ برہان

گھبرا گیا۔ ایسا ہی ہوا تھا۔ ورنہ تمہارا بھائی مجھے تمہاری رخصتی کبھی نہ دیتا۔

برہان نے اسے تھامتے ہوئے کہا۔ تو پری نے غصہ سے اسکا ہاتھ جھٹکا۔ جو

برہان کو سخت ناگوار گزرا۔ اس کے آنسو ایک بار پھر بہنے لگے تھے۔

دیکھو۔۔ پری۔۔! وہ وقت اور حالات ایسے تھے۔۔ کہ مجھے جھوٹ بولنا پڑا۔

اس میں میری غرض بھی شامل تھی۔۔ صرف آپی کی خاطر نہیں کر رہا تھا

میں۔۔ مجھے تم سے محبت۔۔؟؟ بس کر دیں۔۔ چپ ہو جائیں۔۔۔ پری

نے اپنے کانوں پے ہاتھ رکھا۔ اور نفی میں ہلایا۔ آپ پپ۔۔۔۔ نے بت

غلط کیا برہان۔۔۔! میں۔۔میں کبھی اس کے لیے آپ کو معاف نہیں کروں گی۔وہ ہچکیوں سے روتے رخ پھیر کر لیٹ گئی۔اب وہ اپنے آنسوؤں سے تکیہ بھگو رہی تھی۔اور برہان خود پے ضبط کے کڑے پہرے بٹھائے بیٹھا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مسٹر جہان۔۔۔! مسٹر جہان۔۔! کسوا نے بہت دھیمی آواز میں اسے پکارا لیکن وہ کسلمندی سے آنکھیں ادھ کھلی کر کے اسے دیکھتا رخ پلٹ گیا۔ کسوا کے ماتھے پے بے شمار بل پڑے۔آپ اٹھ رہے ہیں یا۔۔میں اپنے طریقے سے اٹھاؤں۔۔۔؟؟ صبح صادق نماز پڑھ کے وہ دونوں سوئے تھے۔ کسوا تو ناشتے کے لیے دوبارہ اٹھ گئی۔لیکن جہانزیب کا آج اٹھنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔یار۔۔سونے دو۔۔ایک تو رات رات بھر جگاتی ہو۔۔اور اب

سونے بھی نہیں دے رہی۔۔۔جہانزیب نے معنی خیزی سے کہتے کسوا کا
دماغ گھما دیا۔کیا بولا پھر سے بولیں۔۔؟؟ پاس پڑا کشن اٹھا کے جہانزیب کی
طرف اچھالا۔جو سیدھا اس کے منہ پے جا لگا۔تو اس کی آنکھ بھک سے کھلی۔
یہ کیا بد تمیزی ہے؟ اس طرح اٹھاتے ہیں۔۔؟؟ جہانزیب نے غصہ سے کہا
تو کسوا یکدم چپ سی ہوتی اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔میں دوبارہ سو رہا ہوں۔۔
اچھی بیویوں کی طرح آ کے جگاؤ۔۔اور یہ جو تمہاری زلفوں سے پانی کے
قطرے گر رہے ہیں۔۔ان سے بھی فائدہ اٹھا سکتی ہو۔۔کم ان۔۔۔۔۔کم
ٹومی۔۔کہتے ساتھ ہی جہانزیب پھر سے آنکھیں موندے لیٹ گیا۔کسوا
دھیرے سے پاس آئی۔اور اسکے کان کے قریب جھکی۔سوئے ہوئے کو جگایا
جاتا ہے مسٹر جہان۔۔۔!جو الریڈی جاگ رہا ہو۔۔اسے نہیں
جگاتے۔۔۔کہتے ساتھ ہی اسکی کان کی لو کو دانتوں سے کاٹا۔اور پیچھے کی
طرف ہوتے وہ بھاگنے لگی تھی۔کہ اسی لمحے جہنزیب نے پھرتی سے اس کی
کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے پیچھے کھینچا۔وہ سیدھا اسکے اوپر آن گری۔لگتا پے

شرافت کی زبان تمہیں سمجھ نہیں آتی۔اب تمہیں رات والی زبان میں ہی سجھانا ہوگا۔جہانزیب نے اسے اپنی گرفت میں لیا تو وہ پھڑ پھڑا کے رہ گئی۔پلیز۔مسٹر جہان۔۔۔!مت کریں۔۔نیچے آنٹی ویٹ کر رہی ہوں گی۔۔اور آج آپ نے وعدہ کیا تھا۔۔مجھے امی سے ملوانے لے کے جائیں گے۔۔کسوا نے اسے سب کچھ یاد دلایا۔اچھا۔۔؟؟میں نے کوئی وعدہ کیا تھا۔۔؟؟کب کیا تھا۔۔؟؟کچھ یاد نہیں آرہا۔۔؟؟جہانزیب نے مصنوعی حیرت سے پوچھا۔پلیز۔۔مسٹر جہان۔۔!مکریں مت۔۔اب۔۔بھول گئے رات۔۔کو۔۔؟؟آپ نے کہا تھا۔۔۔؟؟کسوا نے روہانسے ہوتے کہا۔یار۔۔۔کچھ یاد بھیتو کرواؤ۔۔کس لمحے کہا تھا۔۔۔؟؟کتنا قریب ہو کے۔۔؟؟جہان اس کے گال پہ اپنی بئیرڈ کو رب کرتا اسے سخت تپا گیا تھا۔مجھے نہیں پتہ۔۔۔!آپ پیچھے ہٹیں۔۔۔!کسوا اب دھیما دھیما چلائی۔ارے۔۔تھوڑا تھوڑا یاد آرہا ہے مجھے۔۔۔۔!جہان اپنی ہی رو میں بولتا گیا۔اور کسوا کے چہرے پہ جھکتا اسکے لبوں کو اپنی دسترس میں لے گیا۔وہ پھر

سے بہکتا جارہا تھا۔اور کسوا کی جان پہ بنی تھی۔۔بہت برے ہیں آپ۔۔۔!

وہ جو پیچھے ہٹتا اسکے چہرے پہ قوس وقزح کے رنگوں کو دیکھ رہا تھا۔اس کی بات پہ زور سے ہنسا۔۔۔آج بتاؤں گا۔کتنا براہوں میں۔۔!وہ کیا کہتے ہوا دینے لگا ہے۔۔۔جب یہ ہیں۔۔اب تو میرے جنون کو تمہارا حسن چنگاری جلے گی۔۔تب سب جلا کے خاکستر کر دے گی۔۔۔جاہنزیب کی باتوں پہ کسوا کے رنگٹے کھڑے ہو گ ئے۔وہ اتنی مشکل باتیں کیسے کر لیتا تھا۔۔؟؟اب ایسے دیکھتی رہو گی۔۔؟؟یا کچھ بولو گی بھی۔۔؟؟جھن نے اسے مزید ستایا۔میں آنٹی سے آپ کی شکایت کروں گی۔روندھے لہجے میں کہتے وہ جہانزیب کو شیرنی سے بھیگی بلی لگی تھی۔امی تو۔۔۔؟؟خوش ہوں گی۔۔؟؟کل بھی کہہ رہی تھیں۔۔کہ کب دادی بناؤ گے۔۔؟؟جلدی سے پوتا پوتی کی شکل دکھادو۔۔۔!جہانزیب بولتے بولتے گرفت ہلکی کر گیا جس کا فائدہ کسوا نے خوب اٹھایا۔اور جھٹ سے اسے پیچھے دھکیلتی دور جا کھڑی ہوئی۔جہان کی بات بیچ میں ہی رہ گ ئی۔اگر دو منٹ میں آپ اٹھ کے باہر

نہ آئے۔ تو میں نے آنٹی کو لے کے اندر آجانا ہے۔۔اور پھر آپ کو پتہ ہے۔۔ کیا ہو گا۔۔؟؟ جب وہ۔۔؟؟ ٹھک ٹھک۔۔۔ کسوا کی بات ادھوری رہ گئی۔ دروازہ پے زور زور سے دستک دی جا رہی تھی۔ وہ دونوں ہی پریشان ہوئے۔ جانزیب نے اٹھتے فوراً دروازہ کھولا باہر غزالہ بیگم گھبرائی ہوئی کھڑی تھیں۔ کیا ہوا۔۔ امی۔۔؟؟ سب ٹھیک ہے ناں۔۔؟؟ جہانزیب ان کے چہرے کی پریشانی بھانپتے بولا۔ بیٹا۔۔۔! کچھ بی ٹھیک نہیں۔۔ وہ بیلا۔۔؟؟؟ بیلا کے زکر پے کسوا بھی اس آگئی۔ کیا کیا اس نے۔۔؟؟ جہانزیب کو غصہ سا آنے لگا۔ کیا کچھ نہیں بیٹا۔۔۔ وہ۔۔ اپنے کمرے میں بے ہوش پڑی ہے۔ ماتھا مسلتے ہوئے غزالہ بیگم نے بتایا۔ کسوا اور جہانزیب نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا اور غزالہ بیگم کے ساتھ بیلا کے روم کی جاب بڑھے۔ جہاں بیلا ہوش و خرد سے بیگانہ زمین پے پڑی تھی۔ جہانزیب آگے ہوتا اسکی نبض چیک کرنے لگا۔ جو بہت ہی سلو چل رہی تھی۔ اسے ہاسپٹل لے کے جانا ہو گا۔ جہانزیب نے کسوا کو دیکھتے کہا تو

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ جنزیب اسے اپنے بازوؤں میں اٹھائے باہر نکلا۔
غزالہ بیگ نے کسوا کو بھی ساتھ روانہ کیا۔ ! کسوا بیٹا تم بھی ساتھ جاؤ۔۔۔
اور خود دعائیں کرنے لگیں۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ارم کی آنکھ کھلی تو خود کو بستر پے اکیلا پایا۔ جھٹ سے اٹھ بیٹھی۔ ارد گرد
دیکھا۔ کہیں بی ایم۔کے نہیں تھا۔اس کی آنکھوں میں مرچی سی چبھنے لگی۔ وہ
رات کو آیا تھا۔اسکے ساتھ قربت کے لمحات گزارتے۔۔۔؟؟ کیا وہ پھر چھوڑ
کے چلا گیا۔۔؟؟ ارم اب خاموش آنسو بہاتی موبائل پے ایم۔کے کا نمبر
ڈائل کرنے لگی۔ کہ ایک دم سے انا آڑے آ گئی۔ اپنے گالوں پے آئے
آنسوؤں کو صاف کیا۔

اب نہیں۔۔۔ کبھی نہیں۔۔آپ نے جو کیا ایم۔کے۔۔اب آپ آ بھی جائیں تو میں آپ کو کبھی نہیں معاف کروں گی۔۔اب آپ کو کبھی نہیں بلاؤں گی۔۔آئی ہیٹ یو۔۔۔! ارم سسک اٹھی۔اسے نہیں معلوم تھا صبح ہوتے ہی سب کچھ رات کی سیاہی میں بہہ جائے گا۔اسے رات کے گزرے لمحات یاد آئے تو اذیت سے مزید دوچار ہوئی۔آپ سے محبت کی خاطر۔۔ ارم نے اپنی ان اکو بھی مار ڈالا۔اور آپ۔۔؟؟آپ نے کیا کیا۔۔؟؟ صبح ہوتے ہی بنا کچھ کہے بتائے۔۔مجھے پھر سے چھوڑ گئے۔۔؟؟ کیوں۔۔؟؟ایسے ظاہر کر رہے ہیں۔۔جیسے بس۔۔مجھے ان سے چاہت ہے۔اور چاہت کی خاطر وہ۔۔رات کو آئے تھے۔۔۔وہ سوچتے ہوئے ایم۔کے سے بدگمان ہو رہی تھی۔اس نے تکیہ پے سر رکھا تو اپنی سسکیوں کو اپنے اندر اتارنے لگی۔

شیخ گلفراز احمد۔۔۔کوٹھی کے باہر بڑے بڑے حروف میں نیم پلیٹ پے لکھے نام کو پڑھتا وہ اندر داخل ہوا۔جی۔۔صاحب۔۔۔؟؟کس سے ملنا ہے آپ کو؟اچانک سے گیٹ کیپر نے روکا۔ایم۔کے نے ناگواری سے ماتھے پے بل ڈالے۔اور چشمہ اتار کے اپنی شرٹ پے ہینگ کیا۔مٹر شیخ گلفراز سے۔۔۔انسے کہیں۔۔ مصطفی خان۔۔ایم۔کے ملنے آیا ہے ان سے۔۔! مصطفی نے اپنا تعارف کروایا تو گیٹ کیپر انٹر کام پے اطلاع دینے لگا۔ تھڑی دیر بعد ہی وہ واپس آیا۔صاحب نے آپ کو اندر بلایا ہے۔گیٹ کیپر کے کہتے ہی ایم۔کے نے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔پہلے اس نے سوچا آفس میں ملے جا کے۔ لیکن جو فیملی کے سامنے زلیل کرنے کا مزا تھا وہ آفس میں کہاں تھا۔بہت بے صبری سے ایم۔کے نے صبح کا انتظار کیا تھا۔اور ارم کو بنا بتائے وہ وہاں سے نکل آیا۔جانتا تھا وہ خفا ہو گی۔ لیکن وہ وقت آنے پے

اسکی ناراضگی دور کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ابھی اسے مسٹر شیخ گلفراز سے ملنا تھا۔ جو کہ بہت ضروری تھا۔

شیخ گلفراز۔۔۔؟ ایم۔کے اندر داخل ہوتے ہی اونچی آواز میں بولا۔ سبھی اپنے اپنے کمروں سے باہر نکل آئی ے۔ شیخ گلفراز مصطفیٰ کو سامنے دیکھ کافی چونک گیا تھا۔ وہ جانتے تھے ایم۔کے بزنس کی دنیا میں ایک بہت بڑا نام تھا۔ ایک بزنس ٹائی کون تھا وہ۔۔اور شیخ گلفراز اسے اسی وجہ سے جانتے تھے۔ لیکن اس کا یہاں اچانک آنا نہیں امجھ نہیں آیا تھا۔ مسٹر۔۔۔
ایم۔کے۔۔۔! آپ کی یہاں ہمارے غریب خانے پے آنے کی وجہ جان سکتا ہوں۔۔۔؟؟ شیخ گلفراز نے کمر پے ہاتھ باندھے اس کے مقابل جا کھڑے ہوئے۔ آنا تو تھا۔۔۔آنا پڑا۔۔کوئی اور آپشن چھوڑا ہی نہیں۔۔ تم نے۔۔۔! ایم۔کے کے طرزِ تخاطب پے شیخ گلفراز کے ماتھے پے بل پڑے۔ وہیں بانو بیگم بھی حیران ہوتی کبھی شوہر کو اور کبھی اس سامنے

کھڑے خوبرو شخص کو دیکھ رہی تھیں۔ شیخ عباد اور ان کی بیوی الینہ بھی وہاں آن پہنچے۔ تیمور ہاتھ پے پٹی باندھے لڑکھڑاتے ہوئے باہر آیا تھا۔وہ کچھ دن پہلے ہی ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو کے آیا تھا۔ کسی نے اکی اچھی خاصی دھلائی کی تھی۔اور جب سے آیا تھا گھر سے باہر نہیں نکلا تھا۔ کیا مطلب ہے ان سب باتوں کا۔۔؟؟ کیا کہنا چاہتے ہو۔۔؟؟ شیخ گلفراز کو اس سامنے کھڑے شخص سے خطرے کی گھنٹی بجتی سنائی دی۔انہیں جو غرور اور غصہ سمنے کھڑے شخص کی نظروں میں دکھائی دے رہا تھا۔وہ ایک ہی پل میں اس سے خائف ہوئے تھے۔

مسٹر شیخ گلفراز۔۔اب اپنی زندگی کی بربادی کے الٹے دن گننے شروع کر دو۔۔اب وقت آگیا ہے کہ تم اپنے کرموں کا حساب دو۔۔اب۔۔ تمہیں سود سمیت سارے درد واپس نہ لوٹائے تو میرا نام بھی مصطفیٰ خان نہیں۔۔! مصطفیٰ کی دھاڑ پے شیخ گلفراز کے گھر کے در و دیوار کانپ اٹھے۔

جب کہ وہ خود تو سکتے میں ہی آگئے۔ام۔کے سب پہ اک غصیلی نگاہ ڈالتا وہاں سے واپس پلٹا۔ سبھی حیران پریشان تھے۔آخر یہ شخص تھا کون۔۔؟؟جوان کی حویلی میں گھس کے ان کو للکار کے گیا تھا۔بھائی صاحب۔۔؟؟بھائی صاحب۔۔۔؟؟شیخ عباد نے انہیں دوبار پکارا۔تو دوسری آواز پہ وہ چونکے۔کون تھا یہ۔۔۔؟؟لہجے میں حیرت تھی۔جب کہ شیخ گلفراز خود پریشان حال تھے وہ کیا بتاتے کہ وہ کون تھا۔۔؟؟

ZNZ
Zubi Novels Zone

ڈونٹ وری۔۔۔اب وہ بالکل ٹھیک ہیں۔۔بلڈ پریشر لو ہو گیا تھا۔اس حالت میں ایسا ہو جاتا ہے۔۔۔ تھوڑی سی کیئر کرنے سے بالکل ٹھیک ہو جائیں گیں۔ڈاکٹر قدسیہ نے فارمل انداز میں کہتے قدم آگے بڑھائے۔ ایک منٹ۔۔؟؟کیسی حالت۔۔؟؟جہانزیب نے کرخت لہجے میں انہیں

روکا۔تو وہ دھیما سا مسکرائی۔کیوں آپ کو نہیں پتہ۔۔؟؟آپ کی وائی ف پریگننٹ ہیں۔۔!ڈاکٹر کی بات پے جہاں جہانزیب کے پیروں تلے سے زمین نکلی وہیں کسوا کا دل زوروں سے دھڑکا۔شی نیڈز کئیر۔۔۔!

اوکے۔۔وہ مسکرا کے کہتی آگے بڑھ گئی۔جہانزیب کسوا کی جانب مڑا۔ جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔جہانزیب سست قدموں سے چلتا اسکے پاس آیا۔ کسوا۔۔؟اسے لگا۔۔وہ اپنی بے گناہی کسوا کی نظروں سے میں کیسے ثابت کرے۔۔؟جب کہ۔۔؟؟؟مسٹر جہان۔۔۔!کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں۔۔!مجھے آپ پے پورا یقین ہے۔۔وہ بچہ آپ کا نہیں۔۔۔!کسوا کے ہی دل میں سکون اترتا محسوس کیا۔اور یقین بھرے لہجے پے جہان نے دل اس کے ہاتھوں کو تھاما۔مجھے تمہارا یہی اعتبار چاہیے۔ہمیشہ۔۔۔۔!اور میرا اعتبار آپ پے سے کبھی نہیں ٹوٹے گا۔۔۔مسٹر جہان!کسوا نے نم آنکھوں سے مسکرا کے کہا۔جب کہ اندر وارڈ میں لیٹی مسکراتی بیلا یہ نہیں جانتی تھی۔ ایک بار پھر اس کی چال الٹنے والی تھی۔

میں باہر گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں۔ جہان کو اسے کہتا انہی قدموں سے ہاسپٹل سے باہر نکل گیا۔ کسوا بیلا کے وارڈ کی جانب بڑھی۔ جہاں وہ نیم دراز ہوئی مسکرا رہی تھی۔ کسوا کو دیکھ اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔ آؤ۔۔ کسوا۔۔۔! دیکھ لو۔۔ تم سے آگے نکل گ ئی۔ اب لال حویلی کو وارث دینے جا رہی ہوں۔ جہانزیب کا بچہ اس دنیا میں آئے گا۔ لیکن اس کی ماں میں ہوں گی۔۔۔۔! اور وقت دور نہیں۔۔ جب لال حویلی کی مالکن اور پورے گاؤں کی سردرانی سبیلہ یعنی بیلا ہو گی۔۔۔ مسکرا کے اتراتے ہوئے بولتی کا کو وہ سخت بری لگی۔ لیکن اس پے افسوس بھی ہوا۔ وہ اب تو ٹھیک ہے بیلا۔۔۔ تمہارا تو ہر خواب پورا ہو جائے گا۔ لیکن۔۔۔ اس سے پہلے تمہیں۔۔۔ یہ ثابت کرنا پڑے گا۔ کہ یہ بچہ واقعی مسٹر جہان کا ہے۔۔۔؟؟ پاس کھڑے ہوتے سرگوشی میں کہتے وہ بیلا کے چہرے پے ہنسی کو محو کروا گ ئی۔ اور۔۔ زندگی بھی لگا دو۔۔ تو مجھے افسوس ہے۔۔ کہ یہ سب تم۔۔۔ اپنی پوری

ثابت نہیں کر پاؤ گی۔ کسوا نے نفی میں سر ہلاتے کہا۔ جب کہ نیلا کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ تو پھر۔۔ آج کا دن نوٹ کر لو۔۔ کیونکہ وہ دن دور نہیں۔۔ جب جہانزیب خود چل کے میرے پاس آئے گا۔ اور سب لوگوں کے سامنے یہ قبول کرے گا۔ کہ یہ بچہ اس کا ہے۔۔۔! بیلا نے پر یقین لہجے میں ہولا۔ تو کسا نے سر جھٹکا۔ میں اور مسٹر جہان جا رہے ہیں۔۔ باہر ڈرائیور گاڑی کے ساتھ موجود ہے جب چاہے گھر چلی جانا۔ کسوا کے بتانے پے بیلا کا دماغ گھوم گیا۔ کیا مطلب۔۔؟؟ جہانزیب مجھے یہاں اس طرح اکیلا چھوڑ کے کبھی نہیں جائے گا۔ سمجھی تم۔۔۔! بیلا غصہ سے اپنے بستر سے اٹھتی ہوئی کسوا تک پہنچی۔ خوش فہمیوں میں جہنا چھوڑ دو بیلا۔ اور۔۔ مسٹر جہان کو اپنے جھوٹے جال میں پھسانے کی بجائے۔۔ اپنے لیے تھوڑی محبت کر لو۔۔ کیونکہ بہت جلد۔۔۔ تم خود بری طرح اپنے ہی بچھائے واچ۔ کسوا اسے چیلنج کرتی وہاں جال میں پھسنے والی ہے۔ جسٹ ویٹ اینڈ

سے باہر نکل آئی مسٹر جہان اسکا گاڑی میں ویٹ کر رہے تھے۔کسوا کے بیٹھتے ہی مسٹر جہان نے گاڑی کو کسوا کی امی کے گھر کی جانب موڑ دیا تھا۔

فون پے ہی غزالہ بیگم کو بیلا کے متعلق اطلاع دیتا وہ کسوا کو بنا حویلی لے جاتا شہر لے آیا تھا۔آج کتنے عرصے بعد کسوا نے باہر ک دنیا کی رونقیں دیکھی تھیں۔اپنی امی سے ملنے کی خوشی اپنی جگہ۔لیکن اپنے والد کو کھونے کا دکھ حاوی ہونے لگا۔مسکراہٹ کے پیچھے آنکھوں میں نمی اتری جو جہانزیب سے چھپی نہ رہ سکی۔کیا ہوا۔۔؟؟میری جان کی آنکھوں میں یہ آنسو۔۔؟؟گاڑی کا موڑ کاٹتے اس نے کسوا کو دیکھتے پوچھا۔کچھ نہیں۔۔بس یونہی۔۔۔!بابا یاد آگ ئے تھے۔کسوا نے دھیمے سے کہا۔جہانزیب چپ سا ہو گیا۔اس کے بابا کی اچانک ڈیتھ پے وہ بھی شاکڈ ہوا تھا۔لیکن۔۔۔وہ کچھ نہیں کر سکا تھا۔

یہاں تک کہ کسوا کو بتا بھی نہیں پایا تھا۔ جہانزیب نے اسکا ہاتھ تھاما۔ تو وہ اسے دیکھ نم آنکھوں سے مسکرائی۔ گاڑی ایک ریسٹورینٹ کے آگے روکتے وہ تک کسوا کی جانب مڑا۔ جو سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ صبح ناشتہ نہیں کیا تھا۔ ایسے ہی نکل آئے۔ تمہیں بھوک بھی لگی ہو گی تو مجھے پتہ ہے تم نے نہیں کہنا۔۔ جہانزیب دھیرے سے کہتا گڑی سے نیچے اترتے کسوا کو لیے ہوٹل کے اندر داخل ہوا۔ آرڈر دیتا وہ بھی کسوا کے ساتھ آ بیٹھا۔ ایک بات پوچھوں مسٹر جہان۔۔؟؟ اچاک سے کسوا نے اسے کہا تو وہ اسکی طرف متوجہ ہوا۔ آپ نے۔۔۔ بیلا سے شادی کیوں کی۔۔؟؟ اس کی بات پے جہانزیب نے لب بھینچے۔ کسوا۔۔۔۔! وقت آنے پے بتا دوں گا۔

جہانزیب فوراً ہی سنجیدہ ہو گیا۔ کسوا نے سر جھکا لیا۔ ادھر دیکھو میری طرف۔۔؟؟ اس کا ہاتھ تھامے اپنی طرف متوجہ کیا۔ جہانزیب چوہدری۔۔ کسوا کا مسٹر جہان۔۔۔ اپنی آخری سانس تک صرف اپنی کسوا کا رہے گا۔ جہانزیب کی لو دیتی آنکھوں میں چھپے جذبوں کی حدت سے کسوا کا

دل زوروں سے دھڑکا۔ وہ یہ نہ کہہ سکی۔ کہ اسے آنکھیں بند کیے اپنے مسٹر جہان پے اعتبار ہے۔ لیکن بیلا والا کانٹا اس کی زندگی سے نکال دے۔

صبح برہان کی آنکھ کھلی تو پری بستر پے نہیں تھی۔ وہ فوراً سے اٹھا۔ پورے کمرے میں اسے ڈھونڈا۔ واش روم میں چیک کیا۔ وہ کہیں نہیں تھی۔ باہر آتا وہ پریشانی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسے ڈھونڈنے لگا۔ کہ تبھی اسے کچن سے آوازیں آئی یں۔ اس کے قدم کچن کی جانب بڑھے۔ جہاں پری ڈائی ننگ ٹیبل پے بیٹھی۔ نورِی سے باتیں کر رہی تھی۔ اور نوری اس کے لیے ناشتہ بنا رہی تھی۔ پری کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے برہان کے دل کو سکون آیا تھا۔ رات کو وہ بت ہائی پر ہو گ ئی تھی۔ لیکن ابھی وہ بالکل نارمل تھی۔ نوری نے اسکے سامے ناشتہ رکھا۔ تو پری نے مسکرا کے اسے

دیکھا۔اسی لمحے نظر برہان پہ اٹھی تو لب بھینچ گ ئے۔اور واپس نظریں اپنے ناشتے پہ جھکاتی وہ ناشتہ کرنے لگی۔اس نے برہان کو مکمل نظرانداز کیا تھا۔جو برہان کو غصہ ہونے کی بجائے مسکرانے پہ مجبور کر گیا تھا۔بنا اسے کچھ کہے وہ اپنے کمرے میں واپس لوٹ آیا۔موبائل اٹھاتا وہ آج کی ساری میٹنگز کینسل کرتا آج کا دن صرف پری کے ساتھ سپینڈ کرنے کا سوچ کے مسکرایا۔اسے اپنی بیوی کو منانا تھا۔اپنے طریقے سے۔تاکہ وہ اپنی خوبصورت بیوی کے ساتھ اپنی زندگی میں آگے بڑھ سکے۔

Zubi Novels Zone

بیٹا۔۔۔؟؟تمہاری طبعیت ٹھیک ہے ناں۔۔؟؟وجاہت صاحب نے ارم کی روئی روئی سو جھی آنکھوں کو دیکھا تو پوچھ بیٹھے۔جی۔۔۔میں۔۔ٹھیک ہوں۔۔!ارم نے نظریں چراتے کہا۔اور انہیں ناشتہ سرو کرنے لگی۔

بیٹا۔۔۔ مصطفیٰ کو غلط مت سمجھنا وہ بہت دکھی ہے۔۔جو اس کے ساتھ ہوا۔۔اس کے بعد۔۔وہ سخت ہو گیا ہے۔لیکن۔۔وہ تم سے بہت پیار کرتا ہے۔میں نے اسکی آنکھوں میں تمہارے لیے محبت دیکھی ہے۔اسے کبھی۔۔خود سے الگ مت کرنا۔۔وجاہت صاحب کی باتوں پہ ارم بس حیرانی سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔کیا بتاتی کہ آپ کا وہ دکھی بیٹا۔۔رات کو آیا تھا۔ اُور صبح ہونے سے پہلے واپس چلا گیا تھا۔ارم کی آنکھوں میں جلن سی ہونے لگی۔آپ ناشتہ کریں۔میں آتی ہوں۔اپنے آنسو ضبط کرتی وہ ان کے روم سے باہر نکل آئی۔آنسو ایک بار پھر سے گالوں پہ بہہ نکلے۔اپنے تھا کمرے کا رخ کیا تو موبائل پہ مسلسل کالز آرہی تھیں۔نمرا اسکی امی کا ارم نے فوراً کال پک کی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

گاڑی کسوا کی امی کے گھر کے باہر کھڑی کرتا وہ اسے مسکرا کے دیکھنے لگا۔آپ
نہیں آئیں گے اندر۔۔؟؟ کسوا نے اس سے پوچھا تو اس نے سر نفی میں
ہلایا۔میں کچھ دیر تک آؤں گا لینے۔آگے بڑھ کے اسکے ماتھے پہ لب رکھتے
محبت پاش انداز میں کہا۔تو وہ اثبات میں سر ہلاتے گاڑی سے اترنے لگی۔کہ
جہان نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔وہ پلٹی۔ابھی سے مس کرنے لگا ہوں۔۔۔بے
چینی سے کہتے اسکے ہاتھ پہ گرفت مضبوط کی۔تو کسوا مسکرا دی۔مسٹر
جہان۔۔!آپ بھی ناں۔۔؟؟اچھا ایک بات بتاؤ۔۔میں نے آج تمہاری
بات مانی۔۔یہں لے کے آیا۔۔!اب بدلے میں مجھے بھی تو کچھ ملنا چاہیے
ناں۔۔؟؟جہان اسکی طرف جھک کے بولا۔مسٹر جہان۔۔؟؟وہ حیران و تی
اسے دیکھنے لگی۔آپ کو اب ابھی بھی کچھ چاہیے۔۔۔؟؟جب کہ۔۔۔؟؟
کہتے کہتے یکدم کسوا کو احساس ہوا۔کچھ زیادہ بول گئی ہے۔کیا
مطلب۔۔؟؟جہان کے لبوں پہ جاندار مسکراہٹ ابھری۔کیا
مطلب۔۔؟؟تمہیں کیا لگتا ہے۔۔۔؟؟مجھے کیا چاہیے۔۔؟مسٹر

جہان۔۔۔! پلیز۔۔تنگ نہ کریں۔۔وہ نظریں جھکاتے نبلش کرنے لگی تھی۔جہان نے اسے جھٹکا دیتے خود سے قریب کیا۔اے لسن۔۔۔! مجھے تم چاہیے۔۔ہر پل چاہیے۔۔بار بار چاہیے۔اسے خود سے لگائے وہ گھمبیر لہجے میں کہتا کسوا کے دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش برپا کر گیا۔اس کے ماتے پے لبوں سے بوسہ دیتے اسکی آنکھوں کو دیکھا۔جہان کو اسکی براؤن آنکھوں میں اپنے لیے دیوانگی دیکھی۔کسوا نے دھیرے سے اسکے گال پے لب رکھے۔تو وہ ایک گال سے مسکرایا۔مجھے لگا میں ہی عشق کی منزلوں پے اکیلے سفر کر رہا ہوں۔۔لیکن جہان کی جان تو مجھ سے اس سفر میں کہیں آگے نکل گئی ہے۔اس کے بالوں میں انگلیاں پھنسائے وہ اس کے لبوں پے جھکا۔اس کی سانسوں کو روک گیا۔جلدی آؤں گا۔خیال رکھنا اپنا۔اس کے لبوں سرگوشی کو آزادی بخشتا اس کے قندھاری لبوں پے انگوٹھا مسلتے دھیمے سے کی۔کاوا جھٹ سے نیچے اتری۔اور مسکراتے ہوئے جہن کو دیکھا۔جہان نے

اسے گیٹ سے انٹر ہونے کا اشارہ کیا۔ تو وہ آگے بڑھتی گیٹ کے اندر بڑھ گئی۔ اس کے اندر جاتے ہی جہان نے گاڑی ریورس کی۔

\-----------

امی۔۔۔؟؟ اسلام علیکم۔۔۔! کسوا دروازہ کھلتے ہی تسلیم بیگم کے سینے سے جا لگی۔ وہ تو حیران ہی رہ گئی یں۔ کسوا۔۔؟؟ تم یہاں اچانک۔۔؟؟ جہانزیب؟۔ وہ۔۔؟؟ انہیں گھبراہٹ ہوئی پچھلی بار بھی وہ اسی طرح اکیلے آئی تھی اور جہانزیب اسے آ کے زبردستی لے گیا تھا۔ امی۔۔۔! مسٹر جہان ہی چھوڑ کے گئے ہیں۔۔ اندر تو چلیں۔ وہ انہیں لیے اندر بڑھ آئی۔ کیسی ہیں۔۔؟ اور خالہ اماں آپ کیسی ہیں۔۔؟ خالہ اماں سے سلام کرتی وہ تسلیم بیگم کے پاس آ بیٹھی۔ کسوا۔۔؟؟ سب ٹھیک ہے ناں۔۔؟؟ تسلیم بیگم اب بھی پریشان تھیں۔ جی امی۔۔۔ سب ٹھیک ہے۔۔ ڈونٹ وری۔۔۔! مہد

کہاں ہے؟ بیٹا۔۔۔! مہد نے کیڈٹ کالج میں داخلہ لے لیا تو اسے مری بھیج دیا ہے۔ تم تو جانتی ہو۔۔۔ کتنا شوق تھا اسے آرمی میں جانے کا۔ تو۔۔؟؟

بہت اچھا کیا امی۔۔۔ آپ نے۔۔! کسوا نے ان کا ہاتھ تھامے دھیرے سے کہا۔ ارم۔۔۔؟؟ وہ کیسی ہے۔۔؟؟ اس کی بھی شادی کر دی آپ نے۔۔۔؟؟ کسوا نے دھیمی آواز میں شکوہ کیا۔ تو تسلیم بیگم نے اسے مختصراً ساری بات بتادی۔ وہ خوش ہے ناں۔۔؟؟ کسوا کے سوال پہ تسلم بیگم کی آنکھیں بھیگ گ ئی یں۔ کھولو۔۔۔ دروازہ۔۔۔ میں نے کہا۔۔ کھولو۔۔ دروازہ۔۔۔ اچانک سے ایک کمرے سے آوازیں آئی یں۔ تو کسوا چونکی۔

امی۔۔۔؟؟ کون ہے اندر۔۔۔؟

برہان نے ایک فائی یو اسٹار ہوٹل میں پری کے ساتھ آج ڈیٹ منانے کا سوچا تھا۔ لیکن پھر اسے پری کو وہاں لے جانا مشکل لگا اس لیے ارادہ بدلتا وہ گھر پے ہی اسکے لیے سرپرائز تیار کرنے لگا۔ وہ سارے انتظامات مکمل کر چکا تھا۔ اور ایک بہت بڑا چاکلیٹ کیک کا آرڈر دیتا وہ اب ٹیڈی بئیرز کا آرڈر دے رہا تھا۔ کیونکہ اسکی معصوم بیوی کو ٹیڈی بئیرز سے عشق تھا۔ اب مسئلہ یہ تھا۔ کہ وہ پری کو سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ اور اس کے لیے اسے کسی کی مدد کی ضرورت تھی۔؟ بڑے صاحب۔۔؟؟ اچانک دروازے پے دستک ہوئی تو وہ چونکا۔ کیا بات ہے نوری۔۔؟؟ برہان اس کی آواز پہچان گیا تھا۔ بھلے وہ ملازمہ تھی۔ لیکن برہان کو وہ بالکل بہنوں کی طرح عزیز تھی۔ اس لیے برہان نے نوری کو ہی پری کی ساری زمہ داری سونپی تھی۔ وہ اس پے یقین کر سکتا تھا۔ بڑے صاحب۔۔! وہ۔۔۔ پری بی بی کہہ رہی ہیں۔۔ انہیں باہر جانا ہے۔ کچھ وقت کے لیے۔۔۔۔! سر جھکائے کہا۔

اچھا۔۔۔؟؟؟ ٹھیک ہے میں آتا ہوں۔ برہان سوچتا ہوا ڈریسنگ روم کی

جانب بڑھا۔وہ۔۔۔انہوں نے کہا ہے۔۔۔۔کہ وہ۔میرے ساتھ جانا چاہتی ہیں۔نوری نے اگلی بات ڈرتے ڈرتے جھجھکتے ہوئے کہی۔برہان کے ماتھے پے بل پڑے۔لگتا ہے ڈوز دینی پڑے گی۔تم جاؤ۔۔میں تمہاری پری بی بی کو لے جاؤں گا۔جہاں لے کے جانا ہوا۔برہان نے ہر لفظ چباتے ہوئے کہا۔جی۔۔۔وہ کہہ رہی تھیں۔کہ اگر آپ نہ مانے تو۔۔۔منع کر دوں جانے سے۔۔۔!نوری نے ہکلاتے ہوئے کہا۔نوری!اگر اپنی خیر چاہتی ہو تو۔۔چپ چاپ یہاں سے چلی جاؤ۔برہان نے ماتھے پے بل ڈالے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔تو وہ ایک منٹ سے پہلے غائب ہوئی۔پری کب سے اس کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔لیکن دور دور تک اس کے آنے کی کوئی خبر نہ تھی۔سارا دن بولائے بولائے پھرتی رہی۔اس کا دل گھر میں بالکل نہیں لگ رہا تھا۔صبح سے شام ہو گئی تھی۔ایک بار بھی برہان نے اسے مخاطب نہ کیا تھا۔نہ ہی کسی قسم کی معافی مانگی تھی۔جب کہ پری اسکے بنا خود کو ادھورا محسوس کر رہی تھی۔اپنی بے قدری پے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔سب

مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔۔بے وفا۔۔کہیں کے۔۔! وہ ڈرائی نگ روم سے اپنے روم کی جانب بڑھی تو وہاں مکمل اندھیرا تھا۔ برہان صبح سے روم سے باہر نہ نکلا تھا۔نہ ہی آفس گیا تھا۔پری کچھ نہیں جانتی تھی۔ لیکن اسے تجسس ضرور تھا اب روم میں آتے وہ تھوڑا گھبرا گئی۔واپس پلٹنے لگی۔ کہ دروازہ جھٹکے سے بند ہوا پورے کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ برہان۔۔۔؟؟؟ پری نے گھبرا کے اسے ہی پکارا۔جی برہان کی جان۔۔؟؟ برہان اسکے کان کے پاس سرگوشی کرتے اس کا دل دھڑکا گیا۔پلیز۔۔۔لائیٹس آن کریں۔وہ منمنائی۔ برہان نے جھٹکے سے اس کا رخ اپنی جانب موڑا۔ کیا ہوا۔؟؟ڈر لگ رہا ہے۔۔؟؟میرے ہوتے ہوئے۔۔؟وہ گھمبیر آواز میں بولتا پری کے ہاتھ پیریس کر رہا تھا۔وہ اس کا ہاتھ جھٹکتی پیچھے ہٹی۔اس کا یوں ہاتھ جھٹکنا۔ برہان کو سخت ناگوار گزرا تھا۔ سختی سے لب بھینچے۔وہ اتنی جرات اسکی نرمی پے ہی دکھا رہی تھی۔ورنہ نظر اٹھا کے بھی بات نہ کرتی

تھی۔پری نے لائی یٹس آن کیں تو سامنے کا منظر دیکھ ایک پل کو سکتے میں رہ گئی۔

امی۔۔۔! بیلا یہاں کیا کر رہی ہے۔۔؟اور آپ نے اسے روم میں کیوں بند کیا ہوا ہے۔۔؟کسوا کو یہ سب اچھا نہ لگا۔کسوا! تم ان سب باتوں میں نہ پڑو جو جیسا چل رہا ہے اسے ویسے چلنے دو لیکن امی پھر بھی مجھے پتہ ہے تو صحیح اخر بیلا کو اپ نے یہاں کیوں قید کر رکھا ہے مجھے اس سے ملنے دے۔کسوا نے اٹھتے ہوئے دروازہ کھولنے کی لیے ہاتھ اگے بڑھایا کہ تسلیم بیگم نے اس کا ہاتھ روک دیا نہیں یہ یہیں ٹھیک ہے۔تم میرے ساتھ چلو۔تسلیم بیگم کسوا کا ہاتھ سختی سے تھامے ہوئے اسے لیے دوسرے کمرے کی جانب بڑھیں اور پھر اسے مختصر اساری بات بتادی جسے سن کے ایک لمحے کو کسوا کو سمجھ نہ ایا کہ

وہ اپنی ماں سے اب کیا بولے۔۔۔بیلا اور ارم دونوں جڑواں بہنیں تھیں یہ بات جان کر کسوا اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی بیلا کی طلاق کی بات سن کر اور ارم اور تھا۔کیوں کر مصطفی کے بیچ میں بیلا کی دخل اندازی پے کسوا کو بھی غصہ آیا رہی ہے یہ ایسا۔۔؟شرم نہیں آتی اسے۔۔؟کسوا کو بھی اب کے غصہ آیا تھا۔ بس بیٹا۔۔۔!کبھی کبھی کرموں کا پھل دنیا میں ہی مل جاتا ہے۔بہت ناقدری کی تمہاری۔۔بہت زیادتی کی۔اسی کا صلہ ملا ہے مجھے۔۔تسلیم بیگم دکھی ہوئی تھیں۔ایسی باتیں مت کریں۔آپ۔۔مجھے بتائیں سرفراز ماموں کیسے ہیں۔؟ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں؟بیٹا۔۔؟؟ڈاکٹرز نے کیا کہنا ہے۔ اب کوئی جاتا ہی نہیں اس بیچارے کو دیکھنے۔۔؟کب کومہ سے اللہ کے پاس چلا جائے۔۔؟کوئی پتہ نہیں۔۔میں تو دعا کرتی ہوں۔۔اللہ اسے اپنے پاس بلا لے۔۔ایسے لاوارثوں کی طرح ہاسپٹل میں پڑا ہے۔گلفراز بھائی نے تو اسے چھوڑ ہی دیا ہے۔اپنے چھوٹے بھائی کا ذکر کرتیں وہ بہت آبدیدہ ہوئی یں۔آپ فکر نہ کریں۔۔اللہ اچھا کرے گا۔کسوا نے اس معاملے کے

متعلق جہانزیب سے بات کرنے کا سوچا تھا۔ تسلیم بیگم اسکا پسندیدہ کھانا تیار کر رہی تھیں۔ امی۔۔! آپ کے پاس ارم کا فون نمبر ہے۔۔؟؟ تسلیم بیگم کا موبائی ل اٹھائے کسوا نے پوچھا۔ ہاں۔ ہے اسی میں۔۔ کر لو۔

بات۔۔۔! چولہے کی آنچ آہستہ کرتے کہا۔ تو کسوا نے ارم کو کال ملائی۔ کال جا رہی تھی۔ اور تھوڑی دیر بعد کال پک ہوئی۔ السلام علیکم امی۔۔؟؟ کیسی ہیں۔؟؟ ارم نے کال پک کرتے ہی پوچھا۔ کسوا کے چہرے پے مسکان سجی۔ میں ٹھیک ہوں۔ میرا بچہ۔۔۔! آپ کیسی ہیں۔۔؟ کسوا خوشی سے کہتے دل سے مسکرائی تھی۔ ارم نے موبائی ل کو کان سے ہٹا کے نمبر دیکھا۔ اور واپس کان سے لگایا۔ آپی۔۔؟؟؟ اب کی بار آواز میں کپکپاہٹ تھی۔ آنکھیں چھلک پڑیں۔ میری جان کیسی ہے۔۔؟؟ کسوا نے بہت محبت سے پوچھا۔ آپ۔۔؟؟ آپ کیسی ہیں۔؟؟ کہاں تھیں۔۔؟ آپ امی کے پاس ہیں۔؟ ارم نے عجلت میں ڈھیر سارے سوال پوچھے۔ ارے ریلیکس۔۔۔! میں ٹھیک ہوں۔ امی کے گھر آئی ہوں۔ اس جلاد نے آنے دیا آپ کو۔۔؟ ارم

وہی۔۔ کے لہجے میں غصہ تھا۔کون جلاد۔۔۔؟؟حیرانی سے پوچھا۔

کھڑوس بلا۔۔۔ جس نے آپ سے نکاح کیا۔کیسے آنے دیا۔۔؟ارم نے

تجسس سے پوچھا۔کسوا نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔پاگل۔۔۔! یہ وہی

ہیں۔۔ مسٹر جہان۔۔۔! بتایا تھاناں۔۔وہ آفس میں۔۔؟کسوا بات کرتی

کرتی باہر نکل آئی۔ مسٹر جہان۔۔؟کیسے۔۔؟؟مطلب۔۔؟؟وہ

چوہدری۔۔؟؟ارم کو خوشگوار حیرت کا جھٹکا لگا تو کسوا اسے مختصراً ساری بات

بتانے لگی۔مطلب۔۔۔!انہوں نے آپ کو پہچان لیا؟؟ارم نے اینڈ پے

کہا۔تو کسوا نے سر پیٹا۔ارم۔۔تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔خیر۔۔۔! تم بتاؤ۔۔

اچانک شادی کیسے کرلی۔۔؟؟کسوا کے سوال پے ارم کو مصطفیٰ یاد آگیا۔

دانت کچکچائے۔جی چاہا ایم۔کے سامنے ہو۔اور وہ اسے کچا چبا جائے۔بس۔۔

غلطی سے ہو گئی۔۔۔ارم کی زبان پھسلی۔کیا مطلب۔۔؟ویسے تم۔۔

اپنے شوہر کے ساتھ ہمارے گاؤں آئے تھے ناں۔۔؟مسٹر جہان کے ساتھ

تمہارے ہزبینڈ کا کوئی تعلق ہے ناں۔۔؟؟کسوا کی بات پے ارم کے دماغ

ہلچل ہوئی۔آپی۔۔؟؟ارم کا دل بری طرح دھڑکا۔بیٹری لو ہونے کی میں وجہ سے کال بند ہو گئی۔ارم کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔مطلب۔۔؟ مصطفی پہلے دن سے جانتے تھے۔کہ آپی کہاں ہے۔۔؟؟اور انہوں نے مجھ سے نکاح جان بوجھ کے اس شرط پے کیا۔کہ وہ مجھے آپی سے ملوائیں گے۔ وہ پہلے سے ہی جانتے تھے۔آپی مسٹر جہان چوہدری کے پاس ہے۔اسی لیے وہ مجھے وہاں لے کے گئے۔۔اوہ۔۔خدایا۔۔!ارم سر پکڑ کے بیٹھ گئی۔ اتنی بڑی سازش۔۔۔ مسٹر مصطفی !آپ نے مجھے ٹریپ کیا۔میں اس کے لیے آپ کو چھوڑوں گی نہیں۔۔۔!ارم غصہ سے اٹھی۔وہ جانتی تھی۔ ایم۔۔کے کہاں ہو گا۔اپنے فارم ہاؤس پے۔اور اس وقت ارم اس سے مل کے ساری باتیں کلئیر کرنا چاہتی تھی۔

لائی ٹس آن ہوتے ہی پری کی آنکھیں چوکا چوند روشنی سے چندھیا گئی یں۔ ڈھیر سارے ٹیڈی بی ئی رز۔۔ چاکلیٹس ہارٹ شیپ بالونز۔۔ کینڈلز اور روم کے درمیان میں ٹیبل پے نفاست سے سجایا ہوا چاکلیٹ کیک۔ پری کے چہرے پے اک دھیمی سی مسکان سجی۔ برہان نے گردن ترچھی کرتے پاکٹ میں ہاتھ ڈالے اسے دیکھا۔ جو دھیمے دھیمے قدم اٹھاتی اس کے ساتھ آن کھڑی ہوئی۔ آنکھوں میں انتہائی حیرت تھی۔ لیکن خوشی بھی۔ رخ پھیر کے برہان کو دیکھا جس کا چہرہ اب کی بار سپاٹ تھا۔

آپ۔۔؟؟ آپ نے یہ سب۔۔؟؟ پری کے پاس الفاظ نہیں تھے کہ وہ اپنی خوشی بیان کر پاتی۔ لیکن ابھی وہ کچھ کہتی۔ کہ اگلے ہی پل اسے برہان کی کل کی کہی باتیں یاد آگئی یں۔ پری کے ماتھے پے بل پڑے۔ اگر آپ کو لگتا ہے۔ کہ یہ سب کرنے سے میں آپ کو معاف کر دوں گی تو ایسا کچھ نہیں ہونے والا۔ سمجھے آپ۔۔! پری نروٹھے انداز سے کہتی جانے لگی کہ برہان نے اسے کمر سے تھامے جھٹکے سے خود سے قریب کیا۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔!

پری اسکی سخت گرفت پے پھڑ پھڑائی۔ تمہیں کیا لگتا ہے۔۔؟؟تم معاف نہیں کرو گی۔۔تو اپنا حق اپنی ملکیت سے تمہیں آزاد کردوں گا۔۔؟؟اس کی گھمبیر آواز۔۔اس کے کلون کی خوشبو۔۔۔!پری کے حواسوں کو بری طرح معطل کررہی تھی۔آپ۔۔دور رہیں ناں۔۔۔!پری نے اس کے سینے پے ہاتھ رکھتے اسے دور کرنے کی ناکام کوشش کی۔پری۔۔!اب اگر ایک اور بھی تم نے میرا ہاتھ جھٹکا۔تو میں برداشت نہیں کروں گا اور سخت سزا دوں گا تمہیں۔۔برہان کے ہاتھوں کی گرفت مزید سخت ہوئی تو پری نے مزاحمت ترک کردی جب کہ آنکھوں کے گوشے نم ہوئے۔اور شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔معافی میں بھی اسکا انداز دھونس بھرا تھا۔جو پری کو غصہ دلا رہا تھا۔برہان نے ہاتھ پیچھے لے جاتے ایک بہت بڑا ٹیڈی ب ئی یر پری کے سامنے کیا۔جس کا سائز تقریباً پری کے قد کے برابر ہی تھا۔اتنا بڑا ٹیڈی پری سب بھول گ ئی۔واؤ۔۔؟؟وہ مسکرائی تھی۔برہان ب ئی یر دیکھتی اسے دیکھتا خود بھی مسکرایا تھا۔

اے۔۔معاف نہیں کرو گی۔۔۔؟؟ برہان نے اس کے گالوں کو پیار سے چھوا۔آپ نے جو کیا۔۔؟؟ وہ معافی کے لائق ہے۔۔؟؟ پری نے ٹیڈی بی ئیر کو سینے سے لگاتے نروٹھے انداز میں کہا۔۔ برہان کی زرا سی نرمی پے وہ یونہی نخرہ دکھاتی تھی۔یار۔۔مانگ تو رہا ہوں۔۔ معافی۔۔۔؟؟ لو کان بھی پکڑ لیے۔ برہان نے اس کے کان پکڑے تو وہ۔۔۔ جھنجھلائی۔ برہان۔۔! اپنے کان پکڑیں۔ میرے نہیں۔۔پری نے ایک ہاتھ سے ٹیڈی ب ئیر پکڑے دوسرے ہاتھ سے اسے اس کے کان پکڑوائے۔ چلیں اب سٹ سٹینڈ کریں۔پری نے اسے مسکراتے ہوئے کہا تو برہان کی آنکھیں کھل گ ئیں واٹ۔۔؟؟ کیا بچوں کی طرح ٹریٹ کر رہی ہو۔؟ یہاں آؤ میرے پاس۔۔۔! برہان نے اسے دونوں بازوؤں سے تھامے خود سے قریب کیا تو وہ نظریں جھکائے شرما کے اس کے پاس ہوئی۔لو یو مسز۔۔ برہان راجپوت۔۔۔! اس کے ہاتھ سے ٹیڈی ب ئیر کو پیچھے کرتا اس کے

گال پے لب رکھ گیا۔ میرا اٹیڈی ب ئی یر۔۔۔! پری تڑپی۔

شی۔۔۔۔۔۔۔! اسے مجھ سے زیادہ اہمیت دی۔۔یا میرے سامنے چھوا تو۔۔

اچھا نہیں ہوگا۔ یہاں آؤ۔۔۔! وہ اس کا ہاتھ تھامے ٹیبل کے پاس لایا۔

کیک کٹ کرو۔ آج کوئی خاص دن ہے۔؟؟ جو آپ نے یہ کیک۔۔؟؟ پری

بولتے ہوئے کیک کو دیکھتی چپ ہوئی۔ہیپی اینیورسری۔۔۔! یہ۔۔؟؟

پری کے ماتھے پے بل پڑے۔ ابھی۔۔ ہماری شادی کو سال تو نہیں

ہوا۔۔؟؟ پری نے رخ موڑ کے اپنے پیچھے شہزادوں سے آن بان شان رکھنے

والے اپنے مجازی خدا کو دیکھا۔ جب ہمارا نکاح ہوا تھا۔ تب آج کی ہی ڈیٹ

تھی۔ برہان نے اسکے کان کی لو کو لبوں سے نرمی سے چھوتے ہوئے کہا۔ اور

اس کے ہاتھ میں چھری پکڑاتے دونوں نے مل کے کیک کٹ کیا۔ برہان

نے اسکے منہ میں کیک کا پیس ڈالا۔ تو پری نے مسکراہٹ کو ضبط کیے کیک

منہ میں رکھا۔ برہان اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ یہ لیں۔۔پری نے

بھی کیک کا پیس س کی جانب بڑھایا۔ تو اس نے نفی میں سر ہلاتے وہ کیک کا

کے گال اور لبوں پے لگا دیا۔ برہان۔۔۔۔؟؟ وہ غصہ سے پیں اس جھجھلائی۔اور منہ صاف کرنے لگی کہ برہان نے اسکی کلائی یاں تھام لیں۔ اس کے گالوں سے کیک کو اپنے لبوں سے چھوتا وہ پری کے دل کی دھڑکنیں بڑھا رہا تھا۔اس کے بعد وہ رکا نہیں۔۔پری کے لبوں پے نظروں کا فوکس کیے وہ ان پے جھکا۔پری بے بس سے اسکی گرفت میں کسمسا کے رہ گئی۔ لیکن خود کو اس کی نرم گرفت سے بھی چھڑا نہ پائی۔جانتی تھی۔اب راہِ فرار ناممکن ہے.اس لیے خاموشی سے خود کو برہان کے سپرد کر دیا۔

Zubi Novels Zone

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ارم ڈرائی یور کے ساتھ ایم۔کے کے فارم ہاؤس کی طرف گامزن تھی۔وہ اس وقت انتہائی غصہ کے عالم میں تھی۔ابھی وہ آدھے راستے تک پہنچی تھی۔کہ ڈرائی یور نے گاڑی کو روکا۔ارم نے اسکی جانب سوالیہ نظروں سے

دیکھا۔گاڑی کیوں۔۔؟؟ونڈ سکرین سے سامنے کھڑی تین سے چار گاڑیوں پے ارم کی نظر پڑی تو باقی کے الفاظ منہ میں ہی رہ گ ئے۔بلیک تھری پیس سوٹ میں بلیک گلاسز لگائے وہ پاکٹ میں ہاتھ ڈالے وہ ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ اسکے سیکیورٹی گارڈز بھی تھے۔ارم نے لب بھینچے اسے دیکھا جواب اسکی جانب پیش قدمی کر رہا تھا۔ارم بھی گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکلی تھی۔ایم۔کے اس کے بالکل سامنے آن کھڑا ہوا۔کیوں میری اجازت کے بنا گھر سے اکیلے نکلی؟؟سرد لہجے میں پوچھتا وہ ارم کو مزید طیش دلا گیا۔ ارم بمشکل خود پے ضبط کرتی رخ پھیر گ ئی۔تم سے کچھ۔۔؟اس کا انداز دیکھتا ایم۔کے کچھ کہتے کہتے رکا۔وہ علاقہ سیو نہیں تھا۔اکثر یہاں پے اس پے کافی دفعہ قاتلانہ حملہ ہو چکا تھا۔اس لیے وہ ابھی یہاں مزید کھڑا رہ کے کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔ارم کی کلائی تھامے وہ اپنی گاڑی کی جانب بڑھا۔کہ

خبردار جو مجھے چھوا بھی آپ نے۔۔۔! ہاتھ توڑ دوں گی آپ کے۔۔۔! ارم نے مصطفیٰ کے ہاتھوں کو پرے جھٹکا۔تو وہ اس کا ایٹی ٹیوڈ دیکھتا آپے سے باہر ہوا۔اور جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچا۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا گولیاں چلنے کی آواز پے وہ ارم کو لیے ایک طرف جھکا تھا۔

ارم نے مصطفیٰ کے ہاتھوں کو پرے جھٹکا۔تو وہ اس کا ایٹی ٹیوڈ دیکھتا آپے سے باہر ہوا۔اور جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچا۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا گولیاں چلنے کی آواز پے وہ ارم کو لیے ایک طرف جھکا تھا۔

ایم۔کے کے سیکیورٹی گارڈز نے اسے فوراً کور کیا تھا۔ساتھ میں ان گولیاں چلانے والوں پے جوابی کاروائی بھی کی تھی۔ایم۔کے اپنی گن نکالتا ارم کو اپنے ساتھ لیے دوسری طرف سے سیکیورٹی گارڈز کے دائرہ میں اپنی گاڑی کی جانب بڑھا۔جو کہ بلیٹ پروف تھی۔ارم کے اوسان خطا ہو چکے

تھے۔اسے کچھ سمجھ ہیں آرہا تھا۔کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔اس پے یہ تیسرا قاتلانہ حملہ تھا۔اب ارم کو پکا یقین ہو گیا تھا۔کہ ایم۔کے ایک گینگسٹر ہے۔

ایم۔کے نے اسے گاڑی میں بٹھاتے خود گولی چلائی۔ایک کے بعد ایک وہ بھی کسی ماہر نشانے باز کی طرح گولیاں چلاتا ارم کو حیران کو چکا تھا۔ تبھی ایک گولی سیدھی ایم۔کے کی بازو کو چیرتی ہوئی نکلی۔ارم کی چینخ بلند ہوئی۔

سر۔۔۔!پلیز۔۔آپ گاڑی میں بیٹھیں۔۔اس کے سیکیورٹی گارڈ نے اسے کور کیا۔اور گاڑی نیں بٹھایا۔گاڑی آگے بڑھ چکی تھی۔ایک سیکیورٹی گاڑی ان کے ہمراہ تھی۔جب کہ دو وہیں تھیں۔ان کا رادتہ روکے ہوئے۔خون بہتا چلا جارہا تھا۔ایمکے نے اپنا بازو دیکھا۔درد کی شدت سے اسکی آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔ارم جو آنسو بہاتی بت بنی اسے دیکھ رہی تھی۔ایم۔کے کا اتنا خون بہتا نہ دیکھ سکی۔فوراً آگے بڑھ کے اسکے زخم پے اپنا دوپٹہ رکھا۔اور خون روکنے کی کوشش کی۔جب کہ ہچکیوں سے روتی وہ ایم۔کے کو غصہ دلا رہی تھی۔رونا بند کرو گی؟وہ درد برداشت کرتے سرد لہجے میں بولا۔

آپ۔۔۔آپ کو گولی لگی ہے۔۔۔اور آپ۔۔ کہہ رہے ہیں۔۔میں۔۔
میں۔۔روؤں بھی ناں۔۔! ارم نے ہچکیاں لیتے آنسو پونچھتے کہا۔ گولی چھو
کے گزری ہے۔اور اس میں اتنا رونے کی ضرورت نہیں۔۔زندہ ہوں
میں۔۔مرا نہیں۔۔۔! ایم۔کے کے تلخ الفاظ پہ ارم کے آنسوؤں میں
مزید روانی آ گئی۔گاڑی جھٹکے سے ہاسپٹل کے سامنے رکی۔وہ گارڈز کی
سخت سیکیورٹی میں ہاسپٹل میں داخل ہوا۔ارم اس کے ساتھ ساتھ تھی۔
آئی سی یو میں جاتے ارم کو باہر رکنا پڑا۔وہ آئی سی یو کے باہر کھڑی اسے دیکھ
رہی تھی۔جس کی اب آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔لیکن اس کی نظروں کا
ارتکاز ارم ہی تھی۔جو بت بنے کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ارم کو اس کے
چہرے پہ ایک مسکراہٹ کا گمان ہوا تھا۔

کیا ہوا۔۔؟؟اتنی چپ چپ کیوں ہو؟واپسی پے جانزیب نے کسوا کو بہت چپ چپ پایا تو پوچھ لیا۔نہیں۔۔بس۔۔ایسے ہی۔۔۔؟؟آپ نے آج میرے لیے بہت کچھ کیا۔مسٹر جہان۔۔!تھینک یو سو مچ۔۔۔!کسوا سب سوچیں جھٹکتی اسکی جانب مڑی جو گاڑی ڈرائی یو کر رہا تھا۔اس کی بات پے دھیما سا مسکرایا۔آج اسے اس کے بابا کی قبر پے لے جاکے جہانزیب نے اسکے سارے گلے شکوے دور کردئی یے تھے۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہے تو اس نے رخ ونڈو کی جانب کر لیا۔آنسو کیوں ہیں یہ۔۔؟؟جہان نے ایک ہاتھ سے سٹی ئی رنگ کو تھامے دوسرے ہاتھ سے کسوا کا ہاتھ تھاما تھا۔ بس۔۔ایسے ہی۔۔؟؟بابا۔۔کی یاد آگئی۔۔۔!کسوا پھر سے روتے ہوئے مسکرادی۔جہان بس اسے دیکھتے رہ گیا۔شہر کا رادتہ ختم ہو چکا تھا۔اب وہ گاؤں کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔تبھی سامنے سڑک کے بیچوں بیچ راستہ روکے کھڑی گاڑی کو دیکھ جہانزیب کو گاڑی روکنی پڑی۔کسوا نے بھی حیرانی سے دیکھا۔گاڑی کو بھی جہانزیب پہچان گیا تھا۔اور گاڑی میں موجود

شخص کو بھی۔ کسوا۔۔! گاڑی میں ہی رہنا۔ نیچے مت اترنا۔ اوکے۔ سختی سے کہتے وہ اسے نظروں ہی نظروں میں وارن کرنا نہ بھولا تھا۔ اور خود نڈر ہو کے گاڑی کا دروازہ کھولتے نیچے اترا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ اس کے سیکیرٹی گارڈز اسکے ارد گرد ہی ہیں۔ گاؤں اس کا تھا۔ وہ اس گؤں کا سردار تھا۔ اسے کس کا ڈر تھا۔ لیکن سامنے والا کس قدر گھٹیا ہو سکتا تھا شاید یہ جہانزیب نہیں جانتا تھا۔ راستہ کیوں روکا۔۔۔؟؟ اس کے قریب آمنے سامنے جاتے شیر کی دھاڑ سے جہانزیب نے پوچھا۔ ایک پل کو ابرار چوہدری سٹپٹا گیا۔ لیکن اگلے ہی لمحے اعتماد بحال کرتا جھقنزیب کے مدمقابل کھڑا ہوا۔ جو لڑکی اس وقت تمہارے ساتھ ہے اسکے ماموں نے میری پھپھو کو مارا ہے۔ اور بدلے میں۔۔ یہ ہماری تھی۔ تم نے اپنی سرداری کا نجائز فائدہ اٹھاتے اس لڑکی کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ جب کہ یہ ہمارے حصہ میں آتی تھی۔ ابرار بڑے جوش سے جہانزیب کو سارا قصہ سنا رہا تھا۔ جہانزیب نے بمشکل اپنی مٹھیاں بھینچے خود پے ضبط کیا۔ ابھی تک اس نے ابرار پے ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔ وہ نہیں چاہتا

تھا۔کہ کسی قسم کی کوئی بدمزگی ہو۔لیکن اس کی انتہائی گھٹیا باتوں پے جہانزیب کا دماغ گھوما تھا۔خیر جو ہونا تھا ہو گیا۔۔سبھی نے اس فیصلہ کو قبول کر لیا۔کوئی کچھ نہیں بولا۔کیونکہ سامنے گاؤں کا چوہدری تھا۔سر پنچ تھا۔تو کیسے کوئی کچھ کہتا۔۔؟؟پر اب۔۔۔!اور نہیں۔۔۔؟؟ابرار آہستہ آہستہ اصل مدعے پے آرہا تھا۔اور یہی تو جہانزیب جاننا چاہتا تھا۔کہ اچانک سے ابرار کو کس کیڑے نے کاٹا ہے جو وہ اکیلے ہی جہانزیب کے سامنے آن کھڑا ہوا۔اتنی ہمت کیسے آگئی اس میں۔سوالیہ اور کرخت نظروں سے ابرار کو دیکھا۔جواب اپنی گاڑی کی جانب بڑھتا ایک فائل نکال لایا تھا۔یہ لو۔۔ اس پے سائن کرو۔۔۔!جہانزیب کی جانب بڑھائی۔اور جہانزیب بنا فائل دیکھے ہی ساری بات سمجھ گیا تھا۔وہ گاؤں کے ساتھ جڑی ان کی زمین کے کاغذات تھے۔جو وراثت میں جہانزیب کے حصے میں آئی تھی۔اور چوہدری فراست اور اس کے بیٹے ابرار چوہدری کی اس پے شروع سے نظر تھی۔اور آج وہ وقت آگیا تھا۔کہ چوہا بل سے باہر نکل آیا تھا۔ان پے

سائن کرو۔۔اور سب کچھ ٹھیک کر لو۔۔۔ورنہ۔۔؟ بہت کچھ کھو دو گے۔۔۔! ڈھکے چھپے الفاظ میں ابرار نے جہانزیب کو دھمکی دی تھی۔اور یہی وہ غلطی کر بیٹھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آپ۔۔۔یوں مجھے زبردستی یہاں قید کر کے نہیں رکھ سکتیں۔۔۔ تسلیم بیگم کے دروازہ کھولتے ہی بینا غصہ سے لال پیلی ہوتی اونچی آواز میں بھڑکی تھی۔ تمہارے اندر کی شرم وحیا مر گئی ہے؟ طلاق لے کے آئی ہو۔تو عدت میں ہو تم۔۔؟؟ سمجھتی ہو۔۔عدت کو۔۔؟؟ تسلیم بیگم بھی غصہ سے لب بھینچے بولی تھیں۔طلاق ہونی تھی ہو گئی۔اب اور کیا میں اب گھر میں نظر بند ہو جاؤں۔؟؟عورت ہوں۔اس لیے۔۔؟؟اور مرد کے لیے کچھ نہیں۔؟؟سب کچھ عورت ہی ؟؟؟ چٹاخ۔۔۔ایک تھپڑ پھر سے بینا کے

گال پے پڑا تھا۔وہ گال پے ہاتھ رکھے تسلیم بیگم کو دیکھنے لگی۔آج تک شیخ گلفراز اور بانو بیگم نے اس پے انگلی تک نہیں اٹھائی تھی۔جب کہ اس کی سگھی ماں نے اس پے کل سے اب تک دو بار ہاتھ اٹھایا تھا۔تم جیسی گھٹیا اولاد سے بہتر تھا۔مجھے اولاد ہی نہ ہوتی۔۔جس کے لیے صرف اپنی ذات معنی رکھتی ہے۔یہاں تک کہ ایسی بکواس اور واہیات باتیں کر کے مجھے میری نظروں میں گرا رہی ہو۔۔۔اسلام میں عورت کی طلاق کے بعد عدت ہے۔ جسے تم پورا کرو گی۔ہر حال میں۔۔تسلیم بیگم مضبوط لہجے میں کہتیں غصہ سے اس کی بازو پکڑے واپس کمرے کی جانب بڑھیں۔آپ۔۔؟؟چھوڑیں مجھے۔۔مجھے عدت کرنا ہو گی تو باپ زندہ ہے میرا۔۔وہاں جا کے کروں گی۔ اس گھر میں نہیں۔۔بینا نے تنفر سے کہا تو تسلیم بیگم نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔تم یہیں رہو گی۔اپنی عدت تک۔۔بلکہ۔۔ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔۔ اور اگر بہت تکلیف ہو رہی ہے اس سب سے۔۔۔تو یہ سب۔۔طلاق لینے سے پہلے سوچنا تھا۔۔میں۔۔گلفراز بھائی یا بانو بھابھی کی طرح نہیں ہوں۔

کہ تمہاری غلطیوں پے پردے ڈال کے تمہیں کھلی چھوٹ دے دوں۔میں تسلیم اختر ہوں۔۔اپنے اصولوں کی جنگ میں اپنا سب کچھ ہار گئی تو تم کیا چیز ہو۔۔؟؟انہوں نے اسے بستر کی جانب دھکا دیا تو وہ غصہ سے انہیں دیکھنے آپ کو۔۔اپنا گھر تو آپ نہیں بسا سکیں۔۔اور مجھے طعنے لگی۔جانتی ہوں۔۔دے رہی ہیں۔۔؟؟بینا نے انتہائی گری ہوئی بات کی۔تسلیم بیگم اسکی اتنی خودسری پے اسے دیکھتی رہ گئی یں۔لیکن کسی بھول میں مت رہیے گا۔۔میں آپ ہی کی بیٹی ہوں۔۔دوسری شادی کروں گی۔۔ٹھیک ویسے ہی۔۔جیسے آپ نے کی۔۔اپنی بہن کے شوہر کے ساتھ۔اس کے مرنے کے بعد۔۔؟؟میں بھی ویٹ کروں گی۔۔۔بینا ایک ایک لفظ چبا چبا کے بولتی تسلیم بیگم کو انگاروں پے گھسیٹ گئی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ڈونٹ وری۔۔۔! ہی ول بی آل رائی یٹ۔ڈاکٹر نے ارم کے روئے روئے
چہرے کو دیکھتے نرمی سے کہا۔کیا۔۔میں ان سے مل سکتی ہوں؟ارم نے دل
ہی دل میں شکرادا کرتے بے چینی سے پوچھا۔یس۔۔۔! مل لیں۔ویسے بھی
وہ بہت بہادر ہیں۔اور آپ سے ملنے کا کہا ہے انہوں نے۔۔۔! ڈاکٹر کہتے
آگے بڑھ گیا۔جب کہ ارم اپنے آنسو پونچھتی آئی سی یو میں داخل ہوئی۔
ابھی اسے وارڈ میں شفٹ نہیں کیا گیا تھا۔لیکن وہ اپنے نام کا ایک تھا۔جو
چاہے کر گزرتا تھا۔وہاں کیوں کھڑی ہو؟یہاں آؤ۔۔۔اسے دروازے میں
ایستادہ دیکھ ایم۔کے نے پاس بلایا۔وہ دھیمے دھیمے قدموں سے چلتی اس کے
پاس آئی۔اس کی شرٹ ابھی بھی خون سے بھری ہوئی تھی۔ارم کو اس کے
چہرے پے درد کے آثار ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے۔کیا اسے واقعی میں گولی
لگی تھی۔۔۔؟؟وہ اسکی بازو کو دیکھتی سوچ رہی تھی۔قریب آؤ۔۔۔اگلا
حکم جاری ہوا۔وہ نیم دراز ہوا ایک ٹک ارم کو دیکھے جا رہا تھا۔ارم اس کے
قریب جاتے کھڑی ہوئی۔تو ایم۔کے نے اسے ایک ہاتھ سے کھینچتے اپنے

قریب بٹھایا۔کس کی اجازت سے گھر سے قدم باہر نکالا۔۔؟؟وہ ابھی تک یہ بات نہیں بھولا تھا۔مجھے۔۔۔کہیں بھی آنے جانے کے لیے۔۔۔کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔۔ارم نے بھی اسکی آنھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتے غصہ سے کہا۔فارم ہاؤس کیا کرنے جارہی تھی۔۔؟اس کے اگلے سوال پے ارم نے لب بھینچے۔ظاہری بات ہے آپ سے ملنے۔۔۔۔!وہ تنک کے بولی۔کیوں۔۔؟؟رات کے بعد ایسی کونسی تشنگی باقی رہ گئی تھی۔جو ملنے آرہی تھی۔۔؟؟اسکی ڈزو معنی بات بھی سرد لہجے میں سنتی ارم کا جی چاہا اسکا یا اپنا سر پھاڑ دے۔گھر آئیں گے تو بتاؤں گی۔کیا کمی رہ گئی تھی۔وہ بھی بناڈرے جھجھکے اسی کے انداز میں بولتی اٹھنے لگی کہ ایم۔کے نے اسکے بالوں سے پکڑتے اسے خود سے قریب کیا۔اس کے چہرے کے نین نقش کو بہت ہی قریب سے دیکھتے ماتھے کے بل کم ہوئے تھے۔میرا کوئی ارادہ نہیں گھر آنے کا۔بلکہ۔۔۔کچھ دن یہیں ہاسپٹل میں رہوں گا۔اچھے سے خیال رکھیں گیں۔یہاں کی ڈاکٹرز اور نرسز۔۔۔!لاپراہی والے

انداز میں کہتا وہ ارم کو چھوڑتا اب پیچھے تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر میں اس کے شانِ شیان وارڈ میں اسے شفٹ کرنا تھا۔اس لیے اب وہ مطمئن یہیں ہاسپٹل میں کچھ دن رہنے کا پلان کر چکا تھا۔اس بات سے ارم کو سخت جھنجھلاہٹ ہوئی۔آپ گھر چل رہے ہیں مسٹر ایم۔کے۔۔۔! یہاں ہاسپٹل میں رکنے کا کوئی جواز نہیں۔۔آپ ٹھیک ہیں۔۔ارم نے پاس کھڑے ہوتے ایک ایک لفظ چبا چبا کے کہا۔لیکن۔۔ مجھے تھوڑا سکون چاہیے۔۔اس لیے۔۔یہیں ٹھیک ہوں۔تم جانا چاہا تو جا سکتی ہو۔۔ڈرائیور اور سیکیورٹی گارڈز کے ہمراہ۔۔۔! ایم۔کے کے لاتعلق والے انداز پے ارم کا دل رونے لگا۔بنا کچھ بھی کہے وہ باہر نکلی۔لیکن اس کا ایم۔کے کو ساتھ لے کے جائے گی۔ایسا اس اراہ قطعی گھر جانے کا نہ تھا۔وہ نے دل ہی دل میں پکا تہیہ کر لیا تھا۔

ایک زوردار پنچ ابرار کے چہرے پے پڑا تھا۔ وہ لڑکھڑا کے اپنی ہی گاڑی پے گرا تھا۔ اور پلٹ کے جہانزیب کو دیکھا ابرار کو اپنا جبڑا دکھتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ لڑکی۔۔۔ میری بیوی ہے چوہدری جہانزیب کی عزت۔۔۔ آئندہ زکر بھی کیا تو سوچ سمجھ کے کرنا۔۔۔! غراتے ہوئے کہا اور دو قدم اسکی جانب بڑھا کہ ابرار ڈر کے دو قدم پیچھے ہوا۔ اس کے ہاتھ سے فائل اچکتے اسے پھاڑ کے اس کے منہ پے دے ماری۔ ابرار نے دانت کچکچائے۔ تم تو کیا کوئی بھی اس زمین کو مجھ سے نہیں چھین سکتا۔ ایڑھ چوہٹی کا زور لگا کے دیکھ لو۔۔۔ منہ کی ہی کھاؤ گے۔ جہانزیب جس قدر طیش اور غصہ سے میں بولا تھا ابرار دوبارہ کچھ بول ہی نہ پایا۔ جہانزیب پلٹا تھا۔ تم بہت غلط کر رہے ہو۔۔۔ چوہدری جہانزیب۔۔۔! بہت پچھتاؤ گے۔ ابرار نے دھمکی دی۔ کہ جہانزیب پھر سے پلٹا۔ اور اب اگر تم دوبارہ میرے راستے میں آئے تو۔۔۔ تمہیں پچھتانے کا موقع بھی نہیں دوں گا۔ اس کی آنکھوں میں چھپی واضح

وارننگ کو سمجھتا ابرار خاموش ہی رہا۔اپنی گاڑی میں واپس آکر بیٹھتا وہ گاڑی اسٹارٹ کرتا ایک طرف سے اسے آگے کی طرف بڑھا چکا تھا جب کہ ابرار نے غصہ سے اپنی گاڑی کے بونٹ پے مکا مارا تھا۔اور گاڑی میں بیٹھتے کسی کو کال کی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

بیٹا۔۔۔!خوشی ہوئی کہ آج تم اپنی امی سے ملی۔واپس حویلی آتے غزالہ بیگم کے پاس کافی وقت گزارتی وہ بہت خوش اور مطمئن تھی۔اس دوران بیلا نے کمرے کے باہر کوئی چار چکر لگائے تھے۔وہ جلے پیر کی بلی کی طرح پورے گھر میں پھر رہی تھی۔ابھی بھی کسوا کا اپنے کمرے میں جانے کا ارادہ نہ تھا۔اس بات کا فائدہ اٹھاتے وہ کسوا کے روم کی جانب بڑھی۔ناب پے

ہاتھ رکھ کے گھمایا۔تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔پورے کمرے کو حسرت سے دیکھتی وہ کمرے کے بیچوں بیچ آن کھڑی ہوئی۔باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔اتنی رات کو وہ یہاں موجود رنگ میں بھنگ ڈالنے ہی آئی تھی۔

باتھ روم کا دروازہ کھلا جہانزیب بالوں کو تولیہ سے رگڑتا باہر آیا۔تم کس وقت آئی ہیں۔۔؟؟بیلا کی پیٹھ دیکھتا وہ بے دھیانی میں اس کی جانب آیا۔وہ ویسے ہی دل کی دھڑکن کو سنبھالتی کھڑی رہی۔جہانزیب نے اسے کمر سے تھاما اور اس کو پیچھے سے ہی سینے سے لگایا۔لیکن اگلے ہی پل اسے یہ احساس ہوا کہ وہ کچھ غلط کر گیا ہے۔اس سے پہلے کہ وہ پیچھے ہوتا دروازہ کھلا۔اور کسوا اندر داخل ہوئی۔بیلا آنکھیں میچے کھڑی تھی۔جہانزیب نفی میں سر ہلاتا پیچھے ہٹا اور جھٹکے سے بیلا کا رخ اپنی جانب کیا۔جس نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔جب کہ کسوا دروازہ میں ہی ساکت کھڑی رہ گئی۔۔

تم۔۔۔؟؟تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔؟جہانزیب نے غصہ سے پوچھا۔بیلا کے چہرے پہ ایک مسکان سجی۔بیوی ہوں تمہاری۔۔۔!تم مجھے چھونے کا

حق رکھتے ہو۔۔یقین مانو۔۔جہانزیب۔۔تم نے چھوا۔۔تو ایسا محسوس ہو رہا ہے۔جیسے میں ہوا ؤں۔۔۔میں اڑ رہی ہوں۔تم نے مجھے چھو کے مجھے معتبر کر دیا ہے۔بیلا نے جہانزیب کے چہرے کو چھونا چاہا۔کہ یکدم بیچ میں کسوا آن کھڑی ہوئی۔اس کا ہاتھ وہیں رہ گیا۔ماتے پے دو بل پڑے۔کسوا کے طرف چہرے پے انتہا کا غصہ تھا۔اس نے دونوں ہاتھوں سے اسے پیچھے کی دھکا دیا۔وہ زرا کا زرا لڑ کھڑائی۔کہا تھا۔۔کہا تھا۔۔یرے شوہر سے دور رہنا۔لیکن تمہیں ایک بار کیبکھیبات سمجھ نہیں آتی۔۔؟؟کسوا کی آواز غصہ سے اونچی ہو گئی تھی۔جہانزیب اپنی شیرنی کو یوں دھاڑتے دیکھے حیرت سے آنکھیں کھولے رہ گیا۔بھولو مت۔۔۔جہانزیب میرا بھی شوہر ہے۔جتنا حق تمہارا ہے اتنا ہی میرا بھی ہے۔بیلا بھی لڑنے مرنے کو تیار ہو گئی۔کسوا نے پلٹ کے ایک دکھتی نگاہ سے جہانزیب کو دیکھا۔جہانزیب بس یک ٹک اسے ہی دیکھ رہا تھا۔میرے شوہر پے صرف میرا حق ہے۔ سمجھی تم۔۔۔ نکلو میرے کمرے سے۔۔۔! کسوا نے اسے پھر سے پش کیا۔کسوا زیادہ

اترأو مت۔۔ وہ وقت دور نہیں۔۔ جب میں بھی جہانزیب کے اتنی ہی قریب ہوں گی جتنی تم ہو۔اور جب سب کو یہ پتہ چلے گا۔ کہ میں جہانزیب کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔ میرا رتبہ خود بخد تم سے اونچا ہو جائے گا۔ یاد رکھنا۔ دھکے کھاتے ہوئے بھی بیلا کی چتی زبان نہ رکی۔ کسوا نے اسے بازو سے کھینچ کے اپنے مد مقابل کیا۔ پہلے ثابت تو کرو۔۔ کہ یہ بچہ مسٹر جہان کا ہے۔اس کے بعد بات کریں گے۔ کہتے ساتھ ہی اسے دھکا دے کے کمرے کا دروازہ دھاڑ سے بند کرتی وہ گہرے سانس لیتی خود کے غصہ کو قابو کر رہی تھی۔ جہانزیب نے اپنا ماتھا مسلا۔اور ایک نظر کسوا کو دیکھا۔ جو گہرے سانس خارج کر رہی تھی۔اس کے قریب ہوتے اسے بغور دیکھا۔

کسوا۔۔ ؟؟؟؟اسے چھونا چاہا۔ کسوا نے غصہ سے اسکا ہاتھ پرے جھٹکا۔ ہاتھ کے اشارے سے جانزیب کو دور رہنے کا بولتی وہ اپنے آنسو ضبط کرتی کبرڈ کی جانب بڑھی۔اس کا اس طرح سے ہاتھ جھٹکنا جہانزیب کو بری طرح چبھا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ اس سے دور ہوتی جہانزیب نے جھینچ کے اسے خود

سے قریب کیا۔ کسوا کا چہرہ خطرناک حد تک سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں بھی شدید لال ہوئی تھیں۔ کیوں جھٹکا میرا ہاتھ۔۔۔؟؟ سرد انداز میں پوچھتا وہ دکھی کر رہا تھا۔ بے بسی سے اپنے لبوں کو کاٹتی وہ بری طرح انہیں کسوا کو مزید زخمی کر رہی تھی۔ جہانزیب نے اس کے ہونٹوں کو آزاد کروایا اور اس کا چہرہ جکڑتے اپنے سامنے کیا۔ کسوا کے دل کی دھڑکن بڑھی تھی۔ لیکن غصہ ہنوز قائم تھا۔ سانسوں کا تلاطم الگ برپا تھا۔ آج تو ہمت کی مجھے خود سے دور جھٹکنے کی۔۔ آئندہ اگر یہ حرکت دوبارہ کی۔ تو جان لے لوں گا تمہاری۔۔۔! کسوا اسکے لفظوں پہ اسے دیکھتی آنسو ضبط کرنے کے باوجود بہا گئی۔ جہانزیب اسکے آنسو دیکھتا نرم پڑا۔ اور اس کے گال پہ آئے آنسوؤں کو لبوں سے چنتے اس کے لبوں پہ بھی محبت بھری قفل لگائی۔ کسوا گہرے سانس لیتی آنکھیں میچ گئی۔ لیکن اس بار ہمت نہ ہوئی جہانزیب کو روکنے کی۔ اس کے ماتھے کے ساتھ ماتھا جوڑے وہ بھی آنکھیں میچ گیا۔ کسوا جہانزیب چوہدری۔۔۔! آج پہلی بار اس نے کسوا کے نام کے ساتھ اپنا

نام جوڑا تھا۔کسوا نے آنکھیں کھولے اسے دیکھا۔جہانزیب صرف تمہارا ہے۔کیا بھروسہ نہیں۔۔مجھ پے۔۔؟؟بنا کسوا کے کچھ بھی کہے وہ اسکی نظروں کا مفہوم سمجھ گیا تھا۔آپ نے اسے چھوا۔جو بات کسوا کو تکلیف دے رہی تھی وہ لبوں پے آگ ئی۔فوراً پیچھے بھی ہٹا تھا۔دوبدو جواب آیا۔وہ۔ آپ کے نکاح میں ہے۔۔۔؟؟اگلا شکوہ لبوں پے آتا دل کے ک ئی ٹکڑے کر گیا۔جہنزیب نے اس کا ماتھا شدت سے چوما۔میرے نکاح میں صرف کسوا جہانزیب چوہدری ہے۔اور کوئی نہیں۔۔!جہانزیب کے لفظوں پے وہ بری طرح چونکتے اسے راٹھا کے دیکھنے لگی۔اسے لگا اسے اپنی سماعت پے وہم ہوا ہے لیکن جہانزیب کی آنکھوں میں لکھی سچائی سے وہ نظریں نہ پھیر سکی۔

دو دن سے مصطفیٰ نے ہاسپٹل میں ڈیرا جمایا ہوا تھا۔ایسے میں ایک نرس ملیشا مکمل اسکے لیے ہائی رکی گئی تھی۔جو اپنی ڈیوٹی کچھ زیادہ ہی ایمنداری سے نبھا رہی تھی۔بار بار ایم۔کے کے قریب آنے کی کوشش کرتی۔اور جب بھی وہ چیک اپ کے لیے آتی۔ارم موت کا فرشتہ بن کے اس کے سر پے کھڑی ہو جاتی۔جب کہ ایم۔کے اسے مکمل نظر انداز کرتا نرس کو ساری اٹینشن دیتا۔جس پے ارم سخت چڑچڑی ہو گئی تھی۔مسٹر وجاہت خان اس سے ملنے آئے منتیں کیں گھر چلو۔لیکن اکی لڈ وہیں رہی۔وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔لبنیٰ بیگم اور عندلیب بھی اس سے ملنے آئی یں۔لیکن وہ ان کو بھی گھر لے جانے کی بات پے منع کر چکا تھا وہ ہاپسٹل میں کیوں تھا۔کوئی نہیں جانتا تھا۔وہ چاہتا تو اپنے فارم ہاؤس یا اپارٹمنٹ میں جا سکتا تھا۔لیکن وہ نہیں جا رہا تھا۔اور اس سب میں ارم کی جان سوی پے اٹکی ہوئی تھی۔وہ اس ارم خود اس سے ناراض تھی۔اب کو مسلسل اگنور کیے ہوئے تھا۔جب کہ دونوں میں پہل کرنے کو کوئی بھی راضی نہ تھا۔دونوں ہی اپنی اپنی انا کا پرچم

بلند کیے ہوئے تھے۔ارو ہیں ایک چ ئی یر پے بیٹھی بیٹھی سو رہی تھی کہ کھٹکے کی آواز پے اسکی آنکھ کھلی سامنے کا منظر دیکھ اس کا دماغ بری طرح گھما۔

نرس ملیشا اس وقت سیب کاٹ کے ایم۔کے کو کھلا رہی تھی۔اور ایم۔کے بہت ما کرا کے اس سے وہ سیب کا بائی ٹ منہ میں یتا کھا رہا تھا۔فوراً اٹھ کے اس نرس کے پاس آئی اس سے پلیٹ چھین لی اور اسے خونخوار نظروں سے دیکھا۔اگر اپنی جان کی خیر چاہتی ہو۔تو ایک منٹ سے پہلے پہلے یہاں سے چلی جاؤ۔انتائی رکھائی کے ساتھ کہتی وہ اس وقت نرس کو بھی ڈرا گ ئی نرس خاموشی سے وہاں سے اٹھ کے باہر نکلی۔ارم نے ایم۔کی طرف بالکل نہ دیکھا۔سیب کی طرف دیکھتی ایک بائی ٹ اٹھا کے اس کے منہ کی طرف بڑھایا۔بس۔۔۔اور نہیں کھانا مجھے۔ایم۔کے نہ رخ پھیر لیا۔یہیں ارم کی ہوئی۔پلیٹ ایک طرف دھیرے سے رکھتی وہ آنسو ضبط کرتی پیچھے بس ہوتی رخ پھیر گ ئی۔اب اس کی برداشت جواب دے گ ئی تھی۔

آپیپیپ۔۔۔جیت گ ئے مسٹر ایم۔کے۔۔۔میں۔۔میں ہار۔۔

گ ئی۔۔۔ارم ہچکیوں سے روتے بولی۔لیکن ایم۔کے کی جانب نہ دیکھا۔
وہ اس کی طرف دیکھ ہی نہیں سکتی تھی۔ایم۔کے نے اسکی پشت دیکھی۔
آپ واقعی۔۔۔ببہتتنت۔۔ضدی ہیں۔میں۔۔ہار گ ئی۔۔آپ
کی۔۔ضد کے آگے۔۔۔!آپ کو۔۔آپ کی آزادی۔۔آپ کی زندگی۔۔۔
مبارک ہو۔۔۔وہ دکھتے دل کے ساتھ کہتی جارہی تھی ایم۔کے اپنی جگہ سے
اٹھتا اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔جو سر جھکائے روئے جارہی تھی۔وہ ٹوٹ
گ ئی تھی۔ایم۔کے اسے بس سزا دے رہا تھا۔جو وہ گھر سے بنا اس کی
اجازت کے نکلی۔وہ پل۔۔۔سوچتا تو ایک ن ئے سرے سے غصہ عود کر آتا۔
کہ اگر وہ وقت پہ نہ پہنچ پاتا۔۔تو۔۔۔؟؟لیکن۔۔اب بات بڑھ رہی
تھی۔وہ دیکھ رہا تھا۔تیسرا دن سے وہ لگاتار اس کے ساتھ ہاسپٹل میں تھی
اس کا خیال رکھ رہی تھی بنا اپنی پرواہ کیے۔بنا ماتھے پہ شکن ل ئے وہ اسکی
ک ئیر کر رہی تھی۔اور وہ مسلسل اسے اگنور کیے جارہا تھا۔اچانک سے
ملیشا روم میں آئی جب ارم کرسی پہ بیٹھے بیٹھے سو گ ئی تھی۔ملیشا نے اس

کے سونے کا فائی دہ اٹھاتے ایم۔کے کے قریب ہونا چاہا۔زوردار کھٹکے کی آواز کرتا ایم۔کے ارم کو نیند سے بیدار کر گیا۔ارم کا طیش میں آنا۔ایم کے کو سکون دے گیا تھا۔لیکن اب اسکے آنسو ایم۔کے کو تکلیف دے رہے تھے۔ اپنے آنسو پونچھتے بنا مزید کچھ بولے۔وہ آگے بڑھی۔کہ ایم۔کے نے اس کا کلائی تھامے اپنی طرف کھینچا۔وہ اس اچانک افتاد کے لیے تیار نہ تھی اور سیدھی ایم۔کے کے سینے سے جالگی۔بس۔۔۔؟؟اتنی سی ہی ہمت تھی۔۔۔؟؟باتیں اتنی بڑی بڑی۔۔؟؟اور صرف تین دن میں ہی ہار مان گ ئی۔؟؟ایم۔کے کا آنچ دیتا دھیما لہجہ ارم کے دل کی دھڑکنوں میں سے ایم۔کے کو دیکھا۔سب ارتعاش برپا کر گیا۔سر اٹھ کے روئی آنکھوں برداشت ہو جاتا ہے۔لیکن۔۔۔محبت میں شراکت داری برداشت نہیں ہوتی۔صاف اور واضح لفظوں میں اظہار محبت کرتی وہ ایم۔کے کو آسمانوں پے بٹھا گ ئی۔ایم۔کے شدت سے اسکے لبوں پے جھکا۔اس کا شدت بھرا لمس محسوس کرتی وہ جی جان سے لرزی تھی۔لیکن ایم۔کے کو خود سے

جھٹک نہ سکی۔ وہ اس کے دل کا مالک بنا بیٹھا تھا۔ اس کا اب کچھ تھا۔ بھلے اس نے دھوکے سے پیپر میرج کی تھی۔ لیکن وہ اسے دل سے چاہنے لگی تھی۔ اور اس رشتے کو نبھانا چاہتی تھی۔ بہت بڑی پاگل ہو تم۔۔۔! اسے اپنے سینے میں بھینچتا وہ خود بھی پر سکون ہوا اور اسے بھی سکون بخش گیا۔ ارم نے آنکھیں موندتے ایم۔ کے کے گرد باہوں کا حصار بنایا۔ آپ بہت برے ہیں۔۔۔ دھیمے سے منہ بناتے بولی۔ جیسا بھی ہوں۔ اب تمہارا ہوں۔ ایم۔ کے مسکراہٹ دباتا بولا۔ اتنے میں وہ نرس واپس آئی۔ سر۔۔۔! آپ کو کسی چیز کی ضرورت۔۔۔؟ ان دونوں کو ایک دوسرے کے گے لگا دیکھا ملیشا کے باقی کے الفاظ منہ میں ہی رہ گۓ۔ ارم نے گھور کے ایم۔ کے کو دیکھا۔ جس نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی۔ مجھے جس کی ضرورت تھی۔ وہ مل گئی ہے اب تم جاسکتی ہو۔۔۔! بنا اس نرس کی جانب دیکھتے ایم۔ کے نے اسے سرد لہجے میں کہا۔ لیکن نظریں ہنوز اپنی بیوی پے ٹکیں تھیں۔ وہ نرس شرمندہ ہوتی واں سے چلی گئی۔ اب اگر کسی بھی لڑکی کے قہب

ہوئے۔۔تو جان لے لوں گی آپ کی۔۔!آؤچ۔۔۔۔کیا کر رہی ہو یار۔۔ ابھی زخم تازہ ہے۔ارم نے بولتے اسکے کندھے پے ہاتھوں سے وار کیا تھا جو سیدھا اسکے کندھے کے زخم پے جالگا۔زہادہ ڈرامے نہ کریں۔۔۔ارم نے واپس اسکے سینے میں منہ چھپایا۔تو وہ بھی اس کے بالوں میں چہرہ چھپائے اسے اپنے سینے میں محبت سے سمیٹ گیا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

بینا ایک بار پھر سے واپس شیخ ولا لوٹ آئی تھی۔تسلیم بیگم چاہ کے بھی اسے نہ روک پائی یں۔اس کے لفظوں نے ان کے دل پے وار کیا تھا۔جس سے ان کی طبعیت بہت زیادہ بگڑ گ ئی تھی۔اور بینا ان کی پرواہ کیے بغیر وہاں سے شیخ ولا آگ ئی۔آپی۔۔۔؟آپ۔۔؟؟اچانک سے۔۔؟سب ٹھیک ہے ناں۔۔؟؟عشا نے بینا کو دیکھا تو پرشانی سے پوچھا اپنے کام سے مطلب

رکھو۔میرے معاملات میں ٹانگ مت اڑاؤ۔بینا نے اسے ڈانٹا۔آپی۔۔۔ خدا کا خوف کریں۔آپ۔۔۔عدت میں ہیں۔۔اور اسطرح آپ۔۔؟؟تم اپنی زبان کو قابو میں رکھو چھوٹی ہو مجھ سے۔میری ماں نہ بنو۔عشا کو جھڑکتے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی جب کہ سیڑھیوں کے پاس کھڑی بانو اسے یکھتی رہ گئی یں اور عشا کے دیکھنے پے بے بسی سے واپس پلٹ گئی یں۔

Zubi Novels Zone

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

نکاح ہوتے ہی بیلا خوف کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کر رہی تھی۔لیکن اچانک سے کسوا کا بے ہوش ہو جانا بیلا کو ایک آنکھ نہ بھایا۔اسے جانزیب کے روم میں بھیج تو دیا گیا تھا۔لیکن جہانزیب خود نہیں تھا۔وہ ساری رات اس کے انتظار میں جاگتی رہی۔صبح صادق کے وقت جہانزیب کمرے میں آیا۔تو

وہ اسے دیکھ خون کے گھونٹ بھرتی رہ گئی۔ چہرے پے مسکان سجائے
اس کا استقبال کیا۔ جہانزیب کا سرد پن بیلا سے مخفی نہ رہ سکا۔ تمہاری وجہ
سے آج۔۔ میری کسوا۔۔۔ موت کے منہ میں جا پہنچی۔ جہانزیب ایک ایک
سخت قدم لیتا اسکی جانب بڑھا وہ پیچھے ہٹی میں نے کچھ نہیں کیا۔ وہ یکلخت
گھبرائی تھی۔ یہ نکاح۔۔۔ اس کی جان لے گیا۔۔۔ جو کہ ایک جھوٹا نکاح
تھا۔ جاہنزیب۔۔؟؟ یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔۔؟؟ بیلا تڑپی تھی۔ اس کی بات
پے۔ جہانزیب نے ایک مسکراتی نگاہ اس پے ڈالی۔ تمہیں کیا لگا۔۔؟ کھیل
کھیلنا صرف تمہیں آتا ہے۔۔؟؟ جل بچھانا صرف تمہیں آتا ہے۔۔؟؟ اس
بار تم یہ بھول گئی۔۔ کہ سامنے کھڑا انسان کوئی عام انسان نہیں۔
چوہدری جہانزیب ہے۔ اور ایک بات اپنے کان کھول کے سن لو۔۔۔ تمہارا
مجھ سے نکاح جھوٹا تھا۔ مولوی جھوٹا نکاح نامہ جھوٹا۔۔! کچھ بھی سچ نہیں
تھا۔ اس لیے۔۔۔؟؟ خدا کے لیے جہانزیب یہ سب مت بولو۔۔ میں نہیں
رہ سکتی تمہارے بغیر۔۔۔! میں بیوی ہوں تمہاری۔۔ بیوی۔۔؟؟ جہانزیب

نے تمسخر اڑایا۔ رہو۔۔۔ بیوی بن کے اس حویلی میں۔۔ لیکن نہ میری بیوی بن سکو گی۔۔۔ نہ میرے قریب آ سکو گی۔۔۔! جہانزیب غرایا تھا۔ وہ سب جان گیا تھا۔ اس کے ارادے اس لیے یہ چال چلی۔ وہ ایک تیر سے دو شکار کر رہا تھا۔ لیکن اس سے غلطی یہ ہوئی۔ وہ کسوا کو اعتماد میں لینا بھول گیا۔ وہ بھول گیا کہ کسوا کو کچھ ہو گیا تو وہ کیا کرے گا۔ ایسا اُنے سوچا بھی نہ تھا۔ اور یہیں۔۔ اس کا دل اسے غلط کہہ رہا تھا وہ پلٹا تھا کہ بیلا اس کے قدموں میں جا بیٹھی۔ پلیز۔ جہانزیب مجھے چھوڑنا مت۔۔ سب کے سامنے تم نے مجھ سے نکاح کیا ہے۔ اب اگر۔ تم نے مجھے یہاں سے نکال دیا۔۔ تو۔۔؟ میں مر جاؤں گی۔ بیلا کا ڈرامہ شروع ہو چکا تھا وہ جان گ ئی تھی۔ کہ وہ جہانزیب کے نکاح میں نہیں ہے۔ پھر بھی وہ اس حویلی میں جہانزیب کی بیوی بن کے رہنا چاہتی تھی۔ اور جہانزیب بھی فی الحال یہی چاہتا تھا۔ اس لیے خاموش رہا۔ اس کا مقصد ابھی کچھ اور تھا۔ جو صرف وہی جانتا تھا۔ وہ اسے یونہی چھوڑے واپس چلا گیا تھا اور بیلا اپنے آنسو پونچھتی جہانزیب سے بدلہ لینے کی

پلاننگ کرنے لگی۔ جس نے بہت برے طریقے سے اسے اسی کے جال میں پھنسایا تھا۔

مطلب۔۔۔۔ مسٹر جہان بھی میرے ہیں۔اور جہانزیب چوہدری بھی میرے ہیں۔وہ بھی پورے کے پورے میرے ہیں۔کسوا نے بھنوئیں اچکاتے چمکتی آنکھوں سے جہانزیب کو دیکھتے پوچھا۔جہانزیب مسکرایا تھا۔ اور اثبات میں سر ہلایا۔اس دل کے نہاں خانے میں صرف ایک لڑکی ہی سما سکی ہے۔اور وہ کسوا جہانزیب ہے۔اور کسی کی گنجائش ہی کہاں ہے۔۔۔۔؟؟اسے اپنے سینے سے لگاتے وہ خمار آلود لہجے میں بولا۔تو پھر اس چڑیل کو اس حویلی میں کیوں رکھا ہے آپ نے۔۔۔؟؟نکال باہر کریں۔۔

اسے۔۔۔!اچانک سے کسوا کے دماغ میں ن ئی سوچ آئی۔وقت آنے پے
یہ بھی کر دوں گا۔فی الحال بیلا نامی ٹاپک کلوز کرو۔اور جسٹ مجھ پے فوکس
کرو۔جہانزیب نے اسے ٹوکتے ہوئے اس کے گال کے ساتھ اپنے گال رب
کیے۔جہاننننن۔۔۔۔۔؟؟؟وہ۔۔۔مجھے چینج۔۔۔؟؟کسوا نے اسکہ
قربت سے گھبراتے بہانہ گھڑا۔تو جہانزیب نے اسے گہری نظروں سے
ابھی یہاں آؤ۔۔میرے پاس۔۔۔۔!اس دیکھا۔میں کروادوں گا۔۔۔
کے کپڑے ایک طرف رکھتا وہ اسے لیے بیڈ کی جانب بڑھا۔کسوا اپنے دل کی
دھڑکنوں کو سنبھالتی اس کے ہمقدم ہوئی۔دل سو کی سپیڈ پے دھڑک رہا تھا
جہانزیب کی جان لیوا قربت پے وہ ایسے ہی بھیگی بلی بن جاتی تھی۔اس کو سینے
سے لگاتے وہ اپنے تھکن زدہ وجود میں سکون اترتا محسوس کر رہا تھا۔کسوا نے
مسکرا کے جہانزیب کی شرٹ کے بٹنوں میں انگلیاں الجھائی یں۔کسوا۔۔۔
تم میرا سکون ہو۔پہلے آپ کہا کرتے تھے۔۔۔تم میری ملکیت
ہو۔۔۔؟؟اب۔۔میں آپ کا سکون ہو گ ئی۔۔۔؟؟کسوا نے اسے پھر

سے چھیڑا تو وہ اسے ایک گھوری سے نوازتا کھینچ کے خود سے مزیب قریب کر گیا۔ ملکیت تم اب بھی ہو۔ سر سے پاؤں تک صرف میری۔۔ تمہارے جسم و جان کا مالک ہوں۔۔ اللہ نے مجھے تمہیں سونپا ہے۔ اللہ کی طرف سے دیا اک انمول تحفہ ہو۔ جسے میں ہمیشہ انمول ہی رکھنا چاہتا ہوں۔ خمار آلود کسوا کے لبوں سے مزید ادا ہونے والے الفاظ چن گیا جانتی لہجے میں کہتے وہ تھا کہ اسکی سمجھدار بیوی۔۔ کے پاس سوالوں کے ڈھیروں انبار ہیں۔ اور وہ اتنی جلدی مطمین ہونے والوں میں سے نہیں۔۔ اس لیے اسے اب اپنے طریقے سے مطمین کرنے لگا تھا۔

۔۔۔۔۔۔منتہا چوہان۔۔۔۔۔

تسلیم۔۔۔۔ تسلیم۔۔۔۔؟؟ ہوش کرو۔۔؟؟ کیا ہو گیا ہے۔۔؟؟ خالہ اماں کمرے میں آئیں تو تسلیم بیگم کو بے ہوش پایا۔ ان کے تو ہاتھ پیر ہی پھول

گ ئے۔جب سے بینا بدتمیزی کر کے گ ئی تھی۔ تسلیم بیگم یونہی چپ ہو گ ئی تھیں۔وہ کتنی بدتمیزی کر کے گ ئی تھی۔ان سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں تھا۔اورانہوں نے ان کے معاملے میں دخل اندازی کرنے کی بھی کوشش نہیں کی۔یہ ان کے گھر کا معاملہ تھا۔لیکن انہیں تسلیم بیگم کے لیے بہت دکھ ہورہا تھا۔انہیں کھانے کا کہنے آئی یں تو وہ بے ہوش بستر پے پڑی تھیں۔جلدی سے ساتھ پڑوس میں گ ئی یں ان کے بیٹے سے بولتے ان کی مدد کے زریعے وہ تسلیم بیگم کو ہاسپٹل لے کر گئی۔ تسلیم بیگم کو ہارٹ اٹیک آیا تھا انہیں فوراائی سی یو میں لے جایا گیا۔خالہ اماں کی انکھوں میں آنسوا گئے اور دل سے بے اختیار بینا کے لیے آہ نکلی۔اللہ ایسی اولاد کسی کو نہ دے۔ سی کی جانب دیکھنے لگیں۔اوراللہ سے دعا گو دوپٹے سے آنسو پونچھتی وہ آئی ہوئی یں۔

ارم ایم کے کے ساتھ گھر واپس اچکی تھی وجاہت صاحب بہت زیادہ خوش تھے ایم کے نے ان سے معافی مانگی وہ انہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن وہ خود بہت تکلیف میں تھا اس کے باوجود وہ ان کے احسانات کو بھولا نہیں تھا وقتی ہی سہی اسے غصہ تو بہت ایا تھا لیکن وہ پھر بھی ان کی پیار محبت کو فراموش نہیں کر سکتا تھا اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ ندیم صاحب اور لبنی بیگم کے پاس جا کر بھی معذرت کرے گا جب اپنے باپ نے اس کے وجود کو تسلیم نہیں کیا تب انہوں نے اسے آسرا دیا۔نام دیا رتبہ دیا اور اج وہ اس مقام پر ہے کہ جو چاہے جس طرح چاہیں کر سکتا تھا اس نے شیخ کلفراز سے بدلہ لینے کے لیے بھی مکمل پلاننگ کر رکھی تھی ہاسپٹل میں تین دن وہ یوں ہی نہیں گزار کے ایا تھا اس دوران وہاں بیٹھ کر ہی اس نے شیخ الفراز کی بربادی کا پورا بندوبست کر لیا تھا اور یہ بات سوائے اس کے اور اس کے چند قریبی ادمیوں کے کوئی نہیں جانتا تھا وجاہت صاحب کے پاس بیٹھے وہ ان کا

حال احوال پوچھ رہا تھا کافی دیر ان کے پاس ہی بیٹھا رہا تو وجاہت صاحب نے اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا جاؤ بیٹا تھوڑا آرام کر لو ابھی تمہاری طبیعت ٹھیک طرح سے سمبلی نہیں اور ائندہ کبھی اس گھر کو چھوڑ کر جانے کا مت سوچنا یہ گھر اپ کا ہے اور ارم کا انہوں نے محبت سے کہا مصطفی نے ان کا ہاتھ تھام لیا اور اپنے ہاتھوں میں رکھے ہوئے انہیں پیار بھری نظروں سے دیکھنے لگا اپ نے مجھے معاف کر دیا ہے وجاہت صاحب نے مسکرا کے اثبات میں سر ہلا یا۔بس مجھے اور کچھ نہیں چاہیے انکل میرے لیے سب سے اہم اپ کی معافی تھی غصے میں نہ جانے میں کیا سے کیا بولتا چلا گیا میں اپنے الفاظ پہ بہت شرمندہ ہوں مصطفی نے سر جھکائے ہوئے کہا۔ نہیں بیٹا۔۔۔اپ کا غصہ بجا ہے جو کچھ اپ کے ساتھ ہوا شاید اپ کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو وہ یہی کرتا جب انسان سے اس کا وجود اس کی پہچان چھن لی جائے نا تو بہت تکلیف ہوتی ہے میں تمہاری تکلیف سمجھ سکتا ہوں اور رہی بات میری بیٹیوں کی۔۔۔۔؟؟؟ارم اور بینا کی تو میں سچ میں نہیں جانتا تھا میری دو بیٹیاں ہیں

مجھے صرف ارم کے بارے میں ہی پتہ تھا لیکن ارم کی والدہ کی شادی ہو جانے کے بعد میرا ان سے کوئی رابطہ نہیں ہوا نہ ہی میں کرنا چاہتا تھا میں نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے اس کی زندگی میں کوئی بھونچال ائے اور اپنی بیٹی کے لیے تو میں بہت تڑپا ہوں۔۔۔۔پر بیٹی کی سب سے اچھی پرورش صرف اس کی ماں ہی کر سکتی ہے باپ نہیں۔۔۔۔!اس لیے خاموش رہا لیکن میں ایک دن بھی اپنی بیٹی سے بے خبر نہیں رہا میں ارم کی ہر لمحے ہر پل کے بارے میں جانتا ہوں اور....وجاہت صاحب نے گہرا سانس کھینچا۔جی ہاں اسی لیے میں نے ارم سے نکاح کیا ہے تاکہ وہ اپ کے پاس اسکے۔ مصطفی سے اسے دیکھا ہاں پہلے نہیں جانتا تھا کی بات پہ انہوں نے سر اٹھا کر اچھنبے میں یہ بات۔۔۔ لیکن بعد میں مجھے اس چیز کی سمجھ اگئی تھی کہ ارم سے نکاح تم نے اسے صرف میرے پاس لانے کے لیے کیا ہے۔اور اچھا ہوا اس بات کا اقرار خود کر رہے ہو۔ لیکن ایک بات میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا اس سب کی یہی ایک وجہ ہے یا تم واقعی ارم سے۔۔۔۔۔؟؟؟انکل پہلے تو یہی

وجہ تھی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجھے احساس ہوا ہے کہ ارم اپ کے لیے خاص ہے تو میرے لیے تو بہت زیادہ خاص ہے اپ اس کے معاملے میں بے فکر رہیں مصطفی رشتوں میں ملاوٹ نہیں کرتا۔ایم کے نے اٹھتے ہوئے پختہ لہجے میں کہا تو وجاہت صاحب نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا جانتا ہوں۔۔۔آپ بیٹے ہو میرے بھلے سگے بیٹے نہیں لیکن سگے سے بڑھ کر ہو۔۔ تمہاری تربیت کی ہے اور مجھے تم پہ پورا یقین ہے تم سے بہتر ارم ہوتا کے لیے اور کوئی ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ایم۔کے ان کی بات سے مطمئن باہر نکلا اب اس کی نظریں ارم کو ڈھونڈ رہی تھیں اخر وہ یہاں لے کر آئی تھی تو کچھ تو پلینٹی اسے بھی بھرنی تھی۔ جیسے وہ روم میں آیا۔ارم مسلسل فون پے لگی کسی کو کال کر رہی تھی۔ لیکن شاید کال نہیں جا رہی تھی پریشانی اس کے چہرے سے ہویدا تھی ایم کے دروازہ لاک کرتا ہوا اس کے قریب آیا۔اور اسے پیچھے سے اچانک سے اپنی باہوں میں بھرا کہ وہ چونک اٹھی۔

آپ۔۔۔؟؟آپ کب آئے۔۔؟؟کسے فون کر رہی ہو۔۔؟؟ایم۔کے نے

اسکی گردن پے گرم سانسوں سے اپنا شدت بھرا لمس چھوڑا کہ ارم کی سانسیں منتشر ہوئی یں۔ مصطفیٰ۔۔۔؟؟اس کے لبوں سے واہوتا نام ایم۔کے کو مزید بہکا رہا تھا۔ جھٹکے سے اس کا رخ اپنی جانب موڑا۔اور اسکی پیشانی پے اپنے لبوں سے محبت بھرا بوسہ دیتا وہ اسکی آنکھوں پے پہنچا۔ارم کو اب سانس لینا دشوار ہو رہا تھا۔ایم۔کے کی نزدیکی اسے اپنے آپ میں رہنے ہی کب دیتی تھی۔ کیا ہوا۔۔؟ کیوں پریشان ہو۔۔؟؟اس کے چہرے کی پریشانی کو دیکھتا وہ اپنے جذبات پے بندھ باندھ گیا۔وہ۔۔کب سے مما کو کال کر رہی۔۔۔ لیکن۔۔۔وہ فون ہی نہیں اٹھا رہیں۔۔ارم نے ماتھے پے بل ڈالے پریشانی سے کہا۔بہت ٹائم ہو گیا ہے۔ہو سکتا ہے سو گئی ہوں۔۔ صبح بات کر لینا۔۔!ایم۔کے نے اسکی کمر پے بانہوں کا حصار بنایا۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔۔۔وہ کبھی ایسے میری کال کو اگنور نہیں کرتیں۔۔۔ پتہ نہیں۔کیوں۔؟؟ میرا دل گھبرا رہا ہے۔۔؟؟اب کی بار ارم نے ایم۔کے کے سینے پے سر رکھتے نم لہجے میں کہا۔دل میری قربت پے گھبرا رہا ہے

یار۔۔؟؟ایم۔کے نے شرارتاً کہا تو اس نے سر اٹھاتے شکوہ کناں انداز میں
اسے دیکھا۔ایم۔کے نے بھنوئیں اچکائیں تو اس نے ایک گھوری سے
نوازتے دوبارہ موبائل کو بے بسی سے دیکھا۔ایم۔کے نے اسے اپنی
بانہوں میں زور سے بھینچا تو وہ ایک پل کو سب بھول اس کے سینے سے لگی
میں الجھی۔ادھر دیکھو میری طرف۔۔۔۔!اس کا چہرہ اس کی وارفتگیوں
تھوڑی سے پکڑتا اوپر کی جانب کرتا بہکتے ہوئے اسکے لبوں پہ جھکا اسکی
سانسیں بند کر گیا۔وہ بری طرح گھبرائی۔لیکن مزاحمت بھی کسی کام نہ
آئی۔اسی لمحے موبائل کی چنگھاڑتی آواز دونوں کے کانوں سے ٹکرائی۔تو
دونوں ہی بری طرح چونکے۔ارم کے موبائل پہ ایک ان ناؤن نمبر سے
کال آتی دیکھ دونوں کے ماتھے پہ بل پڑ گئے۔ایم۔کے نے کال رسیو
کرتے سپیکر آن کیا۔جی۔۔۔؟مس ارم سے بات کروادیں۔۔؟یہ ان کا ہی
نمبر ہے ناں۔۔؟؟مقابل کوئی شخص تھا۔جی بولیں۔۔؟؟ایم۔کے انتہائی
سنجیدہ ہوا۔جب کہ ارم آواز پہچان گئی تھی۔وہ اس کا پڑوسی تھا۔

بلال۔۔۔اس سے کافی چھوٹا تھا اور شادی سے پہلے اس کے پاس ٹیوشن بھی پڑھتا تھا۔ارم اچانک سے بے چین ہوئی۔جی۔۔۔میں ان کے پڑوس سے بلال بات کر رہا ہوں۔ان کی امی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے ہم انہیں لے کے آئی سی یو۔۔؟بلال۔۔۔؟امی۔۔؟کہاں ہاپسٹل آئے ہیں۔اس وقت وہ۔۔ ہیں۔۔؟؟وہ ٹھیک ہیں۔۔؟؟ارم نے ای۔کے کے ہاتھ سے موبائل لیتے بے چینی سے پوچھا۔اس کا لہجہ نم ہوا۔ارم آپی۔۔وہ آئی سی یو میں ہیں۔۔ مں آپ کو ہاسپٹل کا ایڈریس سینڈ کر رہا ہوں۔آپ فوراً پہنچیں۔بلال کی کال بند ہو گئی تھی۔ارم نے روتے ہوئے ایم۔کے کی جانب نظریں کیں۔دیکھا نا۔۔۔میں نے کہا تھا۔۔ناں۔۔۔وہ ضبط کے باوجود آنسو بہانے لگی۔ڈونٹ وری کچھ نہیں ہو گا۔۔۔چلو۔۔!بلا نے ایڈریس سینڈ کیا۔تو ایم۔کے اسے حوصلہ دیتا باہر لے کے آیا۔اس نے وجاہت صاحب کو نہ بتایا وہ نہیں چاہتا تھا۔وہ پریشان ہوں۔اکیلا ہی رات کو ارم کو لیے گاڑی میں بیٹھتے ہاسپٹل کی جانب گامزن ہوا۔سرے راستے ارم اپنی ماں کے لیے

دعائیں مانگتی آئی۔اس کا دل کسی انہونی کے احساس سے دھڑک رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے کچھ چھوٹ رہا ہو۔۔۔اس کے آنسو بہتے دیکھ ایم۔کے لب بھینچ گیا۔

سارا پلان چوپٹ ہو گیا۔۔۔اس ڈاکٹر کو بھی سب بتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ماریہ غصہ سے ادھر سے ادھر چکر لگائے جا رہی تھی۔پری کو بچھو نے کاٹا تھا۔یہ خبر ڈاکٹر کو ماریہ نے ہی پہنچائی تھی۔اور حتی الامکان کوشش کی تھی۔ کہ برہان اور پری الگ ہو جائیں۔ لیکن ایک بار پھر وہ مل گئے تھے۔جلے پیر کی بلی کی طرح وہ ادھر ادھر چکر کاٹے جا رہی تھی۔ کسی صورت وہ برہان کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھی اور بیلا نے اسکی مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔اب وہ خود کچھ نہ کچھ پلاننگ بنا رہی تھی۔ پچھلی بار ایک ملازمہ کے

زریعے اس نے یہ کام کیا۔اب اسکے ہاتھ میں ایک نیا جانور تھا۔جسے دیکھ وہ مسکائی تھی۔وہ ایک جار میں بند تھا۔بس۔۔اب یہ آخری وار ہے۔اس کے بعد۔۔۔۔پری ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زمین کے نیچے ہو گی۔اور برہان صرف میرا۔۔۔۔!شیطانی انداز میں سوچتے وہ مسکرائی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

امی۔۔۔۔؟؟امی۔۔۔؟؟وہ بھاگتی ہوئی اندر گئی تھی۔سامنے خالہ اماں دکھائی دیں۔امی۔۔۔؟؟امی کیسی ہیں۔۔؟؟وہ بے چینی سے پوچھ رہی تھی۔بیٹا۔۔۔آئی سی یو میں ہیں بس دعا کرو۔خالہ اماں بھی رو دیں۔

ایم۔کے نے ڈاکٹر سے دریافت کرنا چاہا۔لیکن فی الحال کوئی کچھ بھی کہنے کو تیار نہ تھا۔سب انتظار کے سوا کچھ نہ کر سکتے تھے۔یااللہ۔۔۔؟؟میری امی کو بچالیں۔۔ارم کے آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔اس کا بس

نہیں چل رہا کہ وہ کسی طرح کسوا کو بلوا لے۔اس کے ہونے سے ارم کو کافی حوصلہ ہوتا تھا لیکن اس وقت۔۔۔؟؟اسے بتانا۔۔۔ بھی مناسب نہ تھا۔

ایم۔کے اس کے قریب بیٹھا اس کے ہاتھ تھام گیا۔کچھ نہیں ہوگا۔۔۔آنٹی کو۔۔۔!پریشان نہ ہو دعا کرو۔۔۔!ایمکے کے حوصلہ دینے پہ وہ وہیں اس کے کندھے پہ سر ٹکا گئی۔پھر اچانک سے کچھ یاد آیا۔تو خالہ اماں کی بس بیٹا۔۔۔وہ جانب مڑی۔اماں۔۔۔؟؟یوں اچانک کیا ہوا۔۔؟

بینا۔۔۔؟؟ابھی ان کی بات منہ میں ہی تھی۔کہ ڈاکٹر آئی سی یو سے باہر آئے۔پیشنٹ کی حالت ابھی بھی اسٹیبل نہیں لیکن وہ اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی ہیں۔ڈاکٹر کے بتانے پہ ارم بھاگتی ہوئی آئی سی یو کی جانب گئی۔

ایم۔کے ڈاکٹر سے معلومات لینے لگا۔

امی۔۔۔۔؟؟؟آپ ٹھیک ہیں۔۔؟؟پلیز۔۔۔؟؟آنکھیں کھولیں۔۔۔؟؟ارم رو دی۔تسلیم بیگم نے دھیرے سے آنکھیں وا کیں۔

انہیں آکسیجن ماسک لگا تھا۔اس حالت میں ماں کو دیکھ ارم کا دل چاہا دھاڑیں مار مار کے روئے۔وشروع سے ہی کمزور دل کی مالک تھی۔ارم۔۔۔؟؟ انہوں نے ماسک کو ہٹانا چاہا۔جی امی۔۔۔۔؟؟میں آپ کے پاس ہوں۔ارم ان کے ہاتھ چومے گ ئی۔ مصطططططفیٰ۔۔۔؟؟انہوں نے ایم۔کے کا نام لیا تو ارم اثبات میں سر ہلاتے بار آتی بنا کچھ کہے مصطفیٰ کا ہاتھ تھامے اسے اندر لے گ ئی۔اس کی ہمت ہی نہ پڑ رہی تھی کہ وہ کچھ بولتی۔اس کا دل بر طرح دھڑک رہا تھا۔بیٹا۔۔۔؟؟تسلیم بیگم کیپکار پے وہ ان کے قریب جھکا۔بیٹا۔۔۔؟؟میرے۔۔۔بھائی کو۔۔۔معافففففف۔۔۔کررر۔۔۔ دو؟؟ان کی آنسوؤں میں ڈوبی آواز سنتا ایم۔کے چونکا تھا۔لیکن لبوں پے قفل تھا۔ارم سانس روکے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔دھیرے سے ایک ہاتھ ٹھاتیں وہ دوسرے ہاتھ (جس پے ڈرپ لگی تھی) کے پاس لے کے آتے ہاتھ جوڑنے لگیں۔کہ ایم۔کے نے ان کے ہاتھوں پے اپنے ہاتھ رکھے۔دو آنسو ٹوٹ کے گرے۔سختی سے آنکھیں میچتے دوبارہ کھولیں۔معاف کیا۔

دھیرے سے کہتا وہ تسلیم بیگم کے دل سے ایک دم سے سارا بوجھ سرکا گیا۔ تسلیم بیگم نے آسودہ ہوتے آنکھیں موندیں۔ان کی ہارٹ بیٹ بہت سلو چل رہی تھی۔ان کا سانس اکھڑنے لگا۔ڈاکٹر۔۔۔؟؟ارم ماں کو دیکھتے بوکھلاتے ہوئے چلائی۔جب کہ مصطفیٰ انہیں دیکھتا اپنے اندر ہمت پیدا کر رہا تھا۔اپنے قول پے عمل پیراں بھی ہوسکے۔جو کہ بہت مشکل کام تھا۔میری بیٹی۔۔۔؟؟کا۔۔۔خیال۔۔۔؟؟؟ان کے الفاظ ادھورے رہ گۓ تھے۔ لیکن مفہوم پورا ہوگیا تھا۔

ڈاکٹر۔۔۔؟میری امی۔۔؟؟ارم ڈاکٹر کو اندر لے کے آئی۔۔۔؟؟

💔💔💔💔

کچھ دن بعد۔

آج تسلیم بیگم کے انتقال کو تقریباً ایک ہفتہ گزر گیا تھا۔ لیکن وہ سب ایسے تھے جیسے کل کی ہی بات ہو۔ ارم ابھی تک اس صدمے سے باہر نہیں نکل پائی تھی۔ مہمانوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا۔ مصطفیٰ اور چوہدری جہانزیب مسلسل وہاں تھے۔ جب کہ ان کی فیملیز جا چکی تھیں۔ کسوا کو ارم کی فکر تھی۔ جو تسلیم بیگم کے اس دنیا سے جانے کے غم سے ابھر ہی نہیں پا رہی تھی۔ اس لیے وہ ابھی تک واپس لال حویلی جہانزیب کے ساتھ نہ جا سکی تھی۔ اور پیچھے لال حویلی میں بیلا کیا چال چکی تھی۔ وہ اس سے بالکل بے خبر تھی۔

ارم۔۔۔؟؟؟ کسوا نے اسے گم صم بیٹھے دیکھا تو اسے پکارا۔ کتنے دن سے وہ یونہی گم صم تھی کھانا دے دو تو کھا لیتی۔ کسی سے کوئی بات نہ کرتی۔ ابھی کسوا نے پکارا تو بھی وہ چپ تھی۔۔ گھٹنوں پہ سر دئیے خلاؤں میں گھور رہی تھی۔ کیا ہو گیا ہے ارم۔۔؟ پلیز۔۔ ایسے مت کرو۔۔۔ مجھ سے نہیں دیکھی جاتی تمہاری یہ حالت۔۔ پلیز۔۔۔ سنبھالو خود کو۔۔۔! کسوا نے اسے اپنے گلے سے لگاتے کہا۔ ہال میں اس وقت مصطفیٰ موجود تھا۔ جب کہ

جہانزیب باہر مردان خانے میں بیٹھا تھا۔ مصطفیٰ بھی ارم کو اطرح دیکھ بہت چپ چپ تھا۔اور جو عہد تسلیم بیگم نے اس سے لیا تھا اس کو نبھانا اس کے لیے بہت مشکل تھا۔ لیکن اسے نبھانا تھا ہر حال میں۔اس لیے اس نے جو شیخ گلفراز کو برباد کرنے کا پلان بنایا تھا۔وہ بھی ختم کر دیا۔ کسی سے بدلہ لیناب آسان ہوتا ہے۔ لیکن معاف کر دینا بہت مشکل۔۔۔۔یہ بات آج مصطفیٰ کو پتہ چل رہی تھی۔جب خود پے بیت رہی تھی۔ارم کے شور پے مصطفیٰ خیالوں سے چونکا۔وہ کسوا سے اونچی آواز میں بحث کر رہی تھی۔یہ سب۔۔ اس بینا کی وجہ سے ہوا ہے۔اسی نے امی سے بدتمیزی کی تھی۔۔۔میں اسے چھوڑوں گی نہیں۔۔۔ارم غصہ سے اپنی جگہ سے اٹھی۔ارم۔۔۔! سنبھالو خود کو۔۔۔ایسا کچھ نہیں۔سب کی موت کا ایک دن مقرر ہے۔۔۔اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔۔۔کسوا نے اسے سنبھالنا چاہا۔اوہ رئیلی۔۔۔۔؟؟ ارم نے غصہ سے اپنا بازو چھڑایا۔اگر۔۔۔میری امی کی جگہ آپ کہ سگھی ماں ہوتی۔۔۔تو کیا آپ تب بھی یہیں کہتیں۔۔؟؟ارم کی غصہ میں کہی

بات پے کسوا ایک پل کو چپ ہی رہ گ ئی۔اسے یقین نہ آیا۔ارم ایسی بات کہی گی اسے۔مصطفیٰ نے سختی سے لب بھینچے۔اس کی حتی الامکان کوشش تھی کہ وہ ان بہنوں کے معاملے میں پڑے۔ارم۔۔۔؟؟ یہ۔۔۔کیا بول۔۔۔؟؟؟کسوا کا لہجہ نم ہوا۔ صحیح کہہ رہی ہوں۔۔اگر آپ کو امی سے پیار ہوتا۔۔تو میرا ساتھ دیتیں۔نہ کہ مجھے روکتیں۔۔۔ارم پھر سے روتے ہوئے چلائی۔دروازے میں جہانزیب بمشکل خود پے ضبط کیے کھڑا تھا۔ارم ک باتیں اسے طیش دلا رہی تھیں۔کسوا نے آنسو پونچھے۔تم ابھی۔۔۔ہوش میں نہیں ہو۔۔۔بعد میں بات۔۔۔؟؟دھیمے لہجے میں بولتی وہ پلٹی تھی۔بعد میں کیوں۔۔؟؟سچ کڑوا لگا ناں۔۔؟؟آپ خود کو میری بہن کہتی ہیں۔۔ لیکن میری امی کو کبھی آپ نے اپنی امی سمجھا ہی نہیں۔۔آپ آپ نے ثابت کر دیا۔۔۔بند کرو اپنی بکواس۔۔۔اچانک سے جہانزیب کا صبر کا پیمانہ لبریز ہوا کسوا نے گھبرا کے پلٹ کے اسے دیکھا۔آنکھوں ہی آنکھوں میں چپ رہنے کی التجا کی۔لیکن جہاں بات اس کی کسوا کی عزت کی ہو۔۔۔وہاں وہ

کیسے چپ رہتا۔لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ ان کے قریب آیا۔ مصطفٰی نے ماتھا مسلا۔ارم کے الفاظ پہ اسے بھی غصہ آیا تھا لیکن جہانزیب کا غصہ بہت شدید ہوتا تھا۔وہ خود بھی اس کے غصہ سے خائف رہتا تھا۔اس کی بیوی نے سوئے شیر کو جگادیا تھا۔ نفی میں سر ہلاتے وہ انہیں دیکھنے لگا۔کونسا پیمانہ ہے تمہارے پاس۔۔؟؟جس سے محبتوں کو ماپ رہی ہو۔۔؟؟اور اپنی بہن کی محبت پہ شک کر رہی ہو۔۔۔؟جس نے تمہاری ماں کو بچانے کے لیے اپنے بارے میں ایک پل کو نہ سوچا۔۔اور خو کو ونی کر دیا۔۔۔جہانزیب بولا تھا۔ارم سہم کے دو قدم پیچھے ہوئی۔اور تمہاری۔۔ماں۔۔۔ نہیں دھاڑا انہوں نے۔۔کیا ہی ماں ہونے کا فرض نبھایا۔۔؟اپنے بھائی کو بچانے کے لیے۔۔۔بیٹی کو قربان کر دیا۔۔۔؟؟سوتیلی تھی۔۔ناں۔۔ سگھی ہوتی۔۔۔تو کبھی نہ کرتیں۔۔۔جہانزیب کے لہجے میں انتہائی غصہ تھا۔کسوا نے اسکی بازو تھامی۔آنسو بہتے جا رہے تھے۔ارم ساکت کھڑی جہانزیب کو دیکھ رہی تھی۔اسے اپنی سماعت پہ یقین ہی نہ آیا۔آپپپپپ۔۔۔

جھوٹ۔ٹٹٹ۔۔۔بول۔۔رہے ہیں۔۔۔میری۔۔امی۔۔۔؟؟؟ارم کی آواز لڑکھڑائی۔اس حقیقت کو آشکار کرتے ہی کسوا کے بابا اس دنیا سے چلے گئے۔۔۔کیونکہ وہ یہ برداشت نہیں کر سکے۔۔کہ ان کی بیوی ان کی بیٹی کو اپنے بھائی پے قربان کر آئی ہے۔جہانزیب کے الفاظ پے مصطفی بھی دم سادھے سن رہا تھا۔کسوا واپس آئی۔۔کتنا حساب مانگا اس نے تم سے۔۔۔یا تمہاری ماں سے۔۔؟؟بولو۔۔۔؟؟جس بیٹی نے اپنے باپ کا جنازہ بھی نہ دیکھا ہو۔۔۔اس کا حساب کون دے گا۔۔؟پلیز۔۔۔مسٹر۔۔

جہان۔۔۔؟؟کسوا اسکے بالکل سامنے آن کھڑی ہوئی۔آنکھیں متورم ہوئی تھی۔جہانزیب نے اس کے گال پے آئے آنسو پونچھے۔اور اپنا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا جب کہ ارم تو ساکت وجامد کھڑی تھی۔اتنی بڑی سچائی جاننے کے بعد تو وہ خود سے نظریں بھی نہیں ملا پارہی تھی۔ہم آج ہی یہاں سے جا رہے ہیں۔۔کسوا۔۔۔!جہانزیب نے دھیرے سے کہا۔پلیز۔۔۔؟؟کسوا نے کچھ کہنا چاہا۔کہ جہانزیب نے اسکے لبوں پے ہاتھ رکھے اسے روک دیا۔

اب بس۔۔۔۔! کچھ نہیں سننا۔ چلو۔۔۔؟؟ جہانزیب نے اس کا ہاتھ تھامے باہر کی جانب قدم بڑھائے کہ اسی لمحے انہیں پیچھے گرنے کی آواز آئی وہ دونوں پلٹے تھے۔ ارم زمین بوس ہوئی تھی مصطفیٰ اس کی جانب لپکا۔ اس کا سر گد میں لیے وہ بے چین ہوا۔ اس کا چہرہ تھپتھپایا۔ لیکن وہ بے ہوش ہو گ ئی تھی۔ کسوا نے تڑپ کے جہان کو دیکھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔منتہا چوہان۔۔۔۔۔۔

ZNZ Zubi Novels Zone

ماریہ کی گ ئی اس بار کی سازش کو برہان نے ناکام بنادیا تھا۔ ارجمند بیگم کے سامنے وہ سر جھکائے مجرموں کی طرح کھڑی تھی۔ اس بار ماریہ نے خود ملازمہ کا روپ دھارتے راجپوت منشن میں گھس کے سانپ کو پری کے کمرے میں چھوڑا۔ وہیں وہ پکڑی گ ئی۔ خفیہ کیمروں میں ماریہ کی ایک ایک حرکت ریکارڈ ہوئی۔ جو برہان نے پہلے والے واقعے کے بعد لگوائے

تھے۔اور کسی کو اس کی خبر نہ تھی۔اور اسلیے آج وہ رنگے ہاتھوں پکڑی گئی تھی۔پلیز۔۔آنٹی۔۔۔مجھے معاف کر دیں۔۔ماریہ منمنائی۔جب کہ پربس اسکی نفرت اور حسد کو یکھتی رہ گئی۔کوئی اتن بھی گر سکتا ہے۔۔؟؟پری کو شدت سے اس پہ افسوس ہوا۔معافی ہم سے نہیں۔۔ پری سے مانگو۔۔۔جس کو مارنے کی سازش کی۔ارجمند بیگم دھاڑیں تھیں۔ ماریہ نے دانت کچکچاتے انہیں دیکھا۔جو سے ایک نظر بھی نہیں دیکھ رہی تھیں۔ایم۔سوری۔۔۔پری۔۔مجھے معاف کر دو پلیز۔۔۔۔!ماریہ مصنوعی انداز میں شرم سے سر جھکائے بولی۔اب یہ جو معافی معافی کا کھیل ہے ناں۔۔جیل میں جا کے کھیلنا۔۔۔اچانک سے برہان نے اندر آتے کہا تو وہ تینوں چونک گئیں اریسٹ ہر۔۔۔!انسپکٹر صاحب۔۔اس نے میری بیوی کو مارنے کی کوشش کی ہے۔اور یہ دوسری بار ہے۔ثبوت سارے آپ کے سامنے ہیں۔برہان نے انسپکٹر شمشیر کو بڑی سکرین آن کرتے ویڈیو دکھائی۔انسپکٹر شمشیر نے لیڈی کانسٹیبل کو ماریہ کو حراست میں لینے کا اشارہ

کیا۔وہ بری طرح بوکھلائی۔وہیں ارجمند بیگم بھی اپنی جگہ سے گھبراتے ہوئے اٹھیں تھیں۔برہان۔۔۔؟؟آنٹی۔۔۔؟پلیز۔۔۔مجھے جیل نہیں جانا۔۔۔!ماریہ اونچی آواز میں چلائی جب کہ آواز میں لڑکھڑاہٹ اور ڈر واضح تھا۔آنٹی روکیں۔۔انہیں۔۔۔!ماریہ جھٹپٹارہی تھی۔لیکن لیڈی کانسٹیبل نے اسے زور سے جکڑا۔چھوڑو مجھے۔۔۔مجھے پکڑنا ہے تو۔۔۔پہلے اپنی ماں کو پکڑو۔۔۔جو اس ساری سازش میں برابر کی شریک ہیں۔ماریہ کے الفاظ پے برہان گنگ ہوتے ماں کو دیکھنے لگا۔پری کا بھی یہی حال تھا۔برہان کو اپنی سماعت پے یقین نہ آیا۔بکواس۔۔۔بند کرو اپنی۔۔۔ایسا کچھ نہیں۔برہان نے اپنی ماں کی سائیڈ لی۔لیکن اس کا لہجہ لڑکھڑایا تھا۔یہ سچ ہے مسٹر برہان راجپوت۔۔۔شروع دن سے۔۔اس ساری سازش میں۔۔ نہ صرف تمہاری ماں شامل ہے بلکہ تمہاری بہن بھی شامل ہے ماریہ زہرخند لہجے میں بولی تھی۔برہان کا ہاتھ اٹھا تھا۔میری ماں پے گندہ الزام مت لگانا۔۔۔ورنہ۔۔تمہاری جان لے لوں گا برہان نے سخت غصہ میں کہا۔

برہان۔۔۔؟؟پلیز۔۔۔؟؟پری نے اسے روکا۔اور ماریہ اور برہان کے بیچ جا کھڑی ہوئی۔۔لے جائیں اسے۔۔۔! برہان غصہ سے بولا۔تم اچھا نہیں کر رہے۔۔تم پوری سچائی نہیں جانتے۔۔۔میں نے تو صرف پری کو مارنے کی کوشش کی ہے ناں۔۔تمہاری ماں اور بہن نے تو قتل کیا ہے۔۔۔!

چھوڑو۔۔مجھے۔۔۔وہ بولتے ہوئے مڑی تھی اور دھکا دیتے پولیس جیپ میں بٹھایا۔جب کہ جاتے ہوئے اسکے لافاظ پے برہان کو پوری کائنات اسے گھومتی ہوئی محوس ہوئی۔ماریہ کو پولیس پکڑ کے لے جا چکی تھی۔لیکن برہان نے ماں کو جن نظروں سے دیکھا۔وہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو بہت تیز دھڑکتا پایا۔برہان کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا۔کہ ارجمند بیگم کا سر جھکا۔

۔۔۔۔۔۔۔

اب کیسی ہے۔؟ارم۔۔؟؟ مصطفیٰ نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ڈونٹ وری۔۔۔!

اب وہ ٹھیک ہیں۔انہیں کسی بات کاڈپرشن ہے۔۔!ان کاخاص خیال

رکھیں۔یہ میڈیسنز دے رہی ہوں۔ڈاکٹر رقیہ نے فارمل انداز میں کہتے

مصطفیٰ کی جانب دیکھا۔ہمیں چلنا چاہیے۔۔۔کسوا۔۔۔!امی جان کا فون آیا

ہے۔۔۔بیلا نے پھر سے کچھ الٹا کر دیا ہے۔۔ہمیں جانا ہو گا۔جہانزیب باہر

سے اندر آتا موبائل بند کرتا فکر مندی سے بولا۔وہ دونوں ہی اس وقت

ہاسپٹل میں تھے۔اور مصطفیٰ اور ارم کا ویٹ کر رہے تھے۔ایک بار۔۔ارم

کو دیکھ لوں پھر۔۔؟؟کسوا نے آنسو پوچھتے کہا۔اس کا شوہر ہے اس کے

پاس۔۔۔اور اس کے ہوتے میرا نہیں خیال اسے کسی اور کی ضرورت

ہو۔۔۔چلو۔۔۔!جہان نے اسکا ہاتھ تھامے باہر کی جانب قدم بڑھائے اس

کا چہرہ اس قدر سپاٹ تھا۔کہ کسوا چاہ کے بھی مزید کچھ کہہ نہ سکی۔دو قدم ہی

چلی تھی۔کہ لڑکھڑا گئی جہان نے اسے مضبوطی سے تھاما۔تم ٹھیک

ہو۔۔؟؟جہان کے لہجے میں واضح پریشانی تھی۔کسوا نے اثبات میں سر ہلایا۔

لیکن اس سے چلا نہ گیا۔ جہانزیب اسکی حالت دیکھتا لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ جہان کو باہر نکالتے وہ کسوا کا چیک اپ کرنے لگی۔ وہ باہر پریشانی سے ویٹ کر رہا تھا کہ اتنے میں مصطفیٰ اسکی جانب آتا دکھائی دیا۔ خیریت۔۔؟؟ بھائی۔۔؟؟ مصطفیٰ کے پریشای سے پوچنے پے ہ ابھی کچھ بولتا۔ کہ ڈاکٹر نے اسے اندر بلایا۔ کانگریجولیشنز۔ ینگ مین۔۔۔ یور وائی ف از پریگننٹ۔۔۔۔! ڈاکٹر رقیہ نے کچھ میڈیسنز لکھتے ہوئے جہان سے کہا۔ وہ تو ٹھیک ہے لیکن یہ بے ہوش کیوں ہوئی۔۔؟؟ جہان نے ڈاکٹر کی باتپے توجہ دی ئے بنا کسوا کی فکر میں دریافت کیا۔ ارے۔۔ ایسی کنڈیشن میں ہو جاتا ہے۔۔ آپ انہیں ریگولر۔۔۔ یہ میڈیسنز دیں اور ان کی ڈائی ٹ کا اچھے سے خیال رکھیں۔ تاکہ ماں اور بچہ دونوں صحت مند رہیں۔ ڈاکٹر نے چٹ لی۔ اور سوا کی جانب مسکراتے ہوئے کہا۔ جہان نے ان کے سے دیکھا۔ جس کا خفت اور شرم سے چہرہ لال ہو رہا تھا۔ اسے حیرت بھی تھی۔ کہ ڈاکٹر نے اتنی بڑی خوش خبری سنائی۔ جہان نے کچھ بھی ری ایکٹ کیوں

نہیں کیا۔ڈاکٹر ایک مریض کو چیک کرنے کی غرض سے باہر نکل گ ئی۔

جہان نے کسوا کو سہارا دیتے کھڑا کیا۔اور ساتھ ہی گود میں اٹھالیا۔ مسٹر

جہان۔۔۔؟؟؟ کسوا گھبرا گ ئی۔ کیا۔۔۔؟؟ جہان کی جان۔۔۔۔! اتنی

بڑی گڈ نیوز سننے کے بعد تمہیں یونہی چھوڑ دوں۔۔۔۔؟؟ اس کا چہرہ اپنے

چہرے کے پاس لاتا۔وہ دھیرے سے اس کے لبوں کو اپنی دسترس میں لیتا

نرمی سے ان پہ اپنا نرم گرم لمس چھوڑتا پیچھے ہوا۔ تھینک یو سو مچ۔۔۔۔

جہان کی جان۔۔۔! اسکی گہری نظروں سے کسوا نے گھبرا کے اس کے سینے

میں منہ چھپایا۔جہان کے چہرے پہ ایک دلفریب مسکراہٹ تھی۔ مصطفی

کو فون پہ اپنے جانے کا میسج کرتے وہ گاڑی کو اسٹارٹ کر چکا تھا۔ کسوا نے

ایک دکھی نگاہ سے ہاسپٹل کو دیکھا۔گاڑی روڈ پہ آتے ہی کسوا نے سیٹ کے

ساتھ ٹیک لگالی۔آنکھیں موندتے ایک ن ئے احساس میں خود کو جکڑے

پایا۔جہان نے ایک ہاتھ سے اسٹرینگ کو تھامے دوسرے سے اس کا ہاتھ

تھاما۔کسوا نے مسکرا کے جہان کو دیکھا۔

آپ کو لگتا ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں۔۔۔؟ یہ رپورٹس چیک کریں۔ پریگننٹ ہوں میں۔۔اور آپ مجھے اس گھر سے جانے کا بول رہی ہیں۔۔۔؟؟ جب کہ میں اس حویلی کو وارث دینے والی ہوں۔۔آپ کے بیٹے کے نکاح میں ہوں۔آپ کا کوئی حق نہیں بنتا مجھے یہاں سے نکالنے کا۔ سنا آپ سب نے۔۔۔؟؟ بیلا ہزیانی انداز میں چلائی۔غزالہ بیگم نے مرتسم خان کو دکھ سے دیکھا۔وہی تو لائے تھے اسے جہانزیب چوہدری کی بیوی بنا کے۔بلائیں اپنے بیٹے کو۔۔۔! وہی کرے گا فیصلہ۔۔۔بیلا جہانزیب کی غیر حاضری کا پورا پورا فائدہ اٹھا رہی تھی۔مرتسم چوہدری۔۔! اب اس لڑکی نے ہر حد پار کر دی۔بہتر ہو گا چوہدری جہانزیب سے کہہ کے اسے باہر پھینکواؤ۔چوہدرائین بھی غصہ سے پھنکاریں۔آہا۔۔۔بوڑھی گھوڑی لال لگام۔۔۔؟؟ آؤ۔۔آپ ہی کی کسر تھی۔اتنے دن سے چپ تھیں۔۔

آج تو بولنا حق بنتا تھاناں۔۔۔؟؟ بولو۔۔۔بولو۔۔۔! لیکن مجھے یہاں سے کوئی نہیں نکال سکتا۔۔۔ سمجھیں آپ۔۔۔! چٹاخ۔۔۔غزالہ بیگم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا۔ زرا تمیز نہیں تمہیں۔۔۔کوئی چھوٹے بڑے کا لحاظ نہیں۔۔۔ خبردار جواب تمہاری آواز اس حویلی کی درودیوار سے ٹکرائی تو۔۔۔آپ نے مجھ پے ہاتھ اٹھایا۔۔۔؟؟ بیلا گال پے ہاتھ رکھے زہر خند لہجے میں بولی۔ چھوڑدو بہو۔۔۔ قصور اسکا نہیں۔۔ماں کی تربیت ایسی ہے۔۔۔چوہدرائی ن نے اس بار بیلا کے دل پے وار کیا۔اپنے لفظوں پے غور کریں۔۔یہ مت بھولیں۔۔کہ آپ کے خاندان کی بیٹی۔۔میرے بھائی کی بیوی ہے۔۔ جس قدر مجھے یہاں تکلیف ہو گی۔۔اسی قدر وہ وہاں سہے گی سنا آپ نے۔۔۔! وہ ہزیانی انداز میں چلا رہی تھی۔ مرتسم چوہدری نے جہانزیب کو دوبارہ کال ملائی جو کاٹ دی گ ئی۔اسی لمحے جہانزیب کی گاڑی حویلی کے پارکنگ میں داخل ہوئی۔سب کی نظریں اس پے اٹھیں۔ تھامے اندر کی جانب بڑھا۔لو جی۔۔۔۔! وہ گاڑی کا روازہ کھولتا کسوا کا ہاتھ

آگ ئے آپ کے صاحبزادے۔۔۔! جہانزیب۔۔۔بتاؤ۔۔انہیں۔۔کہ یہ بچہ تمہارا ہے۔۔تم باپ ہواسکے۔۔۔۔! بیلا اسکی طرف دیوانہ وار بھاگتے ہوئے مان سے بولی۔کونسا بچہ۔۔۔؟؟ جہانزیب نے حیرانی سے پوچھا۔بیلا نے مڑ کے سب کو ایک نظر دیکھا۔پلیز۔۔جہانزیب۔۔بتادوناں۔سب کو۔۔میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔۔سب مجھ پے انگلی اٹھا رہے ہیں۔بیلا نے آنسو بہاتے مظلومیت سے کہا۔اور رپورٹس جہانزیب کی جانب بڑھائی یں۔جہانزیب نے ان رپورٹس کو پڑھا۔بیلا نے پر امید نظروں سے جہانزیب کو دیکھا۔گہری خاموشی چھائی تھی اس وقت وہاں۔ کتنا عرصہ ہوا ہے ہماری شادی کو۔۔۔؟ جہانزیب کے سوال پے بیلا نے اسے پتھرائی نظروں سے دیکھا۔جہانزیب۔۔۔۔؟؟؟ میرے سوال کا جواب دو۔۔۔؟؟ جہانزیب غصیلے انداز میں غراتے ہوئے دو قدم اس کی ہوئے جانب بڑھا کہ وہ ڈر کے پیچھے ہٹی۔تیہہ تیین ماہ۔۔۔۔! ہکلاتے بولی۔اور یہ بچہ۔۔۔؟؟ جہانزیب نے شرم سے سر جھٹکا۔ سکسٹین ویک کی

پریگننسی ہے تمہاری۔۔۔اور۔۔تم۔۔کہہ رہی ہو۔۔؟؟یہ بچہ۔۔میرا ہے۔۔؟؟جہانزیب نے وہیں اس کا جھوٹ پکڑتے اسکے منہ پے مارا تھا یہ سب تو بیلا کو سمجھ ہی نہ آیا جلد بازی میں وہ رپورٹ پے دھیان ہی نہ دے پائی۔جہانزیب نے رپورٹس اسکے منہ پے ماریں۔تو وہ گھبرا کے پیچھے ہٹی۔ تمہیں کیا لگتا ہے۔۔؟؟جہانزیب چوہدری اس گاؤں کا سردار۔۔۔اتنا بے وقوف ہے جو تم جیسی کہ چالوں کو سمجھ نہیں سکے گا۔۔؟؟غزالہ بیگم او چوہدرائن کے چہرے پے مسکراہٹ تھی۔جب کہ مرتسم چوہدری اسلم چودری کے ساتھ اب پرسکون کھڑے تھے۔جہانزیببب۔سچ۔۔سچ کہہ رہی ہوں یہ بچہ۔۔تمہارا۔۔؟؟؟بیلا اب بھی روتے ہوئے وہی رٹ لگائی ہوئی تھی۔اسی لمحے برہان پری اور ارجمند بیگم کے ہمراہ حویلی کے اندر آتا بیلا کی سچائی دکھائی دیا۔انہیں جہانزیب نے ہی فون کر کے بلوایا تھا۔آج وہ سب کے سامنے لانے والا تھا۔ایسے میں اس کے اپنے بھی یہاں موجود ہوتے انہیں بھی بیلا کی سچائی کا پتہ چلتا تو زیادہ مناسب تھا۔جہانزیب نہیں

چاہتا تھا۔ بیلا کی وجہ سے پری کی لائف متاثر ہو۔ بھائی۔۔۔؟؟ پری آتے
ہی جہانزیب کے گلے لگی۔ جہانزیب نے اسے بہت پیار سے سینے سے لگایا۔
پری اپنی والدہ سے گلے ملی تو انہوں نے اس کا ماتھا چوم لیا۔ یہ۔۔۔۔ یہ۔۔۔
سب یہاں کیوں آئے ہیں۔۔؟؟ بیلا نے ماں اور بھائی کو دیکھا تو گھبرا کے
بولی۔ برہان نے ایک نظر جہانزیب کو دیکھا۔ اور دوسری نظر اپنی بہن کو۔
جہانزیب نے بیلا کی جانب ایک نظر ڈالتے سعدیہ بیگم کی طرف بڑھا۔ آپ
کی بیٹی کو آج انصاف ملے گا۔ چچی جان۔۔۔! جہانزیب کی بات پے سبھی نے
خاموش اور حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ کیا کہنا چاہ رہا تھا۔ کسی کو
سمجھ نہیں آئی۔ جہانزیب نے بیلا کی جانب پیش قدمی کی۔ اپنی زبان سے
گناہ یا اپنے طریقے سے قبول کرواؤں۔۔؟؟ قبول کرو گی اپنا
کککیییسا۔۔۔ گناہ۔۔۔؟؟ کیا بول رہے ہو تم۔۔۔؟؟ بیلا کا دل دھک سے
رہ گیا۔ یہی۔ کہ تم نے جسمین کو مارا۔۔۔ جہانزیب غصہ ضبط کرتے اسے
نفرت و حقارت سے بولا۔ سب کی نظروں میں تحیر تھی۔ زبانیں گنگ۔ کسی

کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ ایسی کوئی بات جہانزیب چھیڑے گا۔
ارجمند بیگم نے نفی میں سر ہلاتے رخ پھیرا۔ آج ان کی بیٹی پھس گ ئی
تھی۔ وہ بھی بہت بری طرح۔ کیا۔۔ کیا کہہ رہے ہو۔۔؟؟ میں۔۔ کیوں
مارنے لگی۔۔۔ بھلا۔۔۔ جسمین کو۔؟؟ میری کا دشمنی اس سے۔۔۔؟؟ بیلا
نے چہرے پے جھوٹی مسکان سجاتے کہا کسوا کو اس لڑکی سے شدید گھن
محسوس ہوئی۔ اس سے تو تمہاری کوئی دشمنی نہیں تھی۔۔ لیکن۔ میری
بیوی کسوا سے تو تھی ناں۔۔ اور تم نے کسوا کو مروانا چاہا۔ لیکن اس دن۔۔
کسوا کی جگہ جسمین تھی اور جسمین کو کسوا سمجھ کے تم نے اپنے شوٹر سے اسے
مروا دیا۔ جہانزیب کے انکشاف پے سبھی کے زخم ایک بار پھر تازہ ہوئے۔
سعدیہ بیگم نے روتے ہوئے نفرت سے بیلا کو دیکھا۔ نہیں۔۔۔ یہ۔۔
جھوٹ ہے۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔۔ بیلا کے الفاظ اس کا ساتھ نہیں
دے رہے تھے۔ جہانزیب چوہدری۔۔ بنا ثبوت کے بات نہیں کرتا۔ کہتے
ساتھ ہی موبائ ل نکالا۔ اور اس کی ویڈیو اسے دکھائی۔ جس میں وہ ماریہ سے

فون پے بات کر رہی تھی اور اپنے گناہ کا اعتراف کر رہی تھی۔اسی لمحے جہانزیب وہاں سے گزرا تو اس نے بیلا کی وہ فون پے بات کرنے کی ویڈیو بنا لی۔اور اب بیلا وہ ویڈیو دیکھتی بری طرح سٹپٹا گئی۔ حقیقت کھل چکی تھی۔کیا یہ ثبوت کافی نہیں تمہیں۔۔سزا دلوانے کے لیے۔۔۔؟؟تم ایک قاتلہ ہو۔۔۔جہانزیب نے اسکی طرف غصہ سے دیکھتے کہا۔بیلا نے دانت سختی سے بھینچ لیے۔ تمہرا وہ شوٹر۔۔۔وہ بھی پکڑا جا چکا ہے اور اس نے بھی اپنا منہ کھول دیا ہے۔جہانزیب کی بات پے بیلا زمین کو گھورنے لگی۔ظالم پنچ گھٹیا۔۔۔تم نے میری بیٹی کو مار دیا۔۔۔اچانک سے سعدیہ بیگم لڑکی۔ آگے بڑھتیں بیلا کو بالوں سے دبوچ لیا۔ چھوڑو۔۔۔مجھے۔۔امی۔۔

امی۔؟؟؟بیلا نے خود کو چھڑانا چاہا لیکن سعدیہ بیگم نے اس پے تھپڑوں کی برسات کر دی۔ تمہیں جینے کا کوئی حق نہیں۔۔تو تو ڈائن سے بھی بدتر نکلی۔۔۔پنچ لڑکی۔۔!ناپاک گندھ ہو تم۔۔۔!سعدیہ بیگم نے تھپڑوں سے اسکا منہ لال کر دیا۔غزالہ بیگم نے سعدیہ بیگم کو قابو میں کیا ہاں۔ہاں میں

نے مارا ہے جسمین کو۔۔ بیلا چلائی تھی۔ سب اسکی طرف متوجہ ہوئے۔ جو اب پاگلوں کی طرح سب کو دیکھ رہی تھی کیوں آئی وہ بیچ میں؟ کیوں گھونگھٹ اوڑھ کے جہانزیب کی دلہن بن کے بیٹھی۔۔۔؟؟ اس کا اپنا قصور ہے۔۔ وہ بے موت ماری گ ئی۔۔ جب کہ مرنا تو اس نے تھا۔ بیلا نے نفرت سے کسوا کو دیکھتے اسکی جانب اشارہ کیا۔ جو چند قدم کے فاصلے پے ہی حیران کھڑی اسے دیکھ رہی تھی برہان کا سر شرم سے جھک گیا۔ جب کہ ارجمند بیگم کو اپنے ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی سنائی یں دیں۔ لیکن۔۔ کیا قسمت لے کے آئی ہے یہ لڑکی۔۔۔؟ ہر بار۔۔۔۔ ہر بار۔۔۔ یہ لڑکی۔۔ میرے وار سے بچ گ ئی۔۔ اور میرا جہانزیب چھین لیا مجھ سے۔۔ جو صرف میرا تھا۔۔ اس کو مارنے کی خاطر۔۔ میں نے اپنی نسوانیت داؤ پے لگا دی۔۔ لیکن۔۔ یہ آج بھی زندہ ہے۔۔۔ بیلا روتے ہوئے چلا رہی تھی۔ اس کی وجہ سے۔۔ میں۔۔ نے۔۔۔ کیا کیا نہیں کیا۔۔۔؟؟ اپنے پیٹ پے ہاتھ رکھے وہ تڑپ کے بولی۔ تم اپنے نصیب سے لڑی ہو۔۔۔ اور جو نصیب میں

ہوتا ہے وہ مل کے رہتا ہے۔اس بات کو تم سمجھی ہی نہیں۔۔کسوا نے دکھ سے کہا۔بیلا نے سر اٹھا کے اسے دیکھا۔اس کے اندر نفرت کی لہر دوڑی۔اور وہ بے اختیار اس کی جانب بڑھتی اس کا گلہ دبانے لگی۔کہ بیچ راہ میں جہانزیب حائل ہوا بیلا کے قدم وہیں تھم گئے۔دکھ بھری نظر سے جہانزیب پے ڈالی۔حسرت سے بس اسے دیکھے گئی کاش۔۔تم مجھ بھی اتنا پیار کرتے۔۔۔کاش۔۔؟تم۔۔مجھے اپناتے۔۔؟؟تو۔۔بیلا اتنی بری کبھی نہ بنتی۔۔جہانزیب۔۔۔!کاش تم میری ملکیت ہوتے۔۔۔اس لڑکی کی نہیں۔۔۔۔بیلا روتے ہوئے ایک ایک لفظ پے زور دیتے بولی۔تم پہلے دن سے ہی بدنیتی سے ہر رشتے میں گھسی ہو۔۔تو تمہارے ساتھ اچھا کیسے ہوتا۔۔؟؟افسوس۔۔۔تم نے ایک سراب کے پیچھے ساری زندگی خراب کر دی۔۔اب۔۔جیل کی سلاخوں کے پیچھے بیٹھ کے سڑو۔۔تم۔۔!جہانزیب زہر خند لہجے میں بولا۔بیلا نے گھبراتے سر نفی میں ہلایا اور بے چین نظروں سے ماں کو ڈھونڈا جنہوں نے اسے دیکھتے نفی میں سر ہلایا۔تو وہ تڑپ ہی

گ ئی۔ آج ماں نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ وہ چاہ کے بھی وہاں موجود سب لوگوں کو نہ بتا سکی۔ اسکی ہر سازش میں اس کی ماں بھی اس کے ساتھ شامل تھی۔ تبھی اچانک سے انسپکٹر وہاں آج موجود ہوا۔ اس کے ساتھ ڈی ایس پی شازل خان بھی تھے انہوں نے جہانزیب کی جانب دیکھا۔ ڈی ایس پی شازل خان چوہدری جہانزیب کا دوست بھی تھا۔ اور انہوں نے چھپ کے وہاں موود بیلا کا تمام بیان جس میں وہ قبول کر رہی تھی کہ اس نے جسمین کو مارا ہے اس کی ریکارڈنگ کر لی تھی۔ اور اب بیلا کو ایک لیڈی کانسٹیبل اریسٹ کر رہی تھی۔ چھوڑو۔۔ مجھے۔۔۔۔ بیلا چلائی۔ تم صحیح نہیں کر رہے جہانزیب۔۔۔ بیوی ہوں میں تمہاری۔۔ تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔۔۔ وہ چلاتے ہوئے آ کے جہانزیب کو بازوؤں سے پکڑ کے رک رک کے بولے جا رہی تھی۔ بیوی۔۔ نہیں ہو میری تم۔۔۔۔! اچھے سے جانتی ہو۔۔۔ یہ بات اب دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔ جہانزیب نے اس کے ہاتھ اپنے بازوؤں سے ہٹاتے غصہ سے بولا تو سبھی نے تحرم بھری نظروں

سے بیلا کو دیکھا آج ایک بار پھر سے اس کا مان ٹوٹا تھا۔سب کی نظروں میں آج وہ ایک بہت بری لڑکی ثابت ہو رہی تھی۔وہ غلط تھی آج۔۔اس نے خود ثابت کر دیا۔وہ غلط ہی تھی۔

یہ تم۔کیا کہہ رہے ہو۔۔۔؟۔؟بیلا سے تم نے شای نہیں کی۔۔؟؟غزالہ بیگم حیرانی اور خوشی سے بولیں۔جہانزیب نے ایک نظر اپنے باپ کو دیکھا۔ تو وہ آگے بڑھے۔جہانزیب صحیح کہہ رہا ہے۔وہ شادی جھوٹ تھی۔وہیں بیلا کو گھسیٹ کے وہاں سے لے جایا گیا۔مرتسم چوہدری نے مختصراً سب بتا دیا۔کہ کس طرح اور کیوں وہ شادی کی گ ئی۔جسمین کے قاتل کو سامنے لانے کے لیے انہوں نے بیلا کو اس حویلی میں جہانزیب کی بیوی بنا کے لائے تاکہ اس راز سے پردہ اٹھایا جا سکے۔اور ان کا یہ پلان کامیاب ہو ہی گیا۔
ارجمند بیگم سب کو اک نظر دیکھتیں وہاں سے خاموشی سے باہر نکل گ ئی یں۔انہیں اپنی بیٹی کو بھی بچانا تھا۔برہان سے انہیں کسی قسم کی توقع نہ

تھی کہ وہ ان کی کوئی مدد کرے گا۔اس لیے بنا کسی سے کچھ کہے وہ وہاں سے باہر چلی گ ئی یں۔ برہان جہانزیب کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ مجھے نہیں پتہ تھا۔ آپی۔۔اس حد تک گر جائے گی میں تو سمجھا تھا وہ تم سے سچی محبت کرتی ہیں۔۔ لیکن۔۔وہ۔۔ایک قتل کروائی یں گیں۔۔ یہ نہ سوچا تھا۔۔۔!

برہان کے لہجے میں شرمندگی تھی۔ چلو شکر ہے۔ تمہاری آنکھوں سے اپنی بہن کی کھوکھلی محبت کی پٹی تو اتری۔ ورنہ اس نے تمہاری اور پری کی زندگی میں بھی زہر گھولنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جہانزیب نے اس کے کندھے پے ہاتھ رکھے اسے کہا۔اب وہ کیا بتاتا کہ یہ سب کو وہ بھی جان گیا تھا۔ لیکن بہن اور ماں کے رشتے کی لاج کی جہ سے چپ تھا۔ایک گہرا سانس خارج کرتے رخ پھیرتے پری کو دیکھا جو اپنوں کو دیکھ کے کھل اٹھی تھی برہان کو اپنی زیادتی کا احساس جاگا۔۔ جو اس نے پری کو اس کے گھر والوں سے دور کر کے کیا۔اور یہی موقع تھا۔ کہ وہ چوہدرائی ن کے سامنے جا کے اپنا گناہ قبول کر لیتا۔اور اس نے ایسا ہی کیا۔ کس طرح اس نے جھوٹ بول

کے پری سے شادی کی۔ کچھ پل کو تو سبھی کو سخت غصہ آیا۔ لیکن جہانزیب نے سب کنٹرول کر لیا۔ میں سب جانتا تھا۔ اس کے اباوجود اپنی بہن تمہیں سونپی۔ کیونکہ تمہاری آنکھوں میں میں نے اس کے لیے محبت دیکھی تھی۔ جنون دیکھا تھا۔ اس لیے اپنی بہن کو تمہاری ملکیت میں دیا۔ جہانزیب نے مسکرا کے کہا۔ تو سب نے برہان کو دل سے معاف کر دیا۔ اس کی غلطی معافی کے لائق تھی۔ لیکن جو گناہ بیلا نے کیا اس کی کوئی معافی نہیں تھی. اسنے اپنے مقصد کو پانے کے لیے گناہ پے گناہ کیا۔ اور ایک قاتلہ بن گئی۔

کاش۔۔! یہ سب ایسے نہ ہوا ہوتا۔۔؟؟ غزالہ نے سعدیہ بیگم کا ہاتھ تھاما۔ وہ آنسو پونچھتے ان کے گلے سے لگیں۔ آج بیٹی کا غم پھر سے تازہ ہو گیا۔ میں سب کے لیے کھانے کا بندوبست۔۔۔؟؟ کسوا کہتے اٹھی۔ کہ یکدم چکرائی۔ جہانزیب جو باہر ڈی ایس پی شاز خان سے ساری بات کلئیر کر کے اندر آرہا تھا۔ کسوا کو چکراتے دیکھا تو فوراً اس کی جانب بڑھا۔ تم۔۔۔ ٹھیک کسوا کو مسکرانے پے مجبور کر گیا۔ ہو۔۔؟؟ جاہنزیب فکر مندی سے کہتا

جی۔ٹھیک ہوں۔اتنا پمپر نہ کریں مجھے۔ورنہ بعد میں آپ خود ہی پچھتائیں گے۔کسوا نے دھیرے سے اسکے کان میں کہا۔تو وہ دل سے مسکرایا۔

ہمممم۔۔۔کیا باتیں ہو رہی ہیں۔۔؟؟چپکے چپکے۔۔۔؟؟پری نے انہیں پیار سے بولا تو وہ اسکی جانب متوجہ ہوئے۔جب کہ باقی اپنی باتوں میں لگے تھے۔

برہان سے باتیں کرتے وہ اس کی بہن اور ماں کا دکھ کر رہے تھے۔چوہدرائی نے اسے اپنے پاس بٹھاتے خود سے لگایا۔بیٹا۔۔۔!انہی سازشوں کی وجہ سے تمہاری ماں کو ہم نے اس خاندان سے بے دخل کر دیا تھا۔جیسی ماں ویسی بیٹی نکلی۔چوہدئی ن کی بات پے برہان نے سختی سے آنکھیں میچ کے کھولیں۔

جہانزیب برہان کی حالت کے پیشِ نظر سے وہاں سے باہر لے گیا۔سب کچھ وقت کے ساتھ ہی ٹھیک ہونا تھا سب کو سنبھلنے میں وقت لگنا تھا اور وقت۔۔۔تو بہت بڑا مرہم تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔منتہا چوہان رائٹس۔۔۔۔۔۔۔

مصطفٰی کی کئیر اور محبت سے ارم واپس اپنی زندگی کی طرف لوٹ آئی تھی۔وہ مصطفٰی کو پاکر خوش تھی تو مصطفٰی نے بھی تسلیم بیگم سے کیا عہد نبھایا تھا۔شیخ گلفراز کو بھلے وہ معاف کرچکا تھا۔لیکن انہیں باپ نہیں تسلیم کر سکا تھا ان سے کوئی ناتا نہیں جوڑ سکا تھا۔شیخ گلفراز تب زیادہ ٹوٹے جب بینا کا روڈ ایکسیڈینٹ ہوا اور اس ایکسیڈینٹ میں اس نے اپنی ٹانگیں گنوادیں۔وہ اب روتی تھی چلاتی تھی۔دماغی طور پے وہ اب ٹھیک نہیں تھی۔بار بار ماں پکارتی۔۔معافیاں مانگتی۔۔لیکن کوئی بھی تو اسے نہیں سن رہا تھا۔عشا اپنی بہن کے اس دکھ میں بہت دکھی تھی۔اور اسے سنبھال بھی رہی تھی۔لیکن دن بدن اسکی حالت بگڑتی جارہی تھی۔سب اللہ کی طرف سے تھا۔کچھ لوگوں کو اس دنیا میں کیا اس دنیا میں بھگت کے جانا ہوتا ہے ان میں سے ایک لیکن بینا تھی۔وہیں دوسری طرف ارجمند بیگم نے ایڑھ چوٹی کا زور لگادیا۔وہ بیلا کو جیل سے نکلوا نہیں پائی یں۔کیس چلا۔عدال تک پہنچا۔اور بیلا کو عمر

قید ہو گئی۔ برہان نے بھی اس سلسلے میں چپ سادھ لی تھی۔ سعدیہ بیگم کو سکون آگیا تھا۔ ان کی بیٹی کے قاتل کو سزا مل گئی تھی۔

تقریباً دو سال بعد

مصطفی۔۔! آپ کی بیٹی آپ پہ ہی گئی ہے۔۔ مجال ہے جو چپ کر جائے۔۔ ایک کسوا آپی کا بیٹا ہے۔۔ کتنا شانت سا۔۔۔۔! ارم چار ماہ کی جانیہ کو ڈریس اپ کرتے ساتھ ساتھ اپنا تجزیہ بھی بیان کر رہی تھی۔ آج وہ انوائیٹڈ تھے۔ جہان کی لال حویلی میں۔ جہاں جہانزیب چوہدری کے بیٹے ازان چوہدری کا برتھ ڈے سیلیبریٹ کیا جانا تھا۔ لیکن وہ وقت سے کافی پہلے تیار ہو گئے تھے۔

تم باز نہیں آؤ گی ناں۔۔؟؟ مصطفیٰ نے اسے ایک گھوری سے نوازا۔

کیوں میں نے کیا کیا ہے۔۔؟؟ وہ منہ بگاڑ کے بولی۔

ادھر لاؤ۔۔ میری جان کو۔۔! ہر وقت اوروں کے بچوں کی تعریف۔۔ میری بچی کو تم اس طرح ڈی گریڈ کرتی ہو۔۔ نہیں سنبھال سکتی تو بتادو۔۔ اس کے لیے ایک اور ماں لے آؤں گا۔ مصطفیٰ نے بظاہر سنجیدگی سے کہا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں شرارت چھپی تھی۔ جو ارم نہ دیکھ پائی۔
آپ۔۔۔؟؟ آپ دوسری شادی کریں گے۔۔؟؟ ارم روہانسے ہوتے بولی۔
اب تم۔۔ اس طرح کرو گی تو سوچنا پڑے گا۔ کیوں جانیہ۔۔۔؟؟ ساتھ ہی بیٹی سے مشورہ لیا۔ مسٹر ایم۔ کے۔۔۔ دوسری شادی کا سوچا بھی تو جان لے

لوں گی آپ کی۔۔!ارم اس کی شرارت سمجھتی اسکی جانب بڑھی تو ایم۔کے نے اسے اپنے حصار میں لیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیسی لگ رہی ہوں میں۔۔؟؟پری نے برہان کے سامنے تیار ہو کے کھڑے ہوتے ایک ادا سے پوچھا۔میری پری۔۔!برہان نے قریب آتے اسکے لبوں پے لب رکھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!اسکا بھرا بھرا سراپہ برہان کو مزید اس کے قریب کھینچتا تھا اس کا لاسٹ منتھ تھا۔اور دلکشی اتنی تھی۔کہ اس کا چہرہ ہر وقت دمکتا تھا۔ چلیں۔۔دیر ہو رہی ہے۔پری نے اس کا ہاتھ تھاما جب کہ برہان نے اسے گود میں اٹھالیا۔ارررے۔۔یہ کیا نیچے اتاریں۔۔۔!وہ گھبرائی۔اور برہان کی شرٹ کو کس کے پکڑا۔ بھروسہ رکھو۔۔ گرنے نہیں دوں گا۔ برہان نے بہت محبت سے کہا تو پری نے مسکرا کے اس کی جانب دیکھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

مسٹر جہان۔۔۔!اب آ بھی جائیں۔۔۔؟؟؟جہان کب سے باتھ روم میں شاور لے رہا تھا۔آج ازان کی برتھ ڈے تھی۔کسوا نے ازان کو تیار کر دیا تھا۔لیکن مسٹر جہان کے لیے وہ روئے جا رہا تھا۔وہ باپ کا دیوانہ تھا۔اور کسی سے نہیں سنبھلتا تھا آ گیا ہوں۔یار۔۔۔!جلدی جلدی بالوں کو ٹاول سے خشک کرتا وہ باہر نکلا۔ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گیا کسوا نے اپنی ساڑھی سنبھالتے غصہ سے ڈریسنگ روم کے دروازہ کو گھورا۔ازان نے زور و شور سے رونا شروع کر دیا تھا۔وہ بھی باپ کو دیکھ چکا تھا۔تیار ہوتا جہانزیب باہر نکلا تو فوراً آگے بڑھ کے اپنے بیٹے کو گود میں لیا۔اوہ۔بابا کی جان۔۔۔!رونا نہیں میرے بیٹے نے۔۔۔!جہان نے جیسے ہی گود لیا وہ چپ ہو گیا۔اور باپ کا چہرہ دیکھتے اس کے گلے لگ گیا۔بابا۔۔۔۔ابا۔۔۔۔۔وہ اپنی توتلی زبان میں اب باپ کو پکار رہا تھا۔جیسے بہت سارے گلے شکوے سنا رہا ہوں۔

ہے آپ کی۔۔۔لوگوں کے بچے دو سال میں جا کے بولتے ہیں۔ عجیب اولاد اس کی سال میں ہی زبان لگ گئی ہے۔۔پہلا لفظ ماں بولتے ہیں۔۔یہ بابا بول رہا ہے۔کسوا نے ساڑھی درست کرتے بڑبڑایا۔وہ کتنی دفعہ اسے ماں کہنا سکھا چکی تھی۔ لیکن وہ بس ابا۔۔۔با۔با۔۔۔توڑ توڑ کے بولتا۔کچھ بھی ہو۔۔میری اولاد۔۔گئی تم پہ ہے ویسے۔۔۔! جہان نے ازان کے گالوں پہ پیار کرتے اسے سینے سے لگاتے بھرپور نظروں سے کسوا کا جائزہ لیا۔وہ کیسے۔۔؟کسوا تجسس سے مڑی۔جیسے۔۔تم میرے پاس آ کے چپ ہو جاتی ہو۔۔ویسے ہی میرا بچہ بھی میرے پاس آتے ہی پرسکون ہو جاتا ہے۔

جہان نے اسے دوسری طرف سے اپنی بانہوں کے حصار میں لیا۔بس رہنے دیں۔۔میں سمجھی پتہ نہیں کیا کہنے والے ہیں۔کسوا نے خفگی سے جہانزیب کو دیکھا۔اس نے خمار آلود نگاہوں سے کسوا کو نہارتے اسکے ماتھے پہ لب رکھے۔کسوا کے اندر ہمیشہ کی طرح سکون اترا۔ چلیں۔۔دیر ہو رہی ہے۔۔ سب مہمان آگئے ہوں گے۔۔۔!کسوا نے مسکراتے ہوئے کہا۔تو جہان

ان دونوں کو اپنے حصار میں لیے باہر آیا۔ جہاں رنگ و بو کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ آخر سردار چوہدری جہانزیب کے بیٹے کی سالگرہ تھی۔ سب کی بھرپور تالیوں کی گونج میں جہان اور کسوا نے ازان کے ساتھ کیک کٹ کیا۔ جہان نے محبت پاش نظروں سے اپنی دونوں جانوں کو دیکھا۔ ازان اب اپنے دادا کی گود میں جا چکا تھا۔ باپ کے بعد وہی ہستی تھی۔ جن کے پاس وہ خاموشی سے چلا جاتا تھا۔ ورنہ اور کسی پے تو اسے اعتبار ہی نہ تھا۔ تھینک یو جہان کی جان۔۔۔ جہان نے کسوا کے گرد بازو حائل کیے تو وہ مسکرائی۔ یہ۔ روم نہیں مسٹر جہان۔۔۔! مسکرا کے کہتے وہ ساتھ دانت بھی کچکچانے لگی۔

اچھا۔۔ میری جان۔۔ چلو۔۔۔ پھر روم میں چلتے ہیں۔ جہان کے کہنے پے کسوا نے اسے آنکھیں دکھائیں۔ تو جہان کا زندگی سے بھرپور قہقہہ لال حویلی میں گونجا اٹھا۔

ختم شد۔

اگر آپ ناول پڑھنے کے شوقین ہیں تو ہم آپکے لیئے لائے ہے دنیا کا سب سے بڑا
ناولز کا مشہور ویب سائٹ جہاں سے آپ دنیا جہاں کے مزے کے ناولز پڑھ اور
ڈاؤنلوڈ کر سکتے ہے جو ناولز آپکو کہی کسی اور ویب سائٹ سے نہیں ملے گے

ZUBINOVELSZONE.COM 👉 ZNZ.LIFE

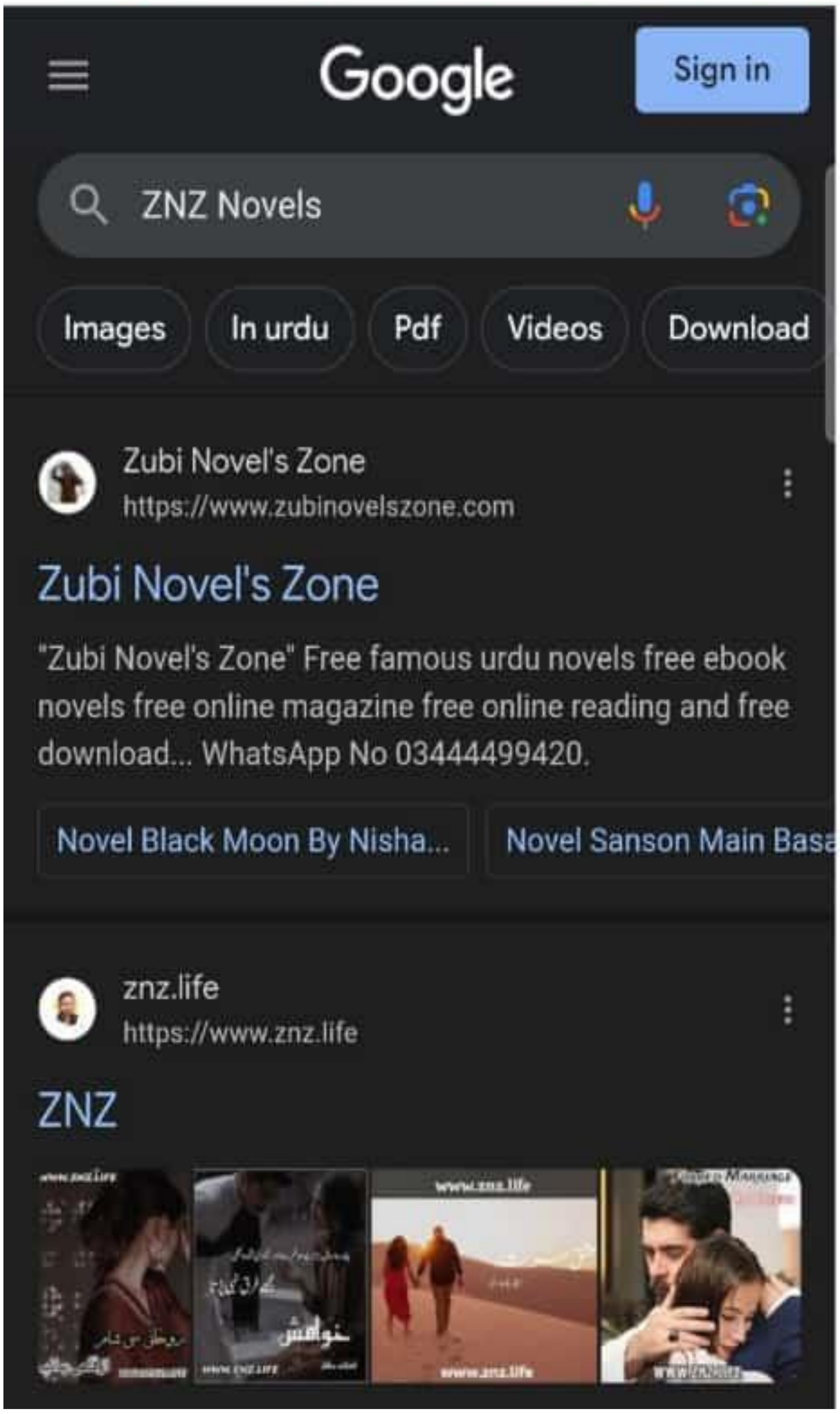

تو دیر کس بات کی ابھی گوگل پر
جائے اور ٹائپ کریں
ZNZ NOVELS
ٹوپ پر دو ویب سائٹ آجائے
گے جسکی سکرین شاٹ آپ
سامنے دیکھ سکتے ہے کوئی بھی
ایک سائٹ وزٹ کریں اور
اپنے پسند کا ناول سرچ کر کے
باآسانی ڈاؤنلوڈ کر کے پڑھ لیں
مزید کے لیئے رابطہ کریں

0344 4499420

For Free Ebook Novels Link

https://heylink.me/ZUBI_NOVELS_ZONE

اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.zubinovelszone.in

https://www.znz.life

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/zubairkhanafridi2020

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WhatsApp Channel Link

Channel Join Now